انقلاب 1857 کی 150 ویں سالگرہ پر ادارہ فرید بک ڈپو کی فخریہ پیشکش

فرنگیوں کا جال

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلّط کے بعد عیسائی مشنریوں کی
اسلام و مسلمانوں کے خلاف ناپاک سازشوں اور علمائے اسلام کی
ایمان افروز جدوجہد کی مکمّل تاریخ جسے برطانوی حکومت نے ضبط کرلیا تھا۔

مصنف: حضرت مولانا امداد صابری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب: فاروق ارگلی

Marfat.com

Marfat.com

انقلاب 1857 کی 150 ویں سالگرہ پر ادارہ فرید بکڈپو کی فخریہ پیشکش

فرنگیوں کا جال

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد عیسائی مشنریوں کی اسلام و مسلمانوں کے خلاف ناپاک سازشوں اور علمائے اسلام کی ایمان افروز جدوجہد کی مکمل تاریخ جسے برطانوی حکومت نے ضبط کرلیا تھا۔

مصنف

حضرت مولانا امداد صابریؒ

ترتیب و پیشکش

فاروق ارگلی

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

NEW DELHI-110002

Marfat.com

111781

© جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

فرنگیوں کا جال

مصنف: حضرت مولانا امداد صابریؒ

ترتیب و پیشکش: فاروق ارگلی

صفحات: ۵۴۰ سائز: 23x36/16 قیمت: -/۱۵۰

بہ اہتمام: محمد ناصر خان

ناشر

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998

FIRANGIYO KA JAAL

By: **Hazrat Maulana Imdad Sabri**

Compiled by: **Farooq Argali**

Pages: **540** Ist Edition: **2008**

Price: **Rs. 150/-**

OUR BRANCHES:

Delhi: Farid Book Depot (P) Ltd.

- 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 Ph.: 23265406, 23256590
- 168/2, Jha House, Basti Hazrat Nizamuddin (W), New Delhi-110013

Mumbai: Farid Book Depot (P) Ltd.

208, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,
Dongri, Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Printed at: **Farid Enterprises, Delhi-2**

Marfat.com

عرض مرتب

راقم الحروف نے علم وادب کی تاریخی سرزمین دہلی شریف میں اب تک اپنی عمر کے 50 سال گزارے ہیں یہ شہر میرے لیے دارالتربیت بھی ہے اور دارالعمل بھی۔ گزشتہ نصف صدی میں دین وملت اور علم وادب کے حوالہ سے ایسی متعدد تاریخ ساز ہستیوں کو قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا کہ یقیناً میں ان خوش قسمت لوگوں کی صف میں خود کو شامل سمجھتا ہوں جن پر آنے والی نسلیں اس لیے فخر کریں گی کہ انہوں نے ان مایۂ ناز ہستیوں کو دیکھا ہے۔ جن میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، حضرت مولانا عثمان فارقلیط، مولانا عبدالباقی مفتی شوکت علی فہمی، اور حضرت مولانا امداد صابری ایسی ہی عظیم المرتبت شخصیات سرِ فہرست ہیں جنہیں ملک وملت کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ چونکہ حضرت مولانا امداد صابری ایک متبحر عالم دین، ممتاز اہل قلم اور قابل احترام محقق ومؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ زمینی سطح کے ایسے پُرخلوص عوامی رہنما تھے جنہوں نے 1947ء کے بعد ملت اسلامیہ کے علمی، لسانی، سماجی اور اقتصادی حقوق کی بحالی اور بازیابی کے لیے زندگی کی آخری سانس تک مسلسل جدوجہد کی۔ آزادیِ وطن کے بعد غریبوں اور کمزوروں کے استحصال کے خلاف مسلسل نبرد آزما رہے اور بلا لحاظ مذہب وملت عوام کے سچے بے غرض اور بیباک رہنما سمجھے جاتے رہے۔

اپنی ہنگامہ پرور سیاسی اور عوامی مصروفیت کے ساتھ ساتھ انہوں نے تصنیف وتالیف اور تحقیق کا شغل زندگی بھر جاری رکھا۔ ان کی علمی اور تحقیقی کتابوں میں ''اردو صحافت کی تاریخ'' ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس پر اردو زبان وادب کو بجا طور پر ناز ہے۔

مولانا کے عظیم تحقیقی شاہکاروں میں سے ایک، زیر نظر کتاب ''فرنگیوں کا جال'' بھی ہے جس میں انہوں نے 1857ء کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے مذہبی عقائد کے خلاف انگریز قوم کی ناپاک سازشوں کو بے نقاب کیا ہے، یہ عظیم المرتبت علماء کرام، مفکرین اسلام اور فرزندانِ توحید کی مستند تاریخ بھی ہے جنہوں نے عیسائی حکومت اور ان کی مشنریز کو بری طرح ناکام کرکے اسلامی فکر وعقیدے کا پرچم بلند کیا۔ اس ایمان افروز کتاب کا مطالعہ ہر باشعور مسلمان کے لیے اس لیے بھی بیحد اہم ہے کہ موجودہ دور میں بھی دشمنان اسلام اسی طرح کی سازشوں میں مصروف ہیں جن کا مقصد اسلامی شعائر وعقائد پر حملے کرنا ہے اس لیے اپنے دینی عقائد اور اسلام تشخص کے تحفظ اور دفاع کے لیے خواص کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کو بھی باخبر اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب تبلیغ ودعوت کی مساعی جمیلہ میں سرگرم اصحاب کے لیے بھی افادیت کا مؤثر وسیلہ ہے۔

میں اس نایاب اور وقیع کتاب کی عصری انداز میں اشاعت کے لیے فرید بکڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ کے روح رواں جناب محمد ناصر خان کا اس لیے بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اسے قطعی غیر منفعتی انداز میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ 1857ء کی 150 سالہ تقریبات کے اس سال میں حضرت مولانا امداد صابریؒ کی اس فقید المثال کتاب کی اشاعت بجائے خود ملت اسلامیہ کے اس مایۂ ناز بطل جلیل مفکر، محقق، دانشور اور سیاس کی گراں قدر اسلامی، علمی واصلاحی خدمات کا عملی اعتراف اور سچا خراج عقیدت ہے۔

فاروق ارگلی

25 گنیش پارک، رشید مارکیٹ، دہلی 51

Marfat.com

پیش لفظ

از قلم: جناب الحاج قاری محمد میاں مظہری صاحب

(مدیر اعلیٰ روزنامہ سیکولر قیادت، نئی دہلی)

دہلی کے علمی و انقلابی خانوادوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے عالمی شہرت یافتہ مناظر اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے وابستہ ایک عظیم فقیہ حضرت علامہ شرف الحق صابری کے نامور فرزند سعادت مند حضرت الحاج امداد الرشید صابری کا شمار ہندوستان کی صدیقی برادری کی وہ تاریخ ساز شخصیت گزری ہے جس نے اپنے عالمِ شباب سے ہی جس میدان میں قدم رکھا نہ صرف حیرتناک تہلکہ مچا کر چھوڑا بلکہ اپنے ہم عصر جلیل القدر علماء اور سیاسی رہنماؤں کو بھی اپنی جرأت رندانہ کے ذریعہ ہمیشہ حیرت و استعجاب میں مبتلا رکھا۔ دار العلوم دیوبند سے علوم دینیہ کی سند حاصل کرنے کے بعد صابری صاحب کی پہلی معرکۃ الآراء تصنیف نے بھی علمی و تحقیقی حلقوں میں انہیں ایک ممتاز مقام عطا کر دیا تھا علامہ سید سلیمان ندوی جو اپنے ہم عصر علماء میں اپنے علمی دبدبے کی بنیاد پر ایک منفرد اور قابل احترام مقام رکھتے تھے ان کے ترجمۂ قرآن پر صابری صاحب کی تصنیف بعنوان ''علامہ سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں'' یہ ان کی پہلی تصنیف تھی جس نے ہر مکتب فکر کے تحقیقی حلقوں میں مولانا کی علمی صلاحیتوں کا لوہا مانتے ہوئے اس وقت تسلیم کر لیا تھا کہ یہ نوجوان ہندوستان کے مسلمانوں کی انقلابی سیاسی تحریکوں کا قائد و رہنما ثابت ہوگا، اس کے بعد جو مولانا کا قلم رواں دواں ہوا تو زندگی کے آخری سانس تک انہوں نے اپنی قلمی خدمات کے ذریعہ ادب، صحافت، تصوف، تاریخ انقلابی تحریکات، تحریک آزادی پر کتابوں کا سلسلہ 1947 تک جاری رکھا۔ ملک کی آزادی کے بعد انہوں نے اپنی قلمی تحریک کا رخ موڑ کر نئی نسلوں کو تحریک آزادی کے نشیب و فراز سے واقف و آگاہ کرانے کے لیے ضرورتِ وقت کے مطابق تصانیف کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری کیا جو ان کی زندگی کے آخری سانس تک جاری رہا۔

تحریک آزادی پر ان کی پہلی تاریخ ساز تصنیف ''فرنگیوں کا جال'' مارکیٹ میں آئی جس

Marfat.com

نے ہندو پاک میں تاریخ کے اس گوشے پر برطانوی سامراج کی اس سازش کی نقاب کشائی کر رہا تھا جس کے ذریعہ برطانوی سامراج نے ہندوستان کے غیور، حریت پسند اور بیدار سیاسی فکر وسوچ رکھنے والے کروڑوں عوام پر ایک طویل عرصہ تک سامراجیت کے غیر جمہوری نظام حکومت کو مسلط کرنے کے لیے عیسائیت کے فروغ کے لیے کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا کر علماء حق کو تحریک آزادی کی مصروفیات سے الگ کرنے کی ایک منصوبہ بند سازش کے تحت عیسائی پادریوں اور علماء کے درمیان مناظروں کی غیر ضروری تحریک میں الجھا کر رکھ دیا تھا، یہ تحریک آزادی کی تاریخ کا وہ گوشہ ہے جس پر نہ ملک کی آزادی سے پہلے کچھ ہوا اور نہ ہی آج تک اور نہ ہی اس موضوع پر کوئی ایسی مکمل اور جامع کتاب علماء اور تحقیقی میدان میں کام کرنے والوں کے لیے نظر آتی ہے جس کو بنیاد بنا کر ہمارے آج کے محقق اور دانشور نئی نسلوں کو برطانوی سامراج کے اس مکر وفریب سے آگاہ و باخبر کر سکیں۔ عیسائیت اور اسلام کے درمیان مناظروں کی اس تحریک کی قیادت کا شرف حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کو حاصل تھا جنہیں سند حدیث امام المحدثین حضرت شاہ عبد اللہ العزیز محدث دہلویؒ سے پہنچی تھی۔ حضرت مولانا شرف الحق کے خانوادے اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ دونوں کی روحانی وابستگی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تھی جس کا تاریخی ثبوت مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین پر قائم ہندوستانی مسلمانوں کا وہ پہلا مدرسہ ہے جو مدرسہ صولیتہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے روحانی برکت کے طور پر اس مدرسے کی سرپرستی کے لیے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو مکہ معظمہ بلا لیا تھا۔ اپنی حیات پاک کے بقیہ شب و روز حاجی صاحب نے اس مدرسہ میں گزارے۔ مدرسہ کے جس حجرے میں حاجی صاحب عبادت و ریاضت فرماتے تھے۔ راقم الحروف کو حضرت مولانا امداد صابری مرحوم کے ساتھ اس حجرے میں بھی کئی بار نوافل پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

''فرنگیوں کا جال'' نامی کتاب میں حضرت مولانا امداد صابری نہ صرف حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی بلکہ ان تمام علماء حق کے ان تاریخ ساز کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جنہوں نے برطانوی سامراج کی اس سازش کا ملک گیر سطح پر مقابلہ کیا تھا جو عیسائیت کے فروغ کے لیے ہندوستان میں رچائی گئی تھی۔ فرنگیوں کا جال بلا کسی مبالغہ کے تحریکِ آزادی میں

Marfat.com

ہندوستان کے حریت پسند علما کی وہ سنہری تاریخ ہے جس کا ہر ورق وطن عزیز کی آزادی کے لیے ہماری قربانیوں کی وہ حیرت انگیز اور فقید المثال واقعات کی عکاسی کرتا ہے جن کے ذکر کیے بغیر تحریک آزادی کی تاریخ مکمل نہیں کی جاسکتی۔

اس حقیقت کا اظہار بھی کسی حیرت واستعجاب سے کم نہ ہوگا کہ جس دور میں مولانا نے یہ تصنیف شائع کی وہ ان کے سیاسی ہنگامہ آرائیوں اور ان تحریکات کے شباب کا دور تھا جو انہوں نے ملک کی آزادی کے نتیجے میں تقسیم وطن سے متاثرہ مظلوم وبیکس مسلمانوں کے آئینی حقوق کے تحفظ کے لیے پوری جرأت رانداںہ کے ساتھ دہلی میں چلا رکھی تھی۔ مسٹوڈین کی جائداد کا مسئلہ ہو یا پھر اوقاف کی تباہی کا، مسلم علاقوں میں بم دھماکوں کے ذریعہ دہشت زدہ مسلمانوں میں مزید خوف و ہراس پیدا کرنے کی سازش ہو یا پھر مسلمانوں کے دستوری وآئینی حقوق کے تحفظ کے خلاف فرقہ پرست ایڈمنسٹریشن کی جانبدارانہ کارروائیاں ہوں یا کانگریسی راجکماروں کی مسلم دشمنی کے وہ خفیہ منصوبے ہوں جن کو بے نقاب کرنے کے لیے صابری صاحب ہر روز کسی نئے عنوان سے مزّین پوسٹر کے ساتھ دہلی کے در و دیوار پر نظر آتے تھے۔

ان تمام سیاسی ہنگامہ آرائیوں کے باوجود فرنگیوں کے جال کی ترتیب و اشاعت ان کی ناقابل تسخیر تعمیری فکر وسوچ کا وہ ثبوت ہے جو آج بھی ہمیں متحیر کر کے رکھ دیتا ہے۔ فرنگیوں کے جال کی اشاعت کے بعد مولانا نے جو تاریخی تصنیفات سپرد قلم کی ان میں 1857 کے مجاہد شعراء، 1857 کے غدار شعراء، نیتا جی سبھاش چندر بوس کے ساتھی، رسول خدا کا دشمنوں سے ثبوت اور تحریک آزادی میں علماء اسلام کی تاریخ ساز قربانیوں پر مشتمل ان کی یادگار تصنیف ''آثارِ رحمت'' جو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی قیادت میں چلنے والی ہندوستانی علماء کی تحریک جہاد کی ایک مکمل تاریخ ہے ان کی سینکڑوں کتابوں میں ان تصانیف کو ہماری انقلابی تاریخ کے لٹریچر میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

بحیثیت مؤرخ اس موضوع کے بعد اگر صابری صاحب کا کوئی سب سے بڑا صحافتی اور تاریخی کارنامہ ہے تو وہ ہے ''تاریخ صحافت اردو''، پانچ جلدوں پر مشتمل وہ تحقیقی تصنیف جس کے ذریعہ انہوں نے برطانوی سامراج کے دور استبداد سے لے کر غالباً 1970 تک کی اردو صحافت کی

Marfat.com

مکمل تاریخ نئی نسلوں کے لیے محفوظ کردی تھی۔ تاریخ صحافت اردو کی تین جلدیں ان کی زندگی میں شائع ہو چکی تھیں، چوتھی جلد زیر طباعت تھی میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی اشاعت ہو پائی یا نہیں۔ البتہ پانچویں جلد زیر کتابت تھی، ان کے پردہ فرما جانے کے بعد اس کا کیا حشر ہوا نہیں کہا جا سکتا۔

اس بات کی سخت ترین ضرورت ہے کہ دہلی کے اس عظیم اور تاریخ ساز محقق کی علمی اور تحقیقی تصانیف کی اشاعت کے لیے ایک ایسے ادارے کی تشکیل کی جائے جو ہماری اس علمی وراثت کو آنے والوں نسلوں تک پہنچانے کا کام ایک منصوبہ بند طریقے پر انجام دے سکے۔

فرید بک ڈپو پرائیویٹ لمیٹیڈ کے مینیجنگ ڈائرکٹر عزیز گرامی الحاج محمد ناصر خان صاحب نہ صرف دہلی والوں کی طرف سے بلکہ ملک کے تمام علمی و تحقیقی حلقوں کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ہماری اردو صحافت کی دنیا کی ایک ممتاز اور منفرد انداز قلم رکھنے والی شخصیت محترم جناب فاروق ارگلی صاحب کی تجویز و تحریک پر فرید بک ڈپو نے اس تاریخی کتاب کی اشاعت کا فیصلہ کیا۔ فاروق ارگلی صاحب ہمارے تحقیقی روحانی، اسلامی اور ادبی ورثہ کو محفوظ رکھنے کی ایک تعمیری تحریک از خود اپنی جرأت رندانہ کے بل بوتے پر چلائے ہوئے ہیں۔ اور گزشتہ دس سالوں میں اس سنگلاخ زمین پر انہوں نے علم و ادب کی آبیاری کی جو قابل قدر کوششیں کی ہیں وہ یقیناً ہم سب کے لیے جہاں قابل فخر ہیں وہیں ان کی خدمت میں اظہارِ تشکر پیش کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

مجھے امید ہی نہیں یقین کامل ہے کہ فرید بک ڈپو جیسے عالمی شہرت یافتہ ادارے کی جانب سے اس کتاب کی اشاعت صابری صاحب سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کے لیے کسی قومی چیلنج سے کم نہیں ہوگی کہ وہ اپنے تاریخی اور علمی ورثہ کے تحفظ کے لیے آگے بڑھیں اور ایسے ادارے کی حوصلہ افزائی کریں جو کاروباری منفعت کے بنیادی مقصد سے بے نیاز ہو کر ہماری علمی ورثہ کو نئی نسلوں تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

قاری محمد میاں مظہری

1770، خواص پورہ، پٹودی ہاؤس دریا گنج، نئی دہلی

Marfat.com

فہرست مضامین

سبب تالیف 21

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ 31

عیسائی فرنگیوں کی ہند میں آمد 46

☆ سیرین عیسائی 46

☆ پرتگیزی 47

☆ چرچ مشن سوسائٹی 47

☆ ہندوستانی عورتوں کو فوج میں بانٹنا 49

☆ جیوسٹ مشن 50

☆ فرانسیسی مشن 50

☆ ہپٹسٹ 52

☆ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مسیحیت کی تبلیغ میں حصہ لینا 52

☆ امریکن مشنری سوسائٹیاں 54

☆ اسکاٹس مشنریاں 55

قدیم ہند میں عیسائی تبلیغ (اکبر کے دور میں مسیحی تبلیغ کی سعی) 57

☆ پادری اکبری دربار میں 58

☆ تبلیغ مسیحی 58

☆ گرجا بنانے کی اجازت 59

☆ پادری کے آنے کی اجازت 60

☆ مقبرہ میں مسیحی تصویر 60

☆ پادریوں سے مناظرہ 61

Marfat.com

☆ عیسائیوں کا تبلیغی مشن 62

☆ اکبر کی پادریوں سے چھیڑ خانی 64

☆ دین الٰہی میں عیسائیت کا اثر 64

☆ ''سیرتِ مسیح'' عیسائیت کی پہلی کتاب 64

☆ دبستان المذاہب 65

☆ اکبری مناظرے 65

☆ جہانگیر کے دربار میں نصرانیت کا دور 68

☆ گرجوں کے لیے زمینیں دینا 69

☆ سفارت انگلستان 69

☆ تبلیغ مسیحیت کی عام اجازت 70

☆ جہانگیر کے دو بھتیجوں کے عیسائی بننے کا راز 70

☆ عیسائیوں کو نجس جاننا 71

☆ پادریوں کو جہانگیر سے امیدیں 71

☆ خسرو عیسائی سلطنت کا مامن ہے 73

☆ جہانگیر منوچی کی نظر میں 74

☆ شاہجہاں کے دور میں پرتگیزی عیسائیوں کے مظالم 76

☆ پرتگیزیوں کو مظالم کا جواب 77

☆ ڈاکٹر بریز کی مرثیہ خوانی 78

☆ آگرہ اور لاہور کے گرجوں کی مسماری 79

☆ شاہجہاں کے دربار میں مناظرہ 79

☆ غلط افواہوں سے تبلیغ کرنا 80

☆ عیسائی پرتگیزیوں کی بحری قزاقی 81

☆ ہندوستانیوں کی فروختگی 82

Marfat.com

☆ پادریوں کی تعداد 128

☆ پادریوں کی مکتی فوج 128

☆ پادریوں کی تنخواہ 128

☆ سفر الاؤنس 129

☆ کلکتہ فری اسکول 130

☆ بشپ کالج 130

☆ کلکتہ نارمل اسکول زنانہ مشن 131

☆ بمبئی ایجوکیشنل سوسائٹی 131

☆ سینٹ جیمس اسکول کلکتہ 131

☆ بنارس جے نارائن اسکول 132

☆ دارجلنگ سینٹ پال اسکول 132

☆ آگرہ سینٹ جونس کالج 132

☆ پریذیڈنسی کالج 132

☆ کدارپور سینٹ اسٹیفن اسکول 132

☆ لاہور سینٹ جونس ڈیوائنٹی اسکول 133

☆ ہندوستان میں لٹریری تبلیغ کی سعی 133

☆ اردو گرامر 133

☆ اردو لغت 134

☆ اردو پریس 135

☆ انجیل کے ترجمے 136

☆ کتابیں اور ٹریکٹ 136

☆ پریس 137

☆ فہرست مشنری کتب 139

☆ اخبارات ورسائل 145

Marfat.com

مشنری جال پھیلانے میں حکومت کا ہاتھ..... 149

☆ حکومت کی مشنری پالیسی..... 149

☆ حکومت کی مشنری کو مالی مدد دینا..... 150

☆ فوجی افسران کا مشنری کام کرنا..... 151

☆ چرچ مشن کو امداد دینے کا اعتراف..... 152

☆ مشنری ورک میں ظاہری پالیسی..... 152

☆ حکام کا ذاتی اثر ڈالنا..... 153

☆ لفظ نصاریٰ کہنے پر پھانسی..... 154

☆ حکام کا قانون سے مشنریوں کو مدد دینا..... 155

☆ ہر فوجی داڑھی منڈوائے..... 155

☆ انسدادِ غلامی کے نام سے یتیموں پر مشنریوں کا قبضہ کرانا..... 157

☆ حکام کا نماز پڑھنے سے روکنا..... 159

☆ حکام کا مشن اسکول میں داخلہ کی ترغیب دینا..... 160

☆ انگریزی تعلیم کے نام پر عیسائیت کی تعلیم..... 161

☆ قرآن مجید میں تحریف کی سعی کرنا..... 164

☆ پادریوں کی کارستانیاں..... 165

☆ ''انسان چور'' مشنری..... 166

☆ سنگین مجرموں کی عیسائیت کی وجہ سے رعایت..... 166

☆ جامع مسجد کو گرجا میں تبدیل کرنے کا ارادہ..... 167

☆ کل ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی آگ لگانے والی سازش..... 167

☆ لوہے سے داغ کر عیسائی بنانا..... 173

☆ مسلم وقف سے عیسائیت کو فروغ دینا..... 173

☆ قاضی کی برطرفی..... 175

☆ شہروں اور دیہاتوں میں تقریری پروپیگنڈا..... 176

☆ دیہاتوں میں تبلیغ..... 177

Marfat.com

☆ گورکھپور 179

☆ الہ آباد 183

☆ سینٹ پال ویونٹی اسکول 183

☆ طالب علموں کی میٹنگز 184

☆ طالبعلموں کے رشتہ داروں کو مذہبی تعلیم 184

☆ مسلسل تبلیغ 186

☆ دیہاتی تبلیغ 186

☆ مناظرہ سوسائٹی 188

☆ مناظرہ کی تعلیم 188

☆ آگرہ 189

☆ عیسائیوں کی مخالفت 191

☆ عورتوں میں تبلیغ 191

☆ چماروں اور بھنگیوں میں تبلیغ 191

☆ عورتوں میں اسکول 192

☆ سینٹ جان کالج اور عیسائی لڑکوں کا اسکول 192

☆ سکندرہ 193

☆ کاشتکاری سکھانا 193

☆ متھرا بندرابن 194

☆ کٹر ہندو 194

☆ عیسائیوں کی بے بسی 195

☆ حالت پشیمانی میں اطمینان 196

☆ بیماروں کو دوائی دینا 196

☆ علی گڑھ 197

☆ میرٹھ 197

Marfat.com

☆ ریڈر کی تعلیم 198
☆ عیسائی ماسٹر اور کنچسٹ کی تعلیم 198
☆ چمار کے عیسائی بننے کا شاندار تذکرہ 199
☆ اودھ 200
☆ رانچی 200

ہندوستان میں مشنری کے کام کرنے والے پادریوں کے حالاتِ زندگی 203

☆ ڈاکٹر سی جی فانڈر 204
☆ بشپ جارج ایلفر ڈلیفرائے 208
☆ طامس واپسی فرنچ 211
☆ پادری چارلس ولیم فورمن 214
☆ رابرٹ کلارک 217
☆ پادری عمادالدین حکیم الٰہی 220
☆ پادری کالی چرن چٹرجی ڈی ڈی 225
☆ اینڈریو گارڈن، ڈی ڈی 226
☆ پادری وارث الدین ایم، بی، اے 227
☆ ٹامس ہنٹر 229
☆ پادری دینا ناتھ 230
☆ ڈاکٹر جے سی آر یوئنگ 231
☆ پادری جی ایل ٹھاکرداس 231
☆ ڈاکٹر تھیوڈور لائٹن پینل 233
☆ پادری طالب الدین بی اے 234
☆ پادری ماسٹر رام چندر 236

علماء اسلام کا جہاد اکبر 239

Marfat.com

☆ انگریزوں سے نفرت 242

☆ ردِّ نصاریٰ کے ہیرو 250

☆ پہلی کتاب ردِّ نصاریٰ 257

☆ جواب محمدیہ 260

☆ کتاب استفسار 262

☆ ردِّ نصاریٰ کی تالیف میں دقتیں 264

☆ تائید المسلمین 266

☆ استبشار 266

☆ تحریری نوک جھونک 266

☆ ازالۃ الاوہام 267

☆ البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف 268

☆ فضل الخطاب المقدمہ اہل الکتاب 269

☆ حیدرآباد میں خدمتِ دینی 269

☆ براھین الھینہ المعروف بمباحثہ پونہ 270

☆ البحث الجلیل المعروف مباحثہ دہلی 270

☆ مناظرہ غازی پور 270

☆ تحفۃ البشیر لاعلاء کلمۃ البصیر المعروف دینی مناظرہ ہنمکنڈہ 271

☆ شہادت اسلام از حکیم مرزا مغل بیگ 276

☆ بشاراتِ محمدی (از خواجہ عبدالمجید) 277

☆ تحقیق اناجیل مع تعلیم دوازدہ رسولان (از مولانا محمد صادق) 277

پادریوں سے علمائے کرام کے مناظرے 279

☆ پہلا مناظرہ شاہ عبدالعزیز 279

☆ مولانا ہادی کا عیسائی سے مناظرہ 281

Marfat.com

☆ مولانا آل حسن کا پادری فانڈر سے مناظرہ..... 285

☆ عام مناظرہ کی ضرورت..... 288

☆ مولینا رحمت اللہ اور پادری فانڈر کا مناظرہ..... 289

☆ پہلے روز کے مناظرے کی کارروائی..... 290

☆ بحث نسخ..... 290

☆ بحث تحریف..... 296

☆ دوسرے دن کے مناظرہ کی کارروائی..... 298

☆ پادری صاحب کا پہلا خط..... 304

☆ ڈاکٹر صاحب کا پہلا خط..... 304

☆ پادری صاحب کا دوسرا خط..... 305

☆ ڈاکٹر صاحب کا دوسرا خط..... 306

☆ پادری صاحب کا آخری خط..... 308

☆ ڈاکٹر صاحب کا جواب پادری کو..... 309

☆ پادری صاحب کا تیسرا خط..... 309

☆ ڈاکٹر صاحب کا تیسرا خط..... 309

☆ پادری عمادالدین کا ایک دہلوی طالب علم سے مناظرہ..... 311

☆ چودھری مولا بخش اور پادری فلیڈر کا مناظرہ..... 313

☆ مولانا شرف الحق کا پادری پٹرک سے مناظرہ..... 314

☆ پادری عمادالدین کی مولانا باری سے مناظرہ کرنے سے فراری..... 321

☆ مولانا قاسم اور پادری لونس کا مناظرہ..... 323

☆ دہلی کا تاریخی مناظرہ..... 332

☆ مشنریوں کی ناکامی..... 333

کالج، اسکول، یتیم خانے، انجمنیں اور اخبارات ورسائل..... 335

Marfat.com

☆ پہلا دور..... 335

☆ دہلی کالج..... 336

☆ حکومت کی مشرقی علوم سے دشمنی..... 340

☆ غدر میں کالج کا حشر..... 344

☆ سائنٹیفک سوسائٹی..... 348

☆ دوسرا دور..... 350

☆ دارالعلوم دیوبند..... 351

☆ مظاہر العلوم سہارنپور..... 377

☆ انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد دکن..... 407

☆ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس..... 412

☆ مدرسہ امینیہ دہلی..... 416

☆ ردِّ نصاریٰ کرنے والے اخبارات..... 417

مجاہدین ردِّ نصاریٰ کے حالات زندگی..... 445

☆ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ..... 448

☆ امام فن مولانا رحمت اللہ..... 458

☆ حضرت العلامہ مولانا آل حسن مرحوم..... 479

☆ ڈاکٹر محمد وزیر خاں..... 487

☆ حالات زندگی مولانا شرف الحق صاحب مرحوم و مغفور..... 494

☆ مولانا محمد علی مونگیری..... 517

☆ مولانا ابوالمنصور..... 520

☆ حضرت مولانا سید امیر حمزہ علیہ الرحمہ..... 527

☆ حضرت العلامہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب..... 528

☆ سرسیّد احمد خاں..... 535

Marfat.com

☆ سلطان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہٗ 546

☆ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی 548

☆ مولانا الطاف حسین حالؔی 549

☆ مولانا سیّد امیر حسن محدّث 553

☆ مولانا سید محمد عبدالباری 555

☆ مولوی محمد علی تحصیلدار 559

☆ مولانا حکیم محمد حسن 560

☆ مولوی حافظ ولی اللہ 562

☆ مولوی حکیم عبدالرشید 563

☆ سید محمد علی 563

☆ عبدالوہاب 564

☆ مولوی فقیر محمد جہلمی 564

☆ مولوی عنایت رسول چڑیا کوٹی 565

☆ مولوی امان علی احمد آبادی 566

☆ مفتی کفایت اللہ صاحب 567

☆ مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب 578

☆ مرزا غلام احمؔد قادیانی 581

☆ مولوی چراغ علی 584

☆ مولانا حکیم سیّد محمد غوث علی گورکھپوری 585

☆ مولوی شیخ احمد 585

☆ مولوی اکرام اللہ گوموی ثم اکبر آبادی 586

☆ مولوی نواب مرزا اکبر آبادی 587

☆ مولوی سید محمد مدرس ہائی اسکول علی گڑھ 588

Marfat.com

☆ مولانا سید موید الدین خان صاحب 588
☆ مولانا مظفر علی 589
☆ ڈاکٹر محمد نفیس 589
☆ چودھری مولا بخش 589
☆ مولوی سلیم اللہ 589
☆ مولوی غلام نبی 590
☆ مولوی عبید اللہ 590
☆ مولوی محمد علی مراد آبادی 590
☆ مولوی محمد فیروز الدین ڈسکوی 591
☆ مولوی محمد شاہ لکھنوی 591
☆ کنگھی والے مناظر 592
☆ مولوی غلام محمد دستگیر قصوری 592
☆ حافظ احمد الدین لاہوری 592
☆ مولوی احمد علی 592
☆ حاجی مولوی محمد یوسف راندھیری 593
☆ مولوی اشرف علی سلطانپوری 593
☆ مولوی رحم الٰہی بنگلوری 593
☆ مولوی حاجی سید احمد حسین عظیم آبادی 593

Marfat.com

سبب تالیف

انگریزوں کے ابتدائی اقتدار حکومت کے زمانہ میں ہندوستان کے اندر علماء کرام کا ایک گروہ تھا جن کو مخالفین اور انگریز وہابی کہتے تھے، اس مقدس جماعت کا کام نصاریٰ کے بڑھتے ہوئے سیاسی اور مذہبی اقتدار کو نیست کرنا تھا۔ اس کی بناء شاہ ولی اللہؒ نے ڈالی تھی۔

یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ جماعت منظم و غیر منظم دو طبقوں میں بٹی ہوئی تھی۔ منظم طبقہ مجاہدین بالسیف (فوجی نظام کے تحت) جس کی ڈیوٹی یہ تھی کہ مسلمانوں میں مجاہدانہ جنگی اسپرٹ پیدا کر کے اور اس کو جماعتی شکل دے کر اسلحات کی فراہمی کے ساتھ ملک میں بغاوت کی آگ لگائی جائے اور حکومت کے اقتدار کو پاش پاش کرنے کے بعد ملک کو آزادی دلوائی جائے۔

دوسرے منظم طبقہ علماء کا کا تھا کہ وہ اپنی علمی قابلیت سے تحریری و تقریری پروپیگنڈے کے ذریعہ نصاریٰ کی تحریر و تقریر اور مشنریوں کے طوفانی کام کا جواب دے کر اس کا سدِ باب کرے، اور پادریوں کے گمراہ کن ہتھکنڈوں اور سرمایہ کے لالچ میں پھنسا کر مذہب بدلنے والے جال کے پھندوں سے غریب ہندوستانیوں کو محفوظ رکھے۔

پہلے طبقہ میں حضرت مولانا سید احمد، حضرت مولانا اسماعیل شہید، حضرت امداد اللہ، حافظ ضامن شہید، مولوی ولایت علی، مولوی فرحت حسین، مولوی محمد حسین اور مولانا جعفر تھانیسری وغیرہ تھے۔

Marfat.com

دوسرے طبقہ میں مولانا آل حسن، مولانا رحمۃ اللہ، ڈاکٹر وزیر خاں، حضرت العلامہ مولانا محمد قاسم، مولانا شرف الحق، مولانا محمد علی منگیری اور مولانا ابوالمنصور تھے۔

پہلا طبقہ جنگ جو تھا۔ اس نے انگریزوں سے جنگ کی اور ستیانہ اور ملکا کیمپ قائم کر کے سرحدی قبائل اور دریائے سندھ کے کنارے 1856ء سے 1868ء تک فوجی شکل میں مقابلہ کیا، یہ تاریخی جنگی حیثیت کے مالک تھے۔ اس لیے انہوں نے تاریخ میں جگہ پائی اور دشمنوں اور مؤرخین کی کوششوں سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنے۔

جو دوسرا علمی طبقہ تھا اس نے علمی جہاد کیا۔ محققین نصاریٰ کے کتابی و اخباری زہریلے پروپیگنڈے اور ٹنڈی دل پادریوں کے خوفناک ہتھکنڈوں کا جواب اپنی مدلل و محققانہ دندان شکن تصنیفات سے دیا، بارہا گلی کوچوں، شہروں، دیہاتوں ور جنگلوں میں دو بدو سرکاری یا شہ یافتہ مشنریوں سے تاریخی اور معرکۃ الآراء مناظرے کیے، ان کے اعتراضات کے پرخچے اڑائے، حکومت نے ان کو باغی اور غدار کا خطاب دیا، ان کی جائدادوں کو ضبط کر کے کوڑیوں کے مول فروخت کیا، ان کو جلا وطن کیا، جیلوں میں سڑایا، بہیمانہ سزاؤں کا شکار بنایا۔ مگر وہ مردِ میدان باز نہ آئے اور ہندوستان کو مغربی سیلاب سے بچا کر مشنریوں کے دُھر توڑے اور کامیاب ہوئے۔

چونکہ ان حضرات کا کام ٹھوس اور خاموشی کے ساتھ ہوتا تھا، اور حکومت بھی ان کے کاموں کو دبانے کی کوشش کرتی تھی اس لیے وہ گمنامی کی نذر رہوا۔

اب حالت یہ ہے کہ اس علمی طبقہ سے عوام تو بالکل ہی ناوقف ہیں اور خواص کی بھی اکثریت بے خبر ہے اس بے خبری کا یہ عالم ہے کہ اچھے پڑھے لوگوں کے سامنے اگر ان حضرات کا یا ان کی تصنیفات و کارناموں کا ذکر کیا جاتا ہے تو تعجب و حیرت سے سنتے اور دیکھتے ہیں یا ان کی جرأت اور قالبیت سے واقف ہونا تو کجا ان کے ناموں تک سے آشنا نہیں ہیں، بے ذوقی

Marfat.com

کی حالت یہ ہے کہ ان کی تصنیفات کی اشاعت اور مطالعہ کا سلسلہ بند ہے۔ کتابیں الماریوں یا دیمک کی نظر ہو رہی ہیں۔

اس گمنامی اور بے توجہی کے پیش نظر ضروری سمجھا گیا کہ اس گروہ کی مجاہدانہ تاریخ لکھی جائے اور علمی دنیا میں لائی جائے تا کہ اہل قلم حضرات اس پر توجہ دیں اور اس انتہائی اور حقیر کوشش کو انتہا تک پہنچائیں۔

.....

کتاب شروع کرتے وقت یہ خیال تھا کہ اس کتاب میں صرف برطانوی دور کو محدود کرنا چاہیے لیکن بعد میں انگریز کی ہندوستان میں آمد کے وقت (یعنی پرتگیزی زمانے) سے لے کر اکبر، شاہجہاں اور عالمگیر وغیرہ اور غدر کے بعد تک کے حالات پر اس تاریخ کو مشتمل کرنا بہتر سمجھا گیا۔ اسی لیے ان ادوار کے حالات اجمالاً بیان کر دیے گئے، تا کہ معلوم ہو جائے کہ پانچ صدی کی مسلسل نوابانہ زرّیں پروپیگنڈہ کا ہندوستان پر کیا اثر ہوا، اور مسجدوں میں بیٹھنے والے غریب علماء کے طبقے نے مقابلہ کر کے قدیم سازش کو کس طرح خاک میں ملا دیا۔

.....

تمنا تو یہ تھی کہ مغلیہ دور میں فرنگی عیسائیوں نے جو پاؤں پھیلائے تھے نیز برطانوی دور کے ہر صوبہ کی مشنریوں کی سیاہ ہسٹری اس کتاب میں ہوتی اور اسی طرح تمام ہندوستان کے ردِّ نصاریٰ میں حصہ لینے والے علماء اور معرکۃ الآراء تمام صوبوں کے مناظروں کے حالات ہوتے مگر یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

سب کچھ جتن کیے گئے تمام مشنری سوسائیٹیوں کو ان کی رپورٹ بھیجنے کے لیے لکھا گیا۔ اس مقدس کام کے لیے کلکتہ گیا۔ لائبریریوں، کتب خانوں اور خاص طور پر خدا بخش لائبریری پٹنہ، امپیریل لائبریری کلکتہ، ہارڈنگ لائبریری، یونیورسٹی اور نذیر لائبریری دہلی کی فہرست کی ورق گردانی کی گئی اور بعض ردّ نصاریٰ میں زندگیاں تجنے والے خاندانوں کے چشم و چراغوں

Marfat.com

سے روشنی طلب کی گئی اوران کے بزرگوں کے حالات طلب کیے گئے لیکن کسی نے بھی توجہ نہیں دی۔ مشنری سوسائیٹیوں اور علے الخصوص اسلاف کے نامور اخلاف نے کوئی جواب تک بھی دینا گوارا نہیں کیا، اگر کسی نے کچھ جواب دیا تو ''دلاسا'' ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منکیری کے بہت مختصر حالات ملے اور حسب ذیل حضرات کے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں لگا حالانکہ یہ ہستیاں صاحبِ تصنیف ہیں۔ صاحبِ حیثیت لوگ ہیں بعض تو ردّ نصاریٰ کی تین چار کتابوں کے مصنف ہیں۔

(1)	مولانا عباس علی صاحب جموی	صولة الضیغم علیٰ اعداء ابن مریم
(2)	مولوی محمد فیروزالدین صاحب ڈسکوی متخلص بہ فروز	فضائل الاسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بہ تاریخ محمدی
(3)	مولوی سید محمد مدرس ہائی اسکول علی گڑھ	تنزیة القرآن
(4)	مولوی غلام دستگیر قصوری	مخرج عقائد نوری
(5)	مولوی محمد سلیم اللہ	صداقت قرآنی از کتب ربانی، نصاف لدفع الاخلاف، اظہار الاسلام
(6)	مولوی محمد شاہ لکھنوی	غایة الشعور بحجج المسرور، فصیل معظم،اجوبہ عجیبہ
(7)	حافظ احمد الدین لاہوری	دعوہ الحق
(8)	حاجی محمد یوسف صاحب زاہدی	دعوة الاسلام
(9)	مولوی اشرف علی سلطانپوری	نیّر اعظم
(10)	مسٹر سید امیر علی بیرسٹریٹ لاء	نقید الکلام فی احوال شارع الاسلام
(11)	مولوی رحیم بنگلوری	بشارات محمدی
(12)	ہشت کونسل حروف بدر بے بہا	حکیم محمد حسن امروہی
(13)	مولوی حاجی سید احمد حسین عظیم آبادی	اعزاز عیسوی
(14)	مولوی غلام نبی امرتسری	عصمت الانبیاء، تصدیق الاسلام، تحقیق اسلام، معجزات محمدیہ حقیقت اصل جہاد
(15)	مولوی حکیم سید محمد غوص علی گورکھپوری	القول النجیح می زی النحمد و المسیح

یہ حقیقت ہے کہ اگر میرے والد ماجد شرف الحق علیہ الرحمہ کے کتب خانہ کی عبرانی،

Marfat.com

یونانی، ٹیلنگو، فرانسیسی، انگریزی، اردو اور ہندی کتابیں جو رڈ نصاریٰ سے متعلق ہیں نہ ہوتیں اور مسٹر مہاورت ودیالنکار جیسے وضعدار، متحمل مزاج، مخلص ساتھی، انگریزی رپورٹوں کا ترجمہ کرنے کی تکلیف گوارا نہ کرتے، مفتی انتظام اللہ اکبر آبادی، مولانا عثمان صاحب فارقلیط ایڈیٹر الجمعیۃ دہلی، مولانا محمد نور الدین بہاری اور سردار علی صاحب صابری مشورہ نہ دیتے اور مولانا ضیاء اللہ نبیرۂ، حضرت العلامہ مولانا رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا حسرت موہانی توجہ نہ دیتے اور ضروری معلومات ومواد فراہم نہ فرماتے تو یہ کتاب شائع نہیں ہوسکتی تھی، یہ ان ہی بزرگوں اور دوستوں کی عنایت کا کرم ہے جن کے طفیل یہ حقیر خدمت پیش کی جاسکی ہے، میں ان حضرات کا انتہائی مشکور ہوں۔ ''فرنگیوں کا جال'' کی تیاری میں جن کتابوں کے حوالہ دیے گئے ہیں اور جن سے اخذ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(1) کلکتہ ڈیکنز کلنڈر اور ڈائرکٹری 1877ء آف کرسچن نالج سوسائٹی (انگریزی)

(2) رپورٹ 1883 چرچ مشن سوسائٹی (انگریزی)

(3) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (انگریزی)

(4) تاریخ ہند (شمس العلماء منشی ذکاء اللہ)

(5) تاریخ عروج عہد سلطنت انگلیشہ ہند (شمس العلماء محمد ذکاء اللہ)

(6) خطبات گارسان دتاسی

(7) دبستان المذاہب (فارسی)

(8) سفرنامہ برنیر

(9) اسباب بغاوت ہند (سرسید احمد خاں)

(10) ہسٹری آف دہلی مشن (مسٹر لیفرائے)

(11) خطبات احمدیہ سرسید

(12) دربار اکبری (مولانا محمد حسین آزاد)

Marfat.com

(13) تذکرہ عالم (مولوی رحیم بخش)

(14) تاریخ اودھ

(15) مرقع اکبرآباد (از مولوی سعید احمد)

(16) حیات العلماء (مولانا سید محمد عبدالباقی

(17) تاریخ ڈھاکہ

(18) صلیب کے علم بردار پادری (برکت اللہ)

(19) خداوند مسیح کے نورتن پادری (ٹھاکرداس)

(20) تذکرۃ الرشیدہ (مولانا محمد عاشق الٰہی)

(21) مکتوباتِ امدادیہ نزد مولانا اشرف علی

(22) آثار الصنادید (سر سید احمد خاں)

(23) تاریخ الٰہ آباد

(24) استفسار (مولانا آل حسن)

(25) مقدمہ اظہار عیسوی (مولانا برکت اللہ)

(26) پیغام محمدی (مولانا محمد علی منگیری)

(27) میزان الحق (پادری فانڈر)

(28) اظہار الحق (مولانا رحمت اللہ مہاجر مکّی)

(29) طریق الحیات (پادری فانڈر)

(30) مناظرہ مولانا شرف الحق دہلی۔ بمقابل بشپ لیفرائے

(31) گفتگوئے مذہبی (مولانا محمد قاسم)

(32) حیات النذیر (ڈپٹی نذیر احمد کی حیات)

Marfat.com

(33) حیات طیبہ (مرزا حیرت دہلوی)

(34) تاریخ بیجاپور

(35) امداد الفتاویٰ (مولانا امداد اللہ)

(36) سفرنامہ منوچی

(37) تواریخ عجیب کالا پانی (مولانا محمد جعفر تھانیسری)

(38) اخبار منشور محمدی

(39) حیات جاوید (مولانا حالی)

(40) تاریخ جھجر

(41) سفرنامہ طامس رو

(42) دنیا کی خفیہ انجمنیں (سکرٹ سوسائٹیز آف دی ورلڈ)

(43) مسلمانوں کا روشن مستقبل

(44) بادشاہ نامہ حمیر لاہوری

(45) ازالۃ الاوہام (مولانا رحمۃ اللہ)

(46) حکومت خود مختاری

(47) مرحوم دہلی (مولانا عبدالحق)

(48) تلخیص الاحادیث (پادری عماد الدین)

(49) صولۃ الصیغم علیٰ اعداء ابن مریم (مولوی عباس علی، حافظ جمنو)

(50) تحقیق دین حق (پادری اسمتھ)

(51) تذکرہ علماء ہند، فارسی (مولانا رحمان علی)

(52) حیدرآباد میں خدمت دینی (مولانا اشرف الحق)

(53) اظہار الحق (مولوی رحمۃ اللہ)

Marfat.com

(54) تنقید العبادات (حیات احسن موہانی)

(55) اخبار کوہ نور (لاہور)

(56) تذکرہ عزیزیہ

(57) حکایات صالحات (عبداللہ)

(58) وصال الجمیل (مولانا شاہ محمد امان الرحمٰن)

(59) رسالہ ساقی دہلی کا ناصری نمبر (ایڈیٹر شاہد احمد دہلوی)

(60) رسالہ ندائے عام دہلی

(61) انوار العاشقین (مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی)

(62) مناظرہ آگرہ از عبداللہ۔ مولانا رحمت اللہ مابین پادری فانڈر

(63) مراۃ الانساب (مولانا ضیاء الدین وکیل امرتسری)

(64) عین الیقین (مولوی نصرت علی)

(65) تفتیش الاسلام (خان راجرس ہیڈ ماسٹر)

(66) حقیقی عرفان (پادری عماد الدین)

(67) ابطال دین محمدی بمقابلہ دین عیسوی مادری اہل

(68) واقعات دار الحکومت دہلی (مولوی بشیر الدین احمد)

(69) علماء لاہور

(70) تراجم علماء حدیث ہند (ابو یحییٰ امام خاں)

(71) ثوۃ الہند (مولانا محمد عبدالشاہد خاں شیروانی)

(72) نیا ہندالہ آباد (ایڈیٹر سندر لال)

(73) مناظرہ غازی پور (مولانا شرف الحق)

Marfat.com

(74) عقوبۃ الضالین (مولانا ابوالمنصور)

(75) غدر کے چند علماء (مفتی انتظام اللہ شہابی)

بہت سی ردّ نصاریٰ کی کتب جو پادریوں اور علماء کرام نے لکھی ہیں وہ نایاب و ناپید ہیں اور کسی کتب خانہ میں نہیں ملتی وہ کتابیں والد ماجد مولانا شرف الحق صاحب علیہ الرحمہ کے کتب خانہ میں میرے پاس موجود ہیں جن حضرات کو ان پر لکھنا ہو وہ میرے غریب خانہ پر آ کر دیکھ سکتے ہیں۔ فہرست بقدر گنجائش جگہ درج کی جاتی ہے۔ پادریوں نے جو اسلام کے خلاف کتابیں لکھیں وہ آپ پادریوں کے عنوان میں دیکھیں۔

(1) پہلی مطبوع ردّ نصاریٰ کتاب صولۃ الضیغم علیٰ اعداء ابن مریم 1258ء مصنف مولوی عباس علی

(2) جواب محمدیہ، یہ قلمی رسالہ ہے

(3) استفسار مصنف مولانا آل حسن

(4) استفسار کے جواب میں پادری فانڈر نے ایک مختصر رسالہ حلل الاشکال لکھا ہے

(5) حلل الاشکال کا جواب مولانا موئید الدین نے ''استبشار'' دیا ہے

(6) مراسلات مولانا آل حسن اور پادری فانڈر، جو پادری فانڈر نے خود چھاپا ہے

(7) مناظرہ جو اکبرآباد میں فادری فانڈر مولانا رحمت اللہ کے درمیان ہوا (فارسی میں)

(8) مناظرہ تحریری ڈاکٹر وزیر خاں درمیان فانڈر (اردو، فارسی)

(9) مناظرہ اکبرآباد کی روئیداد پر جو نوک جھونک تحریر ہوئی

(10) خط و کتابت مولانا عبدالباری مابین پادری عماد الدین

(11) مولانا رحمت اللہ کی کتابیں

(12) ازالۃ الاوہام (103) ازالۃ الشکوک۔ اعجاز عیسوی اصح الاحادیث نے ابطال التثلیث اظہار الحق عربی میں اور فرانسیسی زبان میں

Marfat.com

(13) ہدایت الکرستان

(14) قبلہ مولانا شرف الحق صاحب کے مناظرے حیدرآباد میں خدمت دینی مباحثہ پونہ، مباحثہ دہلی، مناظرہ غازی پور، مناظرہ ہنمکنڈہ

(15) مولانا ابو المنصور کی کتب میزان الحق، مصباح الابرار، لحن داؤدی، عقوبت الضالین، رقیمۃ الوداد، استیصال مسیح الرجال، انعام، افحام الخصام، تصحیح التاویل، اعزاز قرآن، حرز جان، دولت فاروقی، نوید جاوید۔ ان کتابوں پر تبصرہ مولانا کے حالات میں پڑھیں۔

(16) مولانا قاسم نانوتوی، مناظرہ شاہجہاں میلہ خداشناسی، حجۃ الاسلام

(17) مولانا محمد علی مونگیری کی کتابیں، تکمیل الادیان، پیغام محمدی، دافع التلبیسات

(18) صیانۃ الانسان وساوس الشیطان مولانا ولی اللہ لاہوری

(19) تنزیہہ الفرقان مولوی سید محمد صاحب

Marfat.com

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی صاحب قبلہ کو آج بھی علماء کا ہر طبقہ جانتا ہے اور ان سے عقیدت رکھتا ہے حاجی صاحب قبلہ نے ہر زمانہ میں ہر خیال کے عالم سے فیوض روحانی اور علم لدنی کا سکہ منوالیا تھا، ہندوستان ہو یا ممالک عرب ہو، تقریباً اس دور میں ہر مستند عالم آپ کا مرید تھا چنانچہ ہندوستان کے ہر گوشہ کا صاحب دل صاحب علم آپ کا کلمہ پڑھتا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا محمد افضل صاحب بخاری اکبر آبادی، حضرت مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی، حضرت مولانا شرف الحق دہلوی، حضرت مولانا محب الدین مکی، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا عبد السمیع رامپوری بیدل، مولانا احمد حسن صاحب کانپوری وغیرہ آپ کے مریدوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ (تذکرہ علماء ہند فارسی، رحمان علی)

انقلابی جماعت سے تعلق

آپ ولی اللہی (وہابی) جماعت کے چوتھے امام تھے۔ 1846ء میں آپ ہی وہابی جماعت کے تیسری امام شاہ محمد اسحٰق کے انتقال کے بعد امام منتخب ہوئے۔ شاہ شاحب کی ہی

Marfat.com

زندگی میں ان کی ہدایات کے مطابق حضرت حاجی صاحب ان کے احکام کو ہندوستان میں چلا رہے تھے۔ شاہ صاحب آپ کے کام سے اس قدر خوش تھے کہ آپ نے ان کو خود اپنا جانشین منتخب کیا اور ساتھیوں نے اس فیصلہ کو بالکل اپنے دل کی آواز سمجھ کر بدل و جان منظور کیا۔

خاندان

حاجی صاحب کا سلسلہ نسب سلطان ابراہیم ادھم سے ملتا ہے آپ کو ریا کاری سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ سلطان ابراہیم ادھم کے مزار کی تولیت خالی ہوئی تو بعض مشائخ نے حاجی صاحب کو اس کی جگہ کے لیے تجویز کیا، مزار کے ساتھ کافی جائداد وقف تھی اور اس کی آمدنی کا ایک حصہ متولی جائز طریقہ سے لے سکتا تھا۔ مشائخ کا خیال تھا کہ حاجی صاحب کی کوئی مستقل آمدنی نہیں اسی طرح اطمینان کی صورت ہو جائے گی۔ حاجی صاحب کو وطن چھوڑنے کی بھی ضرورت نہ تھی نائب کام کرتا اور احکام یہاں سے پہنچتے رہتے۔ حاجی صاحب سے جب اس تجویز کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فوراً جواب دیا، اولاد ہونے کی وجہ سے مجھے متولی بنایا جا رہا ہے حضرت سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنت پر ٹھوکر ماردی تھی اور میں اس دنیا کو اختیار کروں، پھر اولاد خلف کب رہی اور اس خدمت کے لیے خلف ہونا چاہیے۔ خلف بننا ہی احتراز لازمی ہے۔

(کمالات امدادیہ)

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ سہارنپور کے قصبہ نانوت میں 1233ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد حاجی حافظ بلاقی علیہ الرحمہ تھے۔ (انوار العاشقین)

تعلیم

مشہوری صوفی تھے۔ لکھنے پڑھنے میں ذہین تھے۔ تعلیم کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے:

''بھائی ہم نے ایک باب اور دیباچہ گلستاں کا اور ایک باب بوستاں کا اور کچھ مفید نامہ اور کچھ دستور المبتدی اور چند ورق زلیخا کے پڑھے تھے اور حصن حصین حضرت مولوی قلندر

Marfat.com

صاحب سے پڑھی، آپ نے تھانا بھون میں ایک مدرسہ اور مسجد بھی علم دین کیلئے جاری کیا تھا جس میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے آخری زندگی گزاری اور وہیں انتقال فرمایا (مکتوبات امدادیہ: صفحہ 25)

بیعت

بعد میں وظائف کا شوق ہوا دہلی میں آکر حضرت شاہ نصیر الدین خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق سے بیعت ہوئے، ان کے وصال کے بعد بشارت ہوئی بے قراری بڑھی تو ایک روز مولوی قلندر صاحب نے فرمایا کہ اگر بے قرار ہیں تو لوہاری جا کر حضرت میاں نجیو نور محمد علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تسکین کر لو چنانچہ پا پیادہ آپ لوہاری تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت میاں نجیو نور محمد نے آپ کو سلسلہ بیعت میں داخل کر لیا اس وقت تک میاں نجیو نور محمد شیخ کامل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو چھپاتے تھے۔ قصبہ لوہاری میں بچوں کو پڑھاتے تھے۔

وہابی تحریک سے جوڑ

یہ تمام بزرگان دین وہابی تحریک کے کرتا دھرتا تھے۔ حاجی صاحب بھی اس جماعت کے کاموں میں لگ گئے تھے، شروع میں ان کا تعلق سید احمد بریلوی کی جماعت سے تھا۔ جو سرحدوں پر انگریزوں سے جنگ کر رہے تھے لیکن 1841ء میں حضرت سید احمد بالاکوٹ میں شہید ہو گئے، تو آپ نے دلی کے مدرسہ میں جس کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحب نے رکھی اور شاہ عبدالعزیز نے چلایا تھا تعلق پیدا کیا۔

حضرت سید احمد کے رفقاء نہیں چاہتے تھے کہ دہلی کے مدرسہ کو مرکز بنائیں بلکہ وہ اس سے علیحدہ ہو ایک نئی جماعت بنانا چاہتے تھے۔ جس کی غرض سکھوں سے مجادلہ تھا، حاجی صاحب ان کے حق میں نہیں تھے وہ سمجھتے تھے کہ سکھوں سے لڑنا انگریزوں کو مضبوط کرنا ہے، اس لیے وہ دہلی میں شاہ محمد اسحٰق کے پاس گئے وہ مکہ تشریف لے گئے تھے آپ بھی مکہ پہنچے، اور ایک

Marfat.com

سال تک جماعتی مقاصد واصول و پروگرام کو سمجھ کر ہندوستان آ گئے۔ (نیا ہند الٰہ آبادی جون 1947ء)

1846ء کا دور ہندوستانیوں کے لیے انتہائی ہیبت ناک تھا۔ مغل شہزادے اور بادشاہ عیاشیوں اور شراب خوریوں میں منہمک تھے۔ ان کو آپس کی لڑائی سے بھی فرصت نہیں تھی۔ انگریز ملک میں جہاں نفرت کی وبا پھیلا رہے تھے وہاں لوگوں کے مذہب بدلنے پر بھی پلے ہوئے تھے۔ پادری لوگ ہی نہیں حکام بھی اور تمام یورپ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے تمام باشندوں کو عیسائی بنا لو، تا کہ ہمیشہ کی بغاوت سے نجات ہو جائے چنانچہ ایسے پروگراموں پر دھڑلے سے عمل ہو رہے تھے۔ لارڈ الیزوے نے محمود غزنوی کے مظالم کے ترانے گانے شروع کر دیے تھے۔ اور مصنوعی دروازے بنائے تھے جن کو جلوس بنا کر نکالا جاتا تھا کہ ان دروازوں کو ہم (انگریز) غزنی سے دوبارہ نکالنے کے لیے ہندوستان میں لے آئے ہیں یہ سومناتھ کے دروازے ہیں۔

انقلاب کی تیاری

اس پُر آشوب زمانہ میں حاجی صاحب کے مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم، مولانا عبدالغنی، مولانا محمد یعقوب صاحب شریک کار تھے، آپ نے ان جاں بازوں کو ساتھ لے کر تمام ملک میں دورہ کیا، اپنے مریدوں اور عقید تمنوں کو صاف صاف الفاظ میں انگریزوں کی مخالفت کرنے کی تلقین کی اور عوام کو بتایا کہ انگریزوں کی حکومت کو ختم کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ہے اور انہوں نے دہلی کے منظم مدرسے کے طالب علم اور بگڑے ہوئے سرمایہ داروں سے بھی وقتی کام لیا، فتوؤں اور علماء کے احکامات سے ملک کے کونہ کونہ میں آگ لگائی اپنی اپنی جگہ ہر شخص زبردست حیثیت کا مالک تھا، عوام بیدار ہوئے، ان کے پرانے شاگردوں نے دل کھول کر حصہ لیا، نتیجہ ظاہر تھا۔ انگریز بھی طاقت میں دیوانہ اور نیا شکاری تھا۔ 1857ء کے غدر کا آغاز ہوا، ہزاروں مسلمان اس جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے (تاریخ ذکاء اللہ، صفحہ:675) ہتھیار بے ہتھیار سب مرد میدان بن گئے۔ بدن پر کپڑے بھی درست نہ تھے۔ مگر بغل میں

Marfat.com

تلوار یا کمر میں خنجر یا کندھے پر ٹوپی دار بندوق ضرور تھی۔ محمد شریف نامور مصور دہلی اپنے سارے گھر کے اسباب و مکان سوائے بیوی کے زیور خیرات کر کے جہادوں میں شریک ہوا، اور پھر زندہ سلامت نہ آیا، لاتعداد نوجوانوں نے حصہ لیا۔ حاجی صاحب اور ان کے ساتھی صرف تحریروں اور تقریروں ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ شاملی کی 1857ء کی جنگ میں ان کے چاروں ساتھی مولانا رشید احمد گنگوہی امام کے ساتھ کندھے سے کندھا لگا کر لڑے۔ حاجی صاحب نے ایک سپہ سالار کی حیثیت سے حصہ لے کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ جس قدر پرجوش مقرر تھے اسی قدر فن سپاہ گری کے ماہر تھے۔ انہوں نے بڑی قابلیت کے ساتھ لڑائی کے میدان میں جوہر دکھائے۔

مقابلہ ظاہر تھا، بکری کا ہاتھی سے تھا۔ انگریز کا قابو چلا، اس نے بھی خوب بھونا، مسلمانوں کو چن چن کر مارا، لوٹا، جلایا، لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کیے، خاص طور پر حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی خاص کوشش کی گئی۔ لیکن سوائے مولانا رشید احمد گنگوہی کے کوئی گرفتار نہ ہو سکا۔ مولانا بھی 6 ماہ بعد حوالات سے رہا کر دیے گئے۔

گرفتاری کی سعی

حضرت حاجی صاحب کی گرفتاری کی بہت کوشش کی گئی مگر کارگر نہ ہوئی بڑے بڑے افسر بذات خود تلاش میں نکلے مگر ناکام رہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: جب ہمارے حضرت پنج سالہ واقع پنجاب میں مقیم تھے اور باغیان غدر کی تفتیش و دار و گیر ہو رہی تھی تو ایک شب کسی نے مخبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے اصطبل میں مقیم ہیں۔ کلکٹر ضلع خود سوار ہو کر شب کو آدھی رات کے قریب اصطبل کے دروازے پر آ موجود ہوا، اور دروازہ کھلوانا چاہا تو میرے بڑے بھائی جو مالک مکان تھے کلکٹر سے کہا آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی، کلکٹر نے گھوڑا دیکھنے کے بہانے سے کہا کیواڑ کھولو، چنانچہ کیواڑ کھولے گئے دیکھا تو بستر لگا ہوا ہے اور سب سامان درست تھا مگر حضرت نہ تھے ادھر ادھر دیکھا، کہیں پتہ نہ لگا مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کس کا ہے انہوں نے کہا

Marfat.com

میرے چھوٹے بھائی کا ہے، کلکٹر حیرت وتعجب کے مارے پریشان ہوگیا، اور کچھ نہ بول سکا اور گھوڑے کو دیکھتے ہوئے واپس چلا گیا۔ (تذکرہ رشیدیہ دوم)

ردِّ نصاریٰ

جس طرح حاجی صاحب مجاہدانہ زندگی کے محکمہ کے انچارج تھے، اسی طرح ردِّ نصاریٰ کا بھی شعبہ آپ کے ماتحت تھا۔ آپ ہی علاقوں شہروں کے لیے نصاریٰ سے مناظرے و مباحثہ کرنے والے مقرر فرماتے تھے۔ چنانچہ نورعلیٰ نورلدھیانہ میگزین جمادی الاول 1321ھ میں ایک پادری نے حسب ذیل سوالات شائع کیے۔

(1) اگر کوئی قرآن سے آنحضرت ﷺ کو معصوم ثابت کرے تو ہم مان لیں گے۔

(2) انجیل کو قرآن کی کسی آیت سے منسوخ ہونا ظاہر کیجیے۔

(3) علاوہ شق القمر کے کوئی معجزہ قرآن شریف میں دکھایئے۔

حضرت حاجی صاحب قبلہ نے اس کا یہ جواب یہ دیا کہ: ''اگر واقعی آپ دل سے حق کے طالب ہیں تو آپ کو کسی محمدی عالم کا نام بتلایا جائے گا۔ اگر ہرانی جتانی مقصود ہے تو غریب مسلمانوں کو اس عنایت سے معاف رکھیے کیونکہ اس صورت میں تقریر وتحریر سب بے سود ہیں۔'' (فتاویٰ امدادیہ: جلد 4، صفحہ 135)

اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ حاجی صاحب قبلہ ردِّ نصاریٰ کو محض اکھاڑا نہیں بنانا چاہتے تھے اور نہ وہ ردّ نصاریٰ کرنے والوں جاوبے جاہر ایک سے مڈبھیڑ کے لیے بھیجتے تھے۔ جہاں موزوں سمجھتے تھے ایک عالم دین جو انجیل اور نصاریٰ کے دین سے واقف ہوتا روانہ فرماتے تھے۔ آپ نے جب ضروری سمجھا خود بھی عیسائیوں کے سوالات کے جواب دیے چنانچہ ایک عیسائی نے ایک سوال کیا تو آپ نے جو جواب دیا یہ تھا:

سوال: عیسائی لوگوں سے کہتے ہیں کہ آپ لوگ دین عیسائی کے پیروی کیوں اختیار نہیں کرتے جس نے اپنی امت پر جان قربان کردی اور ان کو خدا سے بخشوا کر نجات دلوائی اور

Marfat.com

جناب محمد رسول اللہ ﷺ باوجودیکہ زاری اور عاجزی کر کے اپنے والدین کی شفاعت، چچا ابو طالب کی جن نے آپ کو پرورش کیا تھا اور حین حیات آپ کے حامی رہے ان کی مغفرت چاہی مگر خدا نے منظور نہیں کی تو آپ لوگوں کو کیا امید ہوگی ایسے نبی سے پس یہ کلمات عیسائیوں سے سن کر ہمارے محمدی اپنے علماء سے دریافت کرتے ہیں تو وہ بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ ہاں ان کے حق میں شفاعت منظور نہیں ہوئی تب محمدی نہایت پریشان ہو جاتے ہیں اور ان کے عقائد میں خلل پڑ جاتے ہیں۔(1) پس کفر آپ کے والدین کا اجماعاً ہے یا مختلف فیہ (2) اگر مختلف فیہ ہے تو راجح جانب کفر یہ یا اسلام (3) اگر راجح جانب اسلام ہے تو آپ کا کیا جواب ہوگا مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا اَن يَسْتَغْفِرُوا الخ، اِنَّكَ لَا يَهْدِى مَنْ اَحْبَبْتَ الخ اور امام صاحب علیہ السلام فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں مَاتَ و الدَّارل رسول الله على الكفر کا کیا جواب ہے (4) جس شخص کے کفر میں اختلاف ہو وہ قطعی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں (5) اگر قطعی کافر آپ کے والدین کو سمجھا جائے تو عیسائیوں کو کیا جواب دیں گے (6) اور جو قول علماء کے ان کے مسلمان ہونے کے بارے میں ہیں ان کا کیا جواب ہے کیوں کہ روایات ضعیفہ دفع کفر میں مغنی بہ ہوتی ہیں (7) اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ابو طالب آگ سے نکال کر گنوؤں تک لایا جاوے گا شفاعت کے ساتھ اور آیات واحادیث میں صریح آیا ہے کہ کافر کی شفاعت ہرگز نہیں کی۔

جواب: یہ تقریر عیسائیت کی سراسر مغالطہ ہے۔ اور غور کیا جائے تو یہی تقریر ان کے کاذب اور مسلمانوں کے لیے صادق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ امر ظاہر اور عقلی ہے کہ اصلی غرض مذہب سماوی کی یہ ہوتی ہے کہ مکلفین کے عقائد واعمال واحوال ظاہری و باطنی کی اصلاح اور اس اصلاح پر وعدہ حصول ثمرہ فلاح ونجات آخرت کا ہوتا ہے۔ آپ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس امر عقلی کی تائید نقلی ہے کہ جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس مذہب میں یہ تعلیم ہو کہ اس مذہب کا پیشوا گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ خواہ امت کچھ ہی کرے سب بخشے بخشائے ہیں تو ایسے مذہب والوں کے ان کے اغراض نفسانیہ

Marfat.com

شہوۃ غضب اور ان کے مفاسد سے روکنے کے لیے کون سی قوتِ فاجرہ مانع ہوگی دل کھول کر جو چاہیں گے کریں گے، تو ایسے مذہب سے اصلی غرض یعنی اصلاح ہرگز ممکن الحصول نہیں ہوگی بخلاف اس مذہب کے جس میں یہ بتلایا جائے کہ جو شخص اس مذہب کے خلاف کرے گا وہ ناری اور معذوب ہوگا۔ گو وہ اس مذہب کے پیشوا کے اصول و فروغ ہی میں سے کیوں نہ ہو، اس تعلیم کا اثر ہر شخص پر ظاہر ہے کہ یہی ہوگا کہ خوب دین میں اور اپنی اصلاح میں کوشش کرنی چاہیے، اس صورت میں البتہ اس مذہب کا ماننے والا اپنی سہولت وعفت وغرض نفسانی پر ذہن کو ہمیشہ اور غالب رکھے گا۔ جو اصلی فائدہ مذہب کا ہے پس اگر جناب رسول مقبول ﷺ کے والدین کے اثبات اسلام میں کوشش بھی نہ کی جائے، جب بھی اسلام پر کوئی اعتراض نہیں پس اس مسئلہ کو اس شبہ سے کوئی مس اور تعلق نہیں البتہ اگر مستقل طور پر اس مسئلے کا تجسس مقصود ہو تو اور بات ہے۔ جس میں محققین کے نزدیک:

(1) بوجہ مختلف فیہ کے کف لسان اور سکوت میں ہے۔

(2) رہا جواب آپ کا سو مرجحین اسلام ان آیتوں کو حق والدین نہ کہیں گے اور مرت علی الکفر اور ایمان بعد الاحیاء میں منافاۃ نہیں۔

(3) اختلافات میں قطعیت نہیں رہتی۔

(4) لیکن جواب قطعیت کی تقدیر پر بھی ظاہر ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(5) اور محققین اسلام ان روایات کو غیر معتبر سمجھتے ہیں ضعیف نہیں جانتے۔

(6) اور کافر کے لیے شفاعت نہیں ہوتی شفاعت تخفیف عذاب ممتنع نہیں۔ (فتاویٰ امدادیہ: جلد 149-4)

ہندوستان سے ہجرت

مدینہ طیبہ کی زیارت حاجی صاحب 5/ذی الحجہ 1261ھ میں ہی کر چکے تھے وہاں سے

Marfat.com

درود تنجینا کی حضرت شاہ گل محمد رامپوری سے اجازت لے کر 1262ھ میں واپس ہوئے۔

ہندوستان سے ہجرت کے لیے اور مکہ میں جانے کے لیے غدر کے حالات نے مجبور کیا، چنانچہ آپ نے 1276ھ میں ہندوستان سے ہجرت کی اور مستقل سکونت مکہ ہی میں اختیار کی، تاحیات وہیں مقیم رہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے ولی اللہٰی کی تحریک کو زندہ رکھا۔ مولانا قاسم اور ان کے ساتھیوں پر ہندوستان کا کام چھوڑا۔ ولی اللہٰی دہلی کا مدرسہ ہنگاموں کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے ان ہی شاہراہوں پر چلنے کے لیے دوسرے مدرسہ کے قیام کی تلقین فرمائی، آپ وہیں سے ہدایتیں جاری کیا کرتے تھے، کچھ دن ان ہدایتوں پر عمل نہ ہوسکا مولانا قاسم کے وارنٹ حکومت نے جاری کر رکھے تھے، وہ وارنٹ جب ختم ہوئے تو مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کی بنیاد ڈالی جس میں حاجی صاحب کے تمام ساتھی شریک ہوئے اور انہوں نے مدرسہ کو چلانے اور کامیاب کرنے کی کوشش کی۔ مدرسہ کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بنائے گئے۔ جو حاجی صاحب کے خلیفہ تھے۔ (نیا ہند، الہ آباد)

مصیبت کا زمانہ

مکہ معظمہ کی ابتدائی زندگی آپ نے بڑی مصیبت میں گزاری، اکثر فاقوں کی نوبت گزر جاتی تھی۔ ایک دفعہ کئی وقت کا فاقہ تھا۔ حاجی صاحب حرم شریف میں اللہ کی عبادت کر رہے تھے۔ کسی شخص نے حاجی صاحب سے کہا مجھے اپنی لنگی عنایت فرمایئے، جو سامنے پڑی ہے آپ نے بلا تامل اسے لنگی دیدی تھوڑی دیر میں وہ شخص پھر آیا اور لنگی رکھ گیا، حاجی صاحب عبادت سے فارغ ہوئے تو دیکھا لنگی میں چار سو سے اوپر روپے بندھے ہوئے ہیں۔ حاجی صاحب سمجھے امانت کے طور پر چھوڑ گیا۔ کئی دن کے بعد وہ شخص دوبارہ دکھائی دیا، حاجی صاحب نے فرمایا۔ میاں امانت اس طرح رکھا کرتے ہیں کہ مجھے بتایا تک نہیں میرے دیکھنے سے پہلے کوئی اٹھا کر لے جاتا تو میں خواہ مخواہ شرمندہ ہوتا، اس نے عرض کیا حضرت وہ تو آپ کی نذر ہے آپ اپنے صرف میں

Marfat.com

لائیے۔(کمالات امدادیہ)

حاجی صاحب نے 50 سال کی عمر تک شادی نہیں کی تجردی کی زندگی گزاری آخر 1282ء میں احباب کے اسرار سے مہاجرہ بی بی نورن صاحبہ حضرت بی بی خدیجہ صاحبہ بنت مرحوم حاجی شفاعت خاں رامپوری سے بعوض 124 روپے مہر نکاح کیا۔(کمالات امدادیہ)

دنیا سے بے نیازی

مولانا رشید احمد نے فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن فرمانے لگے کہ ایک شخص نے مجھے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ یہ اکسیر ہے اس سے سونا بن جاتا ہے، میں نے اس مہوس سے کہا کہ میں ہندوستان کو چھوڑ کر مکہ معظمہ میں جو آیا ہوں تو اللہ کی تلاش میں آیا ہوں کیمیا کی تلاش میں نہیں آیا۔(صفحہ 235 دوئم تذکرۃ الرشید)

حضرت حاجی صاحب قبلہ اسی طرح اپنے خلفا و معتقدین کو بھی کیمیا کی بیماری سے بچاتے تھے، چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہی فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ گیا تو وہاں ایک درویش تھے۔ سید قاسم نقشبندی ان کا نام تھا، اُن کو اہل مکہ بہت مانتے تھے۔ ایک شخص ان کے سامنے حضرت نقشبندی کی توہین کیا کرتے تھے وہ بہت ضبط فرماتے تھے۔، ایک دن غصہ میں آکر اس پر توجہ ڈالی وہ شخص تڑپنے لگا، مجاورین کعبہ نے جب دیکھا کہ اب یہ شخص مرجائے گا برا حال ہے تو اس کے مکان پر چھوڑ آئے آٹھ روز تک وہ شخص تڑپتا رہا آخر اس کی ماں سے سید صاحب کی منت سماجت کی، اس کی ماں پر ان کو ترس آیا ورنہ اس کی روح نکل جاتی۔

اس واقعہ کے سننے کے بعد حاجی صاحب نے مجھ سے ان سید صاحب کی تعریف فرمائی، میں ان سے ملنے گیا، بہت محبت سے ملے، فرمایا اس زمانہ میں اکلِ حلال دشوار ہو گیا ہے کسی سے مانگتا نہیں ہوں خود سونا بنا لیتا ہوں، تم بھی سیکھ لو میں نے کہا اس وقت مہلت نہیں کہ آپ میرے سامنے بنائیں اور میں دیکھوں۔ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ حج کو چھوڑ دوں اور سونا بنایا کروں چنانچہ انہوں نسخہ لکھ کر دیدیا، میں نے خدمت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں

Marfat.com

اس سارے قصہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا ہرگز مت بناؤ، نسخہ بھلا دو، اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔ (صفحہ:232 دوئم تذکرۃ الرشید)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے، رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہو گیا ہے آپ دعاء کیجیے، کہ مل جائے، حضرت اس وقت مثنوی دستِ مبارک میں لیے ہوئے تھے اس کو کھول کر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو برصفحہ یہ شعر نکلا:

گر برومالت عدوِّ پرفنے　　دشمن رابردہ باشد دشمنے

(صفحہ 254 دوئم تذکرۃ الرشید)

شاعری وتصنیفات

حاجی صاحب شاعر بھی تھے اور مصنف بھی، مثنوی، تحفۂ عشاق، غذائے روح، گلزارِ معرفت، رسالہ جہادِ اکبر، رسالہ دردنامہ غمناک، نالہ امداد غریب میں اسلام کی تبلیغ اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، زبان انتہائی سادہ سلیس اور مؤثر ہے، چنانچہ گلزارِ معرفت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

الٰہی یہ عالم گلزار تیرا
عجب نقش قدرت نمودار تیرا
جہاں لطف گل ہی وہیں خار گل ہے
ہر گلِ خار میں گل میں ہے خار تیرا

عجب رنگ بیرنگ ہر رنگ میں ہے
یہ ہی رنگ صنعت کا اظہار تیرا
خوشی غم میں رکھی اور غم خوشی میں
عجب تیری قدرت عجب کار تیرا

Marfat.com

تو اول تو آخر تو ظاہر تو باطن
تو ہی تو ہے کہ ہے آثار تیرا
دوا یا رضا کیا کروں میں الٰہی
کہ دارو بھی تیری اور آزار تیرا

آپ سے مومن دہلوی بہت اعتقاد رکھتے تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا، اساتذہ کے نزدیک مثنوی مستند ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو حضرت حاجی صاحب کا کلام بہت پسند تھا، ایک دن دردنالہ پڑھتے پڑھتے آپ بیخود ہو گئے۔ بہت دیر یہ شعر پڑھتے رہے (کمالات امدادیہ)

مرا اک کھیل خلقت نے بنایا　　تماشہ کو بھی تو میرے نہ آیا

(تذکرۂ رشیدیہ دویم 77)

تصنیفات میں ضیاء القلوب، رسالہ وحدۃ الوجود، ارشاد مرشد ہیں ان میں اوقات وظائف ذکر اور طریق وظائف وذکر بیعت کے طریقے، مریدوں کی درستگی اور مختلف اشغال مثلاً طریق شغل بساط، اشغال قادریہ، اسم ذات، خفیہ مراقبات قادریہ نقشبندیہ وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' معرکہ کی کتاب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس سے حاجی صاحب علماء کرام پر فوقیت رکھنے کے مستحق سمجھے جاتے تھے اور علم ظاہری ہیچ معلوم دیتا ہے، حاجی صاحب نے ان سات مسئلوں کا جو مسلمانوں میں نزاع کا باعث بنے ہوئے تھے (یعنی مولود شریف، فاتحہ مروجہ، عرس وسماع، ندائے غیر اللہ، جماعت ثانیہ امکان نظیر وامکان کذب) کا صحیح صحیح حل کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اس فیصلہ پر عمل کیا جائے تو مسئلے جھگڑوں کی بناء ہی نہ بنیں اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر فتنے کھڑے کرنے والے ختم ہو جائیں، اللہ کا فضل ہے کہ اب اس قسم کے اکھاڑے بہت کم جمتے ہیں۔ (کلیات امدادیہ)

Marfat.com

وفات

حضرت حاجی صاحب کی وفات 12 یا 13 جمادی الآخر 1317ھ میں وقت اذان صبح ہوئی اور جنت المعلّٰی میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب دفن ہوئے۔ (انوار العاشقین، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی)

انتقال سے کچھ دن پہلے آپ نے مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کو خط لکھا تھا:

"کچھ پیچش ہوگئی تھی اس کو تو آرام ہوگیا۔ ضعف کی یہ حالت ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کروٹ لینا مشکل ہے اب تو یہی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دار فانی سے جلد بلالے، گفتگو کی طاقت نہیں۔ 20/ربیع الاول 1317ھ (مکتوبات امدادیہ)

قطعہ تاریخ وفات حضرت العلامہ مولانا سید امیر حمزہ علیہ الرحمہ

شاہ امداد مرشد آفاق
جانِ عشاق مستِ صہبا رفت
بے نظیرِ جہاں و فخر زماں
نائبِ خاص شاہِ بطحا رفت

شاہِ خوباں بکوئے جاناناں
خود تماشا پئے تماشا رفت
تنِ بے جاں بہند مانزار
سوئے فردوس جانِ شیدا رفت

آں چہ حال وصال ہاتفِ غیب
گفت مجنوں بشوق لیلیٰ رفت

مدح و نالہ در فراق قطب زماں شبلی دوران حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم (از سید مولوی محمد حمزہ)

Marfat.com

پیشوائے واصلیں ہیں شاہ امداد الٰہ
مقتدی عارفیں ہیں شاہ امداد الٰہ
نائب ختم رسل شمع رہ خیرالسبل
رونق بستانِ دیں ہیں شاہ امداد الٰہ

عالمان خوش صفت جو ہیں شہان شش جہت
ان کے تو تاجِ ثمیں ہیں شاہ امداد الٰہ
مرہمِ زخمِ دروں چارہ گرِ حالِ زبوں
داروئ قلبِ حزیں ہیں شاہ امداد الٰہ

ہیں قدوۂ قدوسیاں ہیں زینت کون ومکان
فخرِ زمن فخرِ زمیں ہیں شاہ امداد الٰہ
ملکِ عرفانِ خدا ہے ورثۂ خیرالوراء
اس میں ہی صاحب نگیں ہیں شاہ امداد الٰہ

کیسی قیامت آگئی دل کی کلی مرجھا گئی
جنت میں اب پردہ نشیں ہیں شاہ امداد الٰہ
زیبائِ حسن جہاں زینت دہِ باغِ جناں
آرائشِ فرشِ زمیں ہیں شاہ امداد الٰہ

یہ دل شیدا مرا جنت کا باغیچہ بنا
جب سے یاں گوشہ گزیں ہیں شاہ امداد الٰہ

Marfat.com

آپکی ذات مقدس ہے دبیرِ کبریا
آپ کی ذات مقدس ہے وزیرِ مصطفیٰ
آپ کی ذاتِ مطہر ہے مشیرِ مرتضی
چاہ حرماں میں گھرا ہے آپ کے در کا گدا

اے شہِ امداد اللہ وقت ہے امداد کا
مبتلا ہوں اپنے نفسِ حیلہ گر (کذا) باز کا
گرچہ ہوں شیدا میں لیکن اپنی حرص و آز کا
شیفتہ ہوں پیرزل دنیا کے ہر انداز کا

اے شہِ امداد اللہ وقت ہے امداد کا
کام ہے یاں آپ کی انفاسِ باا عجاز کا

امداد صابری، چوڑی والان، دہلی

Marfat.com

عیسائی فرنگیوں کی ہند میں آمد

مسیحیت ہندوستان میں سب سے پہلے سکندریہ سے آئی۔ سن عیسوی کی ابتداء میں سکندریہ دنیا میں سب سے بڑا تجارتی شہر تھا اور مرقس رسول نے یہاں پر ایک مذہبی مدرسہ بھی قائم کیا تھا جو کئی سال جاری رہا۔

ہندوستانی سوداگر جو زیشم اور موتی کی تجارت کرنے کے لیے سکندریہ گئے تھے وہ مسیحیت کی کتب کا ایک ذخیرہ ہندوستان لے کر آئے۔ دوسری صدی کی ابتداء میں کچھ ہندوستانی سوداگروں نے سکندریہ کے پشپ ڈیمٹری یوس (Demet Rius) کو خط لکھا کہ ہندوستان میں مسیحیت کی تبلیغ کے لیے کوئی آدمی بھیجا جائے۔ چنانچہ اس نے (Pantae nus) پادری کو ہندوستان بھیجا جو اپنے عہد کے قابل ترین لوگوں میں تھا اور ہندوستان میں پہلا مشنری تھا۔

سیرین عیسائی

چوتھی صدی عیسوی میں کچھ شامی عیسائی ہندوستان کے ساحل ملابار پر آباد ہو گئے تھے۔ ملابار کے راجوں نے ان سے بہت اچھا سلوک کیا، اور یہاں تک ان کو مراعات دیں کہ شامی عیسائیوں کے تمام فوجداری اور دیوانی مقدمات کا تصفیہ خود ان کے پشپ کرتے تھے۔

Marfat.com

پرتگیزی

جب پرتگالی عیسائی ہندوستان میں 1500ء کے اندر آئے تو مالابار کے عیسائیوں نے ان کا پُر جوش خیر مقدم کیا اور ان کو یقین تھا کہ پرتگالیوں کی آمد سے ان کے مسیحی تبلیغی مقاصد کو بہت تقویت پہنچے گی۔ بعد میں ان عیسائیوں کو آمدہ عیسائیوں سے مایوسی ہوئی، پرتگالی پادریوں نے ان لوگوں کو پوپ کے تابع کرنے کی سرگرم کوشش کی۔ 1599ء میں آرچ مینے زیز (manezes) نے عیسائیوں کی کانفرس طلب کی اور اس میں فیصلہ کیا کہ کلیساء شام کے پیرو عیسائیوں کی تمام مذہبی کتابیں جلادی جائیں۔ بہت سے شامی عیسائیوں کو جبراً کیتھولک بنایا گیا۔

چرچ مشن سوسائٹی

کلیساء شام اگر چہ مفسدانہ لغویتوں سے پاک تھا، جو پوپ پرستی سے بہت سے حصوں میں پیدا ہو چکے تھے پوپ پرست پادری زیادہ جاہل تھے۔ اور عوام میں اصلاحی تبلیغی کے فرائض اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تھے، ان پادریوں کی اصلاح کے لیے پرتگالیوں نے چرچ مشن سوسائٹی کے نام سے ایک جماعت قائم کی، جو ہندوستان میں عیسائیوں کی سب سے پہلی تبلیغی جماعت ہے۔ لیکن بعد میں عوام شامی عیسائیوں کی مخالفت سے یہ سوسائٹی ناکام رہی، ہندوستان میں جو پرتگالی تجارتی اقتدار حاصل کرنے کے لیے آتے تھے وہ اپنے ساتھ رومن کیتھولک مشنری لائے تھے۔ اور ان کی خاص کوشش ہوتی تھی کہ آباد پرتگالی ہندو عورتوں سے شادیاں کر کے ان کو عیسائی بنائیں۔ جنوب ہند کے بہت سے علاقوں میں جبر سے بھی عیسائی بنایا گیا۔

اس وقت پرتگالیوں کا یہ دستور تھا کہ وہ جس علاقہ پر قبضہ کرتے اور فتح پاتے تھے اس کے حاکم اور حاکم کے اہل وعیال کو اسیر کر کے عیسائی بنا کر لسبن دارالسلطنت میں بھیج دیتے تھے چنانچہ علاقہ پرچول کے حاکم فرمان خان اور اس کی بیٹی کو زبردستی نصرانی بنا کر گوا کے پرتگیزی وائسرائے واسکودی گاما نے لسبن روانہ کر دیا تھا (تاریخ ہند، ذکاء اللہ)

Marfat.com

خاص طور پر فرنگیوں کے پادریوں کی عجیب حالت تھی، مذہبی جنون میں وحشی بنے ہوئے تھے وہ کسی کے مذہب میں مداخلت کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے ہندوستانیوں کوادائے فرض سے جابرانہ طریقہ پر روکتے تھے مسلمانوں کی مسجدیں مسمار کردیتے تھے اوران کو پکڑ کر قید میں ڈال دیتے تھے اور مذہب تبدیل کرنے کے لیے زور دیتے تھے، اگر وہ مذہب سے منحرف ہونے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے تو ان کو موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ مروانے کا طریقہ کیا ہوتا تھا وہ آپ گوا کے سیاح وزیر نامی کے سفرنامے کے صفحات میں پڑھیے، وہ لکھتا ہے کہ:

''میں ایک دن صبح اس مقام پر گیا جہاں پادریوں کا دارالقضا بنا ہوا تھا، دارالقضا کیا مقتل تھا۔ بازار کے بیچ میں ایک بڑا بھاری انجن سولی کی طرح کھڑا کیا تھا جس پر ایک چرچ لگا ہوا تھا، انجن پر پہنچنے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس کو استراپیڈو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سزا پہنچنے کا یہ طریقہ تھا کہ ایک بڑا شہتیر بلندی پر لگا ہوا ہے اس پر انسان کو کھینچ کر چڑھاتے تھے اور وہاں سے اسے گرا دیتے تھے جس کی ضرب سے اس کی ہڈیاں چور چور ہو جاتی تھیں وہیں تھوڑے فاصلہ پر اوپردار کو جزیرہ تھا جہاں پادری کے فتوے کے مطابق لوگوں کو زندہ آگ میں جلا دیتے تھے جس کے لیے یہ سزا تجویز ہوتی تھی اس کو دارالقضا سے خوفناک بھتنے اور شیطان کا لباس پہنا کر لاتے تھے اور جلاد کے حوالے کر دیتے تھے، بازار میں علاوہ سُور کے گوشت کے دوسرے گوشتوں کی ممانعت تھی، جو ہندو و مسلمان دونوں کے لیے کوفت کا باعث بنا ہوا تھا، ایک اور سیاح لنس کوٹن 1553ء سے 1589ء تک ہندوستان میں مقیم رہا ہے وہ بھی ان پادریوں کے مظالم کی تائید کرتا ہے۔ (تاریخ بیجاپور، جلد:6، 376)

''ایک انگریز مؤرخ اورانگ برگ بھی ان عیسائی پرتگیزوں کی ظلم کی ایک علیحدہ لسٹ پیش کرتا ہے وہ کہتا ہے:

''واسکوڈیگاما، گلبرل، دی الیدادوغیرہ نے ایسی عجیب وغریب قسم کی بے رحمیاں کی ہیں جو کہ شائستگی اور انسانیت کی پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکہ کہنا چاہیے۔ سفاکی و بے دردی اور وحشت

Marfat.com

ان کے خمیر میں اس قدر تھی کہ بے گناہ قیدیوں، مظلوم عورتوں اور معصوم بچوں کو بھی ان کی تلوار اور آگ سے پناہ نہیں ملی۔''

ہندوستانی عورتوں کو فوج میں بانٹنا

بیچاری ہندوستانی عورتیں سیسولیزیشن کے اس برتاؤ میں بھی دریغ نہ تھا کہ کرسچن بنا کر فوج میں تقسیم کر دی جاتی تھیں چنانچہ ایسو کرک جیسے نامور شخص کے عہد کی روایت چلی آتی ہے کہ ایک دفعہ یہ تدبیر کی گئی کہ بہت سی عورتیں اچھے بُرے خاندانوں کی جو قید ہو کر آئی تھیں ان کے متعلق پادری کو یہ خدمت سونپی گئی کہ کرسچن بنا کر پرتگیزیوں سے ان کے جوڑے ملا دے۔ پادری صاحب کو یہ کام کرتے کرتے رات ہوگئی اور اتفاقاً روشنی بھی نہیں تھی تو ہجوم میں اجنبیت و ناواقفیت کی وجہ سے یہ تمیز نہیں رہی کہ کون سی عورت کس مرد کے نکاح میں آچکی ہے۔ پہلے تو پادری اس مسئلہ کو حل کرنے میں چکرائے مگر آخر یہ فیصلہ کیا کہ اس دردسری میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو عورت جس مرد کے ساتھ ہو جائے وہ اس کی سمجھی جائے۔ (تاریخ مسٹر اورنگ برک)

مشہور مشنری فرانسس ایکزیریر (Francis Exarier)، 1542ء میں گوا آیا تھا اس نے سخت غلطیاں کیں لیکن بہت پر جوش مشنری تھا اس وقت تک گوا کے باشندے مسیحیت سے ناآشنا تھے۔ اس نے بڑے پیمانے پر مسیحیت کی تبلیغ کی اس کے بعد وہ راس کماری گیا، وہاں کی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود انتھک جدوجہد سے بہت سے بچوں کو عیسائی بنالیا، اس کا خاص طریقہ یہ تھا کہ بیماروں کی دیکھ بھال کرتا تھا اور ان کے بچوں پر اس طرح قبضہ جماتا تھا، اس نے جنوب ہند کی زبانوں میں احکام مسیحیت عقیدوں اور دعاؤں کا ترجمہ کرایا، ہندوستانی باشندوں کو یہ دعائیں زبانی یاد کراتا تھا۔ ایکزیریر کے مذہبی جوش وخروش کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس نے ایک ایک مہینہ میں دس دس ہزار ہندوؤں کو عیسائی بنایا، بعض اوقات بڑے بڑے گاؤں ایک دن میں عیسائی بنائے جاتے تھے، ایکزیریر نے چینی ساحل کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرے میں وفات پائی۔ اس کی لاش گوا میں لاکر دفن کی گئی اس کو محافظ ہند اور ولی کے خطاب سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

جیوسٹ مشن

پرتگالیوں نے گوا میں ایک مذہبی محکمہ قائم کیا تھا، جہاں لوگوں کو مذہبی احکام کی خلاف ورزی کے احکام میں تکالیف دی جاتی تھیں اوران کوزندہ جلا دیا جاتا تھا، جولوگ رومن کیتھولک بن جاتے تھےان کی تمام خطائیں معاف کردی جاتی تھیں، جیوسٹ فرقے کے کچھ عیسائیوں نے پوشیدہ طور پر سنسکرت زبان پڑھی اور ہندولٹریچر کا گہرا مطالعہ کیا اس کے بعد انہوں نے خودکو یورپ کے قدیم برہمنوں کی اولاد ظاہر کیا، یہ لوگ ہندو جوگیوں کی طرح زرد کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پیشانیوں پر تلک لگاتے تھے اور ہندو مراسم انجام دیتے تھے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے سنسکرت زبان میں نیا وید لکھا۔ جس میں مسیحیت کی بہت تعریف تھی۔ اوران لوگوں نے دعویٰ کیا کہ یہ وید اصلی ہیں یورپ میں کچھ لوگوں نے جیوسٹ فرقے کے اس طرزِ عمل کی مخالفت بھی کی۔

فرانسیسی مشن

فرنگی پرتگیزی عیسائیوں کے بعد 1672ء میں جب فرانسیسی ہندوستان میں آئے اور پانڈیچری کو دارالسلطنت قرار دیا تو انہوں نے بھی پیرس کی سب سے پرانی غیر ممالک میں عیسائیت کا پروپیگنڈہ کرنے والی جماعت (Societe dis Missions trangerie) سوسائٹی ڈسمیشن استرنجے غیر ممالک کی مشنری سوسائٹی ہندوستان میں روانہ کی۔ اس سوسائٹی کا حلقۂ عمل، کمبا کونم، میسور، کوئمبٹور، مغربی مدراس اور پانڈیچری تھا جس نے پادریوں کے ذریعہ ہندوستانیوں کو عیسائی بننے کی ترغیب دی اور نصرانیت کا پروپیگنڈہ کیا، یہ سوسائٹی فرانسیسی کیتھولک فرقہ کی شاخ تھی۔ مرکزی جماعت فرانس میں 1858ء میں قائم ہوئی، اس سال اس سوسائٹی میں 34 پادری، 1092 یورپین مشنری اور 598 غیر یورپین مشنری کام کرتے تھے۔ اس کا کنٹرول اور تنظیم کرنے والا گونگریگیشن یعنی ایک پروپیگنڈہ بورڈ تھا جس کو جارج پندرہ نے 1622ء میں قائم کیا تھا۔ یہ بورڈ سکرٹری آف اسٹیٹ آف کالونیز کی طرح کل مذہبی معاملات میں پورے اختیارات کا مالک تھا جس کو پادری ایسکو پلک (کلسطانی قوانین) کے ذریعہ چلاتے

Marfat.com

تھے۔(انسائکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد:32 صفحہ:277)

پہلا مشن

ہندوستان میں فرقہ کی مشنری سے پہلے 1706ء میں آئے، ڈنمارک نے پلٹ سچیکو، ذیگن بلاگ (Pluts scho ziegen balg) دو پادریوں کو ہندوستا بھیجا تھا، ان لوگوں نے سب سے پہلے تامل زبان سیکھی اور ذیگن بلاگ نے عہد نامہ جدید کا ترجمہ تامل زبان میں کیا، اس کے بعد اس نے عہد نامہ عتیق کا ترجمہ شروع کیا، Ruth تک ترجمہ کر ڈالا، بعد میں اس کے جانشین نے بائیبل کے اس ترجمہ کو مکمل کیا، ذیگن بلاگ ہندوستان میں مذہبی تبلیغ کے لیے امداد طلب کرنے انگلستان گیا۔ وہاں شاہ جارج دوئم نے اس کی بہت عزت کی اور سوسائٹی فار پروموٹنگ کرسچن نالج (Society for Promoting Christian Knowledge) کی مدد سے کئی مشنری ہندوستان بھیجے۔ جو پادری شاہ دوئم نے بھیجے تھے اس میں شواز خاص طور پر قابل ذکر ہے، یہ بہت قابل ذہین اور مخبری ذہنیت کا عیسائی تھا، وہ کئی سال تک ٹراونکور میں مسیحیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ بعد میں وہ ترچنا بلی چلا گیا جہاں اس نے مستقل اڈہ بنالیا۔ جنوب ہند میں اس اثر ورسوخ بڑھ گیا تھا۔ ایک مرتبہ سلطان حیدر علی اور عیسائیوں کی کشمکش ہوئی تو تصفیہ کے لیے شواز ہی مقرر ہوا، حیدر علی اس کی علمیت سے متاثر ہوا اور اشرفیوں کی تھیلی دی اس تھیلی سے شواز نے تیمور میں ایک عیسائی مدرسہ قائم کیا، راجہ تنجور اس کے زیر اثر آ گیا، اور مرتے وقت اپنی نوعمر راجکماری کا ولی اس کو مقرر کیا، شواز کا انتقال 1798ء میں ہوا اور اس نے کم از کم دس معزز آدمیوں کو عیسائی بنایا۔

بنگال میں پہلا پروٹسٹنٹ مشنری کیدی نندر (Kiernander) رہا وہ 1758ء میں کڈپور سے کلکتہ گیا، کلایو نے اس کی سرپرستی کی، اس نے ایک دولت مند بیوہ ہندو عورت کو عیسائی بنا کر شادی کر لی اور اس کی دولت سے ایک گرجا تعمیر کیا اور کئی اسکولوں کو فروغ دیا۔ کیدی نندر کی سرگرمیوں کو انفرادی حیثیت حاصل تھی۔ بنگال میں پہلا عیسائی مشن ولیم کیرے (Carey) نے قائم کیا۔ ابتداء میں یہ انگلستان کا ایک موچی تھا، بعد میں اس نے تعلیم حاصل کی اور اسکولوں کا

Marfat.com

ماسٹر بن گیا۔ ایک دن شاگردوں کو پڑھاتے پڑھاتے اس کو خیال ہوا کہ ہندوستان میں مسیحی پیغام بھی بھیجا جانا چاہیے۔ 1792ء میں اس نے لندن میں کئی پبلک جلسے کیے اور ہندوستان میں تبلیغ مسیحیت پر روشنی ڈالی، اس کی کوششوں سے لندن میں پشپ سوسائٹی قائم ہوئی اور اس کی جانب سے کیرے کو کلکتہ بھیجا گیا۔

ہپٹسٹ

ابتداء میں ہپٹسٹ مشرقی سوسائٹی کے لیے انگلستان میں بہت روپیہ فراہم ہوا تھا۔ اس کی تلافی کے لیے کیرے نے بنگال میں نیل کی کاشت شروع کی اس سے اپنا اور اپنے متعلقین کا گزارا کرتا تھا بعد میں انگلستان سے دو مشنری بنگال بھیجے گئے۔ ان کا نام (Josha Marchman) جوشا مارس مین اور (Willam ward) ولیم وارڈ تھے۔ ان کا ایسٹ انڈیا کمپنی سے جھگڑا ہو گیا تو انہوں نے کلکتہ کے قرین ڈنمارک کے مقبوضہ علاقہ سری رامپور میں سکونت اختیار کی 1800ء میں کیرے بھی سری رام پور چلا گیا، سری رامپور میں بائیبل کے تراجم کا وسیع پیمانہ پر انتظام کیا گیا سب سے پہلے 1801ء میں عہد جدید کا ترجمہ بنگالی زبان میں ہوا۔

اس کے عہد عتیق کا ترجمہ بنگالی اور اردو میں کیا گیا، اس کے بعد کیرے نے عہد جدید کا ترجمہ سنسکرت زبان میں کیا۔ کیرے مشرقی زبانوں کا بڑا ماہر تھا اور اسے بعد میں لارڈ ڈر نے فورٹ ولیم کالج میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر مقرر کر دیا تھا، اس نے کمیٹی بورڈنگ اسکول قائم کیے۔ ان پادریوں کی زندگی بہت سادہ تھی، یہ اپنی ساری آمدنی بائیبل کی چھپائی، اسکولوں کی امداد اور مسیحیت کی تبلیغ پر صرف کرتے تھے، ان تینوں نے سری رامپور میں ایک کالج بھی قائم کیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا مسیحیت کی تبلیغ میں حصہ لینا

مشنریوں کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے بھی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیتی تھی، اس نے اور بستیوں میں مذہبی تعلیم پھیلانے کے لیے ہر خاص اور مشہور مقام پر پادری مقرر کر

Marfat.com

رکھے تھے اور یہ پادری یورپیوں کی عبادت کا انتظام کرنے کے علاوہ قرب و جوار کے علاقوں میں ہندوستانیوں کو عیسائی بناتے رہتے تھے اور بسا اوقات لوگوں کے عیسائی بنانے میں حکومت کا دباؤ بھی کام کرتا تھا۔

کلکتہ کا ریورنڈ ڈیوڈ براؤنڈ سرکاری حلقوں میں بہت با اثر تھا اور تمام گورنر اس کی عزت کرتے تھے، وہ تنخواہ نہیں لیتا تھا اعزازی طور پر گرجوں نے اس کا انتظام لے رکھا تھا، اس کی موت کے وقت اس سے پوچھا گیا کہ اس کی یادگار میں کتبہ کا کیا مضمون لکھا جائے، اس نے جواب دیا میری یاد صرف اتنی ہے کہ براؤنڈ نے کلکتہ کے مشن چرچ میں 25 سال تک بائبل کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

1806ء میں ہنری مارٹن (Henry Martyn) کلکتہ میں آیا۔ یہ شخص کیمبرج یونیورسٹی کا گریجویٹ اور کافی دولتمند تھا اس نے اپنی جیب خاص سے بنگال میں کئی اسکول قائم کیے اور بہت سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا۔ اس کا بڑا کارنامہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اس نے عہد نامہ جدید کا ترجمہ اردو فارسی زبان میں کیا، اردو فارسی ترجمہ کی مزید صحت کے لیے ایران گیا اور زبان کے دیگر ادیبوں سے اس کی تصحیح کرا کے انگلستان روانہ ہوا مگر راستے میں مر گیا۔

لارڈ نرلے گورنر جنرل کا خاص پادری (Claudius Buchanan) کلاڈیس بوکانین مسیحیت کا بڑا مبلغ تھا۔ اس سے پہلے مسیحیت کے لیے بنگال سے ٹراونکور تک کا دورہ کیا اور ہزاروں ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا، اڑیسہ میں جگن ناتھ کے مندر کے خلاف اس نے کئی سخت مضمون اخبارات میں لکھے۔ اور وہاں کے خون آشام حالات اور خلاف انسانیت حرکتوں کے خلاف پورے زور سے آواز اٹھائی۔ اس نے ایک مضمون میں لکھا کہ:

''جب میں جگن ناتھ مندر دیکھنے گیا تو پچاس میل تک سڑک پر یاتریوں کی ہڈیوں سے پٹی پڑی ہوئی تھی، گیدڑ، کتے اور گدھ لاشوں کو نوچ رہے تھے لوگ مکتی حاصل کرنے کے لیے عظیم الشان گاڑی کے پہیے کے نیچے لیٹ کر جان دیتے تھے۔''

بوکانین کی کوششوں سے بائبل کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا، اور اسے خاص طور پر شام اور مصر بھیجا گیا۔

Marfat.com

پروٹسٹنٹ کا دوسرا دور

ہندوستان میں پروٹسٹنٹوں کا تقرر بھی پادری کلاڈیس بوکانین کی جد جہد کا نتیجہ تھا۔ اس نے سخت کوششوں سے 1813ء میں برطانوی پارلیمنٹ سے منظوری حاصل کی۔

امریکن مشنری سوسائٹیاں

یوں تو 1601ء سے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہمراہ پادری ہندوستان میں آنا شروع ہو گئے تھے لیکن جماعتی و ذمہ دارانہ شکل میں 1814ء میں ہندوستان کے اندر انگلستان کی مشنری سوسائیٹیون نے قدم رکھا تھا، اس سے دوسال قبل امریکن بورڈ آف کمشنز فورفورل مشن سوسائٹی کی (جو امریکہ کی سب سے پرانی مشن سوسائٹی تھی) جانب سے 19 مئی کو مسٹر جڈسن اور لول اپنی بیویوں کے ساتھ کلکتہ روانہ ہوئے تھے، اور 22 مئی کو کلکتہ پہنچے، یہ امریکہ کی طرف سے ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے کے لیے پہلا قدم تھا۔

یہ چاروں مبلغین ولیم کالج کے پر جوش طلباء تھے جنہوں نے 1806ء میں ایک زبردست طوفان کے زیر اثر اتفاقیہ طور پر عہد کیا تھا کہ وہ سخت سے سخت اور کٹر منکر مسیح (خواہ سموئیل جے ملز کیوں نہ ہو) کے کانوں تک عیسائیت کی حقانیت کو پہنچائیں گے۔

چنانچہ اس تبلیغی ارادہ کے دو سال بعد انہوں نے باقاعدہ مشنری کام میں حصہ لینے کے عہد نامہ پر دستخط کیے اور 1810ء میں پروفیسر اسٹوورٹ سے ملے اور خواہش ظاہر کی کہ ہم کو باہر کے ملکوں میں بھیجا جائے۔ مسٹر اسٹورٹ نے یقین دلایا کہ یسوع مسیح کے نام کو پھیلانے کے لیے تم ہندوستان جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔

دوسرے دن امریکن مشن بورڈ مذکور کے کمشنر کے سامنے باہر کے ملکوں میں عیسائیت کی پروپیگنڈہ تجاویز غور و فکر کرنے کے بعد منظوری دی اس فیصلہ کے بعد چہار مذکورہ اصحاب ہندوستان بھیجے گئے، بتدریجاً امریکن 14 سوسائیٹیوں نے ہندوستان میں آکر کام کیا۔

Marfat.com

اسکاٹس مشنریاں

اسکاٹس مشنریاں سوسائٹی کی جانب سے 1829ء میں ڈاکٹر ڈف ممبئ آیا، چند سال مشن کا سارا انتظام چرچ آف اسکاٹ لینڈ کے ماتحت کر دیا، ڈاکٹر ڈف ہندوستانی ادب کا امام ہے، اس نے بڑی ریسرچ کی، ریورینڈ مان اینڈرسن نے 1830ء میں مدراس کے اندر ایک انگریزی درس گاہ قائم کی جو بعد میں مسیحیت کے لیے بہت بڑا مرکز بنی اور خاص طور پر عورتوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔ 1852ء میں انگلستان، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ، سوئزرلینڈ، جرمنی، پروشیا، متحدہ ریاستہائے امریکہ کی بائیس مشنری سوسائیٹیوں کے نمائندے ہندوستان میں سیلون کے اندر کام کر رہے تھے ان میں 43 غیر ملکی مشنری تھے۔

48 ہندوستانی اوران کی نگرانی میں دیسی مبلغین بازاروں میں اور چوراہوں میں بازار کے اندر تبلیغ کرتے تھے انہوں نے 33 گرجے قائم کیے، جن میں ہندوستانی عبادت کرنے والے عیسائیوں کی تعداد 21410 تھی، 1852ء میں عیسائی مشنری سوسائیٹیوں نے 1346 اسکول قائم کیے، جن میں 47504 لڑکوں کو دیسی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی، ان کے علاوہ 93 بورڈنگ اسکول تھے، جن میں دو ہزار چار سو چودہ لڑکوں کو تبلیغ مذہب کے لیے تیار کیا جاتا تھا، ان سوسائیٹیوں نے عیسائی مبلغین تیار کرنے کے لیے 126 مذہبی درسگاہیں قائم کر رکھی تھیں جس میں 14562 نوجوانوں کو ہندوستانی اور دیسی زبانوں میں بائبل کی مناظرانہ سکھانے والی تعلیم دی جاتی تھی، ان سوسائیٹیوں نے عورتوں میں تبلیغ مسیحی کے لیے 1347 اسکول اور 102 بورڈنگ اسکول قائم کیے تھے جس میں علی الترتیب 11519 اور 2779 ہندوستانی لڑکوں کو دیسی زبان میں درسی تعلیم کے علاوہ لازمی طور پر بائبل پڑھائی جاتی تھی، ان کے 25 عظیم الشان پریس قائم تھے، اوران کے مصارف کا اندازہ 24 لاکھ روپیہ کا کیا جاتا ہے، ان کے مصارف کا 1/2 حصہ یورپین عیسائیوں کی امداد سے حاصل ہوتا تھا، اور باقی مشن سوسائیٹیاں ہندوستان سے رقم وصول کرتی تھیں۔

مس ہیرٹ Miss harriette.M.Butt، 1874ء میں سوسائٹی Indian

Marfat.com

Female School and Instructjon Socity کی مشنری ہو کر آئی اور اعلیٰ ذات کی ہندوستانی لڑکیوں کے لیے بائیکلہ میں ایک اسکول قائم کیا۔

1875ء میں اس نے مس سہراب جی، مس ای رچی Miss E. Ritchie مس میری Miss Mary کی مدد سے بنک وومنز کرسچین ایسوسی ایشن کی شاخ ممبئی میں قائم کی، ابتدا میں صرف یہ ہی تین عورتیں ممبر تھیں، مس بٹ اتوار کو بائبل کا لیکچر دیتی تھی، مس رچی سوشل معاملات کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور مس سہراب جی گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تبلیغ مسیحیت کرتی تھیں۔ انہوں نے pillan Mission پلان مشن اور Flower Mission فلاور مشن کے نام سے دو سوسائٹیاں قائم کیں، پہلی سوسائٹی ہسپتال میں مریضوں کے نام پر محبت و دوستانہ خطوط لکھ کر بھیجتی تھی اور انہیں محبت کے متعلق خوش نما کارڈ بھی بھیجے جاتے تھے، فلاور مشن کی جانب سے مریضوں کو گلدستے بھیجے جاتے تھے جن میں تبلیغ کے کارڈ آویزاں ہوتے تھے۔

مس ویٹس غریب آمیوں کے لیے کپڑے وغیرہ جمع کرتی اور سیتی تھی Y.W.C.A کے دو درجے تھے ''فرینڈی یونین''، ''پریئر یونین'' پہلے میں وہ عورتیں شامل کی جاتی تھیں جو مسیحیت کے زیر اثر آنا چاہتی تھیں۔ دوسرے طبقہ میں صرف عیسائی عورتیں شامل تھیں بعد میں مس ویٹس پونہ چلی گئی اور اس نے وہاں شاخ قائم کی۔

1878ء میں کرنل Ross Wowis کی بیوی نے کلکتہ میں زنانہ مشن کا کام شروع کیا، کرائسٹ چرچ اسکول کی مس نیل (neale) نے بنگالی لڑکیوں میں تبلیغ مسیحیت کے لیے کارنولس اسکوائر میں زنانہ ہاؤس قائم کیا۔ (ہندوستان تین ہزار سال پیشتر، از ڈاکٹر ولسن)

Marfat.com

قدیم ہند میں عیسائی تبلیغ

اکبر کے دور میں مسیحی تبلیغ کی سعی

979ھ میں ابراہیم حسین مرزا نے بغاوت کر کے قلعہ بندر سورت پر قبضہ کرلیا تو بادشاہی لشکر نے جا گھیرا، اور خود اکبر بھی یلغار کر کے پہنچا، فرنگی سوداگروں کے جہاز ان دنوں آتے جاتے تھے، مرزا نے ان کو لکھا کہ تم آؤ اور اس وقت میری مدد کرو تو قلعہ میں تمہیں دیدوں گا، وہ لوگ آئے مگر بڑی عیاری سے، بہت سے عجیب وغریب تحفے ملکوں کے ساتھ لیتے آئے، جب لڑائی کے موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ سامنے کا وزن بھاری ہے کامیاب نہیں ہوسکیں گے تو جھٹ رنگ بدل کر ایلچی بن گئے کہ ہم اپنی سلطنت کی سفارت پر آئے ہیں دربار میں پہنچ کر تحفے تحائف گزارے اور خلعت وانعام کے ساتھ مراسلہ لے کر رخصت ہوئے۔

اکبر کی اتحاد پسند طبیعت اپنے کام سے کبھی نچلی نہیں رہتی تھی ان دنوں اکثر ممالک یورپ اور ایشیاء کے جہازوں کے لیے گوا اور سورت بندرگاہ تھی، معرکہ مذکور کے کئی برس بعد اس نے حاجی حبیب اللہ کاشی کو زر کثیر دیکر روانہ کیا، صنعتوں کے ماہر اور ہر فن کے مبصر ساتھ گئے، کہ بندرگاہ گوا میں جا کر قیام کرو اور وہاں سے عجیب وغریب فرنگیوں کے دربار کی چیزیں لاؤ اور صنعت گر اور دستکار ممالک مذکورہ کے وہاں سے آئیں تو ان کو ساتھ لاؤ، 984ء میں وہاں سے بہت سے تحائف اہل کمال کا ایک گروہ ساتھ لائے جس وقت شہر میں داخل ہوئے تو عجائبات

Marfat.com

کی برات لگی انبوہ کے ساتھ بیچ میں بہت سے فرنگی عیسائی اپنا ملکی لباس پہنے ہوئے اور اپنے قانون مسیحی کے بموجب فرنگی باجے بجاتے ہوئے شہر میں داخل اور دربار میں حاضر ہوئے، ان ہی کی ان عجائبات میں ارغنوں (آرگن) باجا ہندوستان میں آیا، اکبری مؤرخ لکھتے ہیں۔

پادری اکبری دربار میں

سنہ 30 جلوس میں پادری فربیتون بندرگاہِ گوا پرا ترکا حاضر دربار ہوا، بہت سے عقلی ونقلی مطالعہ سے آگاہ تھے، شاہزادگان کو ان کا شاگرد کیا یونانی کتابوں کے ترجمے کا سامان فراہم ہوا، اور نئے رنگ کی کتابوں سے آگاہی ہوئی، پادری موصوف کے علاوہ ایک گروہ فرنگی ارمنی اور حبشی عیسائیوں کا آیا۔ (دربار اکبری)

سنہ 40 جلوس میں پھر ایک قافلہ بندر مذکور سے آیا، عجیب وغریب نادر اشیاء لایا، ان میں چند عاقل ودانشور صاحب ریاضت نصرانی تھے، جن کو پادری کہا جاتا ہے، بادشاہ کی نوازش سے سرفراز ہوئے۔

تبلیغ مسیحی

ملّا بدایونی فرماتے ہیں کہ پاپا یعنی پادری آئے، ملک افریقہ کے دانایانِ مرتاض کو پادھری کہتے ہیں اور اکمل وفاضل کو پاپا، وہ مصلحتِ وقت کی رعایت سے احکام میں تبدیل کر سکتا ہے اور بادشاہ پر نہیں مار سکتا، وہ انجیل لائے اور ثالث وثلاثہ پر دلائل سن کر نصرانیت کا اثبات کیا، اور ملت عیسوی کو رواج دیا، شاہزادۂ مراد کو حکم ہوا کہ چند کلمے انجیل کے تیمناً پڑھے، شیخ ابوالفضل اس کے لیے مترجم ہوا، پہلا فقرہ جو بطور بسم اللہ کے تھا اس کا یہ ترجمہ ہوا۔

اے نام تو وے ژژو کرسٹو، ژژجیس اور کرسٹو عیسیٰ، یعنی اے وہ کہ تیرا نام مہربان اور زیادہ بخشنے والا ہے۔

شیخ فیضی نے اس پر دوسرا مصرعہ لگایا:

سُبْحَانَكَ لَا سِوَاكَ يَا هُوَ (ہم تیری تعریف کرتے ہیں، تیرے سوائے کوئی خدا نہیں)

Marfat.com

بعض مؤرخ دوسرا مصرعہ اس طرح سُبْحَانَكَ لَا شَرِيْكَ يَا هُوَ لکھتے ہیں۔

دربار میں عیسائیوں نے آنحضرت ﷺ کو دجّال بتایا اور کہا کہ ان کی صفات دجال سے ملتی جلتی ہیں۔ (تاریخ ذکاءاللہ)

گرجا بنانے کی اجازت

پادریوں کی بڑی خاطر ہوئی، بادشاہ اکثر دربار میں بلاتا تھا، اور دینی و دنیوی واقعات اور معاملوں پر گفتگوئیں سنتا تھا، ان ہی سے انجیل کے ترجمے کرانے چاہے اور کام بھی شروع ہوا، مگر ناکام رہا اور شاہزادہ مراد کو ان کا شاگرد کیا، ان کو وہ گرجے بنانے کی اجازت ملی جن کا ذکر ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفرنامے میں کیا ہے کہ:

''آگرہ میں ایک گرجا بھی ہے جس کو جیسویٹ فرقے کے لوگوں نے بنایا تھا اور ایک مکان ہے جس کو وہ کالج کہتے ہیں جس میں پچیس یا تیس گھرانوں کے بچوں کو عقائد مذہبی تعلیم دی جاتی ہے، مگر مجھے معلوم نہیں کہ یہ عیسائی خاندان یہاں کس طرح جمع ہوئے شاید ان جیسویٹ پادریوں کے فیاضانہ اور مہربانہ سلوک نے ان کو یہاں سکونت پر مائل کیا ہے جس زمانہ میں پرتگیزیوں کا ہندوستان میں بڑا زور تھا، ان جیسویٹ کے لوگوں کو جو ایک مذہبی گروہ ہے شہنشاہ اکبر نے بلا کر یہاں آباد کرلیا اور گزارا وقات کے لیے کچھ سالانہ مقرر کر دینے کے علاوہ لاہور اور آگرہ میں گرجا تعمیر کر لینے کی بھی اجازت دیدی (صفحہ:316)

چنانچہ اس کی تصدیق جہانگیر کے ذیل کے فرمانوں سے بھی ہوتی ہے مذکورہ آگرہ کے گرجا میں شاہی عہد کے بہت سے فرامین متعلق عطائے آراضی برائے تعمیر گرجا قبرستان وغیرہ موجود ہیں، ان فرامین کی نقل ذیل مرقع اکبرآباد سے درج کی جاتی ہے:

نقل فرمان: دریں وقت فرمان عالی شان مرحمت عنوان شرف صدور وغرور ودریافت کہ سوازی شش بیگہ زمین ازاں جملہ سہ بیگہ از موضع...آگرہ برائے خریف.....موی مل در وجہ انعام ومکیاں بجہت باغ وگورستان مقرر ومعوض باشد بمرداران وکروریان حال واستعمال و استقرار تغیر وبدل بداں....پیش کش وجرمانہ وضابطانہ ومہرانہ وداروغگانہ ومحصلانہ.....وقانون

Marfat.com

گوئی.....وتکرار زراعت وکل تکالیف دیونی.....نکند واز جمیع وجوہات معاف داشتیم....سال فرمان وپروانچہ محدود....درمحلی....دہ عہدہ ومانند۔فی التاریخ 2 ماہ ابان سہ 4

نقل فرمان ابوالمظفر محمد جہاں گیر بادشاہ غازی

حکام کرام وعمال کفایت فرجا ومتصدیان مہمات صوبۂ گجرات بعنایت و التفات بادشاہانہ مخصوص ومباہی کشتہ بدانند.....کہ فرمان عالی شان واجب الاذعان سرف امداد غرایراد یافتہ کہ پادریان فرنگی دراحمد آباد یک انگریز کہ عبادت اوعبادت خانہ آنہاست از برائے خود بساند درآں جابطور دروش خودعبادت می کردہ باشند.....می باید کہ چوں ہر مضمون حکم جہاں مطاع گردوں ارتفاع جہاں گیری اطلاع نمایند.....مانع ومزاحم آنہانہ کشتہ بگذارند از برائے.... عبادت خدا انگریز بسازندمی باید کہ ازفرمودہ تخلف نوازند.....درعہد شناسند

تاریخ 2، مہر الٰہی سنہ 7

رسالہ کمترین مریدان باخلاق اعتماد الدولہ ونوشت واقعہ بندہ درگاہے محمد حسین شکرانہ (مرقع اکبرآبادی، صفحہ:133)

پادری کے آنے کی اجازت

اکبر کو توپ کی چاند ماری کا بہت شوق تھا اس فن میں یورپین ملازم زیادہ ماہر تھے، اس لیے اکبر کو یورپین ملازم رکھنے کا شوق ہوا، اور بہت سے سنگتراش، سنار، مینا کرنے والے، ڈاکٹر، گولنداز ملازم رکھے گئے ان میں زیادہ تر یورپین کیتھولک تھے، انہوں نے بادشاہ کو عرضی دی کہ یا تو ہم لوگوں کو وطن جانے کی اجازت دی جائے اور یا ہم کو اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے کی اجازت دی جائے، چونکہ پادری کے بغیر یہ لوگ رسومات مذہبی ادا نہیں کر سکتے تھے اس لیے گوا سے ایک پادری بلوا کر تعمیر گرجا کی اجازت دیدی۔

مقبرہ میں مسیحی تصویر

اکبر نے اپنے باپ کی تقلید میں اپنے لیے مقبرہ بنانے کا ارادہ کیا جس کا نام سکندرہ رکھا،

Marfat.com

اس مقبرہ میں سنگ مرمر کا بڑا گنبد ہے، اکثر جگہ تصویریں منقش ہیں، مگر شاہ اورنگ زیب کے حکم سے ان پر اس طرح سفیدی پھیر دی گئی کہ تصویریں نظر نہیں آتیں۔

میں کئی مرتبہ اس مقبرہ کو دیکھے گیا، باغ کے دروازے پر حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے اور حضرت مریم کی تصویر تھی، وہ حضرت عیسیٰ کو بہ حالت شیر خوارگی اپنی گود میں لیے ہوئے تھیں، چھت میں فرشتوں اور موروں کی مختلف تصاویر تھیں، یہ تصویریں کسی مذہبی خیالات سے نہیں بنائی گئی تھیں بلکہ عجائبات زمانہ میں شمار کی جاتی تھیں۔ (سفرنام منوچی، صفحہ:122)

پادریوں سے مناظرہ

ملا بدایونی کہتے ہیں کہ: ''ایک موقع پر شیخ قطب الدین جانسری کہ مجذوب خراباتی تھے لوگوں نے پادریوں کے مقابلے میں مباحثہ کے لیے پیش کیا، مجذوب مذکورہ میدان مباحثہ میں جوش وخروش سے صف آراء ہوئے کہا کہ ایک بڑا ڈھیر آگ کا دہکاؤ جس کو دعویٰ ہو میرے ساتھ آگ میں کود پڑے جو صحیح سلامت نکل آئے وہ حق پر ہے، آگ دہکا کر انہوں نے ایک پاپا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا ہا ''بسم اللہ'' پاپاؤں نے کہا کہ یہ بات خلاف عقل ہے۔''

اس مناظرہ کے واقعہ کا ''تذکرہ عالم'' کا مصنف اس طرح لکھتا ہے:

''ایک دن اکبر نے مسیحی پادریوں، مجوسیوں، مسلمانوں اور برہمنوں کو جمع کیا اور مباحثہ کی ٹھہرائی، مسیحیوں کا سرغنہ پادری ردیف تھا، مسیحیوں نے اپنا سرپنچ ابوالفضل کو بنایا، اب بحث شروع ہوئی، ابتدائی پھبتیاں ہونے کے بعد انجیل کی تحریف کے بارے میں گفتگو ہوئی (تاریخ ہند، ذکاء اللہ)

کچھ فیصلہ نہ ہوا، آخر پادریوں نے ایک خوفناک آگ روشن کی کہ ہم انجیل ہاتھ میں لے کر آگ میں چلتے ہیں، تم قرآن شریف لے کر آگ میں چلو، مسلمان آگ کے لیے آمادہ ہو گئے، اس اثناء میں تو تو میں میں ہونے لگی، وقت بہت گزر گیا۔

اکبر اس مذہبی بحث کو دیکھ بہت خوش ہو رہا تھا، پادری ردیف جو پُرتگال کا رہنے والا تھا، اور پادریوں کا سرغنہ تھا اکبر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اب مذہب مسیحیت کی صداقت اس کے

Marfat.com

ذہن میں اتر گئی، پادری ردیف ابوالفضل کے پاس آیا اور کہا کہ میں پہلے تم کو دعوت مذہب مسیحی دیتا ہوں، جب تم عیسائی ہو جاؤ گے تو اکبر کا مسیحی ہونا کوئی بات نہیں ہے یہ سن کر ابوالفضل بہت ہنسا اور کہا آپ اپنے دین کو اپنے ہی سینوں میں رکھو، ہمارا بادشاہ مذہبی گفتگو کا شائق ہے وہ متعصب نہیں ہے، مذہبی لحاظ سے سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، آئندہ ایسی بات منھ سے نہ نکالنا۔ (تذکرہ عالم، مولوی رحیم بخش، صفحہ:106)

عیسائیوں کا تبلیغی مشن

مناظروں کی کیفیت اور اکبر کی مذہب کے بارے میں پرتگیزی انگریز کیا رائے رکھتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔ اکبر کسی مذہب کا پابند نہیں تھا، مگر اس کو دنیا کے مذاہب کی تحقیق کرنے کا شوق تھا، اور ان کی عبادت کی طرزوں اور عقائد سے واقف ہونا چاہتا تھا اس نے جب یہ سنا کہ گوا بندرگاہ پر بہت دور دراز مقام سے ایک پرانے مذہب والے جن کا مذہب ہندوستان کے کل مذہبوں سے علیحدہ ہے، تو اس نے ان کو بلانے اور اُن سے مناظرہ کرانے کا ارادہ کیا، اس نے پرتگیزیوں کو لکھا کہ وہ اپنے مشنری مبلغین کو مع اپنی شریعت کی کتب کے یہاں بھیج دو، مغلوں کے نام سے اہلِ فرنگ کانپتے تھے، مگر انہوں نے اس خوف وڈر کی کوئی پروانہ کی بلکہ بے دھڑک فیصلہ کیا کہ ایسے مقدس کام کے لیے جس میں بڑے نتیجوں کی امید ہو قدم اٹھانا چاہیے، چنانچہ 3/دسمبر 1568ء میں سورت پہنچے، وہاں سے شاہی استقبال ہوا، 9/فروری کو یہ مشنری مشن فتحپور سیکری میں جہاں بادشاہ رہتا تھا پہنچا، شہنشاہ اکبر کے سامنے پیش ہوئے، پادریوں نے حضرت عیسیٰ کی تصویر پیش کی، تو اکبر نے اس کی تعظیم وتکریم اپنے مذہب اور عیسائیوں کے مذہب کے مطابق کی، اس کے آگے سر جھکایا، کہنیوں کو ٹیکا، سجدہ کیا، اور حضرت مریم کی تصویر جو جواہرات سے مزین تھی پیش کی تو بادشاہ نے کہا: ''ملکہ آسمان کی کیا اچھی شبیہ ہے'' اس کے بعد پادریوں نے چار زبانوں میں انجیل پیش کی تو بادشاہ نے اسے چوما اور سر پر رکھا پھر بادشاہ نے مشنریوں سے درخواست کی کہ وہ علماء اسلام سے مباحث کریں، اس کو انہوں نے قبول کیا،

Marfat.com

مناظرہ ہوا مگر یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ باوجود دلائل فتحیاب تھے، لیکن دلائل نے مخالفوں پر کوئی اثر نہیں کیا، کافی عرصہ تک بادشاہ ان سے خوش خلقی سے پیش آتا رہا، پادری اس کو عیسائی بنانے کے ہزار جتن کرتے تھے، مگر کامیابی کے آثار نہیں پاتے تھے، ایک مرتبہ بادشاہ کے درباریوں میں سے ایک نے ان مشنریوں کو سمجھایا کہ تمہاری کوشش بے کار ہے، بادشاہ معلومات مذہبی چاہتا تھا اور بس۔ پرتگیزی تاریخ دانوں نے مناظرہ کا وہی آگ میں کودنے والا واقعہ لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ان پادریوں نے سوچ سمجھ کر کہا کہ مجلسوں میں ہم اپنے دلائل پیش کرتے ہیں اس لیے ہم اپنے آپ کو عقل کے خلاف مضرات میں ڈالنا نہیں چاہتے۔

جب شہنشاہ کو معلوم ہو گیا کہ آگ میں کودنے کا تماشا نہیں ہوگا، اور اس کو پادریوں سے معلومات عیسوی بھی ہو گئی تو اس نے پادریوں سے ملنا بہت کم کر دیا، کابل اور بنگال کے فسادات کی وجہ سے ان کو بھول گیا، پادری بھی یہاں سے 1583ء میں واپس چلے گئے۔

1591ء میں بادشاہ نے پھر دوسری مرتبہ مشن کو بلایا، اس مشن کو بھی ان واقعات سے واسطہ پڑا جو پہلے مشن پر گزرے تھے۔ خوب آؤ بھگت ہوئی پھر کوئی وجہ نہیں دی گئی تو وہ زیادہ نہیں ٹھہرے، چار برس کے بعد ان کو خط لکھ کر بلایا۔ دریائی جزیرے میں وہ شہنشاہ کے روبرو گئے، حضرت مریم کی تصویر جو پہلی تصویر سے زیادہ خوبصورت تھی پیش کی اس کی بادشاہ نے بہت تعریف کی، اس عہد کا اٹالین سیاح پیٹرڈ ڈیلاوے بحوالہ میک لیکن تحریر کرتا ہے کہ پادری ین ہیرو جو یہاں جیسویٹ عیسائیوں کے تیسرے مشن کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، 1595ء کا ایک واقعہ نقل کیا:

''میں اکبر بادشاہ کو مسیح اور عذرا کی تصویر دکھا رہا تھا جس وقت اس پاک تصویر پر خود ہماری نظر پڑی تو ہم جھک کر نیچے کو دوزانو ہو گئے، ہم کو دیکھ کر بادشاہ کا پوتا یعنی شہزادہ جو دس سال کا ہوگا اس نے اپنے ہاتھ باندھ لیے، اور اپنی رانوں کو جھکا لیا بادشاہ کو یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی اور شاہزادے سے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو تو دیکھیے۔ (تاریخ الہ آباد)

اس مرتبہ پادریوں کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی زیادہ امید ہوئی انہوں نے دیکھا کہ اس نے اپنے اسلام کی ذرہ برابر پاسداری نہیں کی، جب روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو مسجدوں

Marfat.com

سے بھی روپیہ لوٹ لیتا ہے، یہ غلط ہے مسجدوں میں کوئی خزانہ نہیں رہتا تھا۔ مگر اسی امید کے ساتھ ناامیدی بھی نظر آئی، انہوں نے بادشاہ کو دیکھا کہ وہ آفتاب پرستی بہت محنت و مشقت سے کرتا ہے اور حماقت سے اپنی ذات میں ایک قسم کی الوہیت سمجھتا ہے، وہ ہر صبح جھروکہ میں بیٹھتا ہے اور گروہ کے گروہ اس کے آگے سجدے کرتے ہیں، بیمار بچوں پر دم کرتا ہے، آخر اس مرتبہ بھی پادری مشن نامراد واپس گیا۔

اکبر کی پادریوں سے چھیڑ خانی

پادریوں سے بادشاہ نے کہا کہ تمہارے مذہب میں عورتوں کا بہت احترام کیا جاتا ہے، اور ایک بیوی کے علاوہ دوسری بیوی کرنے کی اجازت نہیں اگر اس طبقہ کی عورتوں میں وفاداری ہوتی اور جاں فشانی ہوتی تو تعجب کی بات نہیں تھی، تعجب تو یہ ہے کہ برہمن مذہب کے مطابق ایک سے زیادہ بیوی کر سکتا ہے جس سے لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور قدر و منزلت میں عورت کے فرق آتا ہے مگر اس کے باوجود دوستی میں وفادار اور جاں نثار ہوتی ہے۔ (تاریخ ہند، ذکاء اللہ، صفحہ:860)

دین الٰہی میں عیسائیت کا اثر

اکبر نے کسی رواج شدہ مذہب کو اختیار نہیں کیا بلکہ ان مذاہب میں تھوڑی تھوڑی چیزیں لے کر دین الٰہی نیا مذہب قائم کیا، اس میں عیسائیوں کی جو باتیں تھیں یا جن باتوں کا اکبر کے دل پر پادریوں کا اثر ہوا وہ یہ تھیں:

نصاریٰ کا ناقوس (گھنٹہ) بجانا اور صورت ثالث ثلاثہ کا تماشہ اور ان کے مورچنگ کا بجانا اپنے مذہب میں جائز کیا۔ (تاریخ ہند ذکاء اللہ، صفحہ:860)

''سیرتِ مسیح'' عیسائیت کی پہلی کتاب

اسی زمانہ میں کتاب سیرتِ مسیح بادشاہ نے فارسی زبان میں تصنیف کرائی، جس کا ایک

Marfat.com

باتصویر قلمی نسخہ کتب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں موجود ہے۔

دبستان المذاہب

اس کتاب میں اکبر کے مذہب دین الٰہی کی پوری تفصیل ہے اس کتاب کے مصنف نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے، اس کا حال بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا، مگر اس کے رجحان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آتش پرستی کا ہم نوا تھا، اس نے کتاب کے باب قائم کیے ہیں، ان کا نام نظر رکھا ہے، چنانچہ پہلی نظر میں خلیفۃ الحق (اکبر) کے دو معجزے نقل کیے ہیں۔ جس میں دلچسپ معجزہ یہ ہے کہ اکبر نے حضرت عیسیٰ کی طرح اپنی ماں سے بات چیت کی، اس کی تصدیق نواب عزیز خاں خان اعظم نے کی کہ میری والدہ کہتی تھیں کہ سچ ہے۔

نظر دوم میں شیعہ وسنی کے بعد عیسائی اور مسلمانوں کا مباحثہ ہے، پھر مسلمان نصرانی و یہودی کا مباحثہ ہے۔ تیسرا مناظرہ ہندو مسلمان، نصرانی، یہودی اور دین الٰہی کے پیروکاروں کا تھا، ان مناظروں کی روداد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ مذاہب ایک ہی بات پر متفق تھے کہ وہ سابقہ شاہ اہل سنت طبقہ کی مذمت کریں، اور اس کی بھد اڑائیں تا کہ دین الٰہی کی ضرورت ثابت ہو جائے۔

اکبری مناظرے

دین الٰہی کو فروغ دینے کے لیے اکبر نے بحث وتمحیص کا دروازہ کھول رکھا تھا وہ ہر ایک مذہب کی اختلافی چیزوں کی ماہیت سمجھتا اور مختلف اوقات میں دین الٰہی کی محفلوں میں مباحثے کراتا تھا، ان مباحثوں میں پادری لوگ زیادہ حصہ لیتے تھے۔

ایک روز ایک عیسائی خلیفۃ الحق (اکبر) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اکبر نے ایک مسلمان عالم کو طلب کیا، تا کہ وہ مناظرہ کریں، عالم کی تشریف آوری کے بعد نصرانی نے کہا کہ آپ حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، مسلمان عالم نے کہا ہم ان کو پیغمبرِ خدا سمجھتے ہیں اور ہمارے رسول نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی تصدیق کی ہے۔ پادری نے اعتراضاً کہا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ میرے بعد ظاہر ہوں گے اور

Marfat.com

پیغمبری کا دعویٰ کریں گے تم ان پر ہرگز ایمان نہ لانا (یقین نہ کرنا) کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔تم مضبوطی سے قائم رہو جب تک کہ میں دوبارہ نہ آجاؤں۔

انجیل میں تمہارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی خبر نہیں ہے، مسلمان عالم نے جواب دیا،توریت وانجیل میں تھی لیکن لوگوں نے اس پیشن گوئی کونکال دیا۔

پادری نے دوسرا سوال کیا کہ پیغمبر کے لیے معجزہ کا ظہور ضروری ہے، محمدؐ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا، مسلمان عالم نے کہا شق القمر جیسے بہت سے معجزے حضورؐ سے ظاہر ہوئے، پادری بولا، اگر شق القمر واقع ہوا ہوتا تو دنیا دیکھتی، ہر بادشاہ، ہر قوم ہر طرف کے انسان دیکھتے اور تصدیق کرتے لیکن مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کرتا۔ چنانچہ جو ہندو پنڈت پارسی و یہودی بیٹھے ہوئے تھے ان سے پادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ دنیا دور چہارم ہے اپ نے کسی تاریخ میں شق القمر کا واقعہ پڑھا ہے یا خود دیکھا ہے، سب نے کہا نہیں دیکھا۔

ایک دن ایک یہودی اور نصرانی میں مباحثہ ہوا، یہودی نے کہا کہ حضرت مریم کی دوشیزگی (معصومیت) ثابت نہیں ہے، تمہارے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے قبل (حضرت) مریم نجار کے نکاح میں تھیں اور (حضرت) عیسیٰ کو یوسف نجار کا لڑکا کہتے تھے۔ پادری نے جواب دیا کہ صحیح کہتے ہو، مگر یوسف نجار کا مریم کو ہاتھ بھی نہیں لگا تھا، یہودی بگڑ کر بولا کس طرح ثابت ہوا کہ وہ ان سے محفوظ رہیں، اس جواب سے پادری خاموش ہوگیا۔

ایک سمجھدار، ذہین شخص اور چند ہندوؤں کی موجودگی میں مسلمان، نصرانی، یہودی تین عالم و فاضل اکبر نے بلوائے، سمجھدار حکیم نے کہا کہ پیغمبروں کی نبوت چند وجوہات کی بناء پر قابل ثبوت نہیں ہے اول پیغمبر کو چاہیے کہ ایسی بات کہے کہ اس کو عقل قبول کرے دوئم مہذب اور کم آزار ہو۔

(1) موسیٰ علیہ السلام نے جن کو بزعم خود فرعون نے پرورش کیا تھا حیکہ مکروفریب کے

Marfat.com

ساتھ آبِ نیل میں غرق کیا، اس کی توبہ قبول نہ کی حالانکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آبِ نیل نے ان کو راستہ دیا اور اسی طرح زر کی طمع کی وجہ سے قارون کی توبہ قبول نہیں کی گئی اور اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

(2) عیسیٰ علیہ السلام جانوروں کا قتل وقمع کرتے تھے۔

(3) محمد ﷺ عرصہ تک قریش کے قافلے کا خون بہاتے اور اپنے ہاتھوں سے جانداروں کو قتل کرتے رہے اور بیویوں سے افراط کے ساتھ میل رکھتے اور لوگوں کی بیویوں پر قبضہ کر کے ان کے شوہروں کو نگاہ ڈالنا بھی حرام کر دیتے تھے، ایسی صورت میں ان واقعات کے بعد پیغمبر کی کیا شناخت ہوگی۔

تمام لوگوں نے کہا معجزوں سے، اس نے کہا، پیغمبروں کے معجزے کیسے ہوتے ہیں، یہودی نے جواب دیا کہ عصائے موسیٰ کی طرح پھینک دو تو اژدہا بن جائے، اژدہا بننے کا مذاق اڑایا گیا، اس کے بعد پادری نے مسیح کی پیدائش بلا والد اعجاز کا فخریہ ذکر کیا، تو حکیم نے بے توجہی سے جواب دیا کہ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ مریم کی شادی یوسف نجار سے ہوئی تھی اب یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ یوسف کا نطفہ نہ تھا، مسلمان عالم نے کہا کہ قرآن میں شق القمر کے معجزہ کو بیان کیا گیا ہے اور معراج شریف میں جانے کا واقعہ بھی کلام الٰہی میں مذکور ہے حکیم نے جواب دیا، قرآن مجید میں ہے:

ترجمہ: "اور (کفار) انہوں نے کہا کہ ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے۔ جب تو زمین سے چشمہ جاری نہ کرے گا یا کھجوروں کا باغ ہو، تیرے واسطے اور انگوروں کا پس پھاڑ دے تو نہریں اس کے درمیان، یا ڈال تو آسمان کو جیسا گمان کرتا ہے تو اوپر ہمارے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آوے تو اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو تیرے واسطے ایک گھر سونے کا یا تو چڑھ جائے نیچے آسمانوں کے اور ہرگز نہ مانیں گے ہم چڑھائی تیری کو یہاں تک کہ اتار لائے ہمارے لیے کتاب کہ پڑھیں ہم اس کو کہ کیا پاک ہے پروردگار مرا نہیں ہوں میں مگر آدمی پیغام پہنچانے والا ہے۔"

Marfat.com

اسی آیت سے ثابت ہوا کہ محمد ﷺ زمین سے چشمہ جاری نہیں کر سکتے تھے اور نہ آسمان کو پارہ پارہ ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے تھے تو کس طرح چاند کے ٹکڑے کیے، جب ملائکہ کو ظہور نہیں کر سکتے تھے تو جبرائیل کا آنا کیسے یقین کیا جائے کہ وہ ان کی آواز سنتے تھے۔ اسی طرح جب آسمان پر نہیں اڑ سکتے تھے تو معراج کا کیوں کر یقین کیا جائے اور جب نوشتہ (کتاب) لانے سے انکاری ہیں تو قرآن مجید کیوں کر نازل ہوا، اور کس بناء پر کلام الٰہی کہا جا سکتا ہے۔

ایک مجوسی گوشہ میں کھڑا تھا، اس نے کہا معجزات کا انکار نہ کرے کہ ہمارے پیغمبر آہرمن سے بھی معجزات کا ظہور ہوا ہے اور حضرت حق سے بھی معجزہ کا اظہار ہو چکا ہے اس کے بعد برہمن کے چونچلے ہوئے۔ (دبستان المذاہب باب البحث ادیان 259, 258)

جہانگیر کے دربار میں نصرانیت کا دور

اکبر کی مہربانیوں اور سالوں ٹھہرانے کا نتیجہ تھا کہ مغلوں کے دربار میں عیسائیوں و فرنگیوں کی رسائی ہوگئی تھی، چنانچہ جہانگیر کے دربار میں تو بہت سے فرنگی جمع ہو گئے تھے اور انگریز کپتان ہاکنس جہاں گیر کا بہت منہ چڑھا تھا، وہ ترکی زبان جانتا تھا اور جہانگیر کی آبائی ترکی زبان میں بلا تکلف بولتا تھا، وہ 1606ء میں سورت آیا اور جیمس اول شاہ انگلستان کا خط جہانگیر کے نام لایا تھا، جہانگیر ہاکنس کا بڑا خیال رکھتا تھا، اس کی ہر ایک درخواست منظور کرتا تھا۔ اس کے کہنے سے سورت میں انگریزوں کو تجارت کی کوٹھی بنانے کی اجازت دی اور اس نے وعدہ کیا کہ ان پر کوئی ظلم نہیں کرے گا، اور محصول معاف ہوں گے، بادشاہ نے ہاکنس کو چار سو سواروں کا سردار کرایا، اپنے محل میں ایک گوری عورت کو اصطباغ (عیسائی بنا کر) دلا کر ہاکنس سے کہا کہ اس سے نکاح کر لو، اس نے انکار کیا اور ایک آرمینی عیسائی عورت سے شادی کر لی اور آگرہ میں رہنے لگا، اور انگریز کمپنی کی مقصد برآری کے لیے کوشاں رہتا، دو برس تک وہ یہاں رہا اور روز بادشاہ کا حاضر باش رہا، غسلخانہ میں جہانگیر کے ساتھ شراب پیتا تھا اور فرنگستان اور اپنے بادشاہ کے بارے میں معلومات پہنچاتا تھا، اسی ہاکنس نے مقرب خاں کی شکایت کر کے

Marfat.com

اس کا سارا اسباب قرق کرادیا اور اس کو ملازمت سے علیحدہ کرایا، مگر پھر اسی جگہ مامور ہو گیا، اس نے طے کیا کہ انگریزوں کی تجارت ہندوستان میں نہیں جمنے دوں گا، اس نے پروپیگنڈہ کیا، امراء کو مخالف بنایا جس سے جہانگیر نے ہندوستان میں انگریزوں کی تجارت کی ممانعت کا فرمان جاری کیا، 1611ء میں ہاکنس مع اپنی بیوی کے آگرہ چلا گیا اس کی دو برس کی محنت خاک میں مل گئی۔

ہاکنس نے جہانگیر کے دربار کا پورا نقشہ و کیفیت اور حالات انگلستان بھیجیں جس کو مستشرقین یورپ ایشیائی مؤرخوں سے زیادہ معتبر سمجھتے ہیں۔ (سفرنامہ ہاکنس بحوالہ تاریخ ہند، صفحہ:254)

گرجوں کے لیے زمینیں دینا

یہ ہی درباری اثر ورسوخ تھے جس کی بناء پر آگرہ اور لاہور میں گرجوں کے لیے جہانگیر نے زمین دی تھی اور فرمان جاری کیے تھے۔ (تاریخ جھجر، صفحہ:456)

سفارت انگلستان

سر طامس رو انگلستان کا سفیر بن کر 1615ء میں مع اپنے ساتھیوں کے آیا اس کا ایک ساتھی مسٹر میٹری چین پادری بھی آیا، 7/نومبر 1615ء سے اس کی جہانگیر سے پہلی ملاقات ہوئی، ہزار کوششوں کے بعد اس کو شہر سورت میں تجارتی کوٹھی بنانے کی اجازت ملی، جہانگیر نے طامس کو خلوت میں بھی بلایا تھا، طامس کہتا ہے کہ غسلخانہ میں میں جہانگیر سے فریاد کرنے گیا، اور اپنے مطالبے کیے، جہانگیر نے کہا میں تمہارے لیے بھلا کروں گا، لیکن میں نے شاہ ہندوستان کی کوئی بات درست نہیں پائی، جہانگیر نے بہت شراب پی رکھی تھی وہ کہنے لگا کہ میں عیسائی، مسلمان اور یہودیوں کا محافظ ہوں وہ بہت جذبات میں بھر گیا، اور یہود، عیسائیوں اور مسلمانوں کی شریعت پر بحث کرنے لگا، شراب کے نشہ میں اتنا مہربان ہوا کہ اس نے کہا میں بادشاہ ہوں، یہود نصاریٰ اور مسلمان اپنے تئیں مبارکباد کے مستحق ہیں کہ میں کسی مذہب میں مداخلت نہیں کرتا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان کی حفاظت کرتا ہوں..... پادری

Marfat.com

صاحب خوش آمدی یہ گھر تمہارا ہے تم اس کی قدر کرو۔ (سفرنامہ طامس رو)

تبلیغ مسیحیت کی عام اجازت

طامس رو سے اکبر عیسائیت کے بارے میں بہت مطمئن تھا وہ لکھتا ہے:

''عالمگیر بظاہر اکبر سے زیادہ عیسائی مذہب پر مائل تھا۔ اس نے باپ کی طرح پرتگیزیوں کو حکم دیدیا کہ وہ اپنے چرچوں اور اسکولوں کو قائم کرلیں اور جہاں چاہیں وہاں وعظ کریں اور جو چاہیں ان کو عیسائی کریں۔ پادریوں کی باتیں جہانگیر نے یہاں تک سنیں کہ ان کو یقین ہوگیا کہ وہ عیسائی ہوگیا، جس حد پر باپ نہ آیا تھا یہ اس سے بہت آگے بڑھ گیا۔''

جہانگیر کے دو بھتیجوں کے عیسائی بننے کا راز

اس کے دو بھتیجے دانیال کے بیٹے عیسائی ہوگئے تھے اور آگرہ میں اصطباغ ہوا، اور ان کی سواری اس طرح گرجا میں گئی کہ وہ ہاتھی پر بیٹھے اور تمام عیسائی جو ساٹھ سواروں کے قریب تھے اس کے ساتھ گئے، ہاکنس ان کا کپتان بنا، اور سینٹ جارج کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں تھا وہ انگلستان کی عزت بڑھانے کے لیے سب سے آگے تھا جہانگیر کا عیسائی مذہب پر التفات کرنا ظاہر تھا، عیسائی مذہب اس کو نہ روزہ رکھنے پر مجبور کرتا تھا، نہ نماز کی پابندی کی، بلکہ سُور کا گوشت کھانے اور شراب پینے کی اجازت دیتا تھا۔

علی الاعلان بھتیجوں کا اصطباغ پانا ایک معمہ ہے اس عمل میں ہر شخص جانتا تھا کہ کوئی بھید ہے خلاف توقع وہ یوں حل ہوگیا کہ یہ بھید یوں ظاہر ہوا کہ شاہزادوں نے کہا کہ ہمارے لیے پرتگیزی عورتوں کو شادی کرنے کے لیے تلاش کیجیے۔ وہ عیسائیوں کی طرح ان کے ساتھ نکاح کرنا اور زندگی گزارنا چاہتے تھے، پادری اس درخواست سے ہیبت زدہ ہوئے، انہوں نے شاہزادوں کو متنبہ کیا، شاہزادوں نے صلیب پادریوں کے حوالے کی اور پھر مسلمان ہوگئے، پھر معلوم ہوا کہ جہانگیر نے ان سے یہ درخواست کرائی تھی تاکہ وہ ان کو اپنی حرم بناتا۔ (سفرنامہ طامس رو)

Marfat.com

عیسائیوں کو نجس جاننا

طامس رو کا ساتھی پادری پیٹر چین بھی تھا۔ اس نے یہاں کے حالات سے جو کچھ اثر لیا، اور پرتگیزی عیسائیوں سے جو نفرت کا جذبہ دیکھا وہ اس کو لکھتا ہے:

''مسلمانوں میں سوائے کمینوں کے کوئی ایسا نہیں ہے کہ ہمارے شفیع عیسیٰ مسیحؑ کا نام ادب و تعظیم سے نہ لیتا ہو اس کو وہ نیک کہتے ہیں اور اس کو وہ معصوم جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس جیسے معجزے نہ اس سے پہلے کسی پیغمبر نے کیے نہ اس کے بعد میں، اس کو روح اللہ کہتے ہیں مگر ان کو ابن اللہ ہونے کی وجہ نہیں معلوم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ باوجود اس کے اکثر مسلمان عیسائیوں کو نجس جانتے ہیں نہ وہ ہمارے ساتھ کھاتے ہیں اور نہ ان برتنوں میں کھاتے ہیں جن میں ہم کھائیں۔''

طامس رو اس کی تائید میں ایک واقعہ لکھتا ہے:

''جمال الدین نے میری جو دعوت کی تو صبح کو خشک ہوئی تھی، اس میں وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک تھا لیکن جب رات کو کھانے کی دعوت ہوئی تو میں علیحدہ بیٹھا، چند روز کے بعد جمیل الدین حسینی کی میں نے دعوت کی اسکو کھانا کھلایا، جو مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا تھا، اس نے اس کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا جو انگریزی طرز کا بنا ہوا تھا۔''

پادریوں کو جہانگیر سے امیدیں

جس طرح طامس رو نے جہانگیر کی مسیحیت پرستی کا بڑا چرچا بیان کیا ہے وہی باتیں پادریوں نے ڈاکٹر بریز کو بتائیں ہیں طامس رو تو مشتبہ ہی تھا لیکن بریز سے بیان کرنے والے پادریوں کو تو یہاں تک یقین تھا کہ جہانگیر نے انتقال کے وقت عیسائی ہو کر مرنا چاہا تھا اور ہم کو (پادریوں کو) بلانے کا حکم دیا تھا مگر لوگوں نے یہ پیغام ہم تک مطلق نہیں پہنچایا۔ ڈاکٹر بریز کا پورا بیان انتہائی دلچسپ ہے وہ فرماتے ہیں:

'ان لوگوں کو (پادریوں کو) امید تھی کہ ہمارا مذہب کچھ نہ کچھ یہاں پھیل جائے گا کیونکہ

Marfat.com

جہانگیر حقیقت میں قرآن کے مسائل کو نہایت ناپسند کرتا تھا اور ہمارے مذہب کے مسئلے اس کو پسند آئے تھے کہ ان پر تعجب کا اظہار کرتا تھا چنانچہ اس نے اپنے بھانجوں یا بھتیجوں اور مرزا ذوالکرنین (ذوالقرنین) کو جس کا ختنہ بھی ہو چکا تھا اور شاہی محل میں سراہی میں پرورش پائی تھی عیسائی ہونے کی اجازت دیدی تھی اور بہانہ یہ کیا تھا کہ اس کے ماں باپ عیسائی تھے کیونکہ اس کی ماں جو ایک دولتمند ارمنی کی بیوی تھی جہانگیر کی خواہش سے محل میں داخل ہوگئی تھی اور یہ لوگ (پادری) یہاں تک کہتے ہیں کہ جہانگیر کے عیسائی بننے کا ارادہ اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اس نے تمام دربار کو فرنگستانی لباس پہنانے کا دلیرادارہ کیا اور ایک دن خلوت میں یہ لباس پہن کر اپنے ایک بڑے امیر کو بلایا، اور اس کی اس سلسلہ میں رائے طلب کی، اس نے ایسا اندیشناک جواب دیا کہ جہانگیر نے ڈر کر یہ ارادہ چھوڑ دیا اور اس تمام قصہ کو ہنسی کے پیرایہ پر اڑا گیا، کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت عیسائی ہو کر مرجانا چاہتا تھا اور ہم کو بلانے کا حکم دیا تھا، مگر لوگوں نے یہ پیغام ہم تک نہیں پہنچایا۔ لیکن اور لوگ اس امر سے بالکل انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا وہ زندگی میں کسی مذہب کا پابند نہیں تھا ویسا ہی آخری وقت میں بھی تھا، اور باپ کی طرح اس کا ارادہ تھا کہ اپنے کو پیغمبر بنا کر ایک نیا مذہب جاری کرے، میں نے ایک مسلمان شخص کی زبانی جس کا باپ جہانگیر کا ملازم اور اس کے امور خانگی سے تعلق رکھتا تھا، سنا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ نے شراب کی ترنگ میں کئی بڑے بڑے ملاؤں اور ایک پادری متوطن فلارنس (اٹلی کے شہر کا رہنے والا تھا) کو جس کی تندخوئی کی وجہ سے جہانگیر نے اس کا نام ''پادری آتش'' رکھ چھوڑا تھا بلوایا اور جب اس نے آکر بادشاہ کے حکم کے موافق بڑے زور سے دین اسلام کی بطلان اور اپنے مذہب کی تائید میں گفتگو کی تو بادشاہ نے کہا: مسلمان عالموں اور جیسویٹ پادریوں میں جو نزاع ہے اس کے تصفیہ کے لیے یہ عمدہ موقع ہے اور حکم دیا کہ ایک گہرا گڑھا کھود کر اس میں آگ جلائی جائے اور پادری انجیل اور ایک ملا قرآن بغل میں لے کر اس میں کود پڑیں دونوں میں سے جو بچ جائے گا میں اس کا مذہب قبول کرلوں گا۔ چنانچہ پادری آتش نے اس امتحان کو قبول کرلیا، لیکن ملا لوگ ڈر گئے اور بادشاہ دونوں پر رحم کر کے اس

Marfat.com

آزمائش کے کرنے سے باز آیا۔"

یہ واقعات بالکل غلط ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ جہانگیر کے دربار میں جیسویٹ لوگوں کی بڑی عزت وحرمت تھی، اور اس وجہ سے ان کو دین عیسوی کے یہاں پھیل جانے کی قوی امید تھی مگر اس زمانہ کے بعد باستثنا اس ربط وضبط کے جو داراشکوہ اور فادر بوزی کے باہم تھا، اس قسم کی کوئی امید باقی نہیں تھی۔ دلچسپ جھوٹ، طامس کہتا ہے کہ بھتیجے مذہب اس لیے بدلنا چاہتے تھے کہ پرتگیزی عورتیں ان کے نکاح میں آجائیں (گویا ان کو کہیں لڑکیاں نصیب نہیں تھیں) تاکہ جہانگیر ان کو حرم بنالے جہانگیر کے لیے بھی حرم عنقاء نہیں تھیں۔

اسی واقعہ کو ڈاکٹر بریز جہانگیر کی بدنیتی نہیں بلکہ مذہب عیسوی سے جہانگیر کی محبت ثابت کرنے کے لیے جہانگیر کے بارے میں کہتا ہے کہ اس نے دو بھتیجوں کو عیسائی بنانے کے لیے بہانہ کیا کہ ان کے ماں باپ عیسائی تھے۔ یہ بیانات مہمل ہیں نہ یہ صحیح ہے کہ جہانگیر نے عیسائی بنوانے کی کوشش کی نہ یہ درست ہے کہ جہانگیر نکاح کرا کے لڑکیوں کو حرم بنانا چاہتا تھا، البتہ یہ صحیح ہے کہ نصرانیوں کا دربار میں اثر ورسوخ پرتگیزی عیسائیوں کا زیادہ ہو گیا تھا۔

خسرو عیسائی سلطنت کا مامن ہے

سر طامس رو خسرو سے بڑا پرامید تھا مگر اس کا یقین تھا کہ خسرو عیسائیوں کا بڑا حامی ہے اس لیے کہ اس نے ایک بیوی کے علاوہ دوسری بیوی نہیں کی تھی۔ خسرو غیر مسلموں کا اور جہانگیر مسلمانوں کا سرگروہ تھا، اسی اعتماد پر ایسٹ انڈیا کمپنی (جو اپنی تجارت) کو وسیع پیمانے پر ہندوستان میں چلانا چاہتی تھی، طامس نے ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ کمپنی یہاں کے حالات سے آگاہ ہو جائے۔

ایک وقت آنے والا ہے جب تمام ہندوستان میں کھلبلی مچ جائے گی، اگر خسرو کامیاب ہوا تو انگریزوں کو فائدہ ہوگا اور عیسائی سلطنت کے واسطے ایک مامن ہوگا، وہ عیسائیوں سے محبت رکھتا ہے ان کی عزت کرتا ہے مگر خرم فتحیاب ہوگا تو انگریزوں کا نقصان ہوگا، وہ عیسائیوں سے نفرت کرتا ہے، وہ بڑا متکبر، ظالم، جھوٹا اور ریاکار ہے۔

Marfat.com

جہانگیر منوچی کی نظر میں

منوچی جہانگیر کو مسیحیت کا دلدادہ سمجھتا تھا، اس نے ان کے متعلق عجیب وغریب خیالات کا اظہار کیا ہے، معلوم ہوتا ہے مہمل باتیں اس کو مشنریوں نے بتائیں وہ لکھتا ہے:

(1) جہانگیر جس قدر موسیقی ورقص کا شوقین تھا اسی قدر مذہب اسلام کا مخالف تھا، اس لیے عمداً ایسے کام کرتا تھا جو مذہب اسلام میں کسی طرح جائز نہیں تھے، مثلاً روزہ نہ رکھنا، شراب پینا، سُور کا گوشت کھانا وغیرہ ان افعال سے وہ مسلمانوں کی تحقیر کرنا چاہتا تھا۔

(2) ایک مرتبہ اس نے عیسائی پادریوں سے دریافت کیا کہ سور کے گوشت کا مزہ کیا ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ اس کا خاص مزا اور خوشبو ہوتی ہے جو اور کسی گوشت میں نہیں ہوتی، جہانگیر ان پادریوں کے مکان پر گیا، اور وہاں خوب شراب پی اور سور کا گوشت کھا کر نہایت پسند کیا، اس کے بعد اس نے عام طور سے بلا اخفا ان دونوں چیزوں کا استعمال کیا، مولویوں نے کئی مرتبہ اس کو آگاہ کیا کہ شراب اور سور کا گوشت کسی طرح بھی جائز نہیں اور صریح طور سے قرآن میں اس کی ممانعت ہے، مولویوں کا بار بار سمجھانا اسے ایسے ناگوام گزرا کہ ایک روز تمام مولویوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ کس مذہب میں شراب پینی اور سور کا گوشت کھانا جائز ہے، سب نے بلا تفاق کہا کہ سوائے عیسائیوں کے تمام مذاہب ان کے استعمال کی ممانعت کرتے ہیں، یہ سن کر جہانگیر نے سب کے سامنے اپنا عیسائی ہونے کا منشا ظاہر کیا اور حکم دیا کہ درزیوں کو بلا کر اس کا لباس یورپین وضع کا تیار کرایا جائے اور انگریزی ٹوپی تلاش کی جائے، مولوی اس امر پر حیرت زدہ رہ گئے اور آپس میں مشورہ کر کے قرار پایا کہ خاموشی اختیار کر کے بادشاہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ مجھ سے ایسے شخصوں نے یہ حکایت بیان کی کو جو خود اس جگہ موجود تھے، ان مولویوں کو آسانی سے مرعوب کر کے ہر موقعہ پر ضداً ایسی حرکات کرتا جو ان کے خلاف ہوتیں چنانچہ اس نے خالص سونے کے سور بنا کر اپنی خواب گاہ میں رکھے تھے جب خواب سے بیدار ہوتا تو ان کو دیکھ کر کہتا کہ ان سوروں کی تصاویر دیکھنا کسی مسلمان کی صورت دیکھنے سے بہتر

Marfat.com

ہے، جہانگیر کے انتقال کے بعد اس کے فرزند شاہجہاں نے ان تصاویر کو قلعہ لاہور میں شاہی تخت گاہ کے سامنے دفن کرادیا۔

ایک بات جو اس نے مسلمانوں کی دل شکنی کے لیے اختیار کی وہ روزہ سے انکار تھا، جیسا کہ سال بھر میں ایک ماہ مسلمان روزے رکھتے ہیں، روزہ کی حالت میں مسلمان دن میں کھاتے پیتے نہیں بلکہ تمام دن ان کا سونے میں گزرتا ہے اور رات کھانے پینے اور دیگر تفریحی کاموں میں بسر ہوتی ہے جہانگیر بالکل اس کے برعکس کرتا، اور اس مہینہ میں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ دوپہر کو وہ دربار عام نہ کرتا ہو اور کم وبیش دو گھنٹہ لوگ دق نہ ہوتے ہوں، جہانگیر خود بھی سب کے سامنے کھاتا پیتا اور کھانے کی چیز ان کو دیتا، جن کی صورت سے روزہ دار ظاہر ہوتا تھا، اس سے اس کا یہ مطلب ہوتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے، کسی کی مجال نہیں تھی کہ کھانے سے انکار کرے، کیونکہ ممکن تھا بادشاہ ناراض ہو کر اسے شیروں کے آگے ڈلوادے۔ (سفرنامہ منوچی، صفحہ:138-139)

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ جہانگیر عیسائی ہونا چاہتا تھا اس لیے وہ مسلمانوں کو ذلیل کرتا، کئی مرتبہ اس نے مولویوں کو پادریوں کے ساتھ اپنی موجودگی میں مناظرہ کا حکم دیا، اور ہمیشہ پادری غالب رہتے تھے، ایک دفعہ مولویوں نے جواب سے عاجز آ کر کہا کہ ہم کیا جواب دیں جو اہلِ علم ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہمارے اعتراضات نہایت قوی ہیں اور انجیل میں تحریف کی گئی ہے۔ مولویوں کے علاوہ یہ بات قاضی نے بھی کہی تھی، پادری نے بادشاہ سے کہا میں تمام دربار میں یہ ثابت کرنے کے لیے تیار ہوں کہ اس انجیل میں جو میرے ہاتھ میں ہے تحریف نہیں کی گئی اور یہ اصلی خدا کا کلام ہے اور یہ اسی طرح ثابت ہوسکتا ہے کہ گھاس کا ایک انبار لگایا جائے اور اس پر میں انجیل اور قاضی قرآن کے ساتھ بیٹھ جائیں پھر گھاس کے انبار میں آگ لگا دیجیے، اس کے بعد حضور اور تمام درباریوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کون مذہب حق پر ہے۔

اس گفتگو سے قاضی خوفزدہ ہوا، کیونکہ اس کو علم تھا کہ جہانگیر کا مزاج ایسا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ اس کا تجربہ کرنے کا حکم دے اس نے اپنا سر جھکا لیا، چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ایسی

Marfat.com

دہشت طاری ہوئی کہ اس کا پائخانہ خطا ہو گیا، اور تمام دربار میں بدبو پھیل گئی، جب یہ بدبو بادشاہ تک پہنچی تو مثل درباریوں کے اس نے بھی ناک بند کر کے کہا کہ پادری اپنے مذہب کی حقیقت ثابت کرنے کے لیے آمادہ ہے مگر خوف کی وجہ سے قاضی سے غلطی سرزد ہوگئی، اس کے بعد پادری سے کہا کہ آج سے تمہارا نام پادری آتش رکھا گیا، مذکورہ پادری کا نام جوزف تھا مگر اس واقعہ کے بعد وہ پادری آتش کہا جاتا تھا۔ (سفرنامہ منوچی، صفحہ:141-140)

منجملہ اور عمدہ کاموں کے جہانگیر کے ایک یہ بھی تھا کہ عیسائی پادریوں کے ساتھ خاص مہربانی سے پیش آتا تھا، لاہور میں مذہبی آزادی تھی یہ عیسائی پادری بادشاہ کے لڑکوں کو بھی تعلیم دیتے تھے، جہانگیر کے ایک لڑکے نے جو پادریوں کے رنج پہنچنے کی وجہ سے اس گرجے کو جلوا دیا تھا اور اس کا گھنٹہ آگرہ بھیج دیا۔ (سفرنامہ منوچی، صفحہ:156)

شاہجہاں کے دور میں پرتگیزی عیسائیوں کے مظالم

بنگال میں پرتگیزی عیسائیوں کے جہاز کی آمد 1516ء میں شروع ہوئی، (تاریخ ڈاکٹر جیمس وایز)

بنگالیوں کے عہد میں فرنگی سوداگروں کا ایک گروہ جو سراندیپ لنکا کے رہنے والے چٹگام میں آمد و رفت رکھتے تھے، ان لوگوں سے چٹگام سے بڑھ کر کہاریٰ کے کنارے خرید و فروخت کے نام پر چند گھر بنائے، یہ وہ جگہ ہے جہاں شہر ہوگلی آباد ہوا، چٹگام حکمران بنگالہ کی غفلت و لاپرواہی سے یہ نئی آبادی فرنگیوں کی ہی بن گئی۔ ان لوگوں نے اپنا قدم اور اس طرح مضبوط کیا کہ ایک طرف دریا تو تھا ہی باقی تینوں طرف گہری خندق کھدوا کر پانی سے بھر کر جزیرہ کی شکل بنالی اور اس کے اندر مضبوط عالی شان عمارتیں بنا کر توپ بندوق اور سامان جنگ سے خوب مستحکم کر لیا۔ یہ آبادی ایسی بڑھی کہ بندر چٹگام کا بازار سرد پڑ گیا، رفتہ رفتہ ان لوگوں نے ہوگلی کی کھاڑی کے دونوں طرف جو پرگنے تھے تھوڑے تھوڑے معاملے پر وہ بھی اجارے لے لیے، اور وہاں کی رعایا کو زبردستی اور طمع دونوں طریقہ سے کرسچین (عیسائی) بنا کر فرنگستان

Marfat.com

بھیجنا شروع کیا، اگر چہ رعیت کے کم ہو جانے سے اجارہ کا روپیہ گرہ سے بھرنا پڑتا تھا مگر اس کے باوجود وہ اس فعل کو ثواب سمجھ کر اس نقصان کو سوداگری کے نفع سے پورا کر لیتے، ان کی یہ کارروائی صرف دیہات تک محدود نہیں تھی، بلکہ دریا کے کنارے کا جو آدمی ملتا اس کو پکڑ کر عمل مقررہ کرتے۔ (بادشاہ نامہ حمیر لاہوری)

مرنے والوں کا مال ضبط کرنا، متوفی کے نابالغ ہندو مسلمان بچوں کو عیسائی بنا کر غلام بنانا، ناواقفیت اور غلطی سے داخل ہونے پر ہندو فقیر کو تکلیف دے کر مار ڈالنا اور مسلمان فقیروں کو قبر میں رکھنا اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔ (تاریخ خفی خاں، تاریخ ہند، ذکاء اللہ جلد ہفتم، صفحہ: 144)

پرتگیزیوں کو مظالم کا جواب

یہ برا سلوک شاہجہاں ایام شاہزادگی میں دریائے بنگالہ پر دیکھ آیا تھا، تخت پر بیٹھتے ہی عمال و حکام اور کاموں پر قابو پاتے ہی قاسم خان کو بنگالہ کا صوبیدار مقرر کیا، اور پرتگیزی عیسائی قوم کے استیصال کا حکم دیا، اور اس ''عقدہ دشوار کشا'' کے کھولنے کی خشکی اور تری دونوں طرف سے حملہ کرنے کی تدبیریں بتائیں۔ صوبیدار نے شعبان 1041ھ کو سردار الٰہ یار خاں کو مع عنایت اللہ اپنے بیٹے اور کئی سرداروں کے بردوان بھیجا اور ہدایت کی کہ بجائے ہوگلی کے یہ مشہور کریں کہ بردوان کی طرف مقام ہجلی کے خاتمے کے لیے فوج آئی ہے، سردار بہادر کو مخصوص آباد (مرشد آباد) کے محال خاص کے بندوبست کے بہانے بھیجا، اور سمجھا دیا کہ ضرورت کے وقت اللہ یار خاں کے پاس پہنچ جانا، یہ احتیاطیں اس لیے تھیں کہ پرتگیزی اپنے مال و عیال کے ساتھ کشتیوں پر نہ بھیج سکیں، ان کے علاوہ یہ تدبیر کی گئی کہ چند سرداروں نے سری پور بندر سے نواڑہ میں بیٹھ کر اول کھاڑی کے دہانہ کو جا کر روک لیا، اس کے بعد اللہ یار خاں نے بردوان سے دفعتاً کوچ کر کے ایک چڑگاؤں اور ہوگلی کے درمیان آ ڈیرہ جمایا، اور بہادر نے پانچ سو سواروں اور پیادوں کی جمعیت سے مخصوص آباد سے آ کر ہوگلی کی کھاڑی میں

Marfat.com

تنگ جگہ کشتیوں سے پل باندھ کران کے سمندر میں بھاگنے کا راستہ روک دیا، چاروں طرف سے گھیر کر سرنگیں کھدوائیں اول توپ اور بندوق سے لڑائی شروع کر کے آخر کار سرنگ میں آگ لگادی، مکان فرنگی دھوئیں کی طرح اڑ گئے، اور جو کشتیوں سے بھاگے وہ پانی میں ڈوبے، جو کشتیوں پر پہنچے وہ تلوار کی نظر ہوئے، دو ہزار مرد عورت کا جہاز جس میں بارود کا ذخیرہ تھا وہ خود پرتگیزی عیسائیوں نے جلادیا، غرض عیسائی دس ہزار کے قریب بار دو میں اٹے پانی میں ڈوبے، آگ سے جلے باقی نصرانی مرد و عورت چار ہزار چار سو قید ہوئے اور جو رعایا کی خلقت عیسائیوں کی قید تھی ان کو رہائی ملی، 11 محرم 1042ء کو قاسم خاں یہ قیدی ان بتوں سمیت جو رومن کیتھولک عیسائیوں کے گرجوں میں ہوتے ہیں بادشاہ کی نذر گزاری جو مورتیں بعض پیغمبروں کی تھیں ان کو اد باً دریائے جمنا میں ڈبویا اور باقی کو توڑ ڈالا۔ (سفرنامہ ڈاکٹر بریز جلد او، صفحہ: 301 تا 304)

ڈاکٹر بریئر کی مرثیہ خوانی

اس کے بعد آپ ڈاکر بریز کی مرثیہ خوانی بھی سن لیجیے، اور الزامات کی فہرست بھی دیکھ لیجیے۔

یہ لوگ (پرتگیزی) ہوگلی میں جہانگیر کی مہربانی سے آباد ہوئے تھے، جو عیسائیوں سے بالکل تعصب نہیں رکھتا تھا اور ان کی تجارت فوائد کثیر حاصل کرنے کی امید رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں ان لوگوں نے اس سے یہ عہد کیا تھا کہ ہم خلیج بنگال کو بحری قزاقوں سے محفوظ رکھیں گے مگر شاہجہاں چونکہ مذہب اسلام کا زیادہ پابند تھا، ان کو اس سبب سخت سزا دی کہ وہ نہ صرف اراکان کے قزاقوں کو جرأت دلاتے تھے بلکہ خود بھی بہت سے غلام جو بادشاہی رعیت تھے اپنے پاس رکھتے تھے ان کے آزاد کرنے سے انکار کرتے تھے پہلے اس نے دھمکا کر پھسلا کر ان سے بہت سا روپیہ لیا، اور آخر ان کو احکام شاہی بھیجے تو انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا، آخر کار محاصرہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا گیا اور عموماً سب کو غلام بنا کر آگرہ بھیج دیا، زمانہ قریب کی تاریخوں میں ان لوگوں کی مصیبت کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی، بلکہ وہ اس گروہ بنی اسرائیل کی مصیبت سے

Marfat.com

بہت کچھ مشابہ تھے۔ جو بیت المقدس سے قید کر کے تمام بابل بھیج دیے گئے تھے۔ کیونکہ شاہجہاں کے حکم کی تعمیل سے نہ کوئی مستثنیٰ رہا، نہ کوئی واعظ نہ کوئی درویش، چنانچہ حسین اور خوب صورت عورتیں تو کیا بیاہی کیا کنواری لونڈیاں بنا کر محل سرائے شاہی میں بھیج دی گئیں اور جو زیادہ عمر کی تھیں یا ان کی شکل اچھی نہیں تھی امیروں کو تقسیم کی گئیں اور کم سن لڑکے ختنہ ہو غلام بنائے گئے اور جو جوان تھے وہ بڑے بڑے وعدوں کی امید پر ہاتھی کے پاؤں سے کچلوائے جانے کی دھمکیوں سے مسلمان ہو گئے۔

آگرہ اور لاہور کے گرجوں کی مسماری

البتہ چند درویش اپنے مذہب پر قائم رہے، اور فرقہ جیسویٹ کے عیسائیوں اور پادریوں کی مہربانی سے جنہوں نے اس آفت کے زمانہ میں بھی گوا کا رہنا ترک نہ کیا اور بہت سا روپیہ خرچ کر کے اور دوستوں سے سعی و سفارش کرا کے اپنے فیاضانہ ارادے میں کامیاب ہوئے، گوا اور مقامات مقبوضہ پرتگال بھیجے گئے، مگر ہوگلی کے حادثے سے پہلے یہ پادری بھی شاہجہاں کے عتاب سے بچے نہ تھے، چنانچہ اس نے آگرہ کا عالی شان اور خوبصورت گرجا جو جہانگیر کے عہد میں مع ایک اور گرجا کے جو لاہور بنایا گیا تھا، مسمار کرا دیا تھا، اس گرجا کے مینار پر ایک گھنٹہ لگا ہوا تھا جس کی آواز تمام شہر میں سنائی دیتی تھی اس کے بعد ایک چھوٹا سا گرجا بغیر گھنٹے اور مینار کے تعمیر کرنے کی اجازت دیدی گئی۔

شاہجہاں کے دربار میں مناظرہ

پادری ڈوم میتھوس سلطنت مغلیہ میں تبلیغ کا کام شرع کرنا چاہتا تھا، اور بادشاہ سے اجازت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر دربار ہو کر عرض کیا کہ دور دراز فاصلے سے وہ اس لیے حاضر ہوا ہے شاہجہاں نے اس کی صورت سے معلوم کر لیا کہ وہ راہب ہے، بادشاہ نے تمام مسلمان عالموں کو جمع کیا اور پادری سے ان کے ساتھ مذہبی گفتگو کرنے کو کہا اس پر ڈوم میتھوس نے یہ تقریر کی کہ ایک غیر ملک میں مسافر کو دو آدمی ملے جس میں سے ایک سور ہا تھا، اور دوسرا

Marfat.com

بیدار تھا، میں حضور سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ مسافر کس سے راستہ دریافت کرے، پادری نے سوال کرنے میں یہ امر ملحوظ رکھا تھا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح زندہ ہیں یعنی جاگ رہے ہیں اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت تک آرام فرمائیں گے۔ شاہجہاں نے تمام علماء سے جواب طلب کیا، سب خاموش رہے، سعد اللہ خان بھی مرد فاضل وہاں موجود تھا اس کو علماء کا سکوت دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ پادری غالب آ کر مذہب عیسوی کی کہیں تبلیغ شروع نہ کر دے اور اسلام کی بے عزتی کا باعث نہ بنے اس نے بادشاہ سے جواب دینے کی اجازت لی اور کہا کہ اس مسافر کو انتظار کرنا چاہیے کہ جو شخص سو رہا ہے وہ بیدار ہو جائے، دوسرا ہو تو اس سے دریافت کر لے۔

اس جواب سے سعد اللہ خاں کا یہ مطلب تھا کہ مسیح کو خود راستہ معلوم نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی بیداری کا منتظر ہے، سعد اللہ خاں کا عالموں نے شکریہ ادا کیا۔ (سفرنامہ منوچی، صفحہ:195)

تقابل کیجیے پرتگیزیوں کے مظالم. سے اور ڈاکٹر برنیر کی بیان کردہ پرتگیزیوں کی معصومیت سے۔

غلط افواہوں سے تبلیغ کرنا

یہ پادری ان زیادتیوں کے بعد ہندوستانیوں کو اپنے مذہب اور دھرم سے برگشتہ کرنے اور عیسائیت کے جال پھنسانے اور اپنے تمدن و معاشرت کی فوقیت جتانے کے لیے بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ علی الاعلان شرمناک قسم کی افواہیں پھیلاتے تھے چنانچہ آپ نے جہانگیر سے متعلق ''توقعات جلیلہ'' تو سن ہی لیے۔ اب ڈاکٹر ویلر (جو خود یا پادریوں کے کہنے پر عجیب و غریب قسم کی بے بنیاد باتیں اڑانے کی عادی ہیں) وہ شاہجہاں کے بیٹوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شاہجہاں کو اسلام کی طرف رغبت اپنی بیوی کی وجہ سے تھی وہ پرتگیزیوں سے نفرت کرتی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جہانگیر کی سلطنت میں اس کی دو بیٹیوں کو پادریوں نے

Marfat.com

عیسائی بنالیا تھا۔ یہ جوان لڑکیاں اس لیے عیسائی مذہب کی طرف راغب ہوگئی تھیں کہ خاوند کے لیے دوسری بیوی کرنا ممنوع تھا اور حرم کی قید و بند کی بندشوں سے رہائی ملتی تھی۔'' (تاریخ ہند، ذکاءاللہ جلد 7)

اس واقعہ میں ذرّہ برابر صداقت نہیں ہے شاہجہاں کی چھ لڑکیاں ہوئیں تھیں جن میں چار حورنساء بیگم (3 سال ایک ماہ کے بعد) شریابانو سات سال کی عمر میں اور گوہر بیگم اور حسن آراء بیگم عہد طفولیت ہی میں فوت ہوگئی تھیں، دو لڑکیاں بادشاہ بیگم اور روشن آراء بیگم زندہ رہیں۔ بادشاہ بیگم کبھی بے پردہ نہیں ہوئی۔ آخر عمر میں باپ کی چہیتی اور ہم نوا ہونے کی وجہ سے باپ کے ساتھ قید میں رہیں اور یہی حالت روشن آراء بیگم کی تھی وہ کبھی حرم سے باہر نہیں نکلیں اور عمر بھر اورنگ زیب کے ساتھ حکومت کے کاموں ہاتھ بٹاتی رہیں۔

عیسائی پرتگیزیوں کی بحری قزاقی

عالمگیر کے زمانہ میں یسوع مسیح کے نام لیوا نصرانی تبلیغ و مشنری کے نام پر کیسے مکروہ اور قبیحہ افعال کے مرتکب ہو رہے تھے اور اخلاق نصرانیت کا اظہار فرما رہے تھے اس کو تفصیل کے ساتھ عیسائیت کے شیدائی اور مبلغین کے مداح ڈاکٹر برنیر سیاح سے سنیے:

''ارکان میں برسوں سے بہت سے نوآباد پرتگیز اور عیسائی غلام اور دوغلے پرتگیز اور اہل فرنگ جو ادھر ادھر کے ملکوں سے آکر جمع ہو گئے تھے رہتے تھے یہ ریاست ان بدچلن لوگوں کے لیے جائے پناہ بنی ہوئی تھی جو گوا، سیلان، کوچین، ملاکا اور ہندوستان کے اور مقامات سے جو اس سے قبل پرتگیزیوں کے قبضے میں تھے یہاں چلے آئے تھے، اور جو بدمعاش فقیر اپنی خانقاہوں کو چھوڑ آتے تھے یا جو بداطوار لوگ دو تین عورتوں سے شادی کر کے یا کسی اور بڑے گناہ کے مرتکب ہو کر بھاگ آتے تھے، یہاں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی، یہ صرف نام کے عیسائی تھے، اور اراکان میں ان کا طرزِ معاشرت نہایت قابل نفرت تھا، چنانچہ بے دھڑک ایک دوسرے کو زہر دیدیتے یا قتل کر دیتے تھے اور بعض اوقات اپنے پادریوں کو بھی جو سچ پوچھو تو وہ بھی ان سے کچھ کم نہ تھے مار ڈالتے تھے اور اراکان کے راجہ نے جو ہمیشہ سلاطین مغلیہ سے

Marfat.com

خوفزدہ رہتا تھا اپنے ملک کی سرحد پر ان کے وجود کو بمنزلہ ایک کارآمد جنگی چوکی کے سمجھ کر چٹگام کی بندرگاہ اور بہت سی زمینیں آبادی کے لیے دے رکھی تھیں، ان بدمعاش اور بے لگام لوگوں کا پیشہ لوٹ کھسوٹ اور سمندری غارتگری کے سواء کچھ نہ تھا، چنانچہ یہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں چڑھ کر ادھر ادھر سمندر میں گشت لگاتے اور گنگا کی بے شمار شاخوں اور کھاڑیوں میں جا گھستے اور بنگال کے حصۂ پائین کے جزیرہ کو تباہ و برباد کرتے اور ملک کے اندر ڈیڑھ سو میل تک چلے آتے اور تمام لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے تھے یہی لوٹ مار کی وجہ ہے کہ گنگا کا دہانہ ویران و سنسان پڑا ہے اور سوائے شیروں اور جنگلی جانوروں کے اب وہاں کوئی نہیں رہتا۔"

ہندوستانیوں کی فروختگی

ان قیدیوں کے ساتھ وہ بڑی بے رحمی اور بدسلوکی سے پیش آتے تھے ان کو یہاں تک جرأت ہوگئی کہ بڈھے آدمیوں کو بیکار جان کر انہیں اور مقامات پر فروخت کرنے کے لیے جاتے تھے، جہاں سے ان کو پکڑ کر لاتے تھے اکثر دیکھا جاتا تھا کہ وہ لوگ جو کل اتفاقاً بھاگ کر ان کے ہاتھ سے بچ گئے تھے آج اپنے بڈھے باپ کو ان سے چھڑاتے تھے، ان قیدیوں کو قزاقی سکھاتے تھے، یہاں تک کہ وہ خود قتل و غارتگری کے شائق بن جاتے تھے، یا ان کو گوا کے پرتگیزیوں کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے، بلکہ خاص بنگالہ میں ہوگلی کے رہنے والے بھی ان کے خریدنے میں کچھ تامل نہیں کرتے تھے، یہ ہولناک تجارت گالیس تک ہوتی تھی جو راس پال ماس (جو افریقہ کے مغربی ساحل کے نزدیک واقع ہے) کے قریب ایک جزیرہ ہے، یہ لوگ غلاموں سے بھری کشتیوں کی کشتیاں ارزاں قیمت پر خرید لیتے تھے۔ نہایت افسوس ہے، فرنگستان کی اور قوموں نے بھی چٹگام کے ان قزاقوں کے ساتھ (جو یہ شیخی مارتے تھے کہ ہم ایک سال کے اندر اس قدر ہندوستانیوں کو عیسائی بنا لیتے ہیں جو پادری لوگ ہندوستان میں دس برس میں بھی نہیں بنا سکتے) اس مذموم تجارت کو جاری رکھا، سبحان اللہ! مذہب عیسائی کے پاک اوامر کو اس طرح سے متواتر توڑنا اور اس کے نواہی کی تحقیر کر کے اعلانیہ اس کے

Marfat.com

برخلاف عمل کرنا کیا یہی عمدہ طریقہ ہمارے دین مقدس کے پھیلانے کا ان کم بختوں نے نکالا ہے۔'' (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر)

یہ تو بقول ڈاکٹر برنیر پرتگیزی غنڈے تھے، مگر پرتگیزی شرفاء اور ذمہ دار حکام عالمگیر کے دور میں کیا کر رہے تھے، کسی اعمال پر ان کی زندگی اور پرورش کا انحصار تھا وہ عالمگیری دور کے مصنفین سے سنیے۔

شریف نصرانی پرتگیزیوں کے عمل

پرتگیزی سمندر کے کنارے نیادر ہند ہوگلی کے قریب رہتے تھے، مسلمانوں کے لیے ایک جداپورہ آباد کیا تھا، وہاں اذان ونماز کا رواج تھا، نماز بلاش تشویش کے کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا، ان کے تعلقہ میں رعایا کا کوئی آدمی مر جاتا تھا اور اس کا کوئی نابالغ لڑکا نہ ہوتا تو اس کے بچوں کو اپنی سلطنت کا بیت المال سمجھ کر اپنے گرجا میں لے جاتے تھے، پادری ان کو مذہب عیسائی سکھاتا تھا، خواہ وہ سید یا برہمن ہوں، ان کو عیسائی بناتے اور غلاموں کی طرح ان سے خدمت لیتے تھے، اسی پر بس نہیں، 1105ء میں جو مسلمان حج کو جا رہے تھے ان کو گرفتار کر لیا، واپسی پر گنج سوائی عالمگیری جہاز پر قبضہ کر کے اس کو لوٹا، اور جتنے مسلمان جہاز پر تھے ان کو برہنہ اور مستورات کی بے حرمتی کی جس کی وجہ سے مستورات نے سمندر کی تہ اور خنجر کی دھار کی نذر ہونا منظور کیا، پرتگیزیوں کا سرمایہ تجارت میں ایک لاکھ سے زیادہ کا نہ تھا باقی دولت کا مدار راہِ کعبۃ اللہ کے جہازوں کی دست اندازی پر تھا۔ (تاریخ ہند، ذکاء اللہ ہشتم 412)

عالمگیر پر عیسائیوں کا کیا کسی غیر مسلم فرقہ کا اثر نہ تھا البتہ داراشکوہ کی وجہ سے عیسائیوں کو کچھ ہمت بندھی ہوئی تھی، داراشکوہ کے اس زمانہ کے عیسائیوں سے گہرے تعلقات تھے، وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ دارا مسیحی ہے چنانچہ یورپین سیاحوں نے اسی وجہ سے یہ لکھا کہ داراشکوہ عیسائی مرا ہے، اور جب وہ مرا ہے تو اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ''محمد مرا کشتند وابن اللہ مریم مرا می بخشد۔''

داراشکوہ پادری بوزی کے (جو فرقہ جیسویٹ سے تعلق رکھتے تھے) مذہبی واعظوں کو سنتا

Marfat.com

تھا اور کچھ اعتقاد کا اظہار بھی کرتا تھا، لیکن صحیح یہی ہے جو ڈاکٹر برنیر کی رائے ہے کہ داراشکوہ ہندوؤں کے ساتھ ہندو اور عیسائیوں کے ساتھ عیسائی تھا اور وہ مصلحتاً ایسا کرتا تھا۔ بہر حال عیسائی پادریوں نے اس کو اپنا ہی سمجھا، چنانچہ ویلر صاحب نے پادریوں کا یقین کر کے ایک عیسائی عورت مسیح النساء کی شادی بھی اس سے کرا ہی دی اور حسب ذیل واقعہ لکھا:

مسیح النساء سے داراشکوہ کی شادی

مسیح النساء کچھ دنوں سے گوا میں آ کر رہ رہی تھی داراشکوہ جو نصرانیت کی طرف رجحان رکھتا تھا اور جس کے پاس کئی پادری ملازم بھی تھے اور اکثر تنخواہ پاتے تھے، اس کے بارے میں پنڈتوں کا خیال تھا کہ اس پر ہمارا قبضہ ہے، لیکن جو عروج داراشکوہ کے دربار میں پادریوں کا تھا وہ پنڈتوں یا مسلمانوں کا نہیں تھا۔

داراشکوہ کی گوا کے پادریوں نے دعوت کی، وہ جب گوا پہنچا تو وہاں کے پادریوں نے بڑے جشن منائے گویا دوبارہ حضرت عیسیٰ آسمان سے چلے آئے۔

داراشکوہ کی دعوت کا شاندار انتظام کیا گیا تھا، اس میں بڑے بڑے سیاح عالم تاجر مدعو کیے گئے تھے۔ ایک طرف سولہ سترہ برس کی ایک یورپین لیڈی بیٹھی ہوئی تھی جو داراشکوہ کے ہی قریب تھی، داراشکوہ سے تعارف کرایا گیا، بتایا گیا کہ لڑکی سرکیشیا کی باشندہ ہے، تھوڑی دیر تک دونوں کی باتیں ہوتی رہیں، پھر شراب کا دور چلنے لگا، لیڈی داراشکوہ کو اپنے ہاتھ سے جام بھر بھر کر پلانے لگی، دو گھنٹے محفل جمی، پھر داراشکوہ اپنی جاء قیام پر آیا، ساتھ میں مسیح النساء بھی آئی، مکان پر پہنچ کر اس سے داراشکوہ نے دریافت کیا، کہ تم اصل کون ہو؟ یہاں کیوں آئی ہو اور تمہارا پیشہ کیا ہے؟

اس نے بتایا کہ میں اصل میں ایک سپاہی کی بیٹی ہوں جس کا شاہی خاندان سے تعلق تھا، میرا باپ عیسائی تھا جو جنگ میں مارا گیا، میرا چچازاد بھائی مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا، میں نے انکار کیا وہ میرا دشمن ہو گیا، اس عرصہ میں معلوم ہوا کہ میرے دو بھائی بھی جنگ میں کام

Marfat.com

آ چکے ہیں، چچازاد بھائی ستانے لگے، تو میں ایک ترکی طبیب کے پاس چلی گئی اس نے مجھ کو اچھی طرح رکھا اس کے انتقال کے بعد میں ترکستان چلی آئی، وہاں سے گوا پہنچی، ایک پادری نے مجھے بیٹی بنالیا، قصہ مختصر داراشکوہ کی اس لڑکی سے مسیحی طور پر شادی ہوگئی اور وہ اسے لے کر آگرہ چلا آیا، وہ کئی زبانیں جانتی تھی، اس نے داراشکوہ کی بڑی خدمت کی۔

منوچی بھی دارا کو پکا عیسائی اور عیسائیوں کا ہمدرد سمجھتا ہے، اور وہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ وہ عیسائی ہوکر مرنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے دارا کے بارے میں جو کچھ معلومات دی ہے وہ یہ ہے: میرے وقت میں تین پادری دارا کے دربار میں تھے

(1) اسٹے مل پیکا، (2) پیڈرو جزرٹ ساکن پرتگال، (3) ہنری کوئیس بیزو۔

مؤخرالذکر پادری کو دارا بہت عزیز رکھتا تھا اور جتنی مرتبہ وہ دربار میں آتا، ہر دفعہ پچاس روپے مع دو دوشالوں کے دیتا، اس پادری کی تمام درباری عزت کرتے تھے، کئی موقعوں پر دارا نے ان پادریوں کے ساتھ شراب بھی پی۔

جب دارا خشکی سے سندھی کو پہنچا تو ایک برہنہ پا راہب مسمی میری پیٹروڈی سیناٹری سا موجود تھا جس سے میری اصفہان میں ملاقات ہوئی تھی، یہ نہایت نیک اور صاحب علم ہونے کے علاوہ عربی فارسی ہندستانی زبانوں سے واقف تھا، دارا نے اسے بلا کر انجیل اور مذہب عیسوی پر گفتگو کی، راہب کے دلائل سن کر وہ تھوڑی دیر تک غور کرتا رہا اور پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگا اگر دنیا میں کوئی مذہب حق ہے تو وہ عیسائیوں کا ہے کیونکہ رومن اور مختلف ملکوں کے پادریوں سے اکثر گفتگو کرنے سے بھی ثابت ہوا کہ یہ بات کسی مذہب میں نہیں ہے، ہندو، مسلمان، یہودیوں کے مذاہب میں بہت اختلافات ہیں۔

پھر راہب سے کہنے لگا، اے مہربان باپ میں عیسیٰ مسیح سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بادشاہ بنادے، اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ خاص آگرہ میں حضرت بی بی مریم کا گرجا تعمیر کرادوں گا اور تمام پادریوں کو گرجے بنانے اور آزادی سے تمام سلطنت میں انجیل کا وعظ کرنے کی اجازت دوں گا۔ (منوچی:312)

Marfat.com

دارا نے جب سمجھ لیا کہ اس کی زندگی کے صرف چند روز باقی ہیں تو وہ روحانی طور سے اپنی نجات کی فکر کرنے لگا، اس لیے اس نے محافظوں سے منت کی کہ کوئی شخص پادری بینرو کو بلا دے جو مشہور آدمی ہے، جب محافظوں نے کچھ توجہ نہ دی، دوبارہ کوشش کی جب اس نے سمجھ لیا کہ یہ بینرو کو نہیں لا سکتے تو اس نے کہا کہ کسی یورپین پادری کو بلا دو، جب اس نے دیکھا کہ اس کی خواہش پوری نہیں ہو سکی تو اس نے بہ آواز بلند چلا کر کہنا شروع کیا ''محمد مرا می کشتند وابن اللہ زجان می دہد (محمد مجھ کو مار ڈالتا ہے اور خدا کا بیٹا مجھے جلاتا ہے۔)۔''

ان الفاظ اور نیز اس فقرہ سے جو اس نے پادری ٹھٹہ میں پادری پیڈرو سے کہا تھا کہ اگر کوئی مذہب دنیا میں حق ہو سکتا ہے تو وہی ہے جس کی انگریزی پادری تعلیم دیتے ہیں اور اس اضطراب سے جو اسے پادری کے نہ آنے سے ہوا یہ ثابت ہوا کہ دارا عیسائی ہونا چاہتا تھا، مجھے ان محافظوں سے جن سے میری راہ و رسم تھی یہی ثابت ہوا، اور انہوں نے اسی کی تصدیق کی۔ (منوچی:345)

عالمگیر نے مسیح النساء کو اپنی بیوی بنایا

دارا شکوہ سے لڑائی ہوئی تو اس وقت مسیح النساء نے دارا شکوہ کو مشورہ دیا کہ ترکی چلے چلو، لیکن اس سے ملنا مناسب نہ سمجھا، لڑا اور قتل ہوا، دارا شکوہ کا جب جلوس نکلا ہے اس وقت وہ دارا شکوہ کے پہلو میں بیٹھی تھی، دوسرے جب وہ جلا دطشت اور خنجر لے کر آتا ہے تو مسیح النساء دارا شکوہ سے علیحدہ کر دی جاتی ہے، اس واقعہ سے چند روز بعد مسیح النساء سے عالمگر نکاح کی درخواست کرتا ہے وہ پہلے انکار کرتی ہے اور انکار بن نہیں پڑتا، تو نکاح ہو جاتا ہے۔

ویلر لکھتا ہے کہ یہ مسیحی خاتون سب سے زیادہ عالمگیر کو پیاری تھی ایک لڑکا مسیح النساء سے پیدا ہوا جس کا نام بخش تھا، جس کو اس زمانہ کے انگریز لوگ کام بکس کہتے تھے۔ یہ وہی لڑکا ہے جس کو عالمگیر سب سے زیادہ چاہتا تھا، مسیح النساء عالمگیر پر راغب نہ تھی، مرتے دم تک متنفر رہی۔''

Marfat.com

ویلر لکھتا ہے کہ مؤرخ اب تک یہ نہیں جانتے کہ کام بخش اس کے بطن سے ہے، کوئی لکھتا ہے نواب بائی سے، کوئی دلرس، کوئی سروپی سے (تذکرہ عالم، صفحہ:175 تا177)

کسی مؤرخ نے سوائے ویلر اور جلال الدین کے اس عالمگیر کی مسیحی بیوی کا ذکر نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے جلال الدین بھی ویلر کے ہی جھانسے میں آئے، جو ایسی بے سروپا بات لکھی۔

مبلغین مسیحی کی عالمگیری دور میں حالت

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ کے خاتمہ پر ہندوستان کے عیسائیوں کی جدوجہد اور جہانگیر کے کامیاب دور نصرانیت کا ذکر کرنے کے بعد ہندوستان کے مبلغین کی حیثیت ہندوستان کی مذہبی حالت اور تبلیغ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اسلام کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے مشنری ورک کا اصل مقصد عیاں ہو جاتا ہے اور نصرانیت کی قلعی کھل جاتی ہے، اندازہ لگائیں کہ نصاریٰ کو اہل کتاب سمجھ کر دوستی کا دم بھرنے والے اندازہ لگائیں کہ ایمانی قوت دشمن کے لیے کیسی خوفناک شے ہے۔

''میری دانست میں ان لوگوں کا مقصد پسندیدہ ہے۔ اور اس کام کے لیے جو یہ ایسے بعید ملک میں آئے بیشک قابل تعریف ہیں، خصوصاً کیپوشین اور جیسویٹ فرقہ کے لوگ جو اپنے عقائد مذہبی کو ہر قسم کے لوگوں پر نہایت انکسارانہ طریقہ سے ظاہر کرتے ہیں، اور بدتمیزی اور تعصب کو چھوتے تک نہیں، اور عیسائی مذہب کے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کیتھلک فرقہ کا ہو یا لون یا آرمینیا چرچ کا مقلد ہو، اور نسٹورین ہو یا جیوکیٹ محبت اور فیاضی سے پیش آتے ہیں، اور پردیسی اور مفلوک الحال عیسائیوں کی جگہ پناہ باعث تسلی ہیں اور اپنے علم و فضل اور قابل تقلید نیک اوقاتی سے غیر مذہب کے بے ایمان اور عیاش لوگوں کے باعث شرم ہیں، مگر بدقسمتی سے بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے نہایت مذموم افعال سے مذہب کو بدنام کرتے ہیں جن کا مشن مقدس کام کے بجائے اپنی اپنی خانقاہوں میں بند رہنا بہتر ہے کیونکہ ان کا دین و مذہب صرف ایک دکھاوا ہے، اور بجائے ان کے کہ ان سے

Marfat.com

لوگوں کو ہدایت ہو برعکس ان کی گمراہی کا باعث ہوتے ہیں، لیکن سب ایسے نہیں اور نہ اصل مقصد کے لیے مضر ہیں۔

تجویز

اس کام کے لیے اگر ایسے لوگ تجویز ہوا کریں جو علم میں ممتاز ہوں بہتر ہوگا، میرے نزدیک یہ لوگ نہایت ضروری اور عیسائیوں کیلئے باعث فخر ہیں اور عیسائیوں پر واجب ہے کہ تمام عالم میں اپنے دین کی تعلیم و تلقین کے لیے ایسے لوگ فراہم کریں جو اپنے نیک ارادوں اور عمدہ افعال واطوار میں حواریوں کا نمونہ ہوں۔

ہندوستانیوں کی مذہبی پختگی کا ذکر

مگر کہیں آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ میں اس کام کے شوق میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ جس قدر حواریوں کے ایک دفعہ کے وعظ سے ایک بے پناہ اثر مرتب ہوتا تھا اتنا ہی اس زمانہ کے مشنری لوگوں کے وعظ سے بھی ممکن ہے، کیونکہ بت پرست اور کافر لوگوں کے ساتھ ملتے جلتے رہنے کے باعث ان کے دلوں کی تاریکی سے مجھے اس قدر واقفیت ہوگئی ہے کہ ہرگز یقین نہیں کہ دو یا تین ہزار آدمی ایک دن میں ایمان لے آئیں گے۔ خصوصاً مسلمان بادشاہوں اور ان کی مسلم رعایا سے کسی طرح تبدیل مذہب کی امید نہیں، اور چونکہ ممالک ایشیاء کے وہ سب مقامات میرنے دیکھے ہوئے ہیں جہاں مشنری لوگ مقیم ہیں اس لیے میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کی خیرات اور تلقین کا اثر مشرکوں پر ہونا ناممکن ہے اور یقین نہیں کہ دس برس میں بھی ایک مسلمان عیسائی ہو جائے۔ یہ سچ ہے کہ مسلمان انجیل کو مانتے ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام کا ذکر بغیر نہایت ادب واحترام کے نہیں کرتے اور بلا لفظ ''حضرت'' صرف ''عیسیٰ'' کبھی نہیں کہتے، اور ہماری طرح ان کا بھی اعتقاد ہے کہ وہ معجزانہ طور کنواری ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، اور یہ کہ کلمہ اللہ اور روح اللہ تھے لیکن یہ امید کرنا عبث ہے کہ وہ اپنا دین جس میں وہ پیدا ہوئے ہیں چھوڑ دیں، اور اپنے پیغمبر کے برحق نہ ہونے

Marfat.com

کو مان لیں، مگر باوجود ان سب باتوں کے پھر بھی فرنگستان کے عیسائیوں کو چاہیے کہ مشنری لوگوں کی ہر طرح سے مدد کریں، اور ان کی دعا اور ان کی طاقت اور دولت اپنے نجات دہندہ (عیسیٰ علیہ السلام) کے جلال بڑھانے میں صرف ہونی چاہیے۔ مگر اس خرچ کا متحمل اہل یورپ کو ہی ہونا چاہیے، کیونکہ مشنری لوگوں پر اس کا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں، اور اس بات کی نہایت احتیاط رہنی چاہیے کہ یہ لوگ احتیاج کی وجہ سے کسی ذلیل اور حقیر کام کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں اور صرف ان کی فارغ البالی ہی مطلوب نہیں بلکہ وہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو مستعد ہوشیار اور نیک کردار اور ہمیشہ اثبات حق کے لیے ساعی اور نیکی کرنے کے موقعوں کی متلاشی اور جہاں کہیں موقع پائیں اپنے خدائے بارغ (دنیا) میں کمال مستعدی اور سوق سے محنت کرنے کی خواہشمند ہوں، اگر چہ یہ کام ہر ایک عیسائی ملک پر واجب ہے مگر کسی طرح لغو اور بے بنیاد باتوں پر یقین کر کے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تبدیل مذہب کا معاملہ آسان ہے۔

اسلام اور عیسائی ذہنیت

کیونکہ (معاذ اللہ) محمد ﷺ کے مذہب باطل نے جو ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی نفسانی خواہشوں کو ہمارا مذہب روکتا یا ایک قاعدہ کا پابند کرتا ہے، یہ اپنے مقلدوں کو ان کو بلا پابندی کے اجازت دیتا ہے، اپنے پیروؤں کے دل پر جس مضبوطی سے قبضہ کیا ہوا ہے، ہم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ یہ مذہب ایک خونریز اور برباد کن احکام کا مجموعہ ہے، اور بزور شمشیر قائم ہوا ہے اور اب تک دنیا میں اسی وحشیانہ ظلم وستم سے قائم ہے، اس کی زہر آلود اور برباد کن ترقی کو روکنے کے لیے عیسائیوں کو وہ خوشگوار ذریعے عمل میں لانے چاہئیں جو میں نے یہاں کیے ہیں، اگر چہ اس نہایت قابل نفرت دھوکہ اور افتراء (اسلام) کا قطعی استیصال صرف خدا کے رحم اور اس کی توجہ پر موقوف ہے، البتہ ان باتوں کو معلوم کر کے کسی قدر تسلی اور امید ہوئی ہے جو پچھلے دنوں چین اور جاپان میں عمل میں آئیں یا جہانگیر کے عہد میں یہاں گزریں، مشنری لوگوں کو اپنے کام کی ترقی کے لیے ایک اور پر افسوس سدّ راہ سے مقابلے کی ضرورت ہے، وہ خود عیسائیوں کا خلاف ادب طریقہ ہے باوجود اس اعتقاد رکھنے کے خدائے تعالیٰ ہماری قربان گاہ

Marfat.com

پر بطور خاص موجود ہیں، اپنے گرجاؤں میں برتتے ہیں، برخلاف مسلمانوں کے جو نماز کے وقت مسجدوں میں باہمی گفتگو کرنا تو کیسا سر تک نہیں ہلاتے اور خدا کا خوف اور ادب ان کے دلوں پر چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ (سفرنامہ برنیر، جلد دوئم، صفحہ: 221 تا 224)

بادشاہوں کی بیویاں عیسائی عورتیں

ان چند حکایتوں کا ذکر ضروری ہے جن میں اوباش و آوارہ گرد عیسائی عورتوں کو مشہور بادشاہوں کی بیویاں بیان کیا گیا ہے جن کا سوائے اس کے کوئی مطلب نہیں ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں کو رسوا اور بدنام کیا جائے، اور یہ ثابت کیا جائے کہ عیسائیت کا درباروں اور محلوں میں بہت اثر تھا۔

یہ حکایتیں تمام تر یورپین مصنفین کی ہیں دوسرے مستند مصنفین ان کا کوئی ذکر نہیں کرتے ان کی کتابیں ان حکایتوں سے بالکل خالی نظر آتی ہیں اس لیے نا قابل اعتبار ہیں۔

یورپین مصنفین کی ذہنیت کا اندازہ لگانے کے لیے آپ ان حکایتوں کی طرز تحریر و الفاظ مبتذل اور ٹون پر غور کریں ان کو ہم اجمالاً میں پیش کرتے ہیں۔

اکبر کی عیسائی بیوی مریم یا میری

مریم یا میری کا باپ ولیم نامی پرتگیزی تھا اور یہ لوگ گوا میں آباد تھے، ولیم گوا میں بہت بڑا کیتھولک مذہب کا رہنما تھا، یہ لڑکی جو آئندہ اکبر شہنشاہ کی بیگم بنی نہ صرف خوبصورت نازک اندام تھی بلکہ یہ اپنے مذہب کی بڑی پاسداری اور تبلیغ کری تھی اور ہمیشہ اسے یہی خیال رہتا تھا کہ کسی طرح ہمارا مذہب پروٹسٹنٹ فرقہ سے زیادہ پھیلے اور غالب آجائے بارہ برس کی عمر میں لڑکی نے اپنی مذہبی تعلیم پورے طور سے حاصل کر لی اور اب گوا کے زنانہ مدرسوں میں جہاں مسیحیوں کے یتیم بچے پڑھنے آتے تھے معلمہ مقرر ہوئی۔

مریم اپنے والد کے ساتھ بہت سرگرمی سے مشن کا کام کیا کرتی تھی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مشن کی آنکھیں اکبری دربار کی طرف اٹھنے لگیں، شب و روز یہ سنتی رہتی کہ اکبر کے ہاں

Marfat.com

مذہب کی آزادی ہے اور ہر مذہب والا اپنے سوال و جواب آزادانہ کر سکتا ہے اس سے ان کے دلوں میں کرید ہوتی تھی کہ ہم بھی اپنے مذہب کا اثر مغلوں پر ڈالیں اور دی گریٹ مغل یعنی اکبر کو عیسائی کر لیں، مگر یہ حیران تھی کہ ہم اس کام کو کیوں کریں اور اکبری دربار میں پہنچ کر اپنے مذہب کی دعوت کس طرح دیں۔

ایک دن مریم کے باپ نے اپنے مشن کے کل ممبروں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ ہم مغل سلطنت میں اپنا مذہب پھیلانا چاہتے ہیں یہ ہمیں یقین ہے کہ اکبر دی گریٹ مغل اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

مریم کا چچا جو بہت بوڑھا تھا اور اسے پٹھان سلطانوں کی پوری کیفیت معلوم تھی زمانہ کا رنگ اور گرم و سرد خوب دیکھا تھا اور وہ مغلوں کی طبیعت اور خونخواری کو خوب جانتا تھا، یہ کہنے لگا کہ ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم اپنی جگہ قائم رہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے مشن کو زک ملے اور اس کے ممبر خواری اور ذلت سے قتل کر دیے جائیں۔ مریم نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اے معزز چچا، میں معافی مانگ کر عرض کرتی ہوں میں نے مختلف مسیحی تاجروں سے اکبر اور اس کے وزراء کے مزاج کی کیفیت سنی ہے وہ کبھی مذہب پر ناحق کسی کو نہیں ستاتا، ہمیں امید ہے کہ ہمارے مشن کو وہاں کامیابی ملے گی، وہ زمانہ ظلم کا اب نہیں رہا، ہمیں ہرگز زیبا نہیں ہے کہ ہم بے بنیاد خیالوں کو دل میں جگہ دیں اور اپنی کامیابی سے ہاتھ دھو کر بیٹھے رہیں۔ بوڑھے مسیحی یعنی مریم کے چچا نے اپنی لمبی داڑھی والا سر ہلایا اور کہنے لگا کہ مریم میں تجھے جتا دیتا ہوں کہ ابھی بچی ہو تم نے زمانہ کیا دیکھا ہے نہ ہماری گورنمنٹ ایسی قوی ہے کہ وہ ہمارا انتقام لے گی یہی خداوند کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ مغلوں کی نظر گوا پر نہیں ہے، ورنہ وہ بہت آسانی سے تاخت و تاراج کر سکتے ہیں، تمہیں اختیار ہے میری رائے تو یہ ہرگز نہیں ہے آگے تم جانو اور تمہارا کام۔

اس مجلس مشاورت میں یہ فیصلہ ہوا کہ ایک سفارت اکبر کے دربار میں بھیجی جائے اور اس سے اجازت لے کر آگرہ میں ایک گرجا بنوایا جائے، اگر اکبر نے آگرہ میں گرجا بنانے کی اجازت دے دی تو ہمیں کامیابی ضرور ملے گی جو اس نے اجازت نہیں دی تو ہم واپس چلے

Marfat.com

آئیں گے، سب نے مریم یا میری کو تجویز کیا جس کی عمر اٹھرہ برس کی تھی۔

یہ مسیحی خاتون کہ جو مسیحی مشن کے ساتھ گوا سے آگرہ آئی وہ امیرانہ سیاہ پوشاک پہن کر اکبر کے دربار میں حاضر ہوئی اس کی وضع اور صورت سے پایا جاتا تھا کہ کسی رئیس اعظم کی بیٹی ہے یا شہزادی ہے، مگر صرف ایک صلیب کے نشان جو اس کے سینہ پر بنا ہوا تھا اس سے یہ پایا جاتا تھا کہ یہ کسی پادری کی بیٹی ہے۔

جس وقت یہ خاتون حاضر دربار ہوئی اور اس نے شاہی ادب سے سلام مجرا کیا ہے اور پھر یہ اپنی کمر کو جھکا کر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوئی ہے اور آگے بڑھی دست بستہ عرض کیا:

حضور کو غالباً معلوم ہوگا کہ میں بندگان عالی کی خدمت میں کیوں حاضر ہوئی ہوں صرف عرض یہ ہے کہ میں بندگان عالی کی خدمت میں عرض کر کے ایک گرجا بنوانے کی اجازت لوں، گوا کے تمام مسیحیوں کی طرف سے وکیل بن کر آئی ہوں، میں عرض کرتی ہوں کہ حضور کے مبارک زمانہ میں ہر مذہب کو اسلام کی طرح آزادی دی گئی ہے، یہ دیکھ کر ہم گوا کے مسیحیوں کو بھی ہمت ہوئی کہ ہم بھی اپنے مذہب کو پیش کریں اور بصد لحاجت عرض کریں کہ جو استحقاق اوروں کو ملا ہے وہ ہی ہمارے مذہب کو ملنا چاہیے۔"

یہ برجستہ تقریر اور آزادانہ عرض داشت سن کر اکبر بھی مسیحی خاتون پر لٹو ہو گیا اور اس نے مسکرا کر جواب دیا:

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ مذہب مسیحی جس سے اب تک اسلام سے چولی دامن کا ساتھ چلا آتا ہے کلّہ بکلّہ بحث کے معرکہ میں آئے اور اپنی صداقت کی دلیلیں دے۔"

اس دن تو صرف اسی قدر باتیں ہوئیں مسیحی خاتون کی حفاظت کے لیے فوراً ایک گارڈ آ گیا اور تمام مہماں نوازی کے سامان اشارہ ہی سے کر دیے گئے، تین چار دن کے بعد اکبر نے حکیم ہمام گیانی کے ذریعہ سے مریم یا میری کے پاس پیام بھیجا کہ اگر تم شادی کرنا چاہتی ہو تو اکبر پسند کرتا ہے، مریم فوراً راضی ہو گئی لیکن ساتھ ہی یہ شرط رکھی میں اپنے ارکان مذہب پورے طور پر آزادی سے ادا کروں گی اور میرے کسی مذہبی فعل میں اکبر دست اندازی نہ کرے گا۔

Marfat.com

یہ شرط فوراً منظوری کر لی گئی اور مریم سے اکبر کا نکاح ہو گیا۔ (مختصر تاریخ ہند، از ویلر) نکاح ہونے کے بعد جلال الدین شیروانی نے اس خط کو نقل کیا ہے کہ جو مریم نے اپنے والد کو بھیجا ہے درج ذیل ہے:

''میرے معزز اور قابل حترام پاپا، خداوند عیسیٰ مسیح کا شکر ہے کہ ہمیں امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے، میری آزادانہ اور عالمانہ تقریر اور خوش وضعی پر اکبر دل سے فریفتہ ہو گیا، اور اس نے اپنے خاص ہمام فیزیشین (طبیب) کے ذریعہ سے پیغام شادی دیا، چونکہ میں نے اکبر کو اپنے اوپر فریفتہ دیکھا، اور یہ سمجھ لیا کہ میر شادی مسیحی مشن کے لیے اچھی اور قیمتی نتائج پیدا کرے گی، میں نے بخوشی منظور کر لیا، اور اب میں شہنشاہ کی بیگم بن گئی ہوں محل میں داخل ہوتے ہی مجھے مریم زمانی بیگم کا خطاب ملا اور کئی لاکھ روپے کے جواہرات دوسرے دن خواجہ سرا کشتیوں میں لے کر میری خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ میں گہنے کی عادی نہیں ہوں، مجھے خوف معلوم ہوا، میں نے خواجہ سرا سے معلوم کیا کہ کیا ہر بیگم کے لیے یہ لازمی امر ہے کہ وزنی قیمتی زیور ضرور پہنے، اس نے بڑی تعظیم اور ادب سے عرض کیا نہیں بیگم صاحبہ یہ کچھ ضروری نہیں شاہوں کے ہاں دستور ہے کہ جو کوئی با عصمت خاتون محل میں داخل ہوتی ہے تو اس کو بطور تحفہ کے شاہ کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے، حضور بخوشی قبول فرمائیں اور اس میں آپ کو اختیار ہے چاہے اپنے پاس رہنے دیں چاہے پہنیں چاہے کسی کو بخش دیں، یہ سن کر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا، اور اب میں بہ آزادی اپنی زندگی بسر کر رہی ہوں، اکبر پانچویں چھٹے دن میرے پاس دو تین گھنٹے کے لیے آتا ہے اور بہت مہربان ہے مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد پادری ریڈ ایف (یا ردیف) اور آپ کو بلواتی ہوں آپ تیار رہیے گا، عنقریب شاہی گارڈ روانہ ہوگا جو آپ کو بڑی عزت سے گوا سے آگرہ پہنچا دے گا اور جو کچھ ہوگا وقتاً فوقتاً عرض کرتی رہوں گی۔ فقط۔

جوں ہی یہ خبر ولیم کو پہنچی وہ مارے خوشی کے کھل گیا اور اسے اپنے خداوند عیسیٰ مسیح کی لکڑی کی تصویر کے گرد طواف کرنے کا اچھا موقع ملا۔ ولیم نے مع اپنی بیوی اور کل کنبہ والوں کے کاٹھ کی صلیب کے گرد چکر کھایا اور خوب نیاز چڑھائی۔ ولیم نے اپنے کنبہ والوں کی دعوت

Marfat.com

کی اور گوا میں ایک دھوم مچ گئی کہ مریم شہنشاہ کی بیگم بن گئی۔ اب مسیحی مذہب خوب ترقی کرے گا، ایک مؤرخ یہ بھی لکھتا ہے کہ مریم گوا کے پادری کی بیٹی تھی لیکن شاہی خاندان میں ہونے کی وجہ سے اسی کا باپ گورنر گوا تھا، چند روز کے بعد بقول ویلر صاحب (مختصر تاریخ، صفحہ:57) یہ خط جو اکبر نے گورنر گوا کے پاس بھیجا تھا مریم ہی کی کارگذاری تھی۔

یہ خط بماہ ربیع الاول 990ھ میں لکھا گیا، مظفر یہ خط لے کر سیدھا گوا پہنچا اور پادری ولیم گورنر گوا کو دیا، جوں ہی ولیم نے یہ شاہی معروضہ دیکھا فوراً کھڑا ہو گیا، اور تین سلام کر کے اس خط کو لے لیا، یہ خوشی ایک معمولی شے نہ تھی، بلکہ ایسی ممتاز خوشی تھی کہ جس نے نہ صرف گورنر کو خوش کیا بلکہ تمام قوم کو فخر بخشا، گورنر نے تما کیتھولک مذہب کے مسیحیوں کو مدعو کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے یہ خط ترجمہ کر کے سنایا گیا، یہ خط سن کر چاروں طرف سے صدائے مبارک بادی بلند ہو گئیں۔ سب مسیح والے کاغذ پر بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھے اور انہوں نے سجدے نما سلام کر کے بوسے دیے اور الٹے قدموں ہٹ کر چلے گئے، مظفر کی اس قدر خاطر داری کی کہ اکبر آتا تو شاید اس سے زیادہ نہ کر سکتے۔

کئی دن مظفر کو مہمان رکھا اور پھر یہاں ولیم نے پادری ریڈ ایف کو جس کو ابوالفضل نے ردیف لکھا ہے کئی نسخے الہامی کتابوں کے دے کر روانہ کیا۔

پادری ردیف ایک بڑا عالم فاضل شخص تھا، جوں ہی وہ اکبر کے دربار میں آیا اور اس نے مقدس بائبل پیش کی تو بقول دیگر مؤرخ (مختصر تاریخ ہند، صفحہ:57) کے اکبر نے ان الہامی کتابوں کو صرف تعظیم کے لیے اپنے سر پر رکھا، دوبارہ انہوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی مورتیں پیش کیں اکبر نے ان پر بھی احتراماً بوسے دیے اور ان مجسم تصویروں کی بڑی عزت کی۔

ویلر لکھتا ہے کہ جب پادری ردیف آ پہنچا تو اس دن تمام شب بحث رہی اور خوب رد وبدل ہوتا رہا، اس بحث میں مریم بھی موجود تھی جو ایک کمرہ میں علیحدہ بیٹھی ہوئی یہ بحث گوش گزار کر رہی تھی، بحث عالمانہ اور دلچسپ تھی ابوالفضل گویا ثالث والخیر تجویز ہوا تھا، رات بھر

Marfat.com

میں کچھ فیصلہ نہیں ہوا، بقول مسٹر ویلرا کبر نے پادریوں کو اپنے محل کے احاطہ میں ٹھہرایا، اکبر نے صرف مریم کی سفارش پر آگرہ میں گرجا بنوایا۔

پادری ردیف کے آنے پر مریم نے اکبر سے عرض کر کے یہ حکم لے لیا کہ پادری ردیف میری اجازت پر جب میں بلاؤں میرے محل میں بآزادی آجایا کرے، اکبر نے فوراً اجازت دے دی، پادری ردیف تفسیر اور فقہ مسیحی کا سبق پڑھانے علی الصباح مریم کے پاس آیا کرتا تھا، اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تعلیم دے کر چلا جاتا تھا۔

مریم نے آٹھویں دن گرجا میں جانے کی اجازت لے لی تھی، جہاں وہ محافہ میں بآزادی جا کر بیٹھی اور اپنے پادری ردیف کی پرتج سنتی اس مباحثہ میں جو پادری ردیف سے ہوا کرتا تھا چلمن کے پیچھے بیٹھ کر ساری بحث کو گوش گزار کرتی، ایک دن اکبر شب کو اپنی مسیحی خاتون مریم زمانی بیگم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس سے ایک دن پہلے پادری ردیف اور سید عبد اللہ کا مناظرہ بھی ہو چکا تھا، مریم نے ادب سے دریافت کیا کہ کل کے مناظرہ کیا کیا نتیجہ ہوا، اکبر نے کہا کل تو پادری کو جواب نہ آیا، اور وہ خاموش ہو رہے ہاں انہوں نے اٹھ دن کی مہلت مانگی ہے۔

مریم نے متعجب ہو کر کہا، حضور وہ کون سا اعتراض تھا جس کا پادری ردیف جیسا فاضل جواب نہ دے سکا۔

اکبر نے کہا، مجھے اس اعتراض کا زیادہ خیال نہیں ہے ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ انجیل مقدس کی صحت و غیر صحت پر بحث تھی، سید عبد اللہ نے یہ کہا تھا کہ آ کوئی ایسا ثبوت دیجیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس مجلد کتاب میں وہ ہی ہدایتیں اور اقوال درج ہیں جو حضرت عیسیٰ نے فرمائے تھے گو پادری صاحب نے اس کی بابت کچھ کہا لیکن عبد اللہ نے اعتراضوں کی ایسی بھرمار کر دی کہ پادری صاحب ساکت ہوئے پھر سوائے اٹھ دن کی مہلت لینے کے اور کچھ بن نہ آیا، یہ سن کر مریم کسی قدر خفیف ہو کر چپکی ہو رہی مریم کی اصل کوشش یہ تھی کہ اکبر کرسچن ہو جائے تو میں اعلان دلوادوں کہ اکبر فلاں تاریخ سے عیسائی ہوا، آج سے یہ گورنمنٹ مسیحی

Marfat.com

گورنمنٹ کہلائے گی، یہ بات ہی الٹی پڑ گئی مریم نے اس کا جواب سوچا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا دوسرے دن ردیف کو بلا کر ساری کیفیت دریافت کی۔

جو کچھ اکبر نے بیان کیا تھا وہی اس نے بھی دہرایا، مریم نے دیکھا کہ پادری کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں اور جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں اس کی جان آدھی ہوئی چلی جاتی ہے۔

ردیف نے کہا، پیاری مریم کوئی معقول جواب اس کا بھی ہوسکتا ہے یا نہیں، مریم اس اعتراض پر پہلے ہی سے غور کر رہی تھی سوچتے سوچتے یہ کہا کہ اگر اس کا جواب ہوسکتا ہے تو صرف یہی کہ جب مخالف آپ سے یہ سوال کرے تو آپ اس کے جواب میں یہ کہہ دیجیے گا کہ اگر یہ اصلی انجیل نہیں تو پھر آپ اصلی انجیل پیش کیجیے، گو یہ جواب ایسا نہیں ہے کہ ساکت کر دے لیکن خواہ مخواہ جھگڑا کرنے کے لیے خاصا جواب ہے، یہ سن کر پادری ردیف بہت خوش ہوا اور اسے یہ جواب اچھا معلوم ہوا۔

یہ ایک مشہور بات ہے کہ اس نے ایک تصویر سونے کی حضرت عیسیٰ کی بنوائی تھی، تصویر میں تو اس قدر لاگت نہ آئی تھی لیکن اس میں چار لاکھ روپیہ کا جواہر جڑوایا گیا یہ مجسم تصویر بڑے دالان میں رکھی گئی، اس کی حفاظت کے لیے قلماقنیاں مقرر کی گئی تھیں، جو ہر وقت علاوہ حفاظت کے اس کی صفائی بھی کیا کرتی تھیں، روزمرہ صبح اٹھ کر یہ اس تصویر کے آگے ڈنڈوت کیا کرتی اور چاٹ تک انجیل کھولے ہوئے پڑھتی رہتی، اگر پادری ردیف آ گیا تو اس سے تعلیم حاصل کی اور نہیں تو اپنی کتاب کا خود ہی مطالعہ کرتی کہ ایک دن جہانگیر کھیلتا ہوا آنکلا مریم اس وقت نہ تھی۔

جہانگیر سیدھا حضرت عیسیٰ کے پاس گیا اور قلماقنیوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے، قلماقنیاں: حضور شہزادۂ عالم یہ حضرت عیسیٰ ہیں، یہ سن کر سلیم کو ہنسی آ گئی اور ان سے کہا کہ مجھے غلاف اٹھا کر حضرت عیسیٰ کو دکھا دو، قبل از وقت حضرت یہاں کیوں آ گئے اور یہاں کیوں بیٹھ رہے ہیں تو قلماقنیوں نے منع کیا کہ آپ اپنی والدہ کو آجانے دیں

Marfat.com

پھر ملاحظہ کیجیے، لیکن شہزادہ نے نہ مانا اور غلاف اتار کر دیکھا جو لعل کہ آنکھوں میں لگے ہوئے تھے وہ سلیم کو بہت پسند آئے، سلیم کی عمر شاید گیارہ برس کی ہوگی، قلماقنیوں سے کہا کہ تم اس تصویر کی دونوں آنکھیں نکال دو یہ سن کر وہ تھرّا گئیں اور دست بستہ عرض کیا ذرا آپ تامل کریں نہیں تو ہماری جانوں پر بن جائیگی، بھلا ان باتوں کو جہانگیر کہاں خیال میں لاتا، فوراً حضرت عیسیٰ کی تصویر گرا کر آنکھیں نکالیں، یہ ڈیڑھ لاکھ روپے کے قیمتی لال تھے جو آنکھوں کی ڈھیلوں کی جگہ رکھے گئے تھے ادھر وہ لعل لے کر دروازہ کے باہر نکلا اور ادھر مریم بھی اپنے ہال میں آئی دیکھا کہ قلماقنیاں رو رہی ہیں اور وہ تصویر چت پڑی ہوئی ہے، یہ دیکھتے ہی مریم کے ہوش اڑ گئے، ایک وحشت سی اس کی صورت پر چھا گئی، کپکپاتی ہوئے لہجہ میں میں دریافت کیا کہ یہ کیا ہوا محافظین کیا جواب دیتیں خاموش کھڑی دیکھا کیں۔

پھر دوبارہ غصہ کے لہجے میں دریافت کیا کہ کیوں گر پڑی، لطف یہ ہے کہ بھی تک آنکھوں پر مریم کی نظر نہیں پڑی تھی انہوں نے ناچار ساری کیفیت عرض کر دی مریم مارے غصہ کے لال ہوگئی، مگر کر کیا سکتی تھی آہستہ سے اس تصویر کو اٹھایا اور قلماقنیوں کو رخصت کر کے کئی گھنٹہ تک رویا کی، پھر اس نے ردیف کو بلایا اور اپنی جگر خراش رام کہانی دہرائی، پادری ردیف بڑا تجربہ کار اور عقلمند تھا، پہلے تو خاموشی کے ساتھ سنتا رہا، جب مریم چپ ہوگئی تو پادری ردیف نے کہا اگر میری رائے لیتی ہو تو یہ ہے کہ تم اس بات کو زبان سے نہ نکالو، بلکہ ان عورتوں کو بھی منع کر دیا جائے کہ یہ بھی کسی سے اس امر کا ذکر نہ کریں، لازم یہ ہے کہ تم اسے گرجا میں بھیج دو اور یہاں نہ رکھو، سلیم ابھی بچہ ہے، اس نے معمولی طبیعت اور سیدھے سادے خیالات سے یہ بات کی ہے، یہ فکر کا مقام نہیں ہے، ہم اگر کوئی نتیجہ یہاں حاصل کریں تو صرف اتحاد اور انکساری سے نہ کہ بگاڑ اور باہم نزاع سے۔

مریم کو یہ نصیحت اچھی معلوم ہوئی اور اس نے تمام خواصوں کو فہمائش کر دی کہ اس کا ذکر کسی سے نہ آئے اگر کہیں یہ بات اڑی تو میں سخت تر اور شدید تر عذاب میں تمہیں مبتلا

Marfat.com

کروں گی۔

دوسرے دن حضرت عیسیٰ کی اندھی تصویر گرجا میں بھیجی گئی لعلوں کے بجائے نیلم جڑے گئے، سلیم نے وہ لعل اپنی ماں جودھا بائی کو جا کر دیے اور کہاں کہ میں عیسیٰ کی آنکھیں نکال کر لایا ہوں۔

جودھا بائی نے کہا پیارے سلیم یہ کیا کہتے ہو کیسی آنکھیں اور کیسے حضرت عیسیٰ، سلیم نے ساری باتیں بیان کیں کہ میں اس طرح یہ آنکھیں لایا ہوں، جودھا بائی نے منع کیا کہ آئندہ یہ حرکت نہ کرنا، تمہاری وہ بھی ماں ہیں تم سے ناراض ہوں گی، وہ لعل جودھا بائی نے مریم زمانی بیگم کو بھجوا دیے، اور کہا کہ بچے نے بے خیالی میں یہ فعل کیا ہے مجھے امید ہے کہ تم معاف کر دو گی، مریم اپنے عیسیٰ کی آنکھیں لے کر اور بھی شرمندہ ہوئی ہر چند اس نے کوشش کی کہ یہ بات کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن کہیں یہ بات چھپ سکتی تھی چند ہی روز میں کل محل میں ہوا کی طرح سے پھیل گئی اور پھر مریم کے پاس حضرت عیسیٰ کی تعزیت کے خط آنے لگے۔ (تاریخ الدول جلال الدین شیروانی)

جلال الدین شیروانی لکھتا ہے کہ پادری ردیف کے ساتھ جتنے مسیحی گوا سے آئے تھے بعد ازاں مسلمان ہو گئے اس پر ردیف نے زہر کھا لیا، اور بیچاری مریم بھی اسی رنج وصدمہ میں راہی ملک بقا ہوئی، اس کی قبر اسی گرجا میں بنی ہوئی ہے۔ (سوانح عمری اکبر مع نورتن اکبری، 37 مرزا حیرت)

شاہ عالم کی مسیحی بیوی مس ہنری

اس لڑکی کے حالات علی حیدر جو شاہ عالم کے ساتھ مدتوں تک رہا ہے، بیان کرتا ہے مس ہنری اپنے والدین کے ساتھ کلکتہ میں سچے مذہب کی تلاش وجستجو میں رہتی تھی۔ کچھ دن بعد ایک برہمن کی تلقین سے ہندو بن گئی، وہی ساڑھی باندھنا وہی تلک لگانا وہی پوجا پاٹ کرنا وہی چوکا کر کے کھانا ہندوؤں کی طرح اس نے شروع کر دیا تھا، یہ رنگ اس پر چند ماہ رہا پھر یکا یک برہمنوں کی ناشائستگی کو دیکھ کر ایک یہودی کے سکھانے بہکانے سے یہودن ہو گئی، یہودیوں کے

Marfat.com

جوطور طریقے تھے سب اختیار کیے، انتہائی جوش اور سرگرمی دکھائی، یہودیت کے چند ماہ ہی گزرے تھے کہ پھر مسیحی ہوگئی۔ لیکن اس مرتبہ کیتھولک فرقہ میں شامل ہوئی، پہلے پروٹسٹنٹ تھی، دوسال اور کئی مہینہ عیسائی رہی پھر ہندو ہوگئی، لیکن اس مرتبہ اس نے بدھ مذہب اختیار کیا، یوں ہی مذہب بدلتے بدلتے وہ صوفی مشرب مسلمان ہوئی وہ لمبی لمبی لٹیں وہ نئی خوشبوؤں میں رنگین لڑیں وہی الـلہ ھو کے نعرہ وہی حـق ھوا انت حبیبی کی صدائیں، تمام بنگال میں ایک دھوم مچ گئی۔

اب وہ آزادی کے ساتھ چاروں طرف پھرنے لگی، یہ مذب اس کو اور مذہبوں سے اچھا معلوم ہوا، شاہ عالم خیمہ زن تھا کہ مس ہنری اسی حالت میں شاہی فوج میں آئی اسوقت اس کی عمر 19 کی ہوگی، بظاہر وضع وصورت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دنیوی عیش وعشرت سے بہت دور ہے، اس کے پیروں میں چمڑے کے موزے نصف ساق تک چڑھے ہوئے تھے، ہاتھ میں دستان اور منھ پر نقاب کھلا ہوا بہت پیارا لگتا تھا، علی حیدر لکھتا ہے کہ میں شاہ عالم کی خدمت میں حاضر تھا کہ چوبدار نے آکر خبر دی کہ ایک جوگن عجیب صورت وشکل کی آئی ہے، اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے وہ صرف حضور کی قدم بوسی چاہتی ہے۔

شاہ عالم عورتوں کی صحبت اور ان سے ملنے کا بہت شائق رہتا تھا، خوش ہوکر چوبدار سے کہا کہ اس جوگن کو بلالو ہم ملاقات کریں گے، چوبدار مس ہنری کو اندر لے گیا، یہ شعلہ پیکر جس وقت خیمہ میں آئی تو اسنے نقاب اٹھا لیا، اس کے چہرہ کی تابانی اور اس کا جوبن میں نہیں بھولوں گا، شباب کے چہرہ پر پورا ولولہ تھا، اس نے کئی مرتبہ مذہب تبدیل کیا لیکن اس کے چہرے پر پریشانی یا گھبراہٹ نہیں تھی، اطمینان وسکون تھا، وہ بے سروسامان تھی لیکن چہرہ کی تازگی صاحب تمول سے زیادہ تھی وہ آتے ہی آداب بجالائی اس نے فارسی میں کہا کہ مجھے معاف کریں گے کہ میں آپ کا وہ ادب وتعظیم نہ کرسکی جو مقرر ہے میں ان باتوں سے ناواقف ہوں مجھے کبھی ایسے شاہوں سے نیاز حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔

تم کو عام ادب وآداب معاف ہیں، شاہ کے یہ الفاظ سن کر مس ہنری بہت خوش ہوئی

Marfat.com

اور ذرا دور فاصلہ پر جہاں پناہ کے آگے بیٹھ گئی وہ ہنستی نہیں تھی لیکن چہرہ خندہ تھا، اس کی آنکھیں مصفا آسمان کی طرح نیلی تھیں، وہ سیاہ بال اور کاجل بھری آنکھوں کی قدر جانتا تھا، لیکن جب یہ حسین سا چہرہ دیکھا تو خوش ہو گیا، بولا تم کہاں سے آئی ہو، تمہاری کیا حالت ہے، مسکن کہاں ہے وطن اور مذہب کیا ہے یہ سن کر مس ہنری خاموش ہو گئی اس نے کوئی جواب نہیں دیا، شاہ عالم بولے معلوم ہوتا ہے کہ تم فارسی زبان اچھی نہیں جانتی ہو۔

مس ہنری نے کہا کہ حضور نے پے در پے اتنے سوالات کیے کہ میں جواب نہ دے سکی آپ ایک ایک سوال کریں۔

شاہ: تم کہاں سے آئی ہو؟ ہنری: جہاں سے میں آرہی ہوں اس کا نام مجھے معلوم نہیں، گاؤں، قصبہ کا نام معلوم کرنا وقت ضائع کرنا ہے، یہ مجھے گوارا نہیں، شاہ عالم نے جو سوالات کیے، سب کے سب اس نے اسی فقیرانہ انداز میں جواب دیے، کافی دیر کی گفتگو کے بعد نتیجہ میں شاہ عالم کو معلوم ہوا کہ وہ صوفی مشرب ہے، اب شاہ لٹو ہوئے جاتے ہیں، مس ہنری نے دریافت کیا کہ آپ کا مذہب کیا ہے، شام عالم نے جواب دیا، میں الحمد اللہ محمدی ہوں، جب مس ہنری نے پوچھا آپ تقلیدی مسلمان ہیں یا آپ کا یقین ہے کہ جس مذہب پر میں ہوں وہ مذہب برحق ہے۔

حیدر علی شادی کے اسباب نہیں لکھتے کہ کیونکر مس ہنری کی شاہ عالم سے شادی ہوئی، اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ مس ہنری دوسرے دن بادشاہ کی بیگم کہلائی، تین لڑکے اور تین لڑکیاں مس ہنری کے ہاں شاہ عالم سے پیدا ہوئیں، پہلے لڑکے کا نام یعقوب تھا وہ لندن جا کر مر گیا، دوسرا لڑکا یوسف نامی محض بے گناہی کی حالت میں 21 برس کی عمر میں غلام قادر کے ہاتھوں قتل ہوا۔

حیدر علی نے مس ہنری کی شادی کے بعد کے حالات لکھے ہیں وہ شادی کے بعد حنفی مشرب ہو گئی تھی، پھر لا مذہب ہوئی، لامذہب ہونے کے بعد بھی اس کا دل مطمئن نہیں تھا۔ (تذکرۂ عالم 249-248)

Marfat.com

شاہ کی بیوی رُوز یا انور جہاں

یہ مسیحی بیگم روز نامی انتہائی خوبصورت تھی، اس کے حالات حسن نے لکھے ہیں یہ انگلینڈ سے اپنے باپ کے ساتھ سورت آئی، یہاں کی کوٹھیوں کی حالت غیر دیکھی تو روز کا باپ دہلی آیا، حسن کی معرفت دربار دلی میں پہنچا، روز بھی ساتھ تھی، بادشاہ نے روز کو دیکھ کر بہت خاطر و مدارات کی روز کے لیے شاہ نے اپنے تخت کے برابر کرسی بچھائی، باتیں کیں اور اپنا مہمان محل میں دونوں کو کیا، روز کے باپ کا انتقال تین دن کے بعد ہو گیا، شاہ نے روز سے نکاح کی خواہش کی اس نے منظور نہیں کیا لیکن بعد میں منظور کیا اس شرط کے ساتھ کہ محل میں بھی عیسائی ہی رہوں گی۔

شاہ عالم نے روز کو انور جہاں بیگم کا خطاب دیا، انور بیگم محل میں رہتی تو تھی لیکن خوش نہیں تھی، قلعہ سے فرار ہونا چاہتی تھی، ایک دن موقع غنیمت جان کر بادشاہ کو فریب دیا کہ مجھ کو انگلستان بھیج دو میں شاہ انگلستان کی بھتیجی ہوں، دس لاکھ فوج لنڈن جا کر لا سکتی ہوں اور تم کو ہندوستان کا بادشاہ بنا سکتی ہوں، بادشاہ اس کو انگلستان بھیجنے کے لیے تیار ہو گیا، وہ جواہرات لے کر جب لنڈن کے جہاز پر سوار ہوئی تو اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے آگاہ کر دیا، بادشاہ کو انتہائی افسوس ہوا۔ (تذکرہ عالم، صفحہ:230-231)

سلطان مریم بیگم

سلطان مریم بیگم صاحبہ قوم ارمنی ساکن بغداد مذہب عیسائی بیٹی ڈاکٹر شارٹ کی تھی، ان کی ابتدائی شان نزول داخل زمرہ محل معلّی حضرت خلد مکان غازی الدین حیدر ہوئی کہ تیسرا سال جلوس مسند نشینی تھا، ان کی ماں ان کو کانپور سے لے کر نصر الدین حیدر کے آس پاس کرایہ کے مکان میں رہی سال بھر تک انگریزی لباس پہنے سڑک پر کھڑی ہو کر جناب عالی کو سلام کرتی رہی، جب قسمت نے یاوری کی تو ایک شب بدست میر کلو خواص کو مع سواری اور مشعلچی بھیج کر بلوایا، ان کی ماں میر کلو سے کہتی تھیں کہ میری مایوس ہو کر کانپور جانا چاہتی تھی، خرچ کی منتظر

Marfat.com

تھی، غرض بن سنور کر محل سرائے میں داخل ہوئی، حکم ہوا کہ ایک جوڑا (جو تین لاکھ کا ہو لے جاؤ اسے پہن کر ہمارے پاس آئیں، خلاصہ جب ''مشرف بسعادت'' ہو چکی تو پانچ ہزار روپے دے کر رخصت فرمایا کئی دن بعد پھر رات کو طلب کیا، جواہرات عطا ہوئے اس طرح کچھ دن گزرتے تو بلا بھیجتے تھے، ایک مرتبہ اسلام کی تلقین کی بیگم صاحبہ نے بطیب خاطر کلمہ پڑھا، اس کے بعد حکم ہوا کہ ہم نے تم کو بیگم کیا۔

دو برس کھانسی میں مبتلا ہونے کے بعد 7/اپریل 1849ء کو انتقال ہوا، انتقال سے قبل ایک وصیت نامہ لکھا، ریزیڈٹ کے پاس بھجوایا جس میں درج تھا کہ میں اپنے اصلی مذہب عیسائی پر تھی، میری ماں کی طمع نے مجھ سے اسلام قبول کرایا، ظاہر میں مسلمان اور باطن میں عیسائی تھی، اس لیے میری تجہیز و تکفین مذہب عیسوی کے مطابق کی جائے۔

نواب مبارک محل

یہ کرنل عیش کی بیٹی تھی، مسماۃ چمپا کے پیٹ سے جن کا بنگلہ کانپور میں چمپا کے نام سے تھا، جب کرنل عیش ولایت گئے تو یہ پیدا ہوئیں ان کو طامس سپر کے والد نے تعلیم دی تھی، نصرانی تھیں، خلد مکان نواب ندار الدولہ کی بیویوں میں شمار ہوتا تھا، 30/جون 1849 کو انتقال ہوا۔ (تاریخ اودھ دوئم، 54-55)

نصیر الدین حیدر شاہ کی بیوی محذرۂ عالیہ

وزیر الممالک نواب سعادت علی خاں صوبہ دار اودھ کے عہد میں ایک یورپین عیسائی مسٹر دھبرٹی فکر معاش میں لکھنؤ آیا، اسے وہاں کوئی ملازمت نہ مل سکی اور اس نے چند دوستوں کی مدد سے گولہ گنج میں کپڑے کی دوکان کر لی، کچھ عرصہ کے بعد لکھنؤ کے دوسرے یورپین سوداگر مسٹر کلوڈن کی بیٹی سے اس کی شادی ہوگئی اور اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی، (بعد میں یہ بھائی بہن امیر مرزا اور شرف النساء کے نام سے مشہور ہوئے) لڑکی مس ایلن دھیرٹی کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ مسٹر دھبرٹی نے داعی اجل کو لبیک کہا، اس کے مرنے کے

Marfat.com

بعد دوکان تباہ ہوگئی، بیوہ اوراس کے بچوں کی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں رہا، اس زمانہ میں آنجہانی دھیرٹی کی جوان بیوہ کا مستقبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے فوج کے ایک معمولی افسر ہوپکنس والٹرز سے ہوگیا، افسر مذکور اگر چہ تمام مصارف برداشت کرتا تھا اور باہمی تعلقات بھی زن وشوہر کے تھے لیکن اس نے مسز دھیرٹی سے شادی نہیں کی، اس ناجائز تعلق سے ایک لڑکی ہیلن پیدا ہوئی تھی جس نے بعد میں محذرۂ عالیہ کے نام سے شہرت حاصل کی اور نصیر الدین حیدر شاہ اودھ کی محبوبہ بنی۔

آٹھ سال بعد والٹرز بھی مرگیا، مسز دھیرٹی نے نیا خریدار حسن پھانسے کی کوشش کی لیکن اس کے باغ حسن پر چونکہ آثار خزاں طاری ہو چکے تھے اس لیے کامیاب نہ ہوسکی اور اس کا بڑا لڑکا ڈوموں اور ڈھاریوں کی صحبت میں بیٹھ کر آوارہ ہوگیا تھا مسٹر دھیرٹی کے لیے اب لکھنؤ جیسے مرکزی شہر میں رہنا غیر ممکن تھا اس لیے وہ ایلن اور ہیلن دونوں بیٹیوں کے ساتھ جن میں ہیلن فوجی افسر والٹرز کے ناجائز اختلاط کا نتیجہ تھی کانپور چلی آئی جس کی حیثیت اس وقت ایک چھوٹے سے قصبے کی تھی۔

.....

علی بخش ذات سے ڈوم تھا، اور ارباب نشاط کے طائفہ میں طبلہ نوازی کے فرائض انجام دیتا تھا، طبلچی اچھا تھا، شہر کی مشہور طوائفوں کے ساتھ امیروں کے دربار میں پہنچ جاتا تھا، ایک دن اودھ کے بااثر امیر صمصام الدولہ کی محل سرا میں رقص وسرود کی محفل گرم تھی اور علی بخش طبلہ بجا رہا تھا، اتفاق سے نواب صاحب کو اس کی کوئی حرکت ناگوار گزری اور انہوں نے ملازموں کو حکم دیا کہ علی بخش کو جوتے مار کر باہر نکال دیا جائے، نواب صمصام الدولہ بہت آن بان کے رئیس تھے، ان کے کسی معتوب دربار کو منھ لگانا دوسروں کے لیے آسان نہ تھا، شہر کی اونچی طوائفیں گھبرا گئیں اور انہوں نے امیر لکھنؤ کی محفلوں میں علی بخش کو اپنے ساتھ لے جانا ترک کر دیا، جب طبلہ نوازی کا ذریعۂ معاش بند ہوگیا تو علی ڈوم نے کوچمین کی حیثیت سے بیوہ مسز دھیرٹی کے خریدار حسن ہاپکنس والٹرز کی ملازمت کر لی، آدمی بہت طرار اور چرب زبان تھا، چند ہی روز

Marfat.com

میں مسٹر والٹرز کے مزاج پر اس قدر حاوی ہو گیا کہ ان کے خانگی معاملات میں بھی اس کے مشورے شریک ہونے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسٹر والٹرز کی داشتہ مسز دھیرٹی اور علی بخش کے درمیان ناجائز تعلقات قائم ہو گئے۔

مسٹر والٹرز کی وفات کے بعد مسز دھیرٹی اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ کانپور چلی گئی، تو علی بخش طبلچی اس کا غم مفارقت برداشت نہ کر سکا اور خود بھی لکھنؤ کو خیر آباد کہہ کر کانپور چلا گیا۔

سلطنت اودھ کے مشہور وزیر مومن الدولہ نواب آغا میر ان ان دنوں معتوب و معزول ہو کر کانپور کے انگریز علاقہ میں مقیم تھے۔ علی بخش چونکہ طوائفوں کے ساتھ طبلہ نوازی کی وجہ سے لکھنؤ کے تقریباً سب ہی معزز امیروں سے واقف تھا، اس لیے نواب آغا میر کے دربار تک رسائی حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی چند روز کے بعد مرغی خانہ کا انتظام اس کو تفویض کر دیا گیا، مسز دھیرٹی کانپور میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ بہت عسرت کی زندگی بسر کر رہی تھی، علی بخش طبلچی نے اپنا سلسلہ معاش قائم ہو جانے پر مسز دھیرٹی اور اس کی لڑکیوں کا بار کفالت برداشت کر لیا، اور نواب آغا میر کی کوٹھی کے قریب محلہ گوالٹولی میں ایک چھوٹا سا مکان لے کر علی بخش اور مسز دھیرٹی غیر شرعی زن و شوہر کی زندگی بسر کرنے لگے۔

.....

کچھ زمانہ اسی طرح گزر گیا، اس کے بعد کانپور کے یورپین فوجی افسروں کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی کہ ایک یورپین عورت جس کے ساتھ دو لڑکیاں بھی ہیں ایک ذلیل طبلچی کی داشتہ بنی ہوئی ہے، انہوں نے اس کے خلاف ایجی ٹیشن شروع کی دوسر جانب مس دھیرٹی کی دونوں لڑکیاں چونکہ اب جوان ہو گئی تھیں علی بخش ان کو لکھنؤ لے جا کر بیش قیمت مالی منفعت کے خواب دیکھ رہا تھا، یورپین فوجی افسروں کی مخالفت اور علی بخش طبلچی کے جذبہ حرص و ہوس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسز دھیرٹی کو اور اس کی دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے کر دوبارہ لکھنؤ چلا آیا، اور وہاں امرائے اودھ کے دربار میں مسز دھیرٹی کی لڑکیوں کے حسن و جمال کا تذکرہ شروع کیا، بادشاہ نصیر الدین حیدر کا عہد تھا، رفتہ رفتہ ان لڑکیوں کے حسن و جمال کا آوازہ شہرت ان کے

Marfat.com

کانوں تک بھی پہنچا، نصیر الدین تھے بہت رنگین مزاج اور ان کا رجحان بھی یورپین تہذیب و معاشرت کی جانب زیادہ رہتا تھا، ان یورپین لڑکیوں کو دیکھنے کے مشتاق ہوئے علی بخش کی وساطت سے تقریب ملاقات بھی پیدا ہوگئی، چھوٹی لڑکی ہیلن جو مسز دھیرٹی اور متوفی فوجی افسر مسٹر والٹرز کے ناجائز اختلاط کا نتیجہ تھی بادشاہ کو پسند آگئی انہوں نے اسے مشرف با اسلام کر کے محذرۂ عالیہ کا لقب عطا کیا، اور اس سے شیعہ مذہب کے مطابق متعہ کر لیا، یورپین لڑکی ہیلن یا محذرۂ عالیہ کے ساتھ اس کی ماں بڑی بہن اور بڑے بھائی نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا، بڑی بہن شرف النساء اور بڑے بھائی کا نام امیر مرزا قرار پایا، بادشاہ نے اپنی خوش دامن مسز دھیرٹی اور اس کے آشنا علی بخش کو ڈیڑھ لاکھ روپے نقد اور ریزڈنسی کے قریب ایک کوٹھی عطا کی، مس ایلن یا شرف النساء بھی اپنی ماں اور اس عجیب وغریب ٹائپ کے ''باپ'' کے ساتھ رہتی تھی، علی بخش نے پہلے تو شرف النساء کے ذریعہ اودھ کے کئی امیروں کو بیوقوف بنایا اس کے بعد جب مسز دھیرٹی مرگئی تو کم بخت تھا آخر ذات کا کمینہ ڈوم، اس نے ماں کی جگہ بیٹی کو داشتہ بنالیا۔

.....

جس یورپین لڑکی کی زندگی والدین کی ناجائز محبت کا نتیجہ ہو اور جس نے پرورش ہی اس قدر ذلیل و تاریک ماحول میں پائی ہو اس کا کیریکٹر کس قدر بلند ہوگا، یہ اندازہ ہر شخص بہ آسانی لگا سکتا ہے، چند ماہ کے اندر شاہ نصیر الدین حیدر اس عورت سے برداشتہ خاطر ہو گئے۔ اور ایک دن اسے کسی معمولی خدمت گار سے مصروف اختلاط دیکھ کر محل سے نکلوا دیا بہر حال بادشاہ کی ممتوعہ تھی اس کی بسر اوقات کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا گیا۔

محذرہ عالیہ شاہی محل سے نکالے جانے کے بعد کچھ دن تو گولہ گنج میں ایک کوٹھی کرایہ پر لے کر رہی اس کے بعد اپنی بڑی بہن شرف اور علی بخش (جو پہلے اس کا باپ اور اب بہنوئی تھا) کے پاس چلی آئی، محذرہ چونکہ محل شاہی سے کافی دولت سمیٹ کر لائی تھی اور اس کا مستقل وثیقہ بھی چھ ہزار روپے ماہوار تھا اس لیے دونوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

Marfat.com

.....

جولائی 1873ء میں بادشاہ نصیر الدین حیدر نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کے وفات کے پورے تین سال بعد یہ عورت نہ جانے کس شخص کی گل چینی شباب کے فیض سے حاملہ ہوگئی، شرف النساء اور علی بخش گھبرائے، کہ اگر اس ناجائز حمل کی خبر کہیں حکومت کو ہوگئی تو وثیقہ منسوخ کرانے کی کوشش کی جائے گی، 9 نومبر 1840ء کو اس حمل کو ساقط کرایا گیا، دوا اس قدر تیز تھی کہ مخدرہ عالیہ تین دن تک بیہوش رہی اور 12 نومبر کو مر گئی۔ ہوا خواہوں نے چاہا کہ اس کی لاش کو شاہی قبرستان میں بادشاہ نصیر الدین کے قریب دفن کے جائے، لیکن محمد علی شاہ تاجدار اودھ نے اجازت نہ دی اور اسے علی بخش و شرف النساء کی کوٹھی کے احاطہ میں سپرد خاک کر دیا گیا بعد میں شرف النساء نے جو اپنی بہن کے ترکہ کی وارث قرار پائی قبر کے گرد چار دیواری بنوائی اور ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی جو ریزیڈنسی کے احاطہ کے قریب اب بھی موجود ہے۔

.....

مخدرہ عالیہ کی دولت سے علی بخش ڈوم کئی سال تک لکھنؤ اور کانپور میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا رہا، وہ دولت کے ذریعہ حاصل کردہ اثر و رسوخ کی بناء پر رسول پور کا چکلہ دار بھی مقرر ہو گیا، لیکن 1849 میں اسے ریزیڈنٹ کے حکم سے گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، جہاں اس پر استحصال بالجبر ڈاکہ زنی اور خیانت کے الزامات میں مقدمے چلائے گئے، علی بخش کو قید سخت کی سزا ہوئی اور اس کی دولت و جائداد سے ان لوگوں کے نقصانات کی تلافی کی گئی جن کو علی بخش نے لوٹا تھا، جس وقت علی بخش کی محل سرا پر چھاپا مارا گیا تو اندر سے بے شمار مظلوم لڑکیاں برآمد ہوئیں جن کو علی بخش کے ملازموں نے راستے میں مسافر والدین سے جبراً چھین کر اپنے آقا کی ہوس رانی کے لیے پیش کیا، علی بخش کی گرفتاری کے بعد ریزیڈنٹ کے حکم سے یہ لڑکیاں ان کے والدین تک پہنچائی گئیں۔

Marfat.com

انگریزی دور میں مشنری کام

مسٹر جڈسن لیٹسٹ عیسائی طبقے میں شامل ہونے کے بعد ہندوسان میں لیٹسٹ فرقہ کی حامیوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ پریس بٹرنس طبقہ 1833ء میں ہندوستان کے اندر تبلیغ نصرانیت کے لیے آیا۔ 1856ء میں میتھوڈسٹ فرقہ نے مشنری کام جاری کیا۔ تقریباً 1877ء تک ہندوستان میں امریکن عیسائیوں کی مشنری چودہ سوسائٹیاں تبلیغ کا کام انجام دے رہی تھیں (تاریخ مختصر کرسچن از جون فلیچر ہرسٹ: 611)

انگریز مشنریوں کی ہندوستان پر نظر

1813ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے منشور کو تجدید کے لیے برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے انگلینڈی عیسائی ''انجمن ترقی علوم عیسائیت'' نے آرک پشپ کی معرفت ہندوستان میں تبلیغ نصرانیت کی اجازت چاہی جس کی اجازت ان کو حاکمانہ سہولتوں کے ساتھ اب تک نہیں ملی تھی، ان کی خواہش یہ تھی کہ اس دینی فریضہ کے لیے چیف پریزیڈنسیوں میں ایک ایک پشپ مقرر کیا جائے اس مذہبی تنظیم کی اسکیم کی پارلیمنٹ میں کافی ذمہ دار لوگوں نے مخالفت کی، ان کی نظر میں اس سے ہندوستان کے امن و امان میں خلل پڑنے کا اندیشہ تھا اور وہ اس خطرہ کو سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود اس مسئلہ پر کافی غور و خوض کرنے اور پارلیمنٹ کے دونوں ہاؤس میں مخالفانہ اور موافقانہ بیانات لینے کے بعد ہاؤس

Marfat.com

آف کامنز کی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزی پادریوں کی نگرانی کے لیے ایک پشپ اور تین آرک ڈیکن مقرر کیے جائیں تا کہ پہلے پادری ہندوستان میں اپنی تنظیم کا جال پھیلائیں، اس تجویز کو پارلیمنٹ نے ایکٹ کی شکل میں طبع کرا کر مئی 1914ء میں جاری کیا، پشپ کا صدر مقام ایسٹ انڈیا کمپنی کے علاقوں کا کلکتہ مقرر کیا، یہ علاقے یورپ کے ان علاقوں سے کہیں زیادہ بڑے تھے جن پر برطانوی شہنشاہیت کا تسلط تھا۔ ان کی وسعت دہلی سے کنیا کماری اور سندھ سے گنگا کے دھارے تک تھی۔ چار سال کے بعد سیلون بھی ان علاقوں میں شریک کر دیا گیا۔ اور کولمبو میں بادشاہ کی طرف سے (کلکتہ کے پشپ کی جانب سے نہیں) ایک آرک ڈیکن کا تعین ہوا۔ اس کے ایک سال بعد ویلر کا علاقہ بھی ان علاقوں میں شامل کر دیا گیا جب یہ علاقہ بہت وسیع ہو گیا تو ایسٹ اینڈیا کمپنی کو منشور میں اضافہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ مدراس 1835ء اور ممبئی 1837ء میں اس مرکز سے علیحٰدہ ہو گیا ان کی پریزیڈنسیاں علیحٰدہ بنا دی گئیں اور کلکتہ کے مرکز سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ 1937ء میں کلکتہ کے پشپ کا علاقہ فورٹ ولیم آگرہ اور بنگال کے کھادی کے پورے علاقہ اور کمپنی کے دوسرے علاقوں تک محدود کر دیا گیا جس سے سیلون کے پشپ کے علاقہ کا کلکتہ کے پشپ سے کوئی تعلق نہیں رہا، نیوساؤتھ ویلز کے علاقہ کی نگرانی کلکتہ سے ہونا ناممکن تھی اس لیے اس کے لیے 1836ء بھی علیحدگی کا حکم صادر ہوا۔

تنظیمی شورش

جس طرح بتدریج ایسٹ انڈیا کمپنی علاقوں پر قبضہ کرتی چلتی گئی اسی رفتار سے کلکتہ کے بشپ علاقوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا پنجاب، آسام، اور برما جس کا رقبہ 3 لاکھ میل مربع سے بھی زیادہ پر مشتمل تھا۔ کلکتہ کے بشپ اس کے متعلق کر دیے گئے ان علاقوں کی شمولیت نے مجبور کیا کہ ان میں تبلیغ عیسوی کرنے کے لیے نیا علمی نظام قائم ہو۔ چنانچہ پہلا بشپ ڈاکٹر مڈلٹن مقرر کیا گیا۔ جو ہندوستان میں نومبر 1814ء میں وارد ہوا یہ ایک مشہور قابل و لائق عالم و شاعر اور

Marfat.com

تجربہ کار منتظم تھا یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد اس نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام بائبل میں یونانی آرٹیکل کا استعمال تھا۔ اس کتاب نے اس کو شہرت کے زینہ پر چڑھایا۔ 1911ء میں اس کو رکٹر سنٹ پنکر اس لنڈن کا مقرر کیا گیا وہیں اس نے تبلیغی کام کا تجربہ حاصل کیا۔ بعدازاں ایسٹ انڈیا کمپنی سے اس کو ہندوستان میں عیسائیوں کی تنظیم کرنے کا کام دیا گیا۔ آٹھ سال بشپ کی حیثیت سے اس نے تین پریزیڈنسیوں کے دورے کیے، وہ آگرہ اور دہلی میں نہیں آیا اس لیے کہ ان علاقوں میں گرجے نہیں تھے اس کے دورے کا کلکتہ پر بہت اثر ہوا۔ 1815ء میں اس نے سوسائٹی ترقی علوم عیسائیت کی بنیاد ڈالی۔ 1819ء میں ایک قومی اسکول جاری کیا جو بعد میں سینٹ جیمس کے نام سے ایک تعلیمی اداہ کی شکل اختیار کر گیا، اسی سال سنہلی تامل، مدراس اور سیلون کے پادریوں کے استعمال کے لیے دعاؤں کی کتابیں چھاپی گئیں۔

1820ء میں اس نے اپنے ہاتھوں سے بشپ کالج کی بنیاد ڈالی جس سے ہندوستان میں مشنری (تبلیغ عیسوی) کے کام میں بڑی مدد ملی۔ ڈاکٹر مڈلٹن نے 1821ء کے اندر سینٹ جان کے گرجوں میں ایک لکچر دیا جس میں عیسائیت کی روحانی ترقی اور عیسائیت کے پھیلانے کی اسکیموں کے خاکے پیش کیے۔ بشپ مڈلٹن 8/جولائی 1822ء میں انتقال کر گیا اس کا جانشین سب سے پہلا عیسائی شاعر ہیبر نامی مقرر ہوا۔ اس کی شہرت کا باعث اس کی ایک نظم فلسطین ہوئی جو اس نے شیلڈونین تھیٹر لندن میں 1803ء میں سنائی جس کا سننے والوں پر انتہائی اثر ہوا۔ اور مقبولیت عام ہوئی۔ اس نے بہت سی عیسائی نظمیں لکھیں۔

22/اپریل 1823ء کو شروب شائر چھوڑ کر یہ جون 1923ء میں کلکتہ کے بشپ مقرر ہوئے۔ چھ ماہ تک کلکتہ میں رہے اس دوران میں انہوں نے ڈم ڈم بستی جہاں عیسائی بسائے گئے تھے تقریریں کیں۔ 9/اپریل 1814ء میں دورے پر گئے۔ اس دورے کا مقصد پادریوں میں ڈسپلن قائم کرنا اور تبلیغی پروگرام کو تیز کرنے اور پادریوں کی اخلاقی حالت کو درست کرنا تھا۔ دہلی میں اس نے بادشاہ سے ملاقات کی اور ایک مجلد بائبل اور دعاؤں کی کتاب بادشاہ کو دی۔ دہلی سے پہلے الہ آباد، کان پورے پہنچے، دہلی

Marfat.com

سے بڑودہ، سورت، ممبئی، پونہ تھانہ، گالے، کولمبو ہوتے ہوئے مدارس پہنچے۔ نوآبادیات کے پادریوں اور مشنریوں کی ایک مجلس میں شامل ہوئے، اس میں ان ہندوستانی نوابوں کے لیے جو نئے عیسائی بنائے گئے تھے قوانین بنائے گئے۔ سیلون سے مدراس کے آرڈیکن کے ساتھ مدراس کے گرجوں کا دورہ کیا۔ بشپ ہیبر نے اپنی رپورٹ میں شکایت کی ہے۔ تنجور کو چھوڑ کر باقی سب علاقوں میں مشن کا کام بہت کمزور ہے راجہ تنجور کی مدد کی وجہ سے تبلیغی کام شباب پر ہے۔ بشپ ہیبر کی تندرستی اچھی نہ ہونے کی وجہ سے زندگی نے زیادہ ساتھ نہیں دیا۔ اپریل 1926ء میں ترچناپلی پہنچے یہاں ان کو مرگی کا دورہ پڑا آخر کلکتہ پہنچنے کے ایک روز بعد مر گئے۔

ان کے بعد بشپ ڈاکٹر جیمز اور ڈاکٹر ٹرنر مختصر مدتوں کے لیے آئے۔ ڈاکٹر جیمز نے 17 جنوری سے اگست 1928ء تک بطور انچارج کے کام کیا اسی دوران میں تبلیغ عیسوی، بائبل کی تقسیم، عیسائیوں کے اسکولوں کی درستگی، یتیم خانوں اور پبلک اسکولوں کی اصلاح میں بڑی سرگرمی دکھائی لیکن کچھ عرصہ بعد پٹنہ کا سفر کرتے ہوئے فوت ہو گئے۔ ان کے جانشین بشپ ٹرنر نے 1830ء میں بہت سے یتیموں کے لیے اسکول قائم کیے۔ آپ ہی خیراتی سوسائٹی کے بانی ہیں۔ اس سوسائٹی کا جو روپیہ آتا ہے اس میں سے 1/3 ہندوستانیوں میں تبلیغ کرنے کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔ آپ بھی زیادہ دن خدمت نہ کر سکے اور 1831ء میں فوت ہو گئے، ان کی جگہ ڈاکٹر ولسن براجمان ہوئے جنہوں نے سابقہ پادریوں کے مقابلے میں ریکارڈ مات کیا اور 16 برس تک اس جگہ پر مامور رہے، کئی مفت اسکول جاری کیے پادریوں کی ایک جماعت بنائی اور تبلیغی پروگرام اور مذہبی عروج کے لیے تندہی سے کام کیا۔ اور ہندوستانی لوگوں پر پادریوں کا رعب و دبدبہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

ان کے بعد ڈاکٹر کاٹن 1858ء میں بشپ بنائے گئے۔ یہ ایک بہترین مناظر اور بحث و مباحثہ میں دلچسپی لینے والا بشپ تھا جو اردو میں بہترین تبلیغی تقریر کرتا تھا۔ اس نے تقریروں سے

Marfat.com

گرجا کے میدان میں مسیحیت کا زبردست پروپیگنڈا کیا اور پہاڑی علاقوں میں اسکول قائم کیے۔دس سال کے بعد 1868ء میں ندی میں ڈوب کر مر گیا۔

بشپ کاٹن کے بعد بشپ مل کلکتہ کے پشپ مقرر ہوا۔ یہ شخص کئی زبانیں جانتا تھا اور انتہائی محنتی تھا۔ راولپنڈی میں 15/مارچ کو 1876ء میں فوت ہوا، ان کے بعد ڈاکٹر ایڈورڈ جونس مقرر ہوئے۔گرجائیں بنائیں اور عیسائی مذہب میں ہندوستانیوں کو لانے کی کوشش کی۔ کتنے گرجا بنائے اور کتنی ہندوستانی تعداد پر عیسائیت کا اثر پڑا اور پادیوں کی کیا تعداد تھی۔ یہ ذیل نقشے میں دیکھئے۔

سال	پادری	کلکتہ	مدراس	بمبئی	کولمبو	جملہ
1814ء	بڑا پادری	15	12	5	.....	32
1830ء	بڑا پادری	28	28	15	.....	76
1845ء	چھوٹا پادری	53	28	22	50	.....
1845ء	دوسرے پادری	50	50	10	15	233
1876ء	چھوٹا پادری	90	40	31	10	.....
1876ء	دوسرے پادری	153	160	28	53	565

گرجے

سال	گرجے	کلکتہ	مدراس	ممبئی	کولمبو	جملہ
1914ء	گرجے	.....	.....	.....	.....	100
1830ء	گرجے	16	11	9	.....	36
1845ء	گرجے	84	24	16	10	134
1876ء	گرجے	233	48	27	13	121

Marfat.com

ہندوستان کے لارڈ پادری

ممبئی	سال	مدراس	سال	کلکتہ	سال
ٹی کار۔ڈی۔ڈی	1836ء	ڈی کرائی ڈی ڈی	1835ء	ٹی ایف میڈلٹن۔ڈی ڈی	1814
ڈبلیو ہارڈنگ، ڈی ڈی	1851ء	جے ایف پنسر، ڈی ڈی	1835ء	ایچ ریپر ڈی ڈی	1822ء
		ٹی ولسٹری، ڈی ڈی	1849ء	جے، ٹی، جیمس ڈی، ڈی	1827ء
		ایف گل، ڈی، ڈی	1861ء	ڈی ولسن، ڈی، ڈی	1832ء
				جے، اے، ایل، کوئن، ڈی، ڈی	1858ء
				آرمل مین، ڈی، ڈی	1867ء
				ای، آر، جونس ڈی، ڈی	1876ء

عیسائیت کی روشنی پھیلانے والی جماعت

یہ جماعت لنڈن میں 1498ء میں قائم ہوئی۔اس کا مقصد مذہب عیسائی کی تبلیغ کرنا اور مسیحیت کو ترقی دینا تھا اس جماعت نے 1875ء میں انجیل اور دعاؤں کی 636692 جلدیں اور 6592319 کتابیں اور ٹریکٹ تقسیم کیے اسی سال اس جماعت نے 5 ہزار پونڈ انگلستان میں گرجا بنانے اور 3 ہزار پونڈ ٹریننگ اسکول قائم کرنے کے لیے خرچ کیے اور اسی طرح ایک رقم کثیر بیرون ممالک (ہندوستان) وغیرہ میں عیسائیت کو فروغ دینے کے لیے اٹھائی گئی۔

1875ء میں اس جماعت کی آمدنی کتابوں کی فروختگی اور چندوں سے چالیس ہزار پونڈ تھی 1876ء میں اس سوسائٹی نے 15 ہزار پونڈ ہندوستان میں نئے گرجوں اور نئے عیسائی بنانے یعنی تبلیغ عیسوی پر خرچ کیے۔

Marfat.com

کلکتہ میں اس جماعت کے ماتحت ''کلکتہ کے پادریوں کی جماعت'' کے بانی بشپ مڈلٹن نے 1815ء میں قائم کی جس کے صدر خود اور نائب صدر کلکتہ آرڈیکن تھے۔ دو کمیٹیاں بنگال ورنیکولر اور این ڈبلیو ورنیکولر کمیٹی اسی جماعت کے زیر اثر بنائی گئیں۔ اس سوسائٹی کے زہر پھیلانے کا اندازہ اس کے کام سے ہوسکتا ہے جو اس نے کلکتہ میں انجام دیا۔ 1872ء میں اس نے اپنے گودام سے 10369 انجیلیں او دعاؤں کی کتابوں کی تقسیم کی۔ 1873ء میں یہ تعداد 81065 تک پہنچ گئی مگر 1874ء میں یہ تعداد 25219 کے عدد لکھوانے لگی تھی۔ 1872ء پادریوں کی کمیٹی کی جان سے 6-14-1777 اسکول ماسٹروں اور پادریوں کو دیے گئے۔ 1873ء میں 7-7-150، 1874ء میں 7-7-840، 1875ء میں 0-0-1696 اور 1876ء میں 9-1-2714۔

ان سوسائٹیوں اور کمیٹیوں کے فنڈ تمام تر مذہبی کتابوں کے چھاپنے، تبلیغی پروگراموں اور مشرقی زبانوں میں بائیبل چھاپنے اور گرجوں کے قائم کرنے میں خرچ کیے جاتے تھے 1875ء میں سوسائٹی کے ڈپو کی کتابوں کی فروختگی سے 8-13-12900 کی آمدنی ہوئی۔

بیرون یورپ نئے عیسائی بنانے والی جماعت

یہ جماعت 1701ء میں بادشاہ ولیم سویم کے حکم سے قائم ہوئی جس کا مقصد بیرون یورپ (ہندوستان وغیرہ) میں عیسائیت کی تبلیغ کرنا اور اس کے واسطے فنڈ کی فراہمی اور خرچ کا معقول انتظام، اور دیگر ملکوں میں گرجوں کی تعداد بڑھانا تھی۔ ہندوستان میں اس جماعت کی پادری کمیٹی 23-1822ء میں قائم ہوئی جس کے بانی وصدر بشپ ہیبر اور اس کے نائب صدر آرک ڈیکن کلکتہ تھے۔

اس جماعت نے شمالی ہندوستان کے علاقوں میں جو کام کیا ان کی تفصیل یہ ہے۔

1825ء میں اس جماعت نے بشپ ہیبر کے مشورے سے بھاگلپور میں پادری کرسچن کو پادری مقرر کیا۔ ڈبلیو مرٹون کو جو سب سے پہلا بنگالی مبلغ (مشنری) تھا چن

Marfat.com

سراہا کا پادری بنایا اسی سال کالی گنج پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہوا۔ جہاں کا پادری 1832ء میں جے کارشو کو بنایا گیا۔ تیز پور اور آسام پر قابض ہونے کے بعد گرجے اور اسکولوں کا قیام ہوا۔

اس کے دو سال بعد برما میں بھی تبلیغی پروگرام کو وسعت دی گئی۔ 1872ء میں شمن نے کرن اور ہانگو میں گرجے بنائے دہلی میں 1854ء میں تبلیغی پروگرام کی ابتداء کی۔

غدر کے زمانہ میں پادری اور ان کے دو ساتھیوں کو قتل ہونے پر تبلیغی کام بند کر دیا گیا تھا لیکن امن کے بعد پھر جاری کیا گیا۔ چھوٹا ناگپور میں تبلیغی پروگرام بڑی کامیابی کے ساتھ چلا۔ چنانچہ اس جد جہد کا حسب ذیل نقشہ ہے۔ جو 1875ء میں پادریوں کی کوشش سے ہندو اور مسلمانوں کے عیسائی بننے کی شکل میں بنا۔

مقامات	مبلغ	گاؤں	گرجا	چھوٹے گرجا گھر	مسیحیت کی معلومات حاصل کرنے والے	مسیحی لٹریچر پڑھنے والے	عیسائی بننے والے	داخل شدہ عیسائی	کافی بہکائے ہوئے	پھنسنے والے	شادی شدہ	غیر شادی شدہ	تصدیق شادی شدہ عیسائی
آسام (تیز پور)	2	2	2	0	1	2	14	163	35	9	2	1	7
باری پور، مگراہٹ (بنگال)	2	75	2	6	3	21	72	1308	492	64	26		
کلکتہ کتھیڈرل	2	3	1	0	0	2	8	147	95	0	1	4	5
ہندوستانی	1	0	1	0	1	0	21	177	57	3	4	4	13
ہاوڑہ	1	9	9	1	11	2	7	104	20	1	2	7	0
نالے کنگ	3	24	1	8	00	15	58	16	864	123	42	83	00
مانڈلے برما	1	1	1	0	0	0	1	28	12	2	00	00	00
رنگون	2	8	1	0	5	0	25	380	41	25	10	13	00

Marfat.com

ٹیٹ میو	1	1	0	5	1	20	14	35	22	2	00	00	00
ٹنگوہ	0	1	0	00	3	0	3	8	4	0	0	1	00
چھوٹا ناگپور	15	342	4	5	0	42	1389	8384	3302	1474	80	68	1548
بندا، لورتھ، ویسٹ صوبہ	1	0	1	0	1	00	9	22	6	6	2	0	7
کانپور	3	0	1	0	1	0	24	120	36	6	6	12	8
اسراجوراور پھنا گے	1	0	0	0	0	0	21	102	11	00	18	15	6
دہلی	2	4	1	6	0	32	46	223	130	35	0	4	0
ٹوٹل	37	471	16	26	16	116	1702	13079	5116	1735	198	274	1594

اس جماعت نے 1871ء میں زیادہ عیسائی بنائے بلکہ اس سے قبل زیادہ عیسائی نہیں بنے اس سال سے قبل ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد 9962 تھی وہ 1971 میں 13079 تک پہنچ گئی جہاں پہلے 3565 عیسائیت کے امیدوار تھے وہ 1872ء میں 5116 ہو گئے۔

1871ء میں جو عیسائی بن چکے تھے وہ 1087 تھے۔ جو کہ 1875ء میں 1702 ہو گئے۔

چرچ مشن سوسائٹی

1799ء میں لندن کے اندر اس سوسائٹی کا قیام ہوا، اس کا مقصد افریقہ اور یورپ کے ملکوں میں عیسائیت پھیلانا تھا تھوڑے عرصے کے بعد اس نے اپنے حدود میں توسیع کر لی اور افریقہ اور یورپ کے باہر بھی قدم رکھنا شروع کر دیا تھا۔ 1807ء میں اس سوسائٹی نے ڈھائی سو پونڈ ہندوستان میں نصرانیت کی تبلیغ کرنے کے لیے بھیجے اور تین پادری براؤن، بچہ نن (ایسٹ انڈیا کمپنی کے پادری) اور مسٹر اڈنی کو کلکتہ بھیجا۔ انہوں نے یہ رقم ہندوستان کی مفتوحہ زبانوں میں انجیل کے ترجموں پر خرچ کی۔

کلکتہ میں ہندوستانیوں میں تبلیغ کرنے کے لیے یہ سوسائٹی 1814ء میں قائم ہوئی 1815ء میں کیدر پور اور ڈم ڈم میں اپنے اسکول کھولے اور انڈین مشن کمیٹی 1816ء میں

Marfat.com

بنائی گئی جس کے صدر کلکتہ کے بشپ بنائے گئے اور سکریٹری جے ویلنیڈ مقرر ہوئے۔ اسی سوسائٹی کی طرف سے بنگال میں جو پہلے مبلغین (مشنری) آئے، ان میں گرین وڈ اور شروٹر کا نام لیا جاتا ہے جو کلکتہ میں جون 1816ء میں وارد ہوئے۔ گرین وڈ تعلیمی کام میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد تبت چلے گئے جہاں چار سال بعد فوت ہو گئے۔ 1819ء میں انگلینڈ سے ایک پریس بھی بھیجا گیا جس کے ذریعہ بیس سال تک مسیحی لٹریچر شائع کیا گیا، 1821ء میں اس سوسائٹی نے اپنا ہیڈ کوارٹر مرزاپور میں قائم کیا، اور یہاں بہت سی اپنی عمارتیں تعمیر کیں ستمبر 1823ء میں اس سوسائٹی نے چرچ مشنری ایسوسی ایشن قائم کی جس سے اسکول اور گرجے قائم کرنے میں بہت مدد ملی، 1824ء میں ہندوستانی عورتوں میں یسوع مسیح کا پروپیگنڈہ کرنے اور مسیحیت کی تبلیغ کے واسطے لیڈیز سوسائٹی فار نیٹیو فیمیل ایجوکیشن قائم کی جس کی سرپرست لیڈی ہیسنگیز مقرر ہوئیں، 1925ء میں عبدالمسیح جسے 1811ء میں عیسائی بنایا گیا تھا اور جس کے بارے میں ابتدائی سوسائٹی کی رپورٹ میں بشپ ہیبر پادری باؤلے وغیرہ نے اس کے کام کی بڑی توصیف کی ہے، لکھتا ہے:

''اس کا اسلامی نام شیخ صالح تھا اور وہ دہلی کے سربرآوردہ مسلمانوں میں سے تھا۔ وہ شاہ اودھ کے دربار میں جواہرات کا داروغہ تھا۔ جب وہ کانپور تھا تو ہنری مارٹن سر بازار منادی کر رہا تھا۔ وعظ کو سن کر مذاہب کی چھان بین کا شوق پیدا ہو گیا اس نے ثابت سے جو ہنری مارٹن کے ساتھ انجیل کا اردو میں ترجمہ کرتا تھا درخواست کی کہ مجھے اپنا کاتب بنالو جوں جوں وہ انجیل کے ترجمہ کی کتابت کرتا گیا اس کی روحانی پیاس بجھتی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1811ء میں پادری ڈیوڈ براؤن کے ہاتھوں اس نے کلکتہ کے پرانے گرجا میں بپتسمہ لیا جب کوری آگرہ میں مقرر ہو گیا تو اس کو اپنے ساتھ چرچ مشنری سوسائٹی کا واعظ بنا کر لے گیا، عبدالمسیح ہندوستان میں سی ایم سی کا پہلا کارندہ تھا، اس نے آگرہ میں بڑی محنت کی سولہ ماہ کے اندر پچاس ہندو اور مسلمان مسیحیت کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ 1814ء میں اس کی تصویر بھیجی گئی جو چرچ میں اب تک لٹکتی ہے۔ عبدالمسیح کے خطوط جو انگلستان باقاعدہ جاتے تھے

Marfat.com

نہایت دلچسپ تھے۔ سوسائٹی کے احباب ان کو شوق سے پڑھتے تھے۔ عبدالمسیح چرچ مشنری سوسائٹی کا پہلا میڈیکل مشنری تھا، کیونکہ وہ طبابت جانتا تھا۔ اور دور دور سے لوگ اس کے پاس علاج کے لیے آتے تھے۔ بشپ ہیبر مڈلٹن نے اس کو قیسیس کے عہدے پر مقرر کرنے سے ہندوستانی ہونے کی بناء پر انکار کر دیا تھا۔ لیکن اس کے جانشین بشپ ہیبر کو دیسیوں کے تقرر پر کوئی اعتراض نہ تھا اور اس نے 30 رنومبر 1825ء کو اس کو خادم الدین کے عہدہ پر سرفراز کیا جو 1827ء میں 14 سال کی خدمت کے بعد فوت ہوا۔''

1865ء میں اس سوسائٹی کی جانب سے کیتھڈرل میں مش کالج قائم کیا گیا۔ جو کلکتہ کے بڑے تعلیمی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے، 1816ء میں ضلع بردوان میں بھی تعلیمی کام شروع کیا گیا لیکن یہاں مبلغین (مشنریز) 1820ء تک نہیں آئے۔ 1831ء میں جے جے ویسٹر برختھ کو یہاں کا انچارج بنایا گیا۔ یہاں عیسائیوں کی ایک بڑی آبادی پہلے قائم ہو چکی تھی اب اس ضلع میں کئی اسکول قائم کیے گئے ایک یتیم خانہ بھی کھولا گیا۔ 1817ء میں دی کوری پادری کو بنارس کا انچارج بنایا اور اسی سال اس سوسائٹی کو جے نرائن اسکول کو اپنے نام تبدیل کرانے میں کامیابی حاصل ہوئی یہ اسکول ایک بڑے متمول راجہ کے نام پر ہے۔ اس علاقہ کے سب سے پہلے پادری 1821ء میں ٹی مورس تھے۔ یہاں فضا پیدا کرنے والے پادری لی لوتھر اور دیگر پادری تھے۔ سوسائٹی کے اس علاقہ میں کامیاب اور شاندار اسکول ہیں اور دو عیسائیوں کے گاؤں ہیں دو گرجے ہیں جن کے انچارج ہندوستانی پادری ہیں۔

گورکھپور میں تبلیغی کام 1823ء میں شروع ہوا اس وقت وہاں سوسائٹی کا ایک بڑا یتیم خانہ اور ایک وسیع عیسائیوں کا گاؤں بھی ہے۔ کرشن نگر میں سوسائٹی کی جانب سے 1831ء میں پہلا مشن قائم کیا گیا۔ دوسرے سال وہاں پادری ڈیر مقرر ہوئے یہاں کئی ایسے اسکول قائم ہوئے جن میں پادری بنکر دورہ پر جاتے تھے۔

1831ء میں ہندوستانیوں نے عیسائیت کی طرف خاص توجہ دی اور اس سال تین مہینہ کے اندر ہی تین ہزار عیسائی بنائے گئے۔ اعظم گڑھ میں 1831ء میں تبلیغ کے کام کا

Marfat.com

آغاز ہوا۔آگرہ کے ضلع پادری کری کی طرف سے 1812ء میں تبلیغی کام جاری تھا۔ان کے تبلیغی کام میں عبدالمسیح بہت امداد واعانت کرتا تھا۔جس کو کری صاحب کے جانے کے بعد آگرہ کا انچارج بنایا گیا۔ 1839ء میں آگرہ کے اندر پادری ہورنل آئے جنہوں نے ہندوستانی عیسائیوں کے لیے ایک گرجا قائم کیا۔اور بہ عجلت ایک سینٹ جون کالج کی بنیاد رکھی۔1839ء کے قحط کے موقع پر مشن کی طرف سے آگرہ کے نزدیک سکندرہ میں ایک بڑا یتیم خانہ کھولا گیا جس کے ساتھ 1840ء میں ایک پریس بھی لگادیا گیا۔1842ء میں سکندرہ میں ایک گرجا بنایا گیا۔یوپی میں کام کی رفتار حسب ذیل رہی اور ضلع کے مرکزوں کا قیام اس طرح پر کیا گیا۔

بھاگلپور میں 1850ء میں، جبلپور میں 1854ء میں، متھرا میں 1856ء میں، لکھنؤ میں 1858ء میں، الٰہ آباد میں 1859ء میں، فیض آباد میں 1862 میں، دم گڈیم سی پی 1862ء میں، علیگڑھ میں 1864ء میں۔

1843ء میں سوسائٹی نے کوٹ گڑھ (ہمالیہ) میں ایک اسکول قائم کیا جہاں سے عیسائیت کی تبلیغ ہوتی تھی۔1854ء میں کوٹ لڑ کے قریب کانگڑہ میں جب گورنمنٹ کا قبضہ ہوگیا تو مشنری کا جال پھیلایا گیا۔

پنجاب میں سوسائٹی کا کام مختلف ضلعوں میں حسب ذیل سالوں میں کیا گیا:

امرتسر میں 1852ء میں، ملتان و پیشاور میں 1855ء میں، ڈیرہ اسماعیل خاں میں 1860ء میں، سری نگر میں 1863ء میں۔

اور بہت سے مقامات پر ڈاکٹر ایمس لی اور اس کے جانشین ڈاکٹر میکسول کی طرف سے بڑی تیزی کے ساتھ کام کیا گیا۔

1876ء میں لاہور کے اندر عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ ایک اسکول قائم ہوا۔

1822ء میں اس سوسائٹی کی جانب سے سنتھال نے (جنگلی قوموں میں) تبلیغ کے کام کا نیا میدان تجویز کیا اور ان کے ضلعوں میں گرجے اور اسکول قائم ہوئے۔تال جھاری

Marfat.com

اس علاقہ کا تبلیغی ہیڈ کوارٹر مقرر رہوا۔

چنانچہ یکم اکتوبر 1874ء سے 31/دسمبر 1875ء تک پندرہ ماہ میں اس سوسائٹی نے ہندوستانیوں میں کتنی تعداد میں کس کس مقام پر عیسائی بنایا اس کی تعداد حسب ذیل نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

مقامات	عیسائیت کے قریب اشخاص	نوعیسائی	طالب مذہب عیسوی	گرجامیں شامل ہونے والے
ٹرینٹی چرچ کلکتہ	20	364	30	125
کرائسٹ چرچ کلکتہ	0	38	3	25
کدھرپور	2	169	3	51
ٹھاکرپور	23	287	5	58
کسٹوپور	10	157	1	30
اگرپارہ	20	188	0	49
بردوان اینڈکو	6	87	1	35
برنگوراور بن ہوگلی	5	24	1	9
کرشناگھور	27	441	0	125
کپڈیگا	40	908	0	33
چھپرا	37	756	0	36
رتناپور	25	912	0	36
بھولوپور	35	1391	0	84
جوگندو	16	353	0	34
سولو	21	924	0	46
پٹنااورناگھٹ	1	23	0	8

Marfat.com

سنتھالیہ تلجھاری	124	949	35	398
گڈا	14	186	0	60
ہرن پور	38	158	9	67
بھاگلپور	33	307	0	78
بنارس	23	456	0	107
چنار	1	36	0	38
اعظم گڑھ	4	35	1	14
گورکھپور	48	531	4	175
الہ آباد	33	487	0	135
آگرہ	17	245	0	79
سکندرہ	17	439	47	142
متھرا	4	44	5	21
علی گڑھ	9	25	1	13
بلند شہر	0	32	0	20
میرٹھ	16	304	0	173
اکلا	1	39	0	17
ان فائلڈ	15	346	23	157
جبل پور	13	125	3	30
لکھنؤ	41	345	0	137
فیض آباد	4	55	3	24
کوئی گھر	5	48	0	21
کنگرہ	2	67	2	25

120

Marfat.com

امرتسر	40	201	18	80
لاہور	13	291	7	99
ملتان	3	16	2	12
پشاور	9	108	3	31
ڈیرہ اسماعیل خاں	3	18	1	9
پونہ	1	8	0	4
کل	**820**	**12954**	**211**	**2949**

چرچ مشنری سوسائٹی اور شمالی ہندوستانی مشنری کے ماتحت اینگلو ورنیکولر کالج اور اسکول جس قدر ہیں ان کی تعداد 1857ء میں 366 تھی اور یہ سب عیسوی مذہبی اسکول کہلاتے تھے اس میں عیسائی استاد 558 تھے اور غیر عیسائی استاد 266 کی تعداد میں تھے۔اس سوسائٹی کے سکریٹری 1876ء کی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

1871ء میں اسکولوں کے اندر ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد 11030 تھی جو کہ 1875ء میں 13164 تک پہنچ گئی ہے۔ پہلے عیسائیت کے امیدوار 223 تھے مگر اب 2943 ہیں، 1871ء میں جو لوگ عیسائی بننے کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے ان کی تعداد 696 تھی، 1875ء میں 820 ہوگئی وہ نوجوان نوعمر عیسائی جو 1871ء میں 81 بنے تھے وہ اب 141 کی تعداد میں عیسائی بنے ہیں۔

اگر ہم اسکولوں میں طالب علموں کی تعداد کا اندازہ لگائیں اور پھر غریب ہندوستانیوں کے 335969 کے چندے دیکھیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے مشن نے ان پانچ سالوں میں نئے عیسائیوں کی تعداد اور تبلیغ میں نہایت شاندار کامیابی حاصل کی ہے جن کی ہمیں بہت خوشی ہے۔

1875ء میں چرچ مشنری سوسائٹی کے پاس مقامی فنڈ کے علاوہ جنرل فنڈ میں 442214 روپے تھے۔اس میں انگلینڈ کی سوسائٹی نے 432299 روپے کی مدد کی تھی۔

Marfat.com

(1) کلکتہ ڈیوسکن ایڈیشنل گلرکی سوسائٹی

اس سوسائٹی کو 1841ء میں بشپ ولسن نے قائم کیا اس کے بعد صدر بشپ کلکتہ اور نائب صدر آرک ڈیکن اور ڈبلیو امنیلی تھے اس سوسائٹی کی غرض تھی کہ جہاں حکومت پادری نہیں بھیج سکتی تھی وہاں یہ سوسائٹی پادری کا انتظام کرتی تھی، اس سوسائٹی کو 1875ء میں 55142-9-5 کی آمدنی ہوئی تھی۔

(2) کلکتہ ڈیوسکن چرچ بلڈنگ فنڈ

اس فنڈ کی ابتدا ایسٹ ولس نے 1834ء میں کی جس کے ٹرسٹیوں میں آرک بشپ کلکتہ اور وہاں کے آرک ڈیکن تھے 1975ء میں اس فنڈ سے حسب ذیل گرجوں کو حسب ذیل رقومات کی امداد دی گئی۔

(1) الہ آباد مشن کو:	1000
(2) آسنسول کو:	1500
(3) نینی تال کو:	4500
(4) جمال پور کو:	400
(5) مقدس لوگوں کی یاد میں جو گرجا کانپور میں بنا اس کو:	1500
(6) جے پور کو:	1000
(7) ٹونڈلہ کو:	10900

1876ء میں شیلانگ کو 1200، بالاسور کو 400، جلپائی گڑی کو 400 اس کے علاوہ اس فنڈ سے ڈیوسنز کے علاقہ میں 112 گرجوں کی عمارت کی مرمت کرنے کے لیے مدد دی گئی۔

(3) بائبل سوسائٹی

یہ بائیبل سوسائٹی 1804ء میں قائم ہوئی جس کی غرض تھی کہ بائبل چھاپنا اور اس کی تعریف و توضیح کے لیے کتابیں شائع کرنا۔

Marfat.com

(4) شراب کے خلاف سوسائٹی

شراب کے زیادہ استعمال کو کم کرنا اور اس اصول کو منوانے کی کوشش کرنا کہ شراب نہیں پینی چاہیے۔ خواہ ماننے والا شراب پیتا ہو، اس سوسائٹی کی شاخیں ممبئی، احمد آباد، نیا گاؤں، مدراس، رنگون، سیالکوٹ، الٰہ آباد، فتح گڑھ، اور جمال پور وغیرہ میں تھیں۔

(5) مذہبی کتابیں شائع کرنے والی سوسائٹی

یہ جماعت 1862ء میں عیسائیت کے پروپیگنڈے کرنے اور ان کی مقدس کتابیں شائع کرنے کے لیے قائم کی گئی۔ اس کے صدر میجر جنرل میکلی گن تھے۔

(6) ڈیوسکن سرچ گوائلڈ

(1) سینٹ پال کیتھڈرل مشن گوائڈل، اس کے 19 ممبر ہیں اور سکرزی ولٹن ڈی، ریڈ ہز (2) سنت جونسن گوائلڈ 19/مارچ 1875ء میں بنایا گیا اس کا صدر سنڈ جونسن کا سز پادری تھا

(7) دی گولڈ آف ہولی اسٹینڈ رڈ

اس کے سرپرست عیسیٰ مسیح ہیں اور اس سوسائٹی کا مقصد فوج میں مذہب کی تبلیغ کرنا اور سپاہیوں کے اندر گرجا اور خدا کا خوف پیدا کرنا اور جو عیسائیت کو چھوڑ کر کوئی اور دوسرا مذہب اختیار کر لیتے تھے انہیں رجوع کرانے کی کوشش کرنا اور ان کے اندر عیسائیت کی محبت پیدا کرنا اور سپاہیانہ خودداری کے جذبات کو ابھارنا تھا، سمجھانا بجھانا تھا۔ سپاہی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھڑی گھڑی اپنے خیالات بدلے اور مذہب تبدیل کرنے کا مجرم بنے۔ یہ سوسائٹی بہارن نام کی جماعت سے متعلق ہے جس کا نام فلسطین کے بادشاہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس بادشاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو ایک رات الہام ہوا اور آسمان کے اندر صلیب کا نشان دکھائی دیا جس میں لکھا تھا'' آن دِس کنکر'' اس سے فتح کرو۔ اس خواب کے بعد بادشاہ کو جس قدر فتحیابی اور کامرانیاں ہوئی اسی جھنڈے کی بدولت ہوئیں۔ یہ سوسائٹی 1873ء میں ہندوستان میں قائم ہوئی۔ چھاؤنی میں اس کی

Marfat.com

شاخیں ہیں۔کلکتہ کے سنٹ پال دیوسنز کے وارڈ "164" عیسائی پچھلے سال سے زیادہ درج ہیں۔ اس کی پندہ شاخیں ہیں جس میں حسب ذیل لوگ عیسائی بنائے گئے ہیں۔

آگرہ میں 32، باک پور میں 9، کانپور میں 5، ڈلہوزی میں 6، دیناپور میں 17، فیروز پور میں 27، فورٹ ولیم میں 23، فیض آباد میں 5، لکھنؤ میں 34، نیا گاؤں میں 3، پشاور میں 16، رنگون میں 14، سبھاتو میں 14، سیالکوٹ میں 17، تھیٹ مایو میں 15۔

(8) جماعت انسداد بے رحمی حیوانات

اس کے سرپرست ہز ایکسلنسی لارڈ لالٹن ویسرائے ہند تھے اور کلکتہ کا بشپ ہے۔

(9) کلکتہ کے مزدور ملاحوں کا کلب

(10) کلکتہ کے ہسپتالوں کی نرسوں کا ادارہ

اس کا مقصد یہ ہے کہ بڑے بڑے ہسپتالوں میں نرسوں سے خدمت کرانے کے لیے ان کو تیار کرنا اور جس جس ہسپتال میں نرسوں کی ضرورت ہو ان میں نرس بھیجنا۔

(11) کلیریکل لائبریری

کتھڈرل لائبریری بشپ ولسن نے بنائی اور بشپ کالج لائبریری بشپ مرلس نے 1820ء میں قائم کی اس لائبریری میں مختلف زبانوں کی تین کتابیں ہیں۔

(12) بیگم سمرو کلرجی ٹرسٹ

اس ٹرسٹ سے پادریوں کو مدد دی جاتی تھی اور ان مذہبی جماعتوں کو مدد دی جاتی تھی جو حکومت سے تعلق نہیں رکھتی تھی اس فنڈ کا دوسرا حصہ غریب عیسائی اچھے خاندان کے مستحق عیسائی اور غربت کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہنے والے بچوں کو تعلیم حاصل کرانے پر خرچ کیا جاتا تھا۔

(13) عبطلے بیکوست ٹرسٹ

اس ٹرسٹ سے ان عیسائی غرباء کو بارہ روپے ماہوار تک کی مدد دی جاتی تھی جو تعلیم

Marfat.com

حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کی سود کی آمدنی دو گرجوں کے ٹرسٹیوں کو ملتی تھی، اس کے ٹرسٹی کلکتہ کے بشپ اور آرڈیکن تھے۔

(14) مدناپور مشن، ڈھاکہ پادری مشن

گرجوں کی مرمت وصفائی اور چھوٹے پادریوں کے گرجے کے چھوٹے ملازموں کو اس فنڈ سے مدد دی جاتی ہے۔ یہ فنڈ ڈھاکہ کے ایک رئیس مسٹر جون ہولو نے وقف کیا ہے۔

(15) ویٹ برچٹ میموریل ٹرسٹ

یہ روپیہ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو بنگالی زبان میں مذہبی قسم کے گانے بنائیں جو عوام کو پسند ہوں اور ان کے لیے باعثِ کشش ہوں۔ یہ ٹرسٹ ایک بردوان کے مشنری مسٹر جے، جے ویٹ کی جائداد ہے۔

(16) دہلی مشن فنڈ

یہ دہلی کے اندر تبلیغی کام میں صرف ہوتا ہے۔

(17) کیتھڈرل مشن فنڈ

یہ فنڈ گرجوں کے آس پاس عیسائیوں کے جو مکانات ہیں ان کی خدمت کے اور مرمت کے لیے اور اسکول ماسٹر اور استانیوں کی امداد میں خرچ کیا جاتا ہے۔

(18) اے نیٹو پاسٹوریٹ فنڈ

بشپ ولس کی یادگار میں 1858ء میں قائم ہوا۔

(19) الٰہ آباد، تلجھاری، پنانگ، نیٹو پاسٹوریٹ فنڈ

یہ تینوں فنڈ عیسائیوں کی مدد کے لیے تھے اس فنڈ کے سود سے امداد دی جاتی تھی۔

(20) ونٹ انڈومن فنڈ

چالیس ہزار روپیہ کی رقم مسٹر ولیم ونٹ (جو کہ سول سروس بنگال میں ملازم تھے) دی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ دیسی عیسائی اور دیسی زبانوں میں عیسائیت کی تبلیغ میں خرچ کیا جائے۔

Marfat.com

(21) ایلرٹون انڈومنٹ فنڈ

کلکتہ کے آرڈیکن اس کے ٹرسٹی تھے مسٹر ایلرٹون نے کلکتہ کی زندگی میں عورتوں کے اندر عیسائیت کی تبلیغ کے لیے بہت کوشش کی تھی یہ فنڈ بھی عیسائی یتیم بچوں اور عیسائی عورتوں کی مدد کیلئے تھا یا بیمار اپاہج لوگوں کیلئے۔

(22) بائبل کے ترجمہ کا فنڈ

یہ فنڈ کالجوں اور سوسائٹیوں کو انگریزی اور غیر ملکی زبانوں میں بائبل کے ترجمے کرانے کے لیے صرف کیا جاتا ہے اس فنڈ کے ٹرسٹی بشپ کالج کی کونسل ہے۔

(23) کروان اور کے فنڈ

پادری ایچ کروان جو کلکتہ کے پادری تھے انہوں نے ایک رقم خیرات کی اس کے بعد ڈاکٹر کے پرنسپل بشپ کالج نے ایک عطیہ دیا، ان دونوں رقموں کے سود کو بشپ کالج کے آس پاس کے گرجوں کے غریب دیسی پادریوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

(24) ہیبر ایگزیبیشن

بشپ ہیبر کی یاد میں یہ ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے اور اس کا مقصد ان طلباء کی امداد کرنا ہے جو بشپ کالج میں پادری بن کر تبلیغ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

(25) ڈسٹرکٹ چیریٹیبل سوسائٹی

سرپرست لارڈ بشپ کلکتہ تھے اس کا مقصد کلکتہ کے غریب عیسائیوں کی امداد کرنا اور مالی مدد دے کر عیسائیت کی طرف مائل کرنا۔ اس کونسل میں جج ہائی کورٹ اور کلکٹر وغیرہ شامل تھے۔

(26) لیڈی ولیم فنڈ

1835ء میں یہ فنڈ قائم ہوا۔

(27) دوارکا ناتھ ٹیگور فنڈ

غریب اندھوں کے لیے 1840ء میں و 1854ء میں ان محتاجوں کے لیے جو روزی نہیں

Marfat.com

کما سکتے تھے ان دونوں فنڈ سے پانچ روپے ماہوار سے زیادہ نہیں دیا جاتا تھا۔

(28) پرنس مرزالدین چیرٹی

یہ فنڈ بلافرقہ ومذہب کی تمیز کے غریبوں کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ پانچ روپے ماہوار سے زیادہ نہیں ملتا تھا۔ 1856ء میں قائم ہوا تھا۔ کلکتہ کے بشپ اور آرڈیکن کلکتہ اس کے ٹرسٹی تھے۔

کیتھولک مشنری

مذکورہ سوسائٹیوں کا تعلق پروٹسٹنٹ فرقہ سے ہے دوسرا پرانا اور بڑا فرقہ رومن کیتھولک کا ہے جس کی مشہور ومعروف اور قدیم ترین ''سوسائٹی اے میشن استرنجے'' نے ہی ہندوستان میں پہلا قدم رکھا۔

اس کے علاوہ رومن کیتھولک کی حسب ذیل مشن سوسائٹیوں نے ہندوستان میں دین مسیحیت کی تبلیغ کی اور سابقہ جماعتوں کے نقش قدم پر چلیں۔

(1) میلان ہنمیری فارفارن مشن: 1850ء میں قائم ہوا۔ ہندوستان میں اس کا عملی میدان حیدرآباد اور کشن گڈہ بنا۔

(2) مل ہل سوسائٹی: 1866ء میں بنی، اس کا حلقہ پنجاب، کشمیر، لداخ اور نیل گوئے تھا۔

(3) جے سوئٹس مشن: اس کی جد جہد کا دائرہ ممبئی، پونہ، کلکتہ، مادورہ، منگلور اور ترچناپلی تھا۔

(4) فرانسیسی کن مشن: یہ فرانسیسی سوسائٹی تھی، آگرہ، لاہور، الٰہ آباد میں اس نے کام کیا۔

(5) کرجے لائٹ مشن: ویراپولی اور کلون میں عیسائیت کا پرچار کیا۔

رومن کیتھولک فرقہ ہندوستان میں کس تعداد مشنری، پادری اسکول، امدادی سوسائٹیوں اور گرجوں کے ساتھ عیسائیت کی داغ بیل ڈالنے میں مستغرق تھا اس کی تعداد فرقہ پروٹسٹنٹ کے اداروں پادریوں وغیرہ سے زیادہ ہے۔ انسائکلو پیڈیا برٹانکا (جلد:32، صفحہ:276) کی

Marfat.com

تحقیق ملاحظہ ہو۔

تبلیغی کام کے حلقے:35، گرجے: 4756، پادری یورپین:826، غیر یورپین پادری: 55، اسکول:2562، خیراتی سوسائٹیاں:162۔

ان دوفرقوں کے علاوہ برسبیرین، بپٹسٹ، نشورینس فرقوں نے بھی ہندوستان کے مختلف مقامات پر مرکز قائم کیے۔ چنانچہ برسبیرین کے فرخ آباد، فتحپور، مین پوری اور الٰہ آباد میں ہیڈ کوارٹر ہیں۔

پادریوں کی تعداد

فرقہ پروٹسٹنٹ کے یورپین پادری 1875ء میں کل 601او صرف مدراس میں 202 بتائے جاتے ہیں اسی طرح کیتھولک فرقہ کے یورپین پادریوں کی تعداد826 بیان کی جاتی ہے۔ علاوہ دیگر چھوٹی سوسائٹیوں کے۔ اگر ان سوسائٹیوں کے بھی کم از کم 75 پادری شمار کیے جائیں تو پندرہ سو کی تعداد بنتی ہے۔ چنانچہ اس تعداد کی بہت احتیاط کے ساتھ ہندوستان کے اس دور کا اخبار ''نور الانوار نمبر: نمبر 34، جلد:20 مطبوعہ: 23/اگست 1895ء'' تائید کرتے ہوئے مزید قوت کا بھی تذکرہ کرتا ہے۔

پادریوں کی مکتی فوج

ہندوستان میں نوسو ولایتی پادری صاحبان کی تعداد ہے جو اپنے کام میں مصروف ہیں۔ جو لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مکتی فوج کے ایسے دستے ہیں جن کا کام یہ ہی ہے، اب دیسی پادریوں اور مشنریوں کو قیاس کرنا چاہیے کہ کس قدر ہوں گے۔ کیونکہ دیسی مشنری اور پادری ایک ایک ولایتی پادری کے ماتحتی کام کرتے ہیں۔

پادریوں کی تنخواہ

ہندوستان میں پادری ایک نواب کی طرح ٹھاٹ سے زندگی گزارتے تھے۔ وہ یسوع

Marfat.com

مسیح کی خدمت کے قابل اس وقت بنتے تھے جب ان کو ایک رقم کثیر دی جاتی تھی۔ ان کے کام کرنے کا صلہ معمولی نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ان کی تنخواہ چیف کمشنر کے برابر ہوتی تھی۔ وہ روپیہ پانی کی طرح بہاتے تھے۔ ہر قدم، ہر حرکت پر ان کو بے حساب روپیہ ملتا تھا۔ ان کی ماہوار آمدنی کا اوسط یہ تھا:

☆ ایک آرڈیکن (لارڈ پادری) 2000 روپے ماہوار

☆ سینئر چپلن (بڑا پادری) 1000 روپے ماہوار

☆ جونیر چپلن (چھوٹا پادری) 500 روپے ماہوار

☆ اگر کسی پادری کے ہاں لڑکا پیدا ہو جائے تو پیدا ہوتے ہی 156 روپے ماہوار

☆ اگر لڑکی پیدا ہو تو تو پیدا ہوتے ہی 250 روپے ماہوار الاؤنس

سفر الاؤنس

گلرجی مین (پادری) فی میل پیدل آٹھ آنہ اور ریل کے ذریعہ ایک میل تین آنہ الاؤنس کا حقدار سمجھا جاتا تھا، چپلن کو بارہ آنہ پیدل اور تین آنہ ریل فی میل لتا تھا بعض ضلعوں کے پادریوں کے لیے مستقل الاؤنس پچاس روپے ماہوار مخصوص کر دیا گیا تھا۔

اگر سمندر کے ذریعہ پادری سفر کرتا تھا تو جہاز کا پہلے درج کا ٹکٹ ملتا تھا اور نوکر ساتھ جانے کے لیے، جتنے دن جہاز میں سفر کرتے تین روپے روز کھانے کا الاؤنس دیا جاتا تھا۔ پادری کی بیوی کے لیے 8 آنہ فی میل پیدل اور 3 آنہ ریل فی میل خرچ دیا جاتا تھا، بارہ سال سے زیادہ کے بچے پبلک کام کے لیے سفر کرتے تو 8 آنہ فی میل پیدل یا ریل سے جاتے تو فی میل 4 آنہ الاؤنس دیا جاتا تھا۔ بارہ سال تک کے بچے کو ڈاک 2/آنہ، اور پیدل 9 پائی الاؤنس ملتا تھا۔ (کلتہ ڈیکنز کلینڈر ڈائرکٹری 1877ء، صفحہ:43)

گویا اگر کسی پادری کے ایک بیوی ایک لڑکا اور دو لڑکی ہوتے تو سفر کی صورت میں پونے دو ہزار روپے کی رقم کے حقدار سمجھے جاتے تھے اور ان کو یہ رقم دی جاتی تھی۔

تنخواہ ماہوار سینئر چپلن: 1000

Marfat.com

الاؤنس ماہوار ایک لڑکا:	156
الاؤنس ماہوار دو لڑکی:	500
ماہوار سفر چپلن بیوی اور 3 بچے:	200
میزان:	1856

کلکتہ فری اسکول

1857ء میں میر جعفر سے کلکتہ کی لوٹ کے عوض جو جرمانہ وصول کیا گیا تھا اس سے یہ مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس کا بندوبست گورنر کے ماتحت تھا جس میں سینٹ جون کلکتہ، دو گورنمنٹ کے نمائندے اور چندہ دینے والوں کے باقی نمائندے شامل تھے۔ اس ادارہ کے آنریری سکریٹری مادری ایس بی ٹیلر ایم اے تھے اور ہیڈ ماسٹر اور سپرنٹنڈنٹ مسٹر ایل ڈبلیو گزر تھے اس کالڑکیوں کا اسکول ایک عورتوں کی کمیٹی کے ماتحت تھا۔ ہیڈ مسٹریس مس اے ناظر۔ اس اسکول میں 180 لڑکے اور 90 لڑکیاں شروع میں داخل ہوئیں۔

ان اسکولوں میں پانچ سال سے دس سال تک کی لڑکیاں اور لڑکے داخل کیے جاتے تھے، قومیت کی کوئی قید نہیں تھی۔ ہر مذہب کا بچہ داخل کیا جاتا تھا، یہ اسکول چرچ آف انگلینڈ فاؤنڈیشن سوسائٹی کے اہتمام چلتا ہے ان کی پالیسی کا مکمل طور پر دخل ہے اس کے طالبعلموں کو لازمی ہے کہ اس کی عیسوی مذہب کی دعاؤں میں شامل ہوں، اس کو دہرائیں اور بائبل کی تعلیم بھی لازمی طور پر حاصل کریں۔

بشپ کالج

اس کالج کو 1819ء میں بشپ مڈلٹن نے قائم کیا جس کا مقصد نوجوان طالبعلموں میں مشنری کام پھیلانا اور ساتھ ہی مشنری کام کے لیے اسکول ماسٹر (ٹیچر) تیار کرنا ہے اس کے ہر طالب علم کو قسم کھانی پڑتی ہے کہ وہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مشنری کاموں میں ضرور حصہ لے گا اور اس کے عوض اس کو یہ اسکول خرچ دیگا، اس کے پرنسپل جے ڈبلیو کوتھے۔ ماسٹر ویکنت

Marfat.com

نٹ فیلو، ویکنت بابو ہیرالال، ہیڈ ماسٹر بابو سریدھر پال تھے۔

کلکتہ نارمل اسکول زنانہ مشن

اس کے سرپرست کلکتہ کے بشپ تھے اور سکریٹری اور خزانچی مسٹر ای ایف ہیریسن تھے۔1876ء میں 373 لڑکیاں تھیں اس اسکول کا مقصد عیسائیت کا پیغام ہندوستان کی عورتوں کے گھر گھر تک پہنچانا تھا۔ نارمل اسکول کے لالب علموں کو تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں میں کام کرنے کے لیے تیار کیا جاتا تھا، تا کہ وہ بعد میں عورتوں کے اندر عیسائیت کا پیغام پہنچائیں۔اس اسکول کی ماسٹر عورتیں اسکول کے وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں کلکتہ کی ہندو عورتوں میں جاتی تھیں اور عیسائیت کا پروپیگنڈہ کرتی تھیں۔

بمبئی ایجوکیشنل سوسائٹی

1815ء میں قائم ہوا جس کا مقصد بچوں کو عیسائیت کے اصولوں کی تعلیم دینا اور سوسائٹی کا لائق ممبر بننا ہے اس کے طالب علم یتیم یا فوجیوں کے ناجائز بچے ہوتے ہیں اس اسکول کے دو حصے ہیں ایک لڑکوں کا اور دوسرا لڑکیوں کا۔شروع میں 200 لڑکے اور 150 لڑکیاں اس میں داخل تھیں۔اس کے تمام طالب علم کے لیے لازم تھا کہ عیسائیوں کی دعاؤں میں شامل ہوں اور اس کو دہرائیں۔ گورنمنٹ اس اسکول کو 440 روپے ماہورا کی مدد دیتی ہے یہ اسکول ممبئی ایجوکیشنل سوسائٹی کے ماتحت ہے۔

سینٹ جیمس اسکول کلکتہ

1818ء میں قائم ہوا، اس کا انتظامیہ بشپ کلکتہ کی بنائی ہوئی کمیٹی کے ماتحت تھا۔اس کمیٹی کے صدر جھربو، آنریری سکریٹری ایف آر بوائک تھے یہ اسکول چرچ آف انگلینڈ کے پرنسپل کی مذہبی ہدایتوں کے ماتحت چلتا تھا۔

Marfat.com

بنارس جے نارائن اسکول

اس فری اسکول کو 1818ء میں عیسائیوں نے اپنے نام تبدیل کرلیا تھا، جے نارائن ایک متمول راجہ تھا جس نے اس اسکول کو قائم کیا تھا بعد میں چرچ سوسائٹی کے زیر اہتمام یہ اسکول چلنے لگا تھا۔

دارجلنگ سینٹ پال اسکول

کلکتہ میں 1848ء میں قائم ہوا اور 1864ء میں دارجلنگ تبدیل کر دیا گیا اور کلکتہ یونیورسٹی سے متعلق کر دیا گیا۔ سناور (کسولی) 1847ء میں لارڈ لارنس نے یتیموں اور فوجیوں کے ناجائز بچوں کی پرورش کے لیے جاری کیا، یہ 1857ء میں گورنمنٹ کا ادارہ بن گیا۔

آگرہ سینٹ جونس کالج

1850ء میں قائم ہوا جو چرچ مشن سوسائٹی کے ماتحت ہے 1861ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے متعلق کیا گیا اور دونوں پروفیسر پادری ہیں۔

پریذیڈنسی کالج

1855ء میں قائم ہوا، دہلی اسٹیفن ہائی اسکول 1857 میں قائم ہوا جس کا تعلق سرول یورپ نئے عیسائی بنانے والی جماعت سے ہے اس کا پرنسپل پادری تھا۔ شملہ بشپ کاٹن اسکول کی 1857ء میں ابتدا ہوئی اور پڑھائی 16/مارچ 1863ء سے شروع کی گئی۔

کدار پور سینٹ اسٹیفن اسکول

1859ء میں قائم ہوا، اس کے سپرنٹنڈنٹ کدار پور کے پادری رہے۔ لاہور ہائی اسکول فار بوائز 1862ء میں بنا، سابقہ گورنر نے اس کے انتظام کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی الہ آباد بوائے ہائی اسکول 1870ء میں بشپ کے ماتحت کیا گیا۔ لاہور سینٹ جونس ویوینٹی اسکول 1870ء میں قائم ہوا اس کے پرنسپل پادری ڈبلیو ہوپر تھے۔

Marfat.com

لاہور سینٹ جونس ڈیوائنٹی اسکول

1870ء میں قائم ہوا۔اس کے پرنسپل پادری ڈبلیو ہوپر تھے۔

ہندوستان میں لٹریری تبلیغ کی سعی

جوں ہی ہندوستان میں پادریوں نے قدم رکھا ان کو عیسائیت کے پروپیگنڈہ کی فکر ہوئی،انہوں نے ہندوستانی زبانوں کو جاننے اوران میں نصرانی لٹریچر تقسیم کرنے کے لیے اردو زبان کی واقفیت کو ضروری سمجھا چنانچہ ایک عیسائی جان جوشوا کٹیلر نے جو غالباً ہالینڈ کا باشندہ (ڈچ) تھا اردو کی پہلی گرامر لکھی۔

اردو گرامر

یہ عیسائی 1712ء میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ڈائرکٹر مقرر ہوا۔تین سال سورت میں شاہ عالم 1708ء اور جہاندار شاہ 1712ء کے دربار میں بھی ڈچ سفیر کے طور پر حاضر ہوا۔ لاہور، دہلی اور آگرہ کی سیر کی،اس زمانہ میں آگرہ میں ڈچ تاجروں کا ایک کارخانہ سورت کے ماتحت تھا۔اس شخص نے صرف ونحو اردو کے نام سے اردو زبان کی گرامر غالباً 1715ء میں لکھی جس کو ڈیوڈمل نے 1743ء میں شائع کیا یہ کتاب لاطینی زبان میں ہے۔ ہندوستانی الفاظ و عبارتیں رومن حروف میں ہیں۔اس کتاب میں حضرت عیسیٰ کی مشہور دعاء کا اردو ترجمہ بھی درج ہے اس کو بھی بطور نمونہ لکھا جاتا ہے:

''ہمارے باپ کہ وہ آسمان میں ہے پاک ہوئے تیرے نام،آوے ہم کون ملک تیرا، ہوئے راج تیرا جوں آسماں تو جس میں روٹی ہماری نہ تھی ہم کو آس دے اور معاف کر تقصیرا پنی ہم کو۔

اس کے بعد بنجمن شلر نے لٹن زبان میں اردو کے قواعد (گرامر) لکھی جو 1744ء میں طبع ہوئی اس کے بعد یہ گرامر لکھی گئی:

(1) ہیڈ نے 1772ء میں اردو گرامر صرف ونحو لکھی۔

Marfat.com

(2) پرتگالی زبان میں ایک اردو کی قواعد 1778ء میں گریمیٹکا اندوستانا کے نام سے شائع ہوئی۔

(3) ڈف نے قیام ہندوستان کے زمانہ میں ایک گرامر اردو کی لکھی اور لنڈن میں شائع کی یہ شخص 1785ء میں ہندوستان آیا۔

(4) کتاب روبک نے ایک اور کتاب ترجمان اردو کے نام سے لکھی جس میں زبان اردو کے قواعد درج ہیں۔ یہ پہلی بار لنڈن سے 1824ء میں چھپی اور 1841ء میں لندن و پیرس سے شائع ہوئی۔

(5) جیمس آر بالٹن نے ہندوستانی گرامر لکھی، مطبوعہ 1844ء

(6) ریونڈر جی اسمال نے ہندوستانی گرامر مرتب کی، مطبوعہ لندن 1847ء

(7) حروتہجی پر سب سے پہلے بل نے 1744ء میں ایک مختصر کتاب تصنیف کی۔

اردو لغت

جی اے فرٹر نے 1748ء میں ایک کتاب لکھی جس میں اردو کے حروف تہجی کا دیگر ممالک کے حروف سے مقابلہ کیا۔ ملک اٹلی کے ایک پادری کیسانو بیلی گانی نے 1761ء میں حروف تہجی پر ایک رسالہ الفابیم برہمانکم کے نام سے لکھا۔ اسی دور میں ڈکشنری لغات تیار کی گئی اس میں بھی پہل ایک عیسائی مشنری ایم ٹی ٹیس نے کی، 1770ء میں اردو لغت مرتب کی پھر 1773 میں فری گس نے امدوانگریزی لغات لکھی، پھر ڈاکٹر جان گل کرائسٹ نے 1793ء میں انگریزی ہندوستانی ڈکشنری مرتب کی اس کے بعد یورپ نے کثرت سے اردو لغت لکھے جس میں یہ کتابیں ممتاز ہیں۔

(1) کپتان جوزف ٹیلر نے اردو انگریزی لغت لکھی جس میں ڈاکٹر ولیم ہنٹر بھی شریک کار رہے۔ پہلی بار 1808ء میں کلکتہ سے پھر 1820ء میں ولیم کارمیکائل اسمتھ نے اس پر نظر ثانی کر کے مختصر ایڈیشن شائع کیا۔

Marfat.com

(2) گلڈون نے فارسی اردو ڈکشنری مرتب کی، مطبوعہ 1809ء

(3) کپتان روبک نے لغت جہاز رانی لکھی جس میں جہاز رانی کے متعلق اصطلاحات اردو انگریزی میں جمع کیں۔ اور ایسے الفاظ اور فقرے بھی جمع کیے جو میدان جنگ میں اور فوجی بارکوں میں ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ گفتگو کے میں کام آئیں اس میں اردو قواعد کے متعلق ایک ضمیمہ شامل کر دیا۔ یہ کتاب کلکتہ میں 1811ء میں چھپی۔

(4) جان شکسپیر کی اردو لغت 1813ء میں

(5) ڈنگن فوربس کی اردو لغت 1847ء میں

(6) فرانسیسی رٹر ینڈ کی اردو لغت 1858ء

(7) ڈاکٹر فیلن کی چار ڈکشنریاں 1880ء سے 1883 تک

(8) بلیٹ کی اردو ہندی ڈکشنری 1883ء

اردو پریس

گرامر جاننے اور لغت کی تیاری کے بعد پریس (چھاپہ خانہ) کی بیحد ضرورت پڑی، ضرورت کیا پڑی صحیح معنوں میں دقت ہی یہ تھا چنانچہ پریس کے بھی درشن مسیحی مشنریوں کے طفیل ہوئے، یورپ کے مسیحی مشنری اپنے ساتھ ٹائپ کی چھپائی لے کر آئے تا کہ ہندوستانیوں کے لیے عیسائیت کا تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنے کے لیے چھاپا جائے۔

سب سے پہلے ولندیزی مبلغوں (ڈچ مشنری) نے مدراس میں ٹائپ (لوہے کے) حروف کے چھاپے قائم کیے۔ یہ ٹائپ روسی رسم الخط میں تھا۔ اس لیے ہندوستانیوں کے لیے بیکار تھا۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے چنانچہ ضرورت نے فارسی ٹائپ کو ایجاد کیا، اور کلکتہ گزٹ فارسی حروف کے ٹائپ میں چھپنا شروع ہوا۔ جو فارسی زبان میں نکلتا تھا اور دہلی دربار کی باقاعدگی کے ساتھ اس میں خبریں درج ہوتی تھیں۔ کلکتہ گزٹ کی اشاعت بابت 4/مارچ 1774ء کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں دہلی مغل دربار کے اطلاعات نمایاں طور پر مبنی ہیں۔ کچھ عرصہ تک یہی ٹائپ طباعی اغراض کے لیے استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ فورٹ ولیم کالج اور ہیلی

Marfat.com

بری کالج کی تمام مطبوعات اسی ٹائپ میں چھپتی تھیں۔ لکھنؤ میں نواب غازی الدین حیدر کے زمانہ، 1814ء میں ٹائپ کا مطبع قائم ہوا، اور دہلی میں 1837ء میں ٹائپ کا پریس کھولا گیا اور 1897ء میں گوبرگ کے ایک موجد مسمی سینی فلوڈ نے پتھر کی چھپائی (لیتھوگرافی) کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس لیے یہ طریقہ بہت جلد ہندوستان میں عام ہوگیا اور سب سے پہلے لیتھو کا سنگی مطبع ایک انگریز مسٹر آرچر نے کانپور میں 1830ء میں قائم کیا۔ اس سال کے بعد تمام ہندوستان میں لیتھو کے چھاپے خانے کھلنے لگے۔ 1849ء میں صرف ممالک مغربی و شمالی یعنی موجودہ دہلی، پنجاب اور آگرہ میں 23 مطبع تھے جن میں سے صرف 12 لکھنؤ میں تھے۔

انجیل کے ترجمے

ان عیسائی اور یورپین دماغوں نے اردو ہندی وغیرہ کی گرامر (لغت) کی طرف توجہ اتنے شغف کے ساتھ کیوں دی ظاہر ہے کہ بائبل کو گھر گھر پہنچانا تھا چنانچہ ان کاوشوں کے بعد پادری نجمن شلر جس نے پہلے اردو کی لغت تیار کی اس نے ہی خود 1748ء میں چار سال کے اندر بائبل کا اردو ترجمہ کیا اس کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1830ء میں انجیل کا ترجمہ جو مرزا فطرت نے کیا تھا شائع کرایا..... بعدہ پادری مارٹن نے انجیل کے عہد نامہ جدید کا ترجمہ 1814ء میں یونانی زبان سے اردو زبان میں کیا، پھر سیرامپور کے مشنریوں نے پوری بائبل کا ترجمہ پانچ جلدوں میں 1816ء تا 1819ء تک شائع کیا۔

کتابیں اور ٹریکٹ

فرنگیوں نے ہندوستان میں پاؤں جماتے ہی ہندوستان کی تمام قوموں پر نصرانیت کا تسلط و غلبہ کرنے کے لیے جماعتی تنظیم کے ساتھ زبانی پروپیگنڈہ کے علاوہ تحریری یعنی کتابی اور ٹریکٹ کی شکل میں پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ابتداء میں وہ صرف انجیل کی مختصر دعائیں چھپواتے اور عوام میں مفت تقسیم کرتے تھے۔ چنانچہ لارڈ ولزلی کے دور 1798ء میں کتب مقدسہ انجیل وغیرہ کا ترجمہ مشرقی زبانوں میں کرنے اور ان کو ہندوستان میں تقسیم کرنے کا کام باقاعدہ

Marfat.com

نظام میں آ گیا تھا اور کلکتہ بائبل سوسائٹی فورٹ ولیم کالج میں قائم کی گئی جس کی سرپرستی لارڈ ولزلی نے بڑی مالی امداد دیکر کی۔ بعد میں ایک وائسرائے حتی کہ لارڈ ہسٹنگر 1813 میں لارڈ ولیم بنٹیگ 1828ء اور لارڈ سرچالس مٹکاف نے 1835ء میں بھی اعانت خصوصی سے سوسائٹی کو نوازا۔

1804ء میں دوسری برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے بائبل چھاپنے اور اس کی اشاعت و وضاحت اور قدوسیت و عظمت کی تبلیغ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اسی طرح بتدریج مسیحی لٹریچر شائع کرنے کے لیے حسب ذیل سوسائٹیاں وجود میں آئیں:

(1) ریلیجن بک سوسائٹی کلکتہ، صدر میجر برمیلیگن (2) کرسچین نالج سوسائٹی کلکتہ (3) اگزیلری بائبل سوسائٹی کلکتہ (4) نارتھ انڈین سوسائٹی مرزا پور (5) نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی (6) مدراس ٹریکٹ سوسائٹی (7) کرسچن ورنیکولر ایجوکیشنل سوسائٹی آف انڈیا

پریس

ان سوسائٹیوں کے آغاز میں ہندوستان کے مختلف پریس اور انگلینڈ کے چھاپے خانوں سے چھپائی کا کام لیا، جب دقت زیادہ ہونے لگی تو 1879ء میں چرچ مشن سوسائٹی نے انگلینڈ سے ایک پریس ہندوستان میں منگوایا جس کو اپنے ہیڈ کوارٹر مرزا پور میں لگایا۔

اسی سوسائٹی نے 1840ء میں سکندرہ آگرہ کے نزدیک ایک بڑا یتیم خانہ کھولا جس کے ساتھ ایک پریس آرفن اسکول پریس کے نام سے جاری کیا۔ ان پریسوں کے دیکھتے دیکھتے اور سوسائٹیوں نے بھی پریس لگانے شروع کر دیے جن کے نام یہ ہیں:

(1) مطبع امریکن مشن لکھنؤ (2) پرسبیٹرین مشن پریس الہ آباد (3) بپٹسٹ مشن پریس کلکتہ (4) مطبع امریکن مشن لدھیانہ (5) الہ آباد مشن پریس (6) این سی آرفن پریس الہ آباد (7) مطبع تھامسن کالج روڑکی۔

پریس لگنے کے بعد ان سوسائٹیوں نے کثیر تعداد میں لٹریچر شائع کر کے ہندوستان میں تقسیم کیا۔ عیسائیت کی روشنی پھیلانے والی جماعت کی صرف تین سال کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

1872ء میں 10362 انجیلیں اور دعاؤں کی کتابیں مفت تقسیم کیں، 1873ء میں یہ تعداد 81065 تک پہنچ گئی تھی اور 1847ء میں 25219 کتابیں ہندوستانیوں کو دی گئیں۔

مشنری کس طرح کتابیں تقسیم کرتے تھے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے عیسائیوں کا مشنری اخبار کوکبِ ہند اردو رومن لٹریچر یکم اگست 1879ء میں لکھتا ہے:

''فقط ایک سوسائٹی کے 80 مسیحی کتب فروشوں نے جن کا آغاز تیرہ برس سے بائبل و دیگر رسالجات مذہب مسیحی دیہاتوں میں جہاں انجیل سنانے والے کم جاتے ہیں اور شہر کی گلی کوچوں میں چار لاکھ روپے کی قیمت کے فروخت کیے۔

گزشتہ ایک سال کے دوران میں ڈیڑھ لاکھ رسالے تقسیم ہوئے اور لاکھ سے زیادہ کتابیں فروخت کی گئیں، ان مرد اور عورتوں سے جو یہ کتابیں خریدنے آئے کتابیں فروخت و تقسیم کرنے والوں سے مسیحی بننے کی درخواست کی۔''

قیمت بھی کس شرح سے لی جاتی تھی اس کی وضاحت عیسائی اخبار ''نور افشاں'' 17/جولائی 1879ء ص22 ان الفاظ میں کرتا ہے:

''یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ بہت سے برسوں سے اس ملک میں عیسائی اپنی کتابیں ہندوؤں اور محمدیوں کو مفت دیتے ہیں یا ان کی قیمت کا چوتھائی حصہ لیتے ہیں اور مدرسے بھی قائم کر کے لڑکوں کو اپنی کتابیں سکھاتے ہیں۔''

گارسان دتاسی اپنے خطبات میں کرسچین ورنکولر ایجوکیشنل سوسائٹی کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے ان کی مطبوعات کی کثرت کا حال لکھتا ہے:

''انجمن کی طرف سے ایک بڑی تعداد مطبوعات کی شائع ہو چکی ہے ہمارے خیال میں مسیحی مذہب کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں ہندوستان میں اب تک جس قدر مطبوعات شائع ہوئی ہیں ان میں سے ایک تہائی اس انجمن نے طبع اور شائع کرائی ہیں۔ انجمن کا اہم مقصد یہ ہے بیس کروڑ نفوس جو ہندوستان میں بستے ہیں ان کی تعلیم و تلقین کا انتظام کرے جو ان ہی کی زبان میں ہو۔'' (خطبات 600)

Marfat.com

فہرست مشنری کتب

ان سوسائٹیوں نے بائبل اور دعاؤں، مناجات اور گیتوں کے علاوہ ہندوستان کے دیگر مذاہب خصوصاً ہندو و مسلمانوں کے مذہب، ان کی کتاب برگزیدہ قرآن مجید اور اس کے پیغمبر محمد رسول ﷺ کی ذات گرامی کے خلاف اور دین مسیحیت کی حقانیت وصداقت کو جتانے کے لیے حسب ذیل کتب شائع کی ہیں:

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
1	میزان الحق (فارسی)	پادری سی جے فانڈر	یہ کتاب 1833 میں مطبع امریکن مشن لدھیانہ میں طبع ہوئی پہلے فارسی بعد میں 1868ء میں اردو میں شائع ہوئی فارسی میں چھوٹی تقطیع کے 343 صفحات پر مشتمل ہے۔ (ک،ش)
2	طریق الحیات (فارسی)	ایضاً	1837ء میں فارسی کی سکندرہ آرفن پریس آگرہ میں اس کے بعد اردو میں چھپی، ضخامت 227 سائز 22/8×18 (ک،ش)
3	مفتاح الاسرار (فارسی)	ایضاً	
4	حلل الاشکال (اردو)	ایضاً	کشف الاستاد کتاب استفسار معہ مراسلات مولانا آل حسن مولانا عبداللہ کے جواب میں 1874ء میں امریکن مشن لکھنؤ میں چھپی، 303 صفحات پر مشتمل ہے۔
5	رسالہ تحقیق دین حق	پادری اسمتھ	این سی آرفن پریس الہ آباد 1843ء میں نارتھ انڈین ٹریکٹ اینڈ سوسائٹی کے زیر اہتمام یہ کتاب چھپی، صفحات 93 ہیں۔ (ک،ش)
6	ابطال دین محمدی بمقابلہ دین عیسوی	پادری، ایل، جے، بے	1854ء میں یہ کتاب برسبیرین مشن پریس الہ آباد میں شائع ہوئی۔

Marfat.com

7	رسالہ اصل افزائش زوال دین محمدی	پادری جے ولسن	1839ء میں مشن پریس الہ آباد میں طبع ہوئی
8	شریف نسبتین	منشی رجب علی	یہ 46 صفحہ کا رسالہ 1867ء میں امریکن مشن پریس لکھنؤ میں شائع ہوا
9	تعلیقات	پادری عماد الدین	اس کتاب کو رلیجیس بک سوسائٹی نے شائع کیا
10	ہدایت المسلمین	ایضاً	1868ء میں مطبع نور لاہور میں چھپی یہ کتاب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کے جواب میں لکھی گئی ہے (ک،ش)
11	حقیقی عرفان	ایضاً	یہ کتاب بھی مطبع نور میں 1868ء میں شائع ہوئی
12	تلخیص الاجابت یا تاریخ محمدی	ایضاً	یہ گندی اور ناپاک کتاب جس میں حضور ﷺ کی سوانح عمری انتہائی شرمناک ذہنیت کے ساتھ ناقابل اعتبار لٹریچر کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔ آفتاب پنجاب پریس امرتسر میں کرسچین نالج سوسائٹی کے اہتمام سے 1871ء میں چھپی۔
13	تلخیص الاحادیث یا تعلیم محمدی	ایضاً	یہ دوسرا حصہ عقائد و عبادات اسلامیہ معاملات محمدیہ اور قصائص دینیہ سے متعلق ہے اس میں مؤلف نے ہر چیز کی تردید و اعتراض اور اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے یہ کتاب 1880ء میں وکیل ہندوستان پریس امرتسر میں کرسچن نالج سوسائٹی کی جانب سے چھپی (ازالۃ الاوہام مولانا رحمۃ اللہ)
14	مکاشفات	پادری عماد الدین	1870ء میں طبع ہوئی
15	نغمۂ طنبوری	ایضاً	

Marfat.com

16	تحقیق الایمان	ایضاً	مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ازالۃ الاوہام کا جواب دے کی کوشش کی گئی ہے
17	عقوبت الضالین	ایضاً	یہ کتاب وکیل ہندوستان پریس امرتسر میں چھپی، پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی کے اہتمام طبع ہوئی۔ (ک،ش)
18	آثار قیامت	پادری عمادالدین	یہ بھی مذکورہ پریس اور سوسائٹی نے 1877ء میں شائع کی (ک،ش)
19	من انا	پادری عمادالدین	یہ 22 صفحہ کا رسالہ حضرت عیسیٰ کی تعریف میں ہے، مفید الارواح پریس امرتسر میں ٹریکٹ سوسائٹی پنجاب نے 1874ء میں شائع کیا
20	رسالہ ثلثۃ الکتب	کپتان ولیم رابرٹسن ایکمن	قرآن مجید کی رد میں یہ کتاب 1872ء میں لدھیانہ مشن پریس میں چھپی (ک،ش)
21	تفتیش الاسلام	جان راجرس ہیڈ ماسٹر سنبھل	
22	نیاز نامہ	پادری صفدر ایسٹرا اسٹنٹ	نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی نے مشن پریس الہ آباد میں 1867ء میں شائع کرائی (ک،ش)
23	رسالہ الٰہی براہین	پادری صموئل در جب علی	مخالفت دہریت میں یہ رسالہ لکھا گیا، 1869 میں چھپا
24	آئینہ اسلام	پادری رجب علی	
25	تصدیق الکتاب	پادری جی اسکاٹ	1874ء میں مشن امریکن پریس میں 1874ء میں شائع ہوئی، (ک،ش)
26	علم الٰہی عقلی	ایضاً	دہریت کی مخالفت میں یہ کتاب مطبع امریکن مشن لکھنؤ میں 1877ء میں چھپی (ک،ش)

Marfat.com

27	مسیح الدجال	ماسٹر رام چندر	اس کتاب میں حضور اقدس کو مہمل اور لچر دلیلوں سے دجال ثابت کرنے کی کوشش کی گئی (نعوذ باللہ)
28	رسالہ تحریف القرآن	ایضاً	
29	کلید آدم	بابو لوئس سنگھ	حضرت آدم اور یسوع مسیح کی تعریف میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اس کتاب میں سر ولیم میور ہور نے مولف کو انعام دیا تھا، یہ کتاب نارتھ انڈا ٹریکٹ سوسائٹی نے امریکن مشن پریس میں شائع کرائی۔ (ک،ش)
30	اصلیت قرآن	عبداللہ آرتھم	
31	رسالہ اظہار عیسوی	پادری ٹھاکر داس	
32	دینی و دنیاوی تاریخ کا مجموعہ	پادری اگسٹس رادھیڈ	1874ء میں مشن پریس الہ آباد میں چار سو صفحات پر مشتمل چھپی
33	رسالہ سیرت المسیح والمحمد	پادری ٹھاکر داس	
34	عدم ضرورت قرآن	ایضاً	
35	رسالہ شہادت وقربانی	سر ولیم میور	
36	رسالہ مراۃ القرآن	پادری محبوب مسیح	

ک.ش کا مطلب ہے کہ یہ کتاب مولانا کہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

ان کتابوں میں سب سے پہلی غیر مہذب اعتراضات سے بھرپور اور زہریلی کتابیں میزان الحق، طریق الحیات اور مفتاح الابرار ہیں، یہ کتابیں سلسلہ وار پادری فانڈر نے شائع کی ہیں۔ یہی وہ تیزابی کتابیں ہیں جن کی تمام مصنفین نے تقریباً ڈھٹائی کے ساتھ نقل کی اور ان غیر شریفانہ اعتراضوں سے اپنی کتابوں کو آلودہ کیا۔

چنانچہ ان تمام کتابوں میں متنازعہ فیہ مسائل اور اعتراضات ایک ہی قسم کے ہیں، ایک

Marfat.com

ہی خبائث کو بار بار مختلف عنوانات اور ناموں کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔

مسلمانوں پر جن اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی وہ یہ ہیں:

(1) قرآن مجید اصلی نہیں ہے اس میں تحریف وتبدیلی ہوئی۔

(2) قرآن مجید میں کوئی نئی چیز نہیں ہے، توریت، انجیل اور زبور سے سرقہ کی گئی ہے، اس کے علاوہ اس میں جو کچھ ہے وہ یہودیوں کی خرافات ہے۔

(3) نبی کی نبوت کے لیے معجزے ضروری ہیں، محمد رسول اللہ سے کسی معجزہ کا ظہور نہیں ہوا اس لیے وہ نبی نہیں تھے۔

(4) محمد رسول اللہ کی رسالت کی کوئی پیشن گوئی کتب عہد عتیق میں نہیں ہے اس لیے وہ پیغمبر نہیں تھے۔

(5) کتاب مقدس کے مطالب قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اس لیے قرآن کتاب الٰہی نہیں ہے۔

(6) اسلام جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے۔

(7) قرآن مجید کی آیات ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہیں اس لیے قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔

(8) قرآن میں گناہ کی معافی کا کوئی وسیلہ نہیں ہے۔

(9) اسلام جہاد اور بزور شمشیر کے ذریعہ پھیلا ہے۔

(10) محمد رسول اللہ کو وحی نہیں آتی تھی بلکہ وہ صرع کی بیماری تھی جس میں وہ مبتلا تھے۔

(11) قرآن مجید کی جھوٹی آیتیں۔

(12) حضور اقدس کی ذات اقدس پر شرمناک اور نازیبا الزامات وحملے۔

(13) انجیل اور کتب عہد عتیق میں منسوخ نہیں ہوئی ہے اور نہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔

(14) قرآن مجید انجیل کے الٰہی کتاب ہونے کا اقراری ہے۔

(15) نجات مسیح کے راستہ پر ہے۔

Marfat.com

ان اعتراضات کے مطالعے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر معترض کی ذہنیت ایک غلاظت میں سنی ہوئی ہے۔ سب نے رذیلوں ننگوں کے معیار سے نبی آخر الزماں رحمۃ اللعالمین ﷺ کو بدنام و رسوا کرنے ناپاک و ناکام کوشش کی اور اپنے بدباطن اور ناپاک ظرفوں کو آشکارا کیا ہے بعض نے تو حد کر دی، شرافت و انسانیت و اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی گندہ ذہنی اور ذہنی غلاظت کے ساتھ حضور انور ﷺ کی ذات والا صفات پر نہایت غیر شریفانہ کمینہ اور غیر مہذب حملے کیے یں۔

ان میں پادری عماد الدین کا گندہ قلم زیادہ گستاخ اور اس کی کتاب تلخیص الاحادیث بے بنیاد الزاموں بہتانوں سے زیادہ سیاہ نظر آتی ہے، یہ بے لگام پادری حضور اقدس ﷺ کی شان میں لکھتا ہے:

"(آپ) نفسانی لذائذ خاص کر شہوت کے ایسے پابند تھے کہ گو دنیا میں اسی کام کے لیے آئے تھے، کنیز اور باندی سے نکاح نہ کرنا بے نکاح اس سے ہم بستر ہونا، جو عورت حضرت کو پسند نہ کرے اس کو جبراً مجبور و بنانا، (یہ کام حضرت کا تھا)۔" نعوذ باللہ۔

یہی پادری بہتان لگاتا ہے:

ایک روز جمعہ کے دن محمد صاحب اس (اپنی بیوی جویریہ) کے پاس آئے، مطلب ہمبستر ہونے کا تھا مگر عورت روزہ سے تھی اور روزہ کی حالت میں صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت نے اس کا روزہ اس حیلے سے افطار کرایا کہ اس سے کہا کہ کل جمعرات کو بھی روزہ رکھا تھا کہ نہیں کہا نہیں رکھا، فرمایا تو اب وہ روزہ توڑ ڈال اور صحبت کر۔ (نعوذ باللہ)

یہی پادری اپنی کتاب تلخیص الاحادیث کے صفحہ 221 پر کہتا ہے:

محمد صاحب کے بستر کے نزدیک ایک پیالہ رکھا تھا جس میں رات کو پیشاب کیا کرتے تھے ایک رات اس میں پیشاب کیا صبح ام ایمن لونڈی سے کہا اس شراب کو باہر پھینک دے وہ بولی اس میں پیشاب نہیں ہے وہ پیالہ خالی رکھا ہے کیونکہ رات کو مجھے پیاس لگی تو میں نے اسے پی لیا۔ حضرت نے اس کو نالائق مکروہ حرکت سے منع نہیں کیا بلکہ خوش ہو کر ہنسے اور کہا کہ اب

Marfat.com

تیرے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا، اور نہ دھونے اور کلی کرنے کا بھی اسے حکم نہیں دیا، دوسری ایک عورت برکدنام نے ان کا پیشاب نوش کرلیا، اس سے بھی حضرت خوش ہوئے اور کہا تو کبھی بیمار نہ ہوگی۔ اور ایک مرد نے بھی حضرت کا پیشاب پیا تھا اور ایک حجام نے حضرت کا خون بیماری سے نکلا ہوا پیا تھا، حضرت نے اس سے اب تو کبھی بیمار نہ ہوگا حالانکہ خود حضرت اسی ناپاک خون سے بیمار تھے۔

ان الزامات سے اندازہ لگایئے کہ حکومت ایسی تصنیفات کی موجودگی میں اپنے آپ کو حکومت کا اہل کہہ سکتی ہے، اور اپنے ہم مذہب مبلغین اور پادریوں کو ایسے افعال وحرکات شنیعہ کے کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنے آپ کو رعایا پرور، نیک نیت مہذب اور غیر جانبدار ثابت کرسکتی ہے دنیا کی تاریخ میں ایسی گندہ تصنیفات اور سازشانہ شیطنیت کی مثال کسی سلطنت میں نظر نہیں آئے گی۔

اخبارات ورسائل

کتابوں کے علاوہ اخبارات و رسائل بھی نکالے گئے جن کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہندوستان کے مذاہب اور ان کے رشیوں اور منیوں کا مضحکہ اڑایا جائے اور اپنے مذہب کی قدوسیت وفضیلت جتائی جائے۔ اس کام کے لیے عیسائیوں کے کون کون سے رسالے نکلے وہ یہ ہیں:

(1) سماچاردین: اس کو سیرامپور کے پادریوں نے 1818ء میں جاری کیا (داستان تاریخ اردو)

(2) خیرخواہ ہند: یہ رسالہ مرزاپور کی امریکن مشنری جو پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتی تھی 1847ء میں نکالا جو فارسی اور لاطینی زبان میں چھپتا تھا، اس رسالہ کے ایڈیٹر پادری ماتھر مذکورہ سوسائٹی کے مشہور مصنف تھے جن کی مذہب عیسوی پر کافی کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور خاص طور رومن خط کی بائبل کے پہلے مرتب ہیں اس اخبار میں نہ صرف امریکی مشنری سوسائٹی کے بھی بلکہ ہر فرقہ ی پروٹسٹنٹ مشنریوں کے مضامین شائع ہوتے تھے اس کا مقصد تبلیغ مذہب

Marfat.com

نصاریٰ ہے۔

(3) محبوب ہند: پنڈت ماسٹر رام چندر داس نے یہ رسالہ 1852ء میں نکالا ہے انہوں نے اس کے علاوہ فوائد الناظرین پرچہ بھی جاری کیا، یہ وہ ماسٹر صاحب ہیں جن کے عیسائی ہونے پر 11/جولائی 1852ء میں شہر کے اندر بڑا غلغلہ پیدا ہوا تھا اور طالب علموں نے مشن اسکولوں میں اپنا نام لکھوانا بند کر دیا تھا۔ (مرحوم کالج دہلی)

(4) شملہ اخبار شملہ سے شائع ہوا، یہ اخبار سر ہربٹ ایڈورڈ کی سرپرستی سے نکلتا تھا، اس کا اجراء 1853ء میں ہوا، یہ اخبار اردو کا تھا لیکن چندہ دینے والے ہندو زیادہ تھے۔ اس لیے اس کی طباعت دیوناگری میں ہوتی تھی، سرپرست موصوف کی خواہش تھی کہ تمام ہندوستان عیسائی بن جائے، موصوف کی تحریک پر ان مدارس میں جہاں برطانوی نظم ونسق کی تعلیم دی جاتی تھی، انجیل کی تعلیم لازمی قرار دی گئی، آپ کا کہنا تھا کہ انجیل کی حیثیت مستند ادب کی ہے۔ (خطبات گارسان دتاسی، صفحہ:811)

(5) بامداد: 1859ء میں یہ رسالہ جاری ہوا، یہ یورپین خیالات کا موئید ممبئی کی مسیحی انجمن کا رسالہ ہے۔ اس نے ان لوگوں کے لیے جو تین ہزار روپے کے اخراجات کے متحمل ہو سکتے ہیں انگلستان جانے کی استدعا کی اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ جن لوگوں سے میں مخاطب ہوں ان میں یہ اعتراض کریں گے کہ ہمارا مذہب خطرہ میں پڑ جائے گا لیکن وہ مذہب ہی کیا جسے ہم زمین کے ایک سرے سے دوسرے تک نہ لے جا سکیں۔ (خطبات گارسان دتاسی)

(6) خیر خواہ خلق: یہ اخبار 1863ء میں نکلنا شروع ہوا ہے مہینہ میں دو مرتبہ آگرہ میں سکندرہ (یتیمی مشنری) چھاپے خانے سے شائع ہوتا تھا۔ یہ چھوٹی تقطیع میں صرف ایک ورق دو کالم چھپتا تھا، یہ بالکل مذہبی قسم کا اخبار ہے، اس کا مقصد دین مسیحی کی اشاعت ہے اس کے سر ورق پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

''خدا کا خوف دانائی کی ابتداء اور مذہبی آدمی کے نزدیک علم اور احتیاط ہم معنی ہیں۔''

سیاسی چیزوں کے علاوہ اس میں مذہبی تاریخی مضامین ہوتے ہیں اور کبھی کبھی لیتھو میں

Marfat.com

تصاویر بھی ہوتی ہیں، 15 ردسمبر 1863ء کے پرچے میں بڑے دن کے درخت کی ایک تصویر دی اور اس کا مطلب سمجھاتا ہے۔

(7) لوک متر: (ہندی) یہ رسالہ دیوناگری میں شائع ہوتا ہے اور سکندرہ کے مطبع میں چھپتا ہے، جہاں خیر خواہ خلق چھپتا ہے یہ پہلی جنوری 1863ء سے نکلنا شروع ہوا۔ چھوٹی تقطیع میں دو کالم پر ہوتا ہے یہ رسالہ ماہانہ ہے۔ رسالہ کا مقصد تبلیغ و اشاعت مذہب عیسوی ہے۔ اس کے ایڈیٹر کا نام پردۂ خفا میں ہے، لیکن اس کے مضامین کے معیار اور سنسکرت دوہوں اور ہندی چوپائیوں کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً وہ کوئی ہندو عالم ہیں جنہوں نے دین مسیحی قبول کیا ہے، یہ رائے گارسان دتاسی کی ہوسکتی ہے کہ لکھنے والا ایڈیٹر ماہوار تنخواہ پر کام کرتا ہو اور مسیحی نہ ہو، اس صورت میں اس کا نام نہ دینا کوئی ضروری بات نہیں ہے اور یہی اغلب بھی ہے۔

(8) مواعظ عقبیٰ: یہ 1867ء سے دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا اس کی ادارت دونوں عیسائی ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔

(9) حقائق عرفاں: یہ مسیحی تبلیغ کا ماہوار رسالہ ہے جس کی ادارت کے فرائض عماد الدین نے انجام دیے ہیں، یہ امرتسر سے شائع ہوتا ہے جہاں کا مدیر باشندہ ہے۔ اس میں امرتسر کے مسلمانوں سے خطاب کیا جاتا ہے، جنوری 1867ء سے اس کی اشاعت شروع ہوئی ہے ہر اشاعت میں مسیحی مذہب اور حضرت مسیح کے متعلق مقالے ہوتے ہیں، لاہور کے مطبع آفتاب پنجاب میں طبع ہوتا ہے۔

(10) مخزن مسیحی: یہ رسالہ ماہانہ ہے اور لاطینی رسم الخط میں جولائی 1867ء سے شائع ہوتا ہے اس کے مدیر الٰہ آباد کے پادری جے جے دانش ہیں اس رسالہ کا خطاب ہندوستانی عیسائیوں کی طرف ہوتا ہے، یہ بہت سستے داموں میں دیا جاتا ہے، ویسے ہر اشاعت کی قیمت تین آنہ، اس کے مضامین نصیحت آموز اور ان کا معیار بلند ہے، اب تک ان کے جتنے رسالے شائع ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زبان فصیح اور صاف اردو ہوتی ہے اور ہم مذہب عیسوی کتب کے ترجمے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

(11) میورگزٹ: میرٹھ کا ماہوار اردو رسالہ ہے اسے ضمیمہ ٔجلوۂ طور سمجھنا چاہیے۔ یہ رسالہ 1888ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کی سرپرستی سر ولیم میور کرتے ہیں، رسالہ کا نام موصوف کے نام پر ہے، یہ چھوٹی تقطیع کا 8 صفحہ پر ہوتا ہے اور رسالہ کے پہلے صفحہ پر یہ مقولہ بطورِ عنوان درج ہے ''کلّ جدیدٌ لذیذٌ''

(12) جلوۂ طور: یہ اخبار میرٹھ سے شائع ہوتا ہے اور مطبع سلطان المطابع میں طبع ہوتا ہے، یہ بڑی تقطیع پر شائع ہوتا ہے اور 8 صفحہ پر مشتمل ہے، ہر صفحہ پر 2 کالم ہیں، سرورق بطور عنوان چار اس مضمون کے ہیں:

اس اخبار کے ذریعہ کوہ سینا کی سی بجلی پیدا ہوگی جس نے حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی آنکھیں خیرہ کر دی تھیں۔ باوجود نام و اشعار کے اس کے ایڈیٹر جیک ہندو رائے گنیش لال ہیں۔ (خطبات گارسان دتاسی)

کوکب عیسوی: گارسان دتاسی اپنے خطبات میں لکھتے ہیں کہ میرٹھ کے اخبار عالم مورخہ 26/اگست 1868ء میں اس کے متعلق اعلان مری نظر سے گزرا۔

ان اخبارات و رسائل کے علاوہ بھی ذیل کے اخبارات نکلے تھے:

(13) پنجاب ریویو، امرتسر، ایڈیٹر پادری رجب علی۔

(14) نور افشاں، لدھیانہ۔ (منشور محمدی)

(15) شمس الاخبار: لکھنؤ۔

(16) بمبئی گارجین: بمبئی

Marfat.com

مشنری جال پھیلانے میں حکومت کا ہاتھ

یہ کہنا کہ حکومت ہند کا تعلق انگلستان وغیرہ کی مشنری سوسائیٹیوں سے نہیں تھا بالکل غلط ہے۔ یہ حقیقت ہے اگر ان کا ان سے تعلق نہ ہوتا تو نصرانیت کو جو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اس کا عشر عشیر بھی نظر نہ آتا۔

حکومت کی مشنری پالیسی

حکومت ہند نے مشنری سوسائیٹیوں کا پورا پورا ساتھ دیا تقریباً ہر ایک مشنری کا کام ان کی پالیسی ان کے مشورے اور ان کے اشاروں سے ہوا ہے یہی نہیں بلکہ مشنری ورک کا مقصد ہی پولیٹکل تھا۔ چنانچہ واقعات وحالات شاہد ہیں کہ حکومت ہند نے قانون سے، طاقت سے، دولت سے اپنے عملے کے افسران سے پادریوں کی تبلیغ میں حصہ لیا۔

یہی وہ پالیسی ہیں جن کا اظہار مسٹر منیگلن ممبر پارلیمنٹ کی ذیل کی تقریر سے ہوتا ہے جو اس نے 1857ء کے آغاز میں پارلیمنٹ کے دارالعوام میں کی تھی اور جس نے آتش جہاد کے مشتعل کرنے میں خاص حصہ لیا تھا۔ اس کی تقریر صاف بتاتی ہے کہ عیسائی بنانے کی تحریک میں ہندوستان کے ملازم انگریز اور مشنری عیسائیوں سے لے کر پارلیمنٹ تک ملوث تھی اور ان کا ہاتھ تھا۔ بہ بانگِ دُہل اپنی اور حکومت کی دلی آرزو کا اظہار کرتا ہے:

''خدائے تعالیٰ نے ہمیں وہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت پر انگلستان کا قبضہ

Marfat.com

ہوتا کہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے، اور اس میں کسی قسم کا تساہل نہیں کرنا چاہیے۔" (حکومت خود اختیاری)

حکومت کی مشنری کو مالی مدد دینا

چنانچہ حکومت اور ہر حاکم مشنریوں کو مالی اور سرکاری مدد دیتا تھا۔ اور اس وقت دیتا تھا جب کہ قانوناً پادریوں کو مذہب اور تعلیم کی اشاعت کی ممانعت تھی۔ اور انہوں نے خلاف قانون طریقہ پر چارلس گرانٹ کے ذریعہ 1799ء میں سریرامپور کے علاقہ کے اندر مسیحیت کی تبلیغ کا کام پوشیدہ طور پر مسٹر کیری کے ساتھ شروع کر رکھا تھا۔

اس دور میں امداد دینے والا کوئی چھوٹا موٹا غیر ذمہ دار حاکم نہ تھا، لارڈ ولزلی وائسرائے تھا جو معمولی مدد نہیں بلکہ مشنریوں کے کاموں کی سرپرستی بھی کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے مسٹر کیری کو جو مشنریوں کا سرغنہ تھا۔ فورٹ ولیم کالج میں سنسکرت کا پروفیسر مقرر کر دیا تھا جس میں وہ مشن کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ لارڈ ولزلی کی سرپرستی میں 1798ء سے بائبل وغیرہ کے ترجمے مشرقی زبانوں میں کرنے کا کام فورٹ ولیم کالج میں شروع ہو گیا تھا، اور باقاعدہ کلکتہ بائبل سوسائٹی قائم ہو گئی تھی اس کی فہرست کے چندہ میں بڑی رقم لارڈ ولزلی نے لکھی تھی۔ اس سوسائٹی کے فنڈ کی اعانت و امداد لارڈ ہسٹنگر نے 1813ء میں، لارڈ ولیم بنٹنک نے 1827ء میں اور سر چارلس مٹکاف نے 1835 میں کی۔

لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں اس بات کی انتہائی کوشش کی گئی کہ انگریزی تہذیب و اخلاق اور ان کی عادات و اطوار کو رواج دیا جائے۔ اس کے لیے بڑے بڑے شہروں میں انگریزوں نے اپنی منظم کوشش کی کہ عورتوں کو بے پردہ کیا جائے اور عیسائی مذہب کی طرف راغب کیا جائے، اس کام میں ہندوستان کے انگریزی افسروں کی بیویوں نے بھی مدد کی اور انگلینڈ میں جو عورتیں تھیں انہوں نے بھی اس فنڈ میں حصہ لیا، اور مالی مدد دی، چنانچہ لارڈ

Marfat.com

ڈلہوزی کے پاس انگریزی اور تعلیمی اسکیم کا ڈھانچہ بنایا گیا۔ جس کی ابتداء یتیموں اور لاوارث لڑکیوں کو عیسائی بنا کر کی گئی (تاریخ عروج عہد سلطنت ہند حصہ سوم:200)

گورنمنٹ کے ایک ممبر بی تھون صاحب نے 1849ء میں کلکتہ کے اندر ایک مدرسہ قائم کیا، جب بی تھون کا انتقال ہو گیا تو گورنر نے اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ بعد میں اس کی باگ ڈور کیننگ کے ہاتھوں میں سونپ دی گئی۔

فوجی افسران کا مشنری کام کرنا

لارڈ کیننگ کے عہد میں انگریزی فوجی افسروں نے یہ اپنا مشغلہ بنا رکھا تھا کہ وہ فوجی مسلمان اور ہندوؤں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے تھے وہ جب ہندوؤں میں بت پرستی کرتے دیکھتے اور مسلمانوں کی زبان سے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کا انکار سنتے تو وہ فرض سمجھتے تھے کہ ہم حواریوں کا کام مستعدی سے کریں ان کا اعتقاد تھا کہ سب انسان ان کے مانند ہیں اس کی بھی روح کی نجات ہونی چاہیے۔ اور کوئی خارجی حالت ایسی نہیں جو ہم کو خدا کی تبلیغ کرنے سے منع کرے وہ اپنے ایک ہاتھ میں آرڈر بک (سپاہ کے حکموں کی کتاب) اور دوسرے میں بائبل لے کر سپاہیوں میں گشت لگاتے پھرتے تھے اور نصرانیت کے اصول سمجھاتے تھے، چنانچہ لفٹنٹ کرنل ویلر جو ایک رجمنٹ کا کمانڈر تھا بڑے فخر کے ساتھ کہتا ہے:

''بیس سال سے زیادہ میری عادت رہی ہے کہ تمام غیر عیسائی قوموں کے سپاہیوں کو بغیر کسی تمیز کے عیسائی اصولوں کو سمجھاتا ہوں، عیسائی بننے کی طرف ترغیب دیتا ہوں، گھنٹوں وعظ کہتا ہوں، گویا مسیح کا سپاہی بن کر خدا کے احکام اور سرکار کمپنی کا ملازم بن کر .....سناتا ہوں۔'' (تاریخ عروج عہد سلطنت ہند حصہ سوم، صفحہ 200)

خود لارڈ کیننگ نے خالص مشنری تعلیم دینے والے سریرامپور کے بیپٹسٹ کالج کو 1818ء میں ان ہی کے عہد حکومت میں قائم ہوا تھا چندہ دیا تھا اور اس کے اول پیٹرن بھی آپ ہی مقرر ہوئے۔ اس اسکول کی بھی بہت سے وائسراؤں نے مالی و عملی ہمدردی و مدد کی۔

Marfat.com

چرچ مشن کو امداد دینے کا اعتراف

تعلیمی اداروں کی امداد زیادہ قابل اعتراض نہیں ہوسکتی ان ہی حالتوں میں نظر انداز بھی کیا جاسکتا ہے لیکن وہ ادارے جو خالص دوسرے مذہب کی بیخ کرنی کرنے، ان کی توہین و مذمت کرنے، ان کے بزرگان دین کا تمسخر اڑانے کے لیے قائم ہوئے ہیں، مثلاً چرچ مشن سوسائٹی ہو، جو صرف غیر عیسائیوں کو عیسائی بنانے کے فرائض انجام دیتی ہو، اس کو چندہ دینا اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا اس سے متعلق ہونا یہی معنی رکھتا ہے کہ حکومت کا تعلق اس جماعت سے ہے اور اس کے مقاصد سے وہ اتفاق رکھتی ہے۔

چنانچہ مشن سوسائٹی کو جس کو ڈاکٹر ڈف نے ہندوستان میں قائم کیا تھا۔ پہلے لارڈ ڈلہوزی نے چندہ دیا جس سے ملک کے ہر حصے سے اعتراضات ہوئے اور حکومت اور مشنریوں کی ساز باز کی پول کھل گئی تب آخر مجبور ہو کر لارڈ موصوف نے حاکمانہ ڈھٹائی (جس میں حمایت کی جھلک نظر آتی ہے) کے ساتھ صفائی، کچھ اعتراف غلطی کیا کہ:

''میں اس بات کو کہ جو گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام ہیں ان کو ان افعال سے دور رہنا چاہیے جن کو اس کی حکومت و اقتدار کا اظہار جیسے لوگوں کو اپنے مذہب بدلنے کی ترغیب و تحریص ہو لیکن وہ اسکول جو ہر مذہب کے طلباء کے لیے جاری ہوں اور کسی پر سختی نہ کرتے ہوں اور معاندت.....کو بے ہتھیار کرتے ہوں وہ گورنر جنرل کی امداد و اعانت سے اس لیے محروم کیے جائیں کہ انس کے مشنری مہتمم ہیں میں اس مقولہ کو قابل قبول اور اعتراض کو قابل تسلیم نہیں سمجھتا۔'' (تاریخ عروج عہدِ سلطنت ہند، جلد سوئم، صفحہ: 301)

مشنری ورک میں ظاہری پالیسی

یہ صحیح ہے کہ بظاہر حکام بالا یہی اعلان کرتے تھے کہ مشنری کاموں میں افسران کو دلچسپی نہیں لینی چاہیے، پروپیگنڈا بھی یہی کرتے تھے کہ حکام بالا اور حکومت اس کو پسند نہیں کرتی لیکن عملاً بباطن پادریوں کی امداد کو ضروری سمجھتے تھے۔ اور عیسائی بنانے کی تحریک میں حصہ لیتے

Marfat.com

تھے، چنانچہ 1823ء کی آنریبل ایم انفسٹن اور آنریبل ایف وارڈن کی متفقہ یادداشت سے یہ پول کھل جاتی ہے۔ اور صحیح پالیسی سامنے آجاتی ہے وہ گورنمنٹ کو لکھتے ہیں:

''ہم نے دیسیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیے، ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف علمی و ترقی کے تمام ذرائع ختم کر دیے ہیں بلکہ قوم کے اصلی علوم بھی گم ہو جانے اور پہلے لوگوں کی ذہانت کی پیداوار فراموش ہو جانے کا اندیشہ ہے اس الزام کو دور کرنے کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔''

کیا کرنا چاہیے، وہ بھی سن لیجیے، یہ حکام کیا کریں گے:

''میں اعلانیہ نہیں تو در پردہ پادریوں کی حوصلہ افزائی کروں گا۔ اگر چہ مجھے گورنر صاحب سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ مذہبی امور میں امداد سے احتراز کیا جائے۔ تاہم جب تک ہندوستانی لوگ عیسائیوں کی شکایت نہ کریں تب تک اس کی تعلیم مفید ہونے میں ذرا شبہ نہیں اگر تعلیم سے ان کی رایوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہو سکے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں تاہم اس سے وہ زیادہ ایماندار اور محنتی رعایا تو ضرور بن جائے گی۔

(تاریخ متعلم، صفحہ:41)

اسی طرح پنجاب کے حکام اعلیٰ ہنری لارنس، جان لارنس، رابرٹ منٹگمری، ڈانلڈ میکلوڈ، ہربرٹ ایڈورڈ، رینل ٹیلر، جان نکلسن وغیرہ نے امریکی مشن سوسائٹی کی پوری اعانت کی مذہبی اور بائبل کی تعلیم دلوانے میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ (صلیب کے علمبردار، صفحہ:88)

حکام کا ذاتی اثر ڈالنا

اسی پر بس نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حکام شہر اور افسران فوج اپنے ماتحتوں سے مذہبی باتیں کرتے تھے اپنی کوٹھیوں پر بلا کر پادریوں سے مذہب کی تلقین کراتے تھے، پادری لوگ ان لوگوں کے شہ دینے اور حمایت کرنے سے کانسٹبلوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے وعظوں اور ہندوؤں کی کتھاؤں میں اعتراضات کرتے اور مذہبی پیشواؤں کی برائی و توہین کرتے تھے۔

Marfat.com

لفظ نصاریٰ کہنے پر پھانسی

حکام مشنریوں کی دلجوئی کرنے والے عالموں کو جو مشنریوں کو نصاریٰ کہتے تھے قانونی شکنجہ بھی استعمال کرتے تھے، چنانچہ انگریزوں کو لفظ نصاریٰ کہنے پر قانوناً ہندوستانیوں کو باغی قرار دیا گیا، اور ان کو سزائیں دی گئیں تا کہ پادریوں کا رعب و دبدبہ بڑھے اور کوئی شخص ان کی شان کے خلاف بات نہ کہہ سکے اور پادری لوگ بہ آسانی ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہو جائیں چنانچہ لفظ نصاریٰ کی خونی داستان مولانا حالی کے قلم سے سنیے:

''بعض اضلاع میں مسلمانوں کی بعض تحریریں ایام غدر میں ایسی پیش ہوئیں جن میں انگریزوں کو لفظ نصاریٰ سے تعبیر کیا تھا۔ حکام نے اس لفظ کو بھی بغاوت کا لفظ سمجھا اور اس کے کہنے والوں کو سزائیں دی گئیں انگریزوں نے یہ خیال کیا کہ جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ کو حقارت سے ناصری (یعنی قریۂ ناصری کا رہنے والا) کہتے تھے اسی طرح مسلمانوں نے انگریزوں کو نصاریٰ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔''

سرسیّد نے اس غلطی کو رفع کرنے کے لیے فوراً ایک مختصر رسالہ تحقیق لفظ نصاریٰ میں لکھا، اور اس کو اردو اور انگریزی میں چھپوا کر حکام اور گورنمنٹ کو اس کے مضمون سے مطلع کیا۔ سرسید نے بتایا کہ نصاریٰ کا لفظ ناصرہ سے مشتق نہیں ہے بلکہ نصر سے مشتق ہے اور مسلمان اس وجہ سے کہ قرآن میں ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اس کو نصر سے مشتق سمجھتے ہیں نہ کہ ناصرہ سے کیونکہ قرآن میں صاف صاف آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کہا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ تو انصاریوں نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ اور اسی لیے حواریوں کی پیروی کرنے والوں اور عیسیٰ پر ایمان لانے والوں کو اسی صفت کے ساتھ جس کی حواریوں نے حامی بھری تھی موصوف کیا گیا اور ان پر انصاری کا اطلاق کیا گیا ہے قرآن مجید میں کہیں قریہ ناصرہ کا ذکر نہیں آیا۔ اور نہ کہیں حضرت عیسیٰ کو ناصری کہا کہا گیا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں خود اپنے تئیں نصاریٰ کہتے تھے جیسا کہ سورۂ مائدہ کی اس آیت

Marfat.com

میں بیان ہوا ہے:

''اے محمد ﷺ تم پاؤ گے اہل کتاب میں سے سب سے زیادہ مسلمانوں کا دوست ان کو جس کا قول ہے کہ ہم نصاریٰ ہیں۔''

جب یہ رسالہ شائع ہوا تو کسی انگریزی اخبار میں یہ لکھا گیا کہ سرسیّد احمد خاں کا بیان غلط ہے کیونکہ کسی شخص کو نصاریٰ لکھنے پر سزا نہیں ہوئی، اس پر ایک معزز یورپین افسر نے اس کا جواب دیا اور یہ لکھا کہ خود ہمارے سامنے ایک شخص کو اسی جرم میں پھانسی دی گئی۔ (حیات جاوید، 9، جلد اول)

حکام کا قانون سے مشنریوں کو مدد دینا

سابقہ ہندوستان میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی ہندو عیسائی ہو جاتا تھا تو اس کو شاستر کے مطابق ہندو محروم الارث کر دیتے تھے جس سے پادریوں کو آسانی کے ساتھ ہندوؤں کے عیسائی ہونے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، لارڈ ریڈنگ نے اس دقت کا سدِّ باب کرنے کے لیے ایکٹ 21، 1850ء نافذ کیا کہ اگر کوئی ہندو عیسائی ہو جائے تو وہ حقوق اور وراثت سے محروم نہیں ہو سکے گا۔

اس ایکٹ سے نومسلم بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس لیے اس میں غیر مذہب کا کوئی آدمی اگر مسلمان ہو جائے تو اس کو اپنے مذہب کی رو سے جو اس نے اختیار کیا ہے اپنے مورثوں کا متروکہ جو غیر مذہب میں تھے لینا منع تھا۔ کوئی عیسائی اگر مسلمان ہو جاتا تو اس کو ورثہ کا حقدار نہیں رکھا جاتا تھا۔ (رسالہ اسباب بغاوت ہند)

اس ایکٹ کی غرض صرف عیسائی مذہب قبول کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی تھی اور عیسائی بننے کی رکاوٹ دور کرنا تھی، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ عیسائی بن سکیں۔

ہر فوجی داڑھی منڈوائے

حکام نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مخصوص مذہبی نشانوں کو مٹانے اور ختم کرنے کی

Marfat.com

کوشش کی، تا کہ ان کی شناخت مذہب اور دھرم ختم ہو جائے۔ اور ہندوستانی اپنے مذہب میں کمزور ہو کر بالآخر انگریزی معاشرت وتہذیب کے شیدائی بن کر نصرانیت کے طور وطریقے اور بالآخر نصرانی مذہب اختیار کر لیں۔

چنانچہ 1808ء میں پہلی بار مقام ویلور صوبۂ مدراس میں سرجان کر اور ایک کمانڈر انچیف نے اپنے فوجی قوانین میں چار باتیں اضافہ کیں۔ اور حکم دیا کہ ماتھے پر تلک (قشقہ) نہ لگائیں۔ کان میں بالا اور بالیاں نہ پہنیں۔ داڑھیاں منڈائیں۔ چہارم اپنی ہندوستانی وضع کی ٹوپیوں کو چھوڑ کر انگریزی ہیٹ پہنیں۔ (تاریخ میجر باسو)

حکام فوج ہی نے داڑھی منڈانے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ جیل کے افسران بھی قیدیوں کے لیے ضروری سمجھتے تھے کہ جیل میں قدم رکھتے ہی اپنی داڑھی منڈوا دیں اور قینچی کی نذر کر دیں چنانچہ جیل میں داخلہ کے بعد مولانا محمد جعفر تھانیسری کو سب سے پہلے یہ روح فرسا سانحہ پیش آیا۔ آپ لکھتے ہیں:

جیل کے دستور کے مطابق مقراض ہماری داڑھی مونچھ اور سر کے بال وغیرہ تراش کر منڈی بھیڑ سا بنا دیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ اپنی داڑھی کے گرے ہوئے بالوں کو اٹھا کر کہتے تھے کہ افسوس نہ کر تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطے کتری گئی۔ (تواریخ عجیب عرف کالا پانی)

جیل کے افسران خاص طور پر عیسائی تہذیب کے پرچارک تھے، سمجھتے تھے کہ جیل میں انسان بے بس ہوتا ہے اس لیے انہوں نے داڑھی منڈوانے کے علاوہ کھانے کے طریقوں میں اپنی تہذیب کے مطابق تبدیلی اور قیدیوں کو عیسائیت کا پیرو بنانا چاہا۔

جیل میں پہلے دستور تھا کہ قیدی کو خوراک کے پیسے مل جاتے تھے، اور وہ اپنا کھانا خود اپنے ہاتھ سے بنا لیتے تھے لیکن حکومت نے اس کو گوارا نہیں کیا ایک جگہ کھانے بنوانے کا آرڈر دیدیا، قیدیوں میں اس بات کو بُرا سمجھا گیا، وہ سمجھ گئے کہ حکومت پہلے ان کی ذات وایمان کو خراب کرنا چاہتی ہے پھر ان کو عیسائی بنائے گی کیونکہ اس صورت میں کھانا پکانے والا بھنگی چوڑا

Marfat.com

اور چمار بھی ہوسکتا ہے بلکہ ہوگا جس کے پکائے ہوئے کھانے سے ہمارا مذہب وایمان خراب ہوجائے گا۔

قیدیوں میں اس سے بے چینی پیدا ہوئی یہاں تک کہ شاہ آباد، سارن و پٹنہ کی جیلوں میں بڑے دنگے فساد ہوئے۔ بالآخر حکومت کو قیدیوں کے سامنے جھکنا پڑا۔

اسی قسم کا جھگڑا احکام کی اسی قسم کی ذہنیت کی وجہ سے جیل میں لوٹے کی تبدیلی کی وجہ سے ہوا۔ پہلے ہندو مسلمانوں کے استعمال کے لیے ایک برنجی لوٹا دیا جاتا تھا، جو پانی پینے کے کام آتا تھا۔ حکم ملا کہ اس کی جگہ گلی برتن رکھیں اور اس برنجی لوٹے کو اپنے پاس نہ رکھیں۔ یہ لوٹا عیسائیت کی نشانی تھی۔ قیدیوں نے یہی سمجھا کہ عیسائی بنانے کی تیاری ہے انہوں نے اس کے لیے انکار کیا، آرہ جیل میں یہاں تک نوبت آگئی کہ جیل میں جھگڑا ہوا۔ اور قیدیوں پر گولی چلائی گئی اور مظفر پور ترہوٹ میں بلوہ ہوگیا۔ (تاریخ عروج عہد سلطنت ہند حصہ سوئم، 206)

انسدادِ غلامی کے نام سے
یتیموں پر مشنریوں کا قبضہ کرانا

انگریزی حکام نے جس طرح بقایا قانون اصلاحِ رسوم کے نام سے بنائے اور ان سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا کام کیا اسی طرح یتیموں کو عیسائی بنانے کے لیے اور ان پر قبضہ کرنے کرنے کے لیے انسدادِ غلامی کا حربہ استعمال کیا، اور یتیموں پر اس قانون کے نام سے قبضہ کیا، یہ سلسلہ 1837ء سے جاری رہا ہر قحط پر لاوارث بچوں پر قبضہ کرتے تھے۔ ہندوستانی ان کو غلام بنالیں گے اس لیے مشنری ان کے مالک بن جاتے تھے۔ ان کو مشنری اسکولوں میں نصرانیت کی علی الاعلان تعلیم دی جاتی تھی اور کسی ہندوستانی ادارہ کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ یہ ظلم اس دور کے لوگوں کے دلوں پر نقش تھا۔ لیکن محکومی ومظلومی کا بول بالا تھا۔ وہی کیا جو کچھ ظالم حاکم نے کہا۔ بہرحال یہ اندوہناک داستان بھی قوم کے مرثیے لکھنے والے حالی کی زبان سے سنیے:

Marfat.com

مرادآباد کے کلکٹر نے اپنے ضلع کے قحط کا انتظام سرسیّد کے سپرد کر دیا تھا تو سرسیّد نے صاف کہہ دیا تھا کہ میں اس شرط پر انتظام کرتا ہوں کہ جتنے لاوارث بچے آئیں گے ان میں جتنے مسلمان ہوں گے وہ مسلمانوں کے اور جتنے ہندو ہوں گے وہ ہندوؤں کے سپرد کیے جائیں گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، جتنے لاوارث بچے آئے وہ ہندو مسلمانوں کے سوا کسی مشنری کو نہیں لینے دیے مگر حسب ہدایت اسٹریچی صاحب کے جو بچہ جس کے سپرد کرتے تھے اس سے ایک اقرار نامہ لکھوا لیتے کہ ہم اس کو لونڈی غلام نہیں بنائیں گے۔ ہوشیار ہونے کے بعد جہاں اس کا جی چاہے رہے اور جہاں چاہے چلا جائے۔

لیکن ہنوز قحط کا انتظام ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ جان اسٹریچی مرادآباد سے بدل گئے اور مسٹر پاؤران کی جگہ آئے مشنریوں نے اسٹریچی کے سامنے تو دم نہیں مارا مگر ان کے جاتے ہی مسٹر پاور سے سرسیّد کی شکایت کی اور یہ چاہا کہ تمام لاوارث بچے جو ہندو مسلمانوں کو دیے گئے ہیں واپس لیے جائیں، اس زمانہ میں مسٹر والگز نڈر شکسپیر جو سرسیّد کے نہایت دوست تھے مرادآباد میں جج تھے۔ انہوں نے سرسیّد کو ہر چند سمجھایا کہ جتنے لڑکے اور لڑکیاں خاص طور سے تمہارے سپرد کی گئی ہیں وہ تم سے نہیں لی جائیں گی مگر اور لوگوں پر اعتماد نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کو لونڈی اور غلام بنائیں گے مگر سرسیّد نے ہرگز نہ مانا اور کہا کہ میں نے اسی شرط پر قحط انتظام اپنے ذمہ لیا تھا کہ لاوارث بچے مشنریوں کو نہیں دیے جائیں گے، اور اسٹریچی صاحب گورنمنٹ میں رپورٹ کر چکے ہیں کہ لاوارث بچوں کا اس طرح بندوبست کیا گیا ہے اس کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے، مجھے جس طرح یہ گوارا نہیں کہ ایک سیّد کا بچہ مشنریوں کو دیا جائے اسی طرح یہ بھی گوارا نہیں کہ ایک چمار کا بچہ ان کو دیا جائے۔

مسٹر پاور کو جب سرسیّد کی ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ایک کمیٹی بنائی چونکہ اس زمانہ میں ہندوستانی حد سے زیادہ ڈرے ہوئے تھے، اور سہمے ہوئے تھے اور انگریزوں کے خلاف کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، سرسیّد اور ایک دو ممبران کے سوا تمام کمیٹی کا اتفاق ہو گیا کہ جتنے بچے ہندو اور مسلمانوں کے سپرد

Marfat.com

کیے گئے ہیں وہ واپس لیے جائیں کیونکہ ان پر ہرگز اعتماد نہیں کہ وہ ان لونڈی غلام نہ بنائیں گے۔ سرسیّد کے ہاں بھی پانچ لڑکے اور لڑکیاں رہتی تھیں اور ان کی بیوی ان کو کمال شفقت سے رکھتی تھیں، سرسیّد نے پہلے اس سے کہ کوئی ان سے مانگے آئے فوراً ان کو کلکٹر کے پاس بھیج دیا۔ یہ یتیم 14 ہزار تھے۔ (حیات جاوید: 94-93)

حکام کا نماز پڑھنے سے روکنا

یہ افسران عیسائیت کے اس قدر دیوانے تھے کہ مسلمانوں کو نماز بھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے یہ نماز پر پابندی لگانے کو نصرانیت کی بڑی تبلیغ سمجھتے تھے اور اس میں رکاوٹ ڈالنے کو کارثواب جانتے تھے۔ چنانچہ سرسیّد کے ایک نہایت عزیز اور خالص دوست کو ایک زمانہ میں ایسے ہی افسر سے سابقہ پڑا جو نماز پڑھنے پر تعرض کرتا تھا اس امر کی اطلاع انہوں نے سرسیّد ان کو اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''کل میں سارے دن متردد رہا۔ کیونکہ تمہارا کوئی خط نہیں آیا تھا، آج خط آیا اور حال معلوم ہوا، گو میں کسی وقت کی نماز پڑھتا ہوں اور کسی وقت نہیں پڑھتا اور وقت بے وقت کا بھی خیال نہیں رکھتا، اور دو دو اکٹھی بھی ملا کر پڑھ لیتا ہوں ریل میں جتنا سفر ہو مجھ سے ادا نہیں ہو سکتی۔ یہ سب باتیں مجھ میں ہیں، اور نالائقی اور شامت اعمال سے ایسی سستی نماز میں ہے۔ مگر تم نے اس معاملہ میں جو کچھ کیا نہایت لچر پنا کیا، نماز جو خدا کا فرض ہے اس کو ہم اپنی شامت اعمال سے جس خرابی سے ہو ادا کریں یا قضا کریں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم نماز نہ پڑھو اس کا صبر ایک لمحہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات سنی بھی نہیں جا سکتی۔ میری سمجھ میں نماز نہ پڑھنا گناہ ہے، جس کے بخشے جانے کی توقع ہے اور کسی شخص کے منع کرنے سے نہ پڑھنا یا سستی میں ڈالنا میری سمجھ میں کفر ہے جو کبھی نہ بخشا جائے گا۔ تم کو تو خود اپنی شامت اعمال سے ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جو کبھی اس قسم کی بحث نہ آتی اور جب ایسا طریقہ احتیار نہ کیا تھا تو پھر لجلجانا اور گڑگڑانا، اور حضور رخصت ہی دیں، تنخواہ کاٹ لیں کہنا واہیات تھا۔ تراق سا استعفیٰ دے دینا تھا۔ صاف کہہ دینا تھا کہ میں اپنے خدائے عظیم الشان قادر مطلق کے حکم کی اطاعت

Marfat.com

کروں گا۔ نہ کہ آپ کی۔ کیا ہوتا نوکری میسر نہ ہوتی فاقے مرجاتے نہایت اچھا ہوتا۔ (حیات جاوید: 422 جلد دوئم)

حکام کا مشن اسکول میں داخلہ کی ترغیب دینا

تعلیم کے نام پر 1757ء ہی سے نصرانیت کا پروپیگنڈہ اسکول میں حاکم اعلیٰ گورنر نے شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں کلکتہ کے اندر لوٹ مار ہوئی تو میر جعفر سے جرمانہ وصول کیا گیا، اس جرمانے سے کلکتہ فری اسکول قائم کیا گیا اس اسکول کے مہتمم گورنر مقرر ہوئے۔ اس اسکول میں لڑکیوں کی تعلیم کا بھی بندوبست کیا گیا، کلایو گورنر کی موجودگی میں اس مدرسہ کی تعلیم کی غرض یہ قرار پائی کہ اس میں ہر قوم کا بچہ داخل ہوسکتا ہے جس کی عمر پانچ سال سے دس سال تک ہو اس طالب علم کے لیے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ ہر طالب علم اس کی عیسوی مذہب کی دعاؤں میں شامل ہوگا اور بائبل کی تعلیم لازمی طور پر حاصل کرے گا۔

اس مدرسہ کے علاوہ مشن کے جس قدر مدرسہ بنے ان میں نصرانیت کی تعلیم حاصل کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ بشپ کالج 1819ء کے ہر ایک طالب علم کو قسم کھانی پڑتی تھی کہ وہ تعلیم سے فروغ کے بعد مشنری کاموں میں حصہ لے گا۔

کلکتہ نارمل اسکول: زنانہ اسکول کے طالبعلموں کو تعلیم پانے کے بعد عورتوں میں کام کرنے کے واسطے تیار کیا جاتا تھا تا کہ وہ بعد میں عورتوں کے اندر عیسائیت کا پیغام پہنچائیں۔

بمبئی ایجوکیشنل سوسائٹی اسکول: جس کا مقصد بچوں کو عیسائیت کے اصولوں کی تعلیم دینا تھا اس کے تمام طالبعلموں کے لیے لازم تھا کہ عیسائیوں کی دعاؤں میں شامل ہو اور اس کو دہرائیں۔

مشن کے سینکڑوں اسکولوں میں داخل ہونے کے لیے حکام ترغیب دیتے تھے خود جا کر شامل ہوتے تھے اندازہ لگاتے تھے کہ کون کون شامل ہوا، لوگ اپنے بچوں کو شامل نہ کرتے تو مجبور کیا جاتا تحکماً داخل ہونا پڑتا تھا۔ (اسباب بغاوت ہند)

Marfat.com

مشن اسکولوں میں لڑکوں کو انجیل پڑھا کر ان سے سوال کیا جاتا تھا کہ تمہارا خدا کون ہے اور نجات دینے والا کون ہے۔ عیسائی مذہب کے مطابق جواب دینے والوں کو انعام دیا جاتا تھا۔ دیہاتیوں کے لیے دیہاتی مکاتیب تھے۔ پرگنہ وزیٹر، اور ڈپٹی انسپکٹر مجبور کرتے تھے۔ ڈپٹی انسپکٹر جب دورہ پر آتے تو ان کو کالا پادری کہتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے کہ یہ ہمارا دین اور ہمارا مذہب ہم سے چھڑا دے گا۔

ایک طرف تو یہ دیہاتی مکاتیب سے مشتبہ دوسری طرف چھوٹی نوکریوں کے لیے بھی ڈپٹی انسپکٹر کالے پادریوں کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی تھی اس لیے کہ حکومت مانگتی تھی جس کا مقصد تھا کہ پادری کو خوش کرو۔ وہ کب خوش ہوتے جب یسوع مسیح کو نجات دہندہ مانتے تھے۔

انگریزی تعلیم کے نام پر عیسائیت کی تعلیم

انگریزی تعلیم دینے میں بھی یہی غرض تھی انگریزی کے نام تمام پر حکام اور حکومت در پردہ مشنری کام میں پورا پورا حصہ لے رہی تھی نام تھا انگریزی تعلیم کا اور کام تھا، عیسائیت کی تبلیغ کا چنانچہ آنریبل مسٹر چارلس گرانٹ ڈائریکٹر کمپنی ہندوستان میں انگریزی زبان جاری کرنا چاہتے تھے انہوں نے اس کی غایت یہ بیان کی تھی۔ (مسلمانوں کا روشن مستقبل)

''یہ بالکل انگلستان کے اختیار میں ہے کہ وہ ہندوؤں کو بتدریج ہماری زبان سکھائے اور بعد میں اسی کے ذریعہ ہماری فنون فلسفہ مذہب کی تعلیم دے۔ مگر بلاشبہ سب سے اہم تعلیم جو ہندوؤں کو ہماری زبان کے ذریعہ ملے گی وہ ہمارے مذہب کی معلومات ہوگی۔ مسلمانوں نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں ہندوستان کے کیریکٹر میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اس اندیشہ سے کہ تعلیم پھیلنے سے کسی زمانہ میں ہماری حکومت متزلزل نہ ہو جائے اور ہمارے فوائد کو نقصان نہ پہنچے ہمیں ہندوستانیوں کو سچے مذہب (یعنی مذہب عیسوی) سے اور بہترین اخلاق سے اور علوم وفنون کے اصول سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔''

1816ء میں انگریزی زبان کے ذریعہ عیسائیت کو فروغ دینے کے لیے پادریوں اور کلکتہ کے ایک گھڑی ساز مسٹر ڈیوڈ ہیبر نے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر ہائیڈ ایسٹ کی امداد

Marfat.com

سے اور کلکتہ کے غیر متعصب وموّحد رئیس رام موہن کی سرتوڑ کوششوں سے اینگلو انڈین کالج کلکتہ میں قائم کیا، جس میں انگریزی پڑھانے کی ابتداء کی گئی۔ اس کے بعد آگرہ کالج، سینٹ اسٹیفن کالج کلکتہ، اجمیر کالج، بنارس کالج، بریلی کالج، دہلی کالج، ڈھاکہ کالج، لاہور گورنمنٹ کالج، پٹنہ کالج، برہام پور کالج، کیننگ کالج لکھنؤ، ہگلی کالج، کرشن نگر کالج وغیرہ بنائے گئے جن کی تعلیم کے نتیجے پبلک کے لیے انتہائی پریشان کن ثابت ہوئے۔ سب سے پہلے خاص لاہور میں 1866ء میں تین لڑکے مسیحی ہوئے، پادری پی سی ایل ان میں سے ایک تھا۔ اس پر لاہور شہر میں بڑا شور وغوغا ہوا۔ کالج کے طلباء نے پڑھنا چھوڑ دیا، اور کالج میں صرف سات طلباء رہ گئے۔ (صلیب کے علمبردار)

ہندو مسلمانوں نے ہزاروں کی تعداد میں ہفتوں مظاہرے کیے، دہلی میں بھی یہی ہوا، ماسٹر رام چندر اور چمن لال کے عیسائی ہونے سے شہر میں ہیجان پیدا ہو گیا، اُس خبر کے شہر میں پھیلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لڑکوں نے اپنے نام اسکول سے کٹوا لیے۔ (مرحوم دہلی کالج) 1848 کے اندر بہت سے لوگ عیسائی ہوئے تو ہندوؤں نے عیسائیوں کے گھر لوٹے۔ اس قسم کے واقعات آئے دن ہندوستان کے گوشوں میں ہوتے تھے عوام میں آگ لگتی تھی لیکن حکومت کی تعلیمی سب کمیٹی اپنی رپورٹوں میں اپنے مقصد کی تکمیل پر خوشی کا اظہار کرتی تھی۔ اور حکام اپنے مقصد نصرانیت کی تبلیغ کرنے میں کامیاب ہوتے نظر آرہے تھے۔ چنانچہ 1831ء میں یوں شادیانے بجائے گئے تھے۔

ہندو کالج کی حوصلہ افزائی کی طرف توجہ کرنا اس تعلیمی سب کمیٹی کے خاص مقاصد میں سے رہا ہے اس سے جو نتائج حاصل ہوئے وہ امید سے زیادہ ہیں انگریزی کی واقفیت میں ترقی کے ساتھ اخلاقی اثرات بھی نمایاں ہوئے اور اچھے خاندان اور قابلیت کے بہت سے نوجوانوں میں ہندو مذہب کی بندشوں سے آزاد ہونے کے لیے بے چینی اور اپنے رسوم کی طرف سے بے اعتنائی کا اعلانیہ اظہار کیا جا رہا ہے۔ غالباً دوسری نسل میں کلکتہ کے ہندوؤں کے خیالات اور محسوسات میں بڑی مادّی تبدیلی ہو جائے گی۔ (تاریخ التعلیم از محمد، صفحہ:35)

Marfat.com

یہ شادیانے حق بجانب تھے کیونکہ کیفیت یہ تھی کہ ہندو کالج میں انجیل ونصرانیت کی اس قدر تعلیم تھی کہ انگلستان کے کسی پبلک اسکول میں نہیں تھی۔ (بیان سر فریڈرک ہیلڈ)

مقصد چونکہ تمام ہندوستان میں عیسائیت کا پھیلانا تھا وہ صرف ہندو کالج کی تعلیم سے پورا نہ ہوتا تھا اس لیے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حکومت منظر عام پر آ گئی اس نے قطعاً بادشاہانہ اصول و رغبت کے حقوق آزادی کا خیال نہیں کیا، متعصب وفرقہ پرست بن کر اس رکیک چولہ کو پہن کر لارڈ بنٹنگ کے ریزولیوشن مورخہ 7/مارچ 1835ء کا اعلان کیا گیا۔

گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کی رائے یہ ہے کہ حکومت برطانیہ کا بڑا مقصد اہل ہند میں یورپین لٹریچر اور سائنس کی اشاعت کرنا ہے اور جس قدر رقوم مقاصد تعلیم کے لیے مخصوص ہے وہ صرف انگریزی تعلیم پر صرف ہونی چاہیے۔

ہز لارڈ شپ بہ اجلاس کونسل کو یہ اطلاع ملی کہ کمیٹی نے رقم خطیر مشرقی کتب کے طبع میں صرف کی ہے۔ ہز لارڈ شپ بہ اجلاس کونسل ہدایت کرتے ہیں کہ آئندہ ان رقوم کا کوئی جز واس کام میں نہ لایا جائے۔

ہز لارڈ شپ ہدایت کرتے ہیں کہ وہ تمام رقوم جو ان اصلاحات کی رو سے کمیٹی کے قبضے میں آئیں وہ آئندہ دیسی لوگوں میں انگریزی زبان کے ذریعہ سے انگریزی علم وادب اور سائنس کی اشاعت پر صرف کی جائیں۔

اسی پالیسی بنانے میں حکومت ہند انتہائی عریاں ہوگئی اور آخر لارڈ میکالے نے جب دیکھا کہ مندرجہ بالا ریزولیوشن یعنی انگریزی تعلیم کی مخالفت میں نصف ووٹ ہیں اور معاملہ ڈانواڈول ہے تو انہوں نے اپنا فیصلہ کن ووٹ انگریزی تعلیم یعنی نصرانیت کی تبلیغ کے حق میں دیا۔ وہ پالیسی تباہ کن تھی وہ خود لارڈ میکالے کی زبان سے سن لیجیے جو انہوں نے پوشیدہ طور پر اپنی والدہ کی چٹھی میں لکھی تھی:

''میرا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر تعلیم کے متعلق ہماری تجاویز پر عمل درآمد ہوا تو تیس سال بعد بنگال میں ایک بت پرست بھی باقی نہیں رہے گا۔ (تاریخ تعلیم میجر ماسو 105)

Marfat.com

اسے زہر دینے کے بعد جسم پر تیزاب ڈالا گیا، یعنی گورنمنٹ کی جانب سے اشتہار شائع ہوا:

جو شخص مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہوگا اور فلاں فلاں علوم و زبان انگریزی میں امتحان دے کر سند یافتہ ہوگا وہ نوکری میں سب سے زیادہ مقدم سمجھا جائے گا۔ چھوٹی چھوٹی نوکریاں بھی ڈپٹی انسپکٹروں کے سرٹیفکٹ پر جن کو لوگ.....کالا پادری سمجھتے تھے منحصر ہو گئیں۔ (اسباب بغاوتِ ہند)

اس سے زیادہ پادریوں کی اور کیا کھلی ہوئی حمایت ہو سکتی ہے۔

حکومت کی اس حامیانہ پالیسی کا سوائے اس کے اور کیا اثر ہو سکتا ہے کہ پادری لوگ من مانی کارروائیاں کریں، قرآن مجید کو مٹانے کی کوشش کریں اور لوگوں کو خوشی و لالچ سے نہیں بجبر عیسائی بنائیں نہ بنیں تو ان کو اغوا کر لیں اڑا کر لے جائیں اور نئی نئی قسم کی بدعتوں سے آخر کار لوگوں کو ایمان کی برکت کا پانی پلا کر خراب کریں۔ تفصیل وار واقعات سن لیجیے۔ نصرانیت کو فروغ دینے کی پالیسی حکومت نے ہمیشہ سے رکھی ہے۔

قرآن مجید میں تحریف کی سعی کرنا

جب ابتدائی انگریزی عمل داری میں پادری لوگ آئے تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ ہندوستان میں مطبع نہیں ہے قلمی نسخوں پر قرآن مجید کا دارومدار ہے تو مسلمانوں سے قرآن مجید بڑی بڑی قیمتوں پر خریدنے لگے یہ خرید برسوں جاری رہی۔ چنانچہ میرٹھ اور دہلی کے نواح کے معمر لوگوں نے اس بات کی تائید کی۔ ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ایک پادری میرے دوست تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم اس قدر نسخے کیوں خرید رہے ہو، بڑے اصرار کے بعد انہوں نے راز فاش کیا کہ یہاں کے مشن کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں سے نسخے خرید لیجیے پھر جب نایاب ہوں تو لندن سے مختلف نسخے قرآن مجید کے طبع کرا کے یہاں کے مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کیے جائیں جس سے مسلمانوں میں قرآن مجید کے معاملہ میں بڑا اختلاف پڑ جائے گا۔ اور عیسائیت عروج حاصل کریگی۔ اس بزرگ نے ان کو سمجھایا کہ یہ خبط ہے اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں یہ محفوظ ہے اور مسلمان اس کے حافظ ہیں۔ (راوی مولانا عبدالحق محدث دہلوی حاشیہ بر تفسیر حقانی، صفحہ:84)

Marfat.com

پادریوں کی کارستانیاں

''سیّاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا'' کے مصداق پادری لوگ آزاد تھے۔ ایک تو حکومت ان کی اور ''عیسیٰ کی خدائی'' کے لیے وہ ہر فعل کو جائز سمجھتے تھے۔ جو جو کچھ کرتے تھے اس پر اس زمانہ کے اخبارات نکتہ چینی کرتے تھے ان کی پولیں کھول کر اپنا فرض ادا کرتے تھے لکھنے والے تنقید نگار کمال کے تھے، پتھر میں حس پیدا کر دیں لیکن حکام کے کان پر جوں نہیں رینگتی تھی۔ اخبارات کی صدا صدائے گنبد بن جاتی تھی، اسی پادریوں کی مختاری اور حکام کی غفلت وہمنوائی کی تفصیل اخبار الاخبار دہلی نسیم آگرہ کے حوالہ سے لکھتا ہے:

''پادری لوگوں کی زبردستی اب تو حد سے گزر گئی کہ ہر طرح کے افعال ورغلانے کے لیے اور گمراہ کرنے کے لیے پیدا کرتے جاتے ہیں۔ انجیل کی تقسیم اور منادی سے پیٹ نہ بھرا تو اسکول جاری کیے، انجیل کی روزمرّہ کی پڑھائی کی پھر بھجن بنائے۔ تب مستورات میں میم لوگ بھجن سنانے اور دستکاری کے حیلے سے جانے لگیں، پھر بازاروں اور میلوں میں کرسچین بھجن گانے لگے۔ پھر ستار وغیرہ باجالے کر لوگوں کو متوجہ کیا، وہ بھی گرچہ تعجبات سے نہیں معلوم ہوا۔ یعنی سوائے قحط زدوں کے بہت کم خوشی سے کرسچین ہوئے پھر اب گیرو کپڑا پہن کر اور فقیر بن کر کام کرنا شروع کیا اور مدرسوں سے جب خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو ہسپتال جاری کیے، مردانہ بھی اور زنانہ بھی، زنانہ کی کارسازی سنیے کہ جب مریض جمع ہو جاتے ہیں تو ان کا حال دریافت کر کے نسخے تیار کیے جاتے ہیں اور پھر سب کو بھجن سنائے جاتے ہیں مسیحی عظمت سمجھائی جاتی ہے کہ مسیح نے فلاں مردہ زندہ کیا۔ فلاں معجزہ ایسا کیا۔ اس کے بعد ان کو دوا دی جاتی۔ دوا تو دوا ہے بلکہ گرجا میں منھ دھونے کی کلی وغیرہ کا پانی جسے پلا کر کرسچین بناتے ہیں وہ پانی بھی دعا سے علیحدہ دیا جاتا ہے اس کا نام ''برکت کا پانی'' رکھا گیا ہے۔ یہ کیسی ایمانداری ہے پادریوں کی کہ وہ خلاف مذہب جبراً لوگوں کو نادانستہ طور پر بلاتے ہیں۔ (15 رفروری 1888ء، 3 رجمادی الآخر 1305ھ چہارشنبہ جلد 2 نمبر 7 صفحہ 5)

Marfat.com

''انسان چور'' مشنری

جب کہ یسوع قوم پر نثار ہو گیا ہو، اپنا خون، گوشت قوم کی نجات کے لیے چڑھا چکا ہو اور نجات دہندہ سب کے پاپ کی ذمہ داری لے چکا ہو اور آسمان پر موجود ہو تو پادریوں کو کس بات کی فکر تھی۔ دھڑلے سے ہندوستانیوں کو اغواء کر کے عیسائی بناتے تھے۔ اور یسوع کی بھیڑوں کی تعداد بڑھانے میں جھجکتے نہیں تھے۔ چنانچہ پابجولاں عدالت میں لائے گئے۔ عدالت نے سزا دی اپیل ہائی کورٹ میں گیا تو ثقاہت کا بھانڈا پھوٹا۔ اور مغرب کے اخلاق کی بزرگی کے دعوے کی اصلیت عیاں ہو گئی اخبار میں لوگوں نے پڑھا:

پٹنہ مشنری کا مقدمہ کلکتہ ہائی کورٹ میں مشنریوں کے خلاف ہوا۔ کلکتہ ہائی کورٹ کی عدالت ماتحت مسٹر کونن کی کل راؤں کو قائم رکھا، اس کی رائے تھی کل مشنری باستثنا بعض ''انسان چور'' ہیں جب وہ معمولی طریقے سے عیسائی بنانے میں کامیاب نہیں ہوتے تب وہ لڑکوں کو ان کے والدین کے گھروں سے مکر اور فن سے بھگا کر لے جاتے ہیں وہ بڑے جواد عیسائی ہیں کہ لڑکوں کو ان کے والدین سے دن دہاڑے چرا لیتے ہیں۔ (اخبار الاخبار، دہلی، مورخہ 7 رمضان المبارک 1306ھ جلد 3 نمبر 18 صفحہ 4:)

سنگین مجرموں کی عیسائیت کی وجہ سے رعایت

اس مقدمہ میں معلوم ہوتا ہے کہ عدالتِ ماتحت اور ہائی کورٹ عیسائی نہیں تھی ورنہ ملزمان باعزت رہا ہوتے اور اگر کوئی پولس میں عیسائی ہوتا تو مقدمہ عدالت میں ہی نہ لایا جاتا کیونکہ ملزمان یسوع کے نجات یافتہ تھے۔ یہ تو لڑکے تھے اگر کسی نوجوان لڑکی کا اغوا کر لیتے تو کوئی توجہ نہ دی جاتی۔ صرف عیسائی ہونا کافی تھا چنانچہ حکام ایسا ہی کرتے تھے جس کی تصدیق اخبار قیصری رامپور کی خبر نے کی:

''میاں محمد اعظم قاضی ٹیچر پرائمری اسکول قصبہ سردر پرگنہ شکر گڑھ ضلع گورداسپور نے ایک جمیلہ اور ذی عزت عورت کو بوساطت اغوا کر کے لے گئے آخر الامر تہی دست ہو کر پھر

Marfat.com

دولت خانہ رابنول تحصیل شکر گڑھ میں روپوش ہو کر اوقات بسر کرنے لگے، آخرش اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی، 25 ردسمبر 1887ء بڑے دن قصبہ نارروال ضلع سیالکوٹ میں دونوں سیاروں ماہ پاروں نے بخوشی مذہب عیسائی اختیار کیا، اور ''ہم ٹم'' کرنا شروع کر دیا۔ اب گورنمنٹ بھی ڈھیلی ہوگئی، اس جزو کو نقل کرنے کے بعد اخبار الاخبار اپنی کتنی صحیح و معقول تنقید کرتا ہے:

''کیا عیسائی ہونا مجرموں کو سزائے جرم سے بھی بری رکھ سکتا ہے اگر یہی رنگ ہے تو مجرموں کے لیے عیسائی مذہب ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس وقت چاہے اس میں جا کر پناہ لے۔''

(22 رجنوری 1888ء، 7 رجمادی الاول 1305ھ جلد 2 نمبر 4 صفحہ 5)

جامع مسجد کو گرجا میں تبدیل کرنے کا ارادہ

پادریوں کو جب حکام کی یہ شہ ملی تو ان کو زعم ہو گیا انہوں نے بجا سمجھا کہ حکومت ہماری ہی ہے کون بولنے والا ہے۔ ہماری بات حکومت کی بات ہے کون ٹال سکتا ہے چنانچہ اسی زعم پر جب دہلی میں 1857ء غدر میں عہدۂ پشپ قائم کرنے کا سوال درپیش ہوا۔ اس وقت یہ تجویز ہوئی کہ شاہجہانی مسجد ''جامع مسجد'' کو گرجا میں تبدیل کر دیا جائے بشرطیکہ وہ موجودہ شورش (غدر) کے شدید حملے سے محفوظ رہ جائے۔

کل ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی آگ لگانے والی سازش

اسی طرح پادری اینڈ منڈ نے دار الامارت کلکتہ سے عام لوگوں کو اور علی الخصوص سرکاری بڑے بڑے ملازموں کو چٹھیاں بھیجیں جس کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی ریلوے سڑک سب جگہ کی آمد و رفت ایک ہوگئی مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہیے اس لیے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی

Marfat.com

ایک مذہب ہو جاؤ۔

سرسیّد جو اس وقت زندہ تھے، تمام حالات سے واقف تھے اور خاص طور پر سرکاری ملازموں کی ٹولی کے رہبر و رہنما مانے جاتے تھے اور ان کے دلوں سے پورے پورے واقف بھی تھے۔ اس وقت جو چٹھی سے کیفیت پیدا ہوئی اس کی حالت لکھتے ہیں:

''میں سچ کہتا ہوں کہ ان چٹھیوں کے آنے کے بعد خوف کے مارے سب کی آنکھوں میں اندھیرا آ گیا۔ پاؤں تلے کی مٹی نکل گئی سب کو یقین ہو گیا کہ ہندوستانی جس وقت کے منتظر تھے وہ وقت آ گیا اب جتنے سرکاری نوکر ہیں اول ان کو کرسچین ہونا پڑے گا۔ اور پھر تمام رعیت کو سب لوگ بیشک سمجھتے تھے کہ یہ چٹھیاں گورنمنٹ کے حکم سے آئی ہیں۔ آپس میں ہندوستانی اہل کارانِ سرکاری سے پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس بھی اطلاع آئی ہے اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تم بھی لالچ کے سبب کرسچن ہو گئے۔ ان چٹھیوں نے یہاں تک ہندوستانی اہل کاروں کو الزام لگایا کہ جس کے پاس چٹھیاں آئی تھیں وہ مارے شرمندگی اور بدنامی کے چھپاتے تھے اور انکار کرتے تھے کہ ہمارے پاس تو نہیں آئی تو لوگ جواب دیتے تھے کہ اب آ جائے گی کہ کیا تم سرکار کے نوکر نہیں ہو اگر سچ پوچھو تو یہ چٹھیاں تمام ہندوستان کے شبہات کو پکا اور مستحکم کرنے والی تھیں چنانچہ انہوں نے کر دیا اور اس کے مٹانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اس چٹھی کا مکمل مضمون یہ تھا:

بخدمت تعلیم یافتہ باشندگانِ ہند

معلوم ہوتا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اس مضمون پر سرگرمی کے ساتھ غور کیا جائے کہ سب لوگوں کو ایک ہی مذہب اختیار کرنا چاہیے۔ ریلیں دخانی جہاز اور تار برقی نہایت تیزی کے ساتھ دنیا کی تمام قوموں کو ملا رہی ہیں جس قدر قومیں زیادہ ملتی ہیں اسی قدر زیادہ اس کے نتیجہ کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ تمام لوگوں کی ایک ہی حاجتیں ہیں ایک ہی اندیشے ہیں اور ایک ہی امید و بیم ہیں اور یہ بات بھی متعین ہے کہ موت سب کے لیے اس سین کو ختم کر دیتی ہے۔

تو پھر کیا ایسے وسائل نہیں ہیں جن سے زندگی کے رنج و تفکرات کم ہو سکیں اور جن سے

Marfat.com

تمام لوگوں کو موت کے وقت آرام مل سکے کیا یہ قرض لینا معقول ہے کہ ہر رقم کی رحماً بالغیب محض قیاس کے ذریعہ سے اپنے واسطے راستہ نکالنا چاہیے یا جس خدا نے سب کو بنایا ہے اس نے اپنے خاندان کے مختلف لوگوں کے لیے موجودہ اور آئندہ خوشی حاصل کرنے کے لیے مختلف طریقے مقرر کیے ہیں تب تک یہ بات نہیں ہو سکتی۔

مذہب عیسوی ہی ایسا مذہب ہے جو خدا کے پاس سے براہ راست الہام کے ذریعہ سے آنے کا دعوی کرتا ہے اور یہی ایسا مذہب ہے جس سے دنیا میں اور دوسری دنیا میں جس کا حال منکشف ہوتا ہے خوشی حاصل کی جا سکتی ہے دنیا کے کسی دوسرے مذہب کو ممتاز کرنے کے لیے اس میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ یہ انسان کے دل اور عقل سے اپیل کرتا ہے اور دنیا میں صرف یہی مذہب ہے جو محض دلیل کے زور سے پھیلا جو قومیں اس مذہب پر اعتقاد رکھتی ہیں سب سے زیادہ غور و خوض کرنے والی اور دنیا میں سب سے زیادہ شائستہ ہیں بہر کیف اس مذہب کو حق حاصل ہے کہ اس پر غور کیا جائے۔

چونکہ ہم نے خود اس سے بڑی برکتیں حاصل کی ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اور لوگوں کو بھی ان کے حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے اور اس لیے یہ سنجیدہ اور سرگرم اپیل آپ سے کی جاتی ہے کہ بطور خود آپ اس مضمون کو امتحان کریں، اس مذہب کی تائید میں بے شمار دلیلیں ہے مگر اس مضمون میں ان میں صرف ایک پر بحث کی جائے گی مگر وہ ایک امر کو مستحکم کرنے کے لیے بالکل کافی ہوگی۔

ایک شخص یسوع نامی ملک یہودیہ کے ایک مقام بیت اللحم میں تقریباً 1159 برس گزرے پیدا ہوا تھا وہ عالی خاندان اور دولتمند نہ تھا لیکن اس نے اس بات کی دعویٰ کیا ہے کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے تا کہ میں لوگوں کو صرف وہی راستہ بتاؤں جو خدا کی طرف رہنمائی کرے گا اس ملک میں تین سال وعظ کرتے پھرنے کے بعد سلطنت روما نے یہودی علماء کی درخواست پر اس کو مار ڈالا یہاں تک کہ سب مانتے ہیں جس طرح جولیس سیزر کی موت ایک امر واقع ہے اسی طرح یسوع مسیح کی موت بھی ایک امر واقع ہے اور کسی شخص کو نہ ایک میں شبہ ہے اور نہ

Marfat.com

دوسرے میں، یہودی جو یسوع اور اس کی تعلیم کے سب سے بڑے دشمن ہیں اس پر فخر کرتے ہیں اور یہ سب سے بہتر شہادت ہے۔ جس کی ہم خواہش کر سکتے تھے۔ اس کے پیرو کہتے ہیں کہ وہ مر کر دوبارہ زندہ ہوا یہ ایک بڑا واقعہ ہے جس پر تمام مذہب عیسوی منحصر ہے اگر یہ سچا ہے تو انجیل بھی سچی ہے کیونکہ کوئی شخص مر کر زندہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو خدا اس شخص کو ہرگز مردہ سے زندہ نہ کرے گا جس کی زندگی اور تعلیم اس کو پسندیدہ نہ ہو اگر یہ غلط ہے تو انجیل بھی غلط ہے۔

ہم نہایت ادب اور سرگرمی سے آپ کو تاکید کرتے ہیں کہ آپ اپنی تمام توجہ اس مسئلہ پر مبذول فرمائیں کہ آیا یسوع زندہ ہوا یا نہیں ہم کو اس امر پر گواہ لانے چاہئیں اور وہ حسب ذیل ہیں: پیٹر، جان میتھو، متھیاس، ٹومس، میری میگڈلین، کلیوفس اور پالیو اور جن کے نام اب معلوم نہیں ہیں بہت سے ان میں خاص دوست تھے جو یسوع کی موت سے پہلے تین سال تک متواتر اس کے ساتھ رہے تھے اس لیے وہ اس کی شناخت میں غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اس کی وفات سے پچاس دن کے اندر اندر آ کر ظاہر کیا کہ وہ اسی جگہ اور ان ہی لوگوں میں ہیں جنہوں نے اس کو مغلوب کیا تھا دوبارہ پیدا ہوا۔

اگرچہ اس بات کے ظاہر کرنے میں ان کا کچھ فائدہ نہ تھا بلکہ ہر چیز کھو بیٹھنے کا خطرہ تھا یہاں تک کہ جانوں کے بھی ضائع ہونے کا احتمال تھا مگر اس بھی انہوں نے کئی ہزار آدمیوں کو اس بات کا یقین کرنے کی ترغیب دی کہ وہ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں یہاں تک کہ وہی لوگ اس کو نہیں مانتے تھے اور حقیر سمجھتے تھے اور اس سے نفرت کرتے تھے اب اس کے نام کی عزت اور پرستش کرنے لگے۔

جب تک وہ زندہ رہے نہ صرف یہودیہ میں بلکہ تمام سلطنت روما میں اس واقعہ کا ذکر کرتے رہے۔ بہت سے لوگوں نے اپنی صداقت کو اس طرح ثابت کیا کہ اس بات کے کہنے کے عوض میں اپنے لیے موت اور سخت اذیت گوارا کی۔ جب کہ وہ صرف یہ کہہ کر چھوٹ سکتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ اگرچہ وہ جاہل ان پڑھ تھے مگر انہوں نے تمام سلطنت روما میں

Marfat.com

ہزاروں کو ایسی ترغیب دی کہ وہ ان کا یقین کرنے لگے اور اپنے مذہب ترک کر کے باوجود لوگوں کی نفرت اور قتل ہونے کے اس مذہب کو جس کی وہ تعلیم دیتے تھے قبول کر لیا وہ دنیا کی آرام وعزت کا وعدہ نہیں دلاتے تھے کہ جس سے لوگوں کو ان کے یقین کرنے کی ترغیب ہو بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ان کے نزدیک یہ کافی نہ تھا کہ ان کے خیالات کی برائے نام پیروی کی جائے بلکہ وہ انکسار اور پاکیزہ زندگی چاہتے تھے جسے قدرتاً سب لوگ پسند کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہ نیا مذہب بھی کسی کو (مرنے سے) نہیں بچا سکتا۔اگر چہ ان کو خود اس بات سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دی کہ ان کو بھی فائدہ کی امید نہیں رکھنی چاہیے تاہم انہوں نے یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے والے واقعہ کا مؤثر طریقے سے یقین دلایا کہ یہ مسئلہ جس کا ان پڑھ ماہی گیر غریب نجار کے بیٹے کی نسبت وعظ کیا کرتے تھے سلطنت روما کے زاویہ مغمول سے تمام سلطنت میں ان کی موت کے بعد بھی پھیل گیا،اور اس نے ہر ایک مذہب کو اگر چہ زمانہائے دراز سے اس کو مانتے چلے آتے تھے اکھاڑ پھینکا۔

یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت میں ہمارے پاس ان لوگوں کی شہادت موجود ہے جو اس مسئلے کے واعظ نہیں ہوئے۔ان سپاہیوں نے جو قبر پر پہرے کے لیے مقرر کیے گئے تھے اس واقعہ کو دیکھ (یہودی) عالموں سے اس بات کا تذکرہ کیا۔انہوں نے جسم کے غائب ہونے کی وجہ بتانے کے لیے جس کو سب تسلیم کرتے تھے ایک بیہودہ حرکت کا گھڑ لینا ضروری سمجھا۔صرف عوام الناس کی شہادت جس کی ہر شخص خواہش کر سکتا ہے ہمارے پاس موجود نہیں ہے کہہ سکتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ یسوع نے عام طور پر سب لوگوں کے سامنے اور خصوصاً ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے اس کو مصلوب کیا تھا اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا اس کے مختلف وجوہات بیان کیے جا سکتے ہیں جو اس مسئلہ کی ماہیت ہے جس کی وہ تلقین کرتے تھے۔ اور کیے گئے ہیں ان وجوہات کا بیان کرنا اس وقت ناممکن ہے لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس شہادت کا موجود ہونا اس واقعہ کی سچائی پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔اگر چہ بہت سے آدمیوں نے جو اس کے جواب کو اچھی طرح نہیں جانتے تھے اس کو دیکھا اس سے باتیں کیں اور اس کے ساتھ

Marfat.com

کئی موقعوں پر کھانا کھایا تو یہ سوال کرنا کہ کیا وجہ ہے اور لوگوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ درحقیقت ان کو متزلزل نہیں کر سکتا، جہاں کہیں وہ ظاہر ہوا تمام لوگوں نے جو اس وقت وہاں موجود تھے اس کو دیکھا چنانچہ ایک موقع پر پانچ سو آدمیوں تک نے دیکھا پس ظاہر ہے کہ یہ ایک خیالی نہیں واقعی بات تھی ایک شخص مسمیٰ ٹامس نے کہا کہ جب تک میں اس کے ہاتھوں میں میخوں کے اور پہلوں میں برچھے کے سوراخوں کو اپنے ہاتھ ڈال کر نہ دیکھوں گا اس وقت تک یقین نہیں کروں گا کہ وہ ہمارا پرانا دوست ہے مگر اس کی بھی تسلی ہوگئی۔ ہم نہایت سرگرمی کے ساتھ التجا کرتے ہیں کہ آپ ان واقعات پر غور کریں اور اگر شہادت میں کچھ نقص ہو تو ہمیں بتائیں ورنہ اس بات کو تسلیم کریں کہ یسوع مسیح مردہ سے زندہ ہوا اور انجیل پر ایمان لائیں۔

یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے سے سب لوگوں کا اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ خدا نے ایک دن ایسا مقرر کیا ہے جبکہ وہ راستبازی میں دنیا کا انصاف کرے گا، اس وقت تم اس کے سامنے کھڑے ہو گے اور برے خیالات گندے الفاظ اور بداعمال کی جن کے تم مجرم ہوئے جواب دہی کرنی پڑیگی، کیا تم ایسا کرنے کے لیے تیار ہو، کوئی متنفس نہیں جو کہ تیار ہو لیکن جو شخص یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ مانے گا اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے کیونکہ اس کے اعتقاد کے ساتھ ہی پاکی بھی عطا ہو جاتی ہے پس وہ خوفناک دن کی جوابدہی کے لیے بھی تیار ہو جائے گا۔

چونکہ تم اپنی ابدی خوشی کی قدر کرتے ہو، ہم تم کو تاکید کرتے ہیں کہ اس بڑے مضمون کی آزمائش کرو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ روح القدس کی تعلیم کے ذریعہ سے تم کو ٹھیک ٹھیک طور پر اس کام کرنے کے قابل بنا دے اس بات پر تخلیہ میں غور کرو اور اس کو آزماؤ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بھی جن کے نام چٹھی لکھی گئی ہو اور اپنی توجہ اس ایک امر پر مبذول رکھو کہ آیا وہ لوگ اعتبار کے قابل ہیں یا نہیں، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم نے یسوع مسیح کو مردہ سے زندہ ہونے کے بعد دیکھا۔ اگر ایسا کرو گے تو تم کو تمام اصول شہادت سے اس بات کا یقین آجائے گا کہ یسوع مسیح بیشک مر کر زندہ ہوا، اور اس لیے انجیل سچی ہے اور یہی ایک خدا کی طرف سے

Marfat.com

الہامی کتاب ہے پس دلیر بنو اور کھلم کھلا ایمان لاؤ کیونکہ یسوع مسیح نے خود کہا ہے جو کوئی مجھ سے اور میرے لفظوں سے اس بدکاری اور گناہ گار زندگی میں میری روگردانی کرے گا، اس سے ابن آدم بھی جب وہ پاک فرشتوں کے ساتھ اپنے باپ کے جلال میں آئے گا روگردانی کرے گا۔ ہماری تمنا ہے کہ اس ملک میں گرجاؤں کو ہندوستانیوں سے بھرا ہوا دیکھیں جہاں نہ صرف غیر ملک کے بلکہ تمہارے وطن کے لوگ بھی انجیل کی خوشخبری کی باقاعدہ طور سے منادی کریں وہاں عورتوں اور مردوں کو بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور اپنے خدا کی ملاقات کے لیے تیار ہونے کی تاکید کی جائے گی وہاں بچوں کو اخلاق اور سچائی کی تعلیم دی جائے گی اور اس دنیا میں اپنے چال چلن کی درستی کرنے اور دوسری دنیا کے لائق بنانے کے واسطے پاکی اور نجات کے سبق پڑھائے جائیں گے اور وہاں یہ بھی بتایا جائے گا کہ موت اب ایسا دشمن نہیں رہی جس سے آئندہ ڈرنا چاہیے کیونکہ ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح نے اس کا ڈنک نکال دیا ہے اور اس کو نیست و نابود کر کے انجیل کے ذریعہ زندگی اور حیات ابدی کو روشن کر دیا ہے اور خدا نے ہی ہمیں یقین دلایا ہے کہ اب بھی یہی حال رہے گا ہم اس وقت کے آنے کی خواہش کرتے ہیں جبکہ لوگ بخوبی اس کو سمجھ جائیں گے کیونکہ نہ اسی نسل میں یہ بات ہو کیا یہ احمقانہ ذلیل اور خراب بت پرستی کے مقابلے میں جس سے یہ زمین آلودہ ہو رہی ہے بیحد ترقی نہیں ہوگی، ہم تم کو عقل مند سمجھ کر کہتے ہیں جو کچھ ہم کہتے ہیں اس کو جانچ لو۔

لوہے سے داغ کر عیسائی بنانا

وحشیانہ بہیمانہ جنگلی دور کے ظلموں کی بھی اس دور میں مثال ملتی ہیں۔ قصبہ کریم نگر حیدر آباد (دکن) میں پادریوں کا ظلم عام تھا زبردستی جسم پر لوہے کے داغ دے کر لوگوں کو عیسائی بنایا جاتا تھا۔ (دینی مناظرہ ہنمکنڈہ، صفحہ 2 از مولانا شرف الحق صاحب مرحوم)

مسلم وقف سے عیسائیت کو فروغ دینا

مسلمانوں کے ان سرمایوں کو جو وقف کیے جا چکے تھے اور جن کا مصرف دین اسلام کی

Marfat.com

تبلیغ میں صرف کرنا تھا اس کو علی الاعلان حکومت ہند اپنے مذہبی کاموں میں صرف کیا کرتی تھی۔ چنانچہ تحریک وہابیان کے نام پر مسلمانوں سے انتقام لینے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے والے ڈاکٹر ڈبلیو، ڈلیو ہنٹر نے اپنی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں اعتراضانہ طریقہ پر حقیقتوں کو آشکارا کیا ہے اور واقعات سے ثابت کیا ہے کہ انگریز نے ناانصافی ہی نہیں کمینگی کا ثبوت دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''مسلمانوں کے اس الزام کا جواب نہیں دیا جا سکتا کہ ہم (انگریز) نے ان کے تعلیمی اوقاف کا ناجائز استعمال کیا اس حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ کہ مسلمانوں کے نزدیک اگر ہم اس جائداد کو اس مصرف کے لیے جو ہمارے قبضہ میں دی گئی تھی ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے تو بنگال میں ان کے پاس آج بھی نہایت اعلیٰ اور شاندار تعلیمی ادارے موجود ہوتے۔ 1806ء میں ہگلی کا ایک دولتمند مسلمان فوت ہو گیا اس نے اپنی جائداد کا بڑا حصہ مصرف خیر کے لیے چھوڑا لیکن تھوڑے ہی عرصے میں اس کے دو امانتداروں نے آپس میں جھگڑنا شروع کر دیا۔ جو 1810 میں بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ ایک دوسرے کے خلاف بددیانتی کے مقدمات دائر ہو گئے۔ اس پر ضلع کے انگریز کلکٹر نے عدالت کے فیصلہ تک اس جائداد کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ مقدمات 1816ء تک چلتے رہے۔ آخر کار گورنمنٹ نے ان دونوں امانتداروں کو بے دخل کر دیا، اور جائداد کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا، ایک امانت دار تو خود گورنمنٹ بن بیٹھی اور دوسرا امانتدار وہ جسے مرضی کے مطابق نامزد کیا گیا ہوا گلے ہی سال اس ساری جائداد کا دوامی پٹہ لکھا گیا اور ہر دوامی پٹہ دار سے ایک معقول رقم حاصل کی گئی، ان اداشدہ رقوم کی میزان مع اس آمدنی کے جو دوران مقدمہ میں جمع ہوتی رہی ایک لاکھ ستاون ہزار پونڈ ہے (تقریباً 21 لاکھ روپیہ) مزید برآں 12 ہزار پونڈ (تقریباً ڈیڑھ لاکھ) سے اوپر کی رقم جو اس وقت تک جائداد کی سالانہ آمدنی سے بچالی گئی یہ وقف مصرف خیر کے لے کیا گیا اس کے مصارف وصیت نامہ میں درج تھے مثلاً بعض مذہبی فرائض اور رسوم کی ادائیگی، ہگلی کی عظیم الشان مسجد کی مرمت، قبرستان، بعض

Marfat.com

وظائف اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی دارے وغیرہ وغیرہ۔

اس سرمایہ سے ایک غیر مسلم کالج بنانے کی ہر کوشش وصیت کنندہ کی منشاء کے مطابق ایک الحاد کام تھا۔ لیکن حکومت ہند نے ایسا ہی کیا اور اس جائداد کو جو اسلامی نقطۂ نظر سے مصرف خیر پر خرچ کرنے کے لیے وقف کی گئی تھی ایسے ادارہ پر صرف کیا گیا جو اپنی ساخت ہی میں اسلامی اصولوں کے خلاف تھا اور جس سے مسلمان عملی طور پر مکمل خارج ہو گئے۔ اس وقت کالج کا پرنسپل ایک معزز انگریز ہے، جو عربی فارسی کا ایک حرف بھی نہیں جانتا۔ وہ ایک خاص اسلامی وقف کو ایسی تعلیم میں خرچ کر رہا ہے جس کو مسلمان نفرت سے دیکھتا ہے اس کی تنخواہ پندرہ سو پونڈ سالانہ ہے۔ یہ غلطی حکومت کی ہے جو 25 سال سے متواتر اس بہت بڑے تعلیمی فنڈ کا جن بوجھ کر غلط استعمال کر رہی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ چند سال ہوئے اس انگریز کالج کے تین سو طلباء میں سے ایک فیصد بھی مسلمان نہ تھے۔ اور گو وہ شرمناک تناسب اسوقت سے کم ہو رہا ہے۔ ایک سول افسر نے جس نے اس مقدمہ کا بغور مطالعہ کیا ہے لکھتا ہے، مجھے یقین ہے اس حقارت اور بے غیرتی میں مبالغہ سے کام لینا بہت ہی مشکل ہے جو برٹش حکومت کے خود اپنے طرز عمل سے پیدا کر رکھی ہے۔

یہ بات صحیح ہو یا غلط مگر مسلمانوں کو بہر حال یقین ہے کہ حکومت نے اس معاملہ میں ان سے ایک بہت بڑی ناانصافی ہی نہیں بلکہ کمینگی کا ثبوت دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جذبات افسوس اور شکایت سے اسی طرح قائم ہیں۔

قاضی کی برطرفی

وقف کے سرمایوں پر قبضہ کے ساتھ مذہبی اختیارات سے مسلمانوں کو محروم کر دیا گیا، اسلامی حکومت میں قاضی کے فرائض منصبی میں فوجداری، دیوانی اور شرعی عدالت کے فرائض داخل تھے شروع میں جب انگریزوں نے اس ملک پر قبضہ کیا تو عدالتی نظام کو جاری رکھنے کے لیے بڑی حد تک مسلمانوں کی شریعت پر بھروسہ کیا تھا۔ اس لیے قاضی کا عہدہ برقرار رکھا تھا اس

Marfat.com

کی قانونی اہمیت بھی انگریز نے تسلیم کر لی تھی جس کے فرائض کے دفعات کے متعلق 25 دفعات کی طویل فہرست بنگال بورڈ آر نمبر 4 سن 1793ء و آر XII سن 1793 وغیرہ کتابوں میں مل سکتی ہیں، چونکہ قاضی کی حیثیت مسلمانوں کے شخصی اور مذہبی قوانین میں انتہائی ضروری تھی، اس لیے علماء جمہور کا فیصلہ تھا کہ ہندوستان دارالاسلام اس وقت سمجھا جائے گا جب تک ہندوستان میں قاضی برقرار رہیں گے لیکن جب ان کو علیحدہ کر دیا جائے گا تو ملک دارالحرب بن جائے گا۔

اس اہم مذہبی مسئلہ پر جب انگریز نے غور کیا تو پریشان ہو گئے اور 1863ء میں ایک گورنر نے اعتراض کیا کہ ہم ان قاضیوں کی اس مقدس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے چنانچہ سابقہ قانون منسوخ کر دیے گئے اور حکومت نے ان قاضیوں کا باقاعدہ تقرر بند کر دیا۔ شروع میں قانون کے نفاذ میں ڈھیل پڑی لیکن 1864 میں فیصلہ ہوا کہ حکومت وقت ہی قاضیوں کا تقرر کر سکتی ہے، مسلمان اس بات کے مجاز نہیں کہ از خود کسی کو قاضی منتخب کریں۔ گویا اس ایکٹ نے اس قوم سے ان کے قوانین کا ایک اہم عہدہ دار چھین لیا۔ جس کے فرائض تھے انتقال ناموں کی تشوید، تعریف عقد، نکاح اور دوسرے مذہبی فرائض اور مراسم کی بجا آوری۔

حکومت ہند نے ان قانونی اور غیر قانونی طریقوں سے اور اپنے اثرات مال و دولت اور طاقت و قوت سے عیسائیت کے جذبے سے نہیں بلکہ ملوکیت پرستی کا تسلط جمانے کے لیے اس ملک میں دینی عصبیت اور مخصوص مفاد پیدا کرنے کی سعی کی جس کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

شہروں اور دیہاتوں میں تقریری پروپیگنڈا

رسائل و کتب و پمفلٹ کے علاوہ تقریری یعنی لسانی طریقہ پر بھی مسیحیت کی تبلیغ مشنری کرتے تھے یہ طریقہ تمام طریقوں سے پر اثر اور زور آور ثابت ہوا، کوئی جگہ شہر یا دیہات اس سے نہیں چھوٹتا صرف ایک سال 1883 میں جو تبلیغ کا کام مشنریوں نے دیہات اور شہر میں کیا ان کی رپورٹیں ملاحظہ کیجیے:

Marfat.com

دیہاتوں میں تبلیغ

پادریوں کے ماتحت دیہات کے لیے بہت سے پریچر اور مشنری ہوتے ہیں، جو دیہات میں پروپیگنڈہ کرتے ہیں، پروپیگنڈہ کرنے طریقہ یہ ہوتا ہے کہ شہر سے پادری اپنی ٹولیاں دیہات میں لے جاتے ہیں اور دیہات کے کارکنوں کے ساتھ تبلیغ میں لگ جاتے ہیں عام طور پر نئے دیہات میں جس میں واقفیت نہیں ہوتی، دیہات کے بڑے درخت کے سایہ میں مبلغین کی ٹولی بیٹھ جاتی ہے جو بھجنوں سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیتی ہے، پہلے عوام کے مشہور بھجن گائے گاتے ہیں بعد میں عیسیٰ مسیح کی تعریف والے بھجن سنائے جاتے ہیں دیہات والے جب شناسا ہو جاتے ہیں تو گھروں کی جھونپڑیوں میں ٹولیاں براجمان ہو جاتی ہیں در چٹانوں پر بیٹھ کر وعظ و نصیحت اور مسیحی دعائیں دہرائی جاتی ہیں، عام طور پر دیہاتی عورتیں برآمدہ میں بیٹھ کر تبلیغی پیغام اور دعائیں سنتی ہیں۔ (چرچ مشن سوسائٹی کی 1883ء کی رپورٹ)

عام دیہاتیوں سے پادری اور مشنری لوگ مذہبی گفتگوئیں کرتے ہیں، گفتگوؤں کا ڈھنگ دھونس افگن ہوتا ہے جن کو ان پر اثر ڈالنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ہندوؤں میں چونکہ گانوں اور بھجنوں کی عزت کی جاتی ہے اس لیے ان میں کرشن کے گیت بھی گائے جاتے ہیں تا کہ ان کا دل موہ لیں اور ان کو یہ اندازہ ہو جائے کہ یہ بھی کرشن کے پجاری ہیں بعض مرتبہ گھڑیال بھی یہ ٹولی استعمال کرتی ہے، ڈھول بھی کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے، غرض جہاں جس چیز کی ضرروت ہوتی سمجھتے ہیں اور اس سے فائدے کا یقین ہو جاتا ہے تو کرتے ہیں۔ میلہ تو کوئی چھوڑتے نہیں لازمی طور پر میلے میں جاتے ہیں اور کرشن اور عیسیٰ ایک ہیں کا سبق سناتے ہیں تا کہ ہندو خوش ہوں اس طرح مسلمانوں سے بھی اہل کتاب ہونے کا رشتہ ناتہ جوڑتے ہیں اور نادان مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

فصل کے دنوں میں جب بیج ڈالا جاتا ہے تو کھیتوں میں جا کر دعائیں مانگتے ہیں کہ فصل اچھی ہو دیہاتی کیا چاہتا ہے اچھی فصل وہ اس دعاء میں شریک ہونے کے لیے جوق در جوق آتا ہے، دل سے شریک ہوتا ہے اور پادریوں کو اپنا بڑا ہمدرد اور اپنے کھیت کا بڑا بہی خواہ

Marfat.com

سمجھنے لگتا ہے۔ (چرچ مشن سوسائٹی کی 1883ء کی رپورٹ)

پادری اس دن سے بھی نہیں چوکتا جس دن فصل کٹتی ہے پہنچ جاتا ہے اور اپنی دعاؤں کی اثر کی کامیابی کا چرچا کر کے ایک ایک دو دو مٹھی اناج لیتا ہے اور مشن کی آمدنی میں اضافہ کرتا ہے۔

پادری کا یہ طریقہ عام پروپیگنڈا کا ہے لیکن ٹھوس پروپیگنڈا کے لیے وہ دوسرا وقت نکالتا ہے اس میں وہ دیہاتیوں سے ملتا ہے ان کے بچوں کو گودیوں سے لے کر ان کا منھ دھلاتا ہے، ان کی آنکھوں کے چیپڑ پونچھتا ہے، پاؤں سے مٹی صاف کرتا ہے اور صابن لگا کر ان کو نہلاتا ہے اس طرح نہاؤ، صاف کرو، بتا کر ان کو صابن تقسیم کرتا ہے اس سے کپڑے دھونا بھی بتاتا ہے اس طرح وہ ایک ایک خاندان پر روزانہ محنت کرتا ہے۔ کسی کے ہاں بچہ جنا جاتا ہے تو وہ خود دائیوں کی طرح کام کرتا ہے، حاملہ کی دوائی حمل آسانی کے ساتھ نکلنے کی ترکیب بتاتا ہے، کوئی بگڑی ہوئی صورت دیکھتا ہے تو خود اس اس کی تدبیروں میں مددگار ثابت ہوتا ہے، یوں وہ ان میں آ کر ان کے دلوں کا مالک بنتا ہے آہستہ آہستہ ان کو صفائی و ستھرائی کی طرف ہاتھ پاؤں دھونے کی جانب رغبت دلاتا ہے روزانہ کی ہدایتوں اور کوششوں سے ان کی حالت سدھرتی ہے ذہنیت بدلتی ہے اور وہ اپنے آپ کو ایک عمدہ اور صحت بخش حالت میں پاتے ہیں۔

اس وقت پادری پوچھتا ہے، تم لوگوں نے یہ بھی جانا کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے، کون تمہارے بنانے والا اور دنیا کی نعمتوں کو پیدا کرنے والا ہے، وہ لوگ اس پادری کی جنہوں نے ان پر محبت کی تھی اس کی خستہ حالی دور کرنے کا باعث بنا تھا، باتوں پر غور کرتے ہیں، اپنے ذہن پر زور دیتے یں اور ذہن کی حیثیت کے مطابق جواب بھی دیتے ہیں، اور پادری کی بات کا یقین کر کے یسوع مسیح کی قدوسیت کے قائل ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ بتدریج چار پانچ سال میں اس قابل بن جاتے ہیں کہ ان کو پادری بپتسمہ دے اور یسوع مسیح کی بھیڑوں کے غول میں داخل کرے۔ (بنگال 1883 کی سالانہ رپورٹ)

یہ لوگ ابتدائی طور پر اپنی طرف راغب کرنے کے لیے ہر کشش کی چیز پیش کرتے ہیں

Marfat.com

خواہ وہ مذہباً ناجائز ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ عیسائیت میں زیادہ شادیاں جائز نہیں ہیں اور مسلمانوں میں چار شادیاں ہوسکتی ہیں اس لیے ان کو اس ایک بیوی کی پابندی کے خوف سے نکالتے ہیں اور اسی طرف لینے کے لیے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ تم کو شادی کرنے سے منع نہیں کریں گے تاکہ وہ خوش ہوں اور پھندے میں پھنسنے کے لیے دیر نہ لگائیں، چنانچہ یہ واقعہ بنگال کے پادروں نے بنگالی مسلمانوں کو بہکانے کے لیے یہ عام طور پر کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہم تم کو زیادہ بیویاں کرنے سے منع نہیں کریں گے اگر تم عیسائی ہو جاؤ گے، تو ان مبلغین کو جو دیہات میں کام کرتے ہیں تنخواہ دی جاتی ہیں لیکن زیادہ نہیں اٹھارہ روپے ماہور، چنانچہ بنگال کے دیہات میں تین کام کرنے والے بھیم، شام، اور سدھ کو بھی اٹھارہ روپے ماہوار ملتے تھے۔

عیسائی بننے کے لیے کوششیں مہینہ دو مہینہ سال دو سال نہیں ہوتیں بلکہ سالوں چلتی ہیں ان کی شکل مسلسل وتواتر کی نہیں ہوتی، لیکن جب موقع پڑتا ہے مہینہ دو مہینہ کے بعد سال بھر کے بعد وہ اپنے شکار کو نہیں چھوڑتے، چنانچہ ایک عیسائی لال سنگھ کو عیسائی بنانے کے لیے اسی صورت میں اٹھارہ سال کوشش کی گئی یہ شخص جوتہ صاف کرنے کی مزدوری کرتا تھا، اس کا خاندانی پیشہ اونٹ چلانا تھا جب یہ اٹھارہ سال بعد عیسائی ہوا ہے تو پادریوں نے بڑی خوشیاں منائی تھیں۔

گورکھپور

مشن کا یہ وسیع علاقہ ایک مشنری کے اہتمام میں ہے جس کا نام پادری ایچ اسٹرن ہے۔ 160 میل کے بڑے ضلع میں 160 میل چوڑے اور 30 لاکھ کافروں کی بستی میں یہ تنہا ایوان جلسٹ پادری ہے، جو تبلیغ کرنے کے لیے جاتا ہے اور ہمیشہ خدا سے دعاء کرتا ہے کہ خدا کچھ کام کرنیوالوں کو بھیج۔

گورکھپور کے اسکول میں جو بشارت پور اور بستی میں 1097 لڑکے اور 310 لڑکیاں پڑھتی ہیں جس میں 288 عیسائی ہیں۔ اس ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے بڑی محنت اور جاں فشانی سے کام کیا ہے پانچ طالبعلموں نے دسمبر میں میٹرک کا شاندار ریکارڈ کے ساتھ امتحان پاس کیا ہے اور گیارہ طالب علم ورنیکولر مڈل کلاس میں پاس ہوئے۔

Marfat.com

ان لڑکے اور لڑکیوں کے اسکول کے علاوہ یتیم خانہ بھی ہے، تیز اور ہوشیار لڑکے اینگلو ورنیکولر اسکول میں پڑھتے ہیں اور دیگر طالب علم جوتے بنانے درزی وغیرہ کی دستکاری یتیم خانہ میں سیکھتے ہیں، کچھ بچوں کو بشارت پور کے انگریزی زراعتی بستی میں زمین دے کر آباد کر دیا جاتا ہے یا اس کو اسٹرن پور کی زراعتی بستی میں بھیج دیا جاتا ہے اس گاؤں کے بارے میں مسٹر ایسٹرن لکھتے ہیں:

''1883 میں خدا کی دعاؤں کے واسطے اسٹرن پور میں ایک گرجا 27 دسمبر کو سینٹ جان ڈے کو قائم کیا، اس مشن کی تاریخ میں یہ دن یادگار رہے گا دو سال قبل یہاں گنجان جنگل تھا جہاں اب عیسائیوں کی بستی ہے، دوران سال میں اس میں آٹھ بڑے مکان بنائے اور اب یہاں سولہ کے قریب مکان ہیں، گرجے سے دور اسکول روم بھی ملحق ہیں، چھ سو دیسی عیسائیوں نے اس کی افتتاحی رسم میں حصہ لیا، یہاں عیسائیوں نے گرجے کو سجا رکھا تھا، جگہ کی قلت کی وجہ سے کئی بار دعائیں کی گئیں اس علاقہ کے مجسٹریٹ سر کنیڈی جو ایک مشنری کے بیٹے ہیں اس موقع پر موجود تھے، دعاء کے بعد اور دو پہر کو دعائیں ہوئیں اس کے بعد لوگ عیسائی بنائے گئے اور تین عیسائی بچوں کو مذہب میں داخل کیا گیا، جو اس بستی میں پہلی فصل تھی ایک لڑکا دس سال کا تھا، اور دو بہت چھوٹے کچھ دنوں کے پیدا شدہ تھے، اس کے بعد دو یتیم جوڑوں کی شادیاں ہوئیں جو اسی گاؤں میں آباد ہو گئے تھے، اس کے بعد نہایت لذیذ کھانا کھایا پھر آتش بازی چھوٹی اس یوم میں قریب کے گاؤں کی کافر آبادی نے بھی حصہ لیا، دوران سال میں جو عیسائی بنائے گئے اس کے بارے میں مشن اسکول کی حسب ذیل شہادت پیش کی جاتی ہیں: مشن میں تیرہ شادیاں ہوئیں، چودہ فوت ہوئے، اور 38 عیسائی بنائے گئے ان میں تین بڑی عمر والے تھے، ان تین میں ایک کائستھ تھا جو گورکھپور کا رہنے والا تھا، اور مشن اسکول گورکھپور کا طالب علم بھی رہ چکا تھا اور بہت عرصہ تک وہاں کے رائج اسکول میں پڑھتا بھی رہا، اس کے دل پر عیسائیت کا اثر بہت پہلے پڑ چکا تھا مگر اس نے اپنا مصمم ارادہ گزشتہ سال ظاہر کیا اور عیسائی ہو گیا۔ جواب جمال پور میں ٹیچری کا کام کرتا ہے اس کا بڑا بھائی بھی دو سال ہوئے عیسائی ہو چکا

Marfat.com

تھا، اپنی زندگی کے پہلے دور میں بڑے بھائی کی طرح گناہگار تھا، عادت شنیعہ سے جب یہ بیماریوں کے چکر میں پھنسا تو عیسائی بننے کا فیصلہ کیا، ان مصیبتوں کے ایام میں میں اس کے گھر گیا اور میں نے اس کی صحت وتندرستی کے لیے دعاء مانگی اور میں نے اس سے کہا کہ ایک لاپرواہ فضول خرچ اور بے بہرہ بچے کی طرح اب بھی تم اپنے باپ کے گھر جاؤ اس نے قسم کھائی کہ میں بچ گیا اور زندہ رہا تو عیسائیت کا صاف اعلان کردوں گا اس کے وعدے کے کچھ دن بعد ہی وہ صحت یاب ہوگیا، تندرستی کے بعد ابتدائی تعلیم پاکر عجلت کے ساتھ عیسائی بن گیا۔

عیسائی بننے کے وقت اس نے بہت سے کافروں کے سامنے اپنی تمام زندگی کی کہانی سنائی اور اس نے بتایا کہ میں کیوں عیسائی بن رہا ہوں اس نے کہا کہ میں کافی عرصہ سے عیسائی بننے کے خیال میں تھا لیکن اس بیماری میں عیسائیوں کی دعاء کی پاکیزگی واثر نے مجھ کو موہ لیا، اسی دن میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں عیسائی بن جاؤں، مجھے انتہائی خوشی ہے کہ میں اب عیسائی بن گیا۔

دوسرا آدمی ایک بہت چھوٹی ذات کا ہے یہ شخص ایک نیل کے بیوپاری کے خاندان میں نوکر ہوگیا، اس کے گھر کی مالکہ اس پر خاص مہربان تھی اس نے اس کو تھوڑی بہت انگریزی سکھائی یہاں وہ اس کو اسکاٹ لینڈ اپنے ساتھ لے گئی، جہاں وہ ایک سال رہا اس کے خاندان میں مذہبی خیالات کے سخت لوگ تھے، گھر کی مالکہ نے اس کو عیسائیت کی دعائیں سکھائیں، وہ ہر اتوار اور دوسرے دنوں میں بچوں کے ساتھ گرجا جایا کرتا تھا بہت عرصہ تک اس نے اپنے مالک کو کچھ نہیں بتایا ایک دن دوسرا انگریزی خاندان جو انگلینڈ سے ہندوستان آرہا تھا اس نے اس کو ملازم رکھ لیا، یہ خاندان گورکھپور سے 54 میل کے فاصلہ پر آباد ہے، میں نے اس سے ملاقات اس موقع پر کی جب کہ اس خاندان کے ایک بچہ کو بتسمہ دیا جارہا تھا، اس دن اس نے بھی عیسائی بننے کی خواہش کی، اس کے مالک نے اس کی بڑی تعریف کی اور اس کو ابتدائی تعلیم کے لیے گرجا بھیجنے کا وعدہ کیا، پچھلے نومبر میں یہ ہمارے پاس آیا اور تعلیم کے بعد عیسائی بنالیا گیا، عیسائی ہونے کے بعد وہ بہت خوش ہوا، اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی آخری خواہش

Marfat.com

پوری ہوئی۔

گورکھپور سے ایک شخص آیا جس نے اپنے سارے خاندان کے ساتھ عیسائی بننے کی تمنا ظاہر کی مگر میرے دل پر اس کی بات کا اعتماد نہیں ہوا، میں نے سنا ہے کہ وہ کسی دوسرے مشن میں عیسای ہو گیا ہے یہ شخص بھی ہمارے اسکول کا طالب علم تھا، اور بیس سال سے ہمارے گرجا میں آمد و رفت رکھتا تھا۔

اس کی بیوی نے اس کی مخالفت کی، وہ ویدانتی تھی اور مذہب سے انکار کرتی تھی اس کو اس کے خاوند نے بہت سمجھایا اور مجبور کیا کہ وہ عیسائی ہو جائے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ کار کیا تھا کہ وہ اپنے خاوند کی مرضی کے سامنے جھک جائے۔

بہت سے لیکچر لکھنؤ کے بابو رام چندر بوس نے انگریزی میں بھی دیے ہیں جن میں بہت سے لوگ شامل ہونے والے لوگ معلومات کے خواہشمند نظر آتے تھے، لیکچر کے بارے میں اسٹرن لکھتے ہیں:

ایسے لکچر وقتاً فوقتاً بہت ضروری ہیں اگر ہم ہندوستانی لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا چاہتے ہیں تو ایسے لکچروں کا بندوبست ہونا چاہیے جن میں آدمیوں کی ضرورت ہے جو تعلیم یافتہ اور قابل ہوں اور جن پر کسی قسم کا بار نہ ڈالا جائے، ہندوستانی تعلیم یافتہ لوگوں کے دماغ تیز اور بڑے چست ہوتے ہیں اگر ان کے دل و دماغ پر عیسائیت کے اصولوں کا اثر ڈالا جانا ضروری ہے تو ان کے سامنے دماغی قابلیت کے عیسائی کو پیش کیا جائے، تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے پر کرنل اسکاٹ کی روحانیت اور عیسائیت کے خلاف تعلیم کا زبردست اثر ہے، ہندوستانی دماغ بڑا منطقی اور باریک بیں ہوتا ہے، ان کے سامنے مذہب کو موٹی شکل میں پیش کرنا بیکار ثابت ہوتا ہے، میرے اس بہت سارے تعلیم یافتہ ہندوستانی آتے ہیں جن پر موسیقی کا بہت زبردست اثر ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ موجودہ دور میں نئے مذہب کی سخت ضرورت ہے جس میں سب مذاہب کے لوگوں کو شامل ہونا چاہیے۔

Marfat.com

الٰہ آباد

اس اسٹیشن کا کام دو مرکزوں سے کیا جاتا ہے ایک دیسی عیسائی کے گاؤں میور آباد جو سر ولیم میور کے نام پر ہے دوسرا دیسی عیسائیوں کی بستی میں ہے اس حلقے کے انچارج پادری دیوٹ موہن ہیں جن کو پادری رحیم بخش کی مدد حاصل ہے، یہ اپنا عیسائی اسکول بہت عمدگی سے چلا رہے ہیں اور اس کے ساتھ اور مشنری کام بھی انجام دیتے ہیں۔

سینٹ پال ویونٹی اسکول

پادری ڈبلیو ہوپر اس کے پرنسپل اور وائس پرنسپل مسٹر ھیکڈ ہیں ان کو دیسی عیسائی مدرسوں اور عیسائی مولویوں سے بھی مدد ملتی ہے جو عربی سکھاتے ہیں سنسکرت سکھانے کے لیے بھی پنڈت مقرر ہے اس اسکول میں تعلیم پانے والے لڑکے 27 تھے، تمام مذہبی تعلیموں کا ذریعہ دیسی زبان میں ہے عیسائیوں کو بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر ہوپر مدرسہ کی تعلیم کے اثر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس ملک میں عیسیٰ مسیح کے اصولوں کو پھیلانے والے لوگوں کا اثر آہستہ آہستہ عوام میں پھیلتا جاتا ہے عیسیٰ مسیح کا پیغام ان کے دلوں سے دماغوں تک پہنچ رہا ہے ان ہندوستانی کافروں میں کچھ پڑھے لکھے منطقی لوگوں کے علاوہ دوسرے غیر عیسائی لوگ عیسائیت کی تعلیم اور رس بھرے گانوں سے کھنچے آتے ہیں اور ہمارے پیغامات و تعلیم کا زبردست اثر ہو رہا ہے اس واسطے مذہبی تعلیم کا معیاری و اعلیٰ ہونا اتنا مفید نہیں ہے جتنا اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم عیسائیت کے پیغامات کو ان کے دلوں کی گہرائیوں تک پہنچا دیں، ہمارے یہاں بہت سے غیر عیسائی لوگ دوست ہیں جو ہمارے مذہب کو خوب سمجھ گئے ہیں ہماری دعاؤں اور دوسرے کاموں میں شامل ہوتے ہیں اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جو لوگ عیسائی گانے نہیں سیکھنا چاہتے انہیں نہیں سکھائیں گے اور اس کی جگہ ان کو دوسری تعلیم دیں گے، یہ بھی بندوبست کر رہے ہیں کہ جو طالب علم کھیل کود گانے اور مذہبی تعلیم میں سالانہ امتحانات کے نتائج میں اچھے

Marfat.com

نمبر سے پاس ہوں ان کو وظیفے دیں، گانا ہندوستانی سامان ساز کے ساتھ سکھایا جاتا ہے اور ولایتی گانا اور ولایتی تعلیم خاص طور پر وائس پرنسپل خود دیتے ہیں۔ یہاں بہت سے طالب علم شادی شدہ ہیں، اور بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں جس سے اچھا اور مفید نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچوں اور بیویوں کے دلوں میں بھی مشنری کاموں کا اثر اور کاموں کی طرف رغبت و کشش پیدا ہوتی ہے اور محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

طالب علموں کی میٹنگز

پیر کی دوپہر کو پرنسپل صاحب طالبعلموں کی ایک میٹنگ میں گئے جہاں حساب اور خدا کی سلطنت اور دنیا کی ہر دلعزیزی کا دلچسپ پیرایہ خاکہ میں پیش کیا، یہ میٹنگ عیسائی گاؤں کے اردگرد کے علاقوں میں کی جاتی ہے، جہاں عیسائی اور دوسرے لوگ خاصی تعداد میں شامل ہوتے ہیں اس سال جاپان اور ایشیاء میں رہنے والی مشنری کے کاموں سے ہم نے ان کو آگاہ کیا، میٹنگ کے بعد اہم سیاسی خبریں اور بحث و مباحثے بھی ہوئے، عوام کے بہت سے عجیب و غریب خیالات توہمات اور ناواقفیت کو دور کیا، ہم عوام کو یہ بتاتے ہیں، کیا سیاسیات اور خدا کی سلطنت کا باہمی تعلق ہے۔ جمعرات کی دوپہر کو پرنسپل صاحب نے اس علاقہ میں خدائی سلطنت کی کامیابی کی دعاء مانگی جمعہ کو ایک اور دعاء کی میٹنگ کی اس میٹنگ میں خاص طور پر لوگوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اپنی دعائیں لکھ کر لائیں اور ان میں ضرورت کے مطابق ترمیم کر دی جاتی ہے، اور لوگوں کی روحانی شخصیت کو ترقی دیتی اور عیسائیت کے دائرے میں لانے کے لیے کوشش کی جاتی ہے، کوشش کس طرح کی جاتی تھی اس کے بارے میں رپورٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

طالبعلموں کے رشتہ داروں کو مذہبی تعلیم

پرنسپل صاحب نے طالبعلموں کے بیوی اور بہنوں کے لیے بائبل کی جماعت کی ابتداء کی ہے، ہفتہ میں ایک مرتبہ گاؤں کی میٹنگ کی جاتی ہے جہاں انہیں کئی دلچسپ مضامین اور

Marfat.com

بائبل کی تعلیم دی جاتی ہے ہم نے بچوں کی بائبل یونین بھی بنا رکھی ہے جہاں بچے آتے ہیں اور ان کے ذہن میں بائبل کی ابتدائی تعلیم اتاری جاتی ہے۔

بچوں بیویوں اور ماؤں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے روزانہ کام کے علاوہ بائبل پڑھا کریں، بائبل کی جماعت میں پرنسپل صاحب سے سوال و جواب کیے جاتے ہیں، خاص طور پر انجیل کے ان حصوں کے بارے میں پوچھنے کی اجازت ہوتی ہے جو انہوں نے ہفتہ میں مطالعہ کیے تھے، اس سے لوگوں کے دلوں میں بائبل کے مسائل کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے، عموماً یہ سوالات بہت دلچسپ ہوتے ہیں جس سے دیسی عیسائی عورتوں کے فطری رجحان کا اثر ظاہر ہو رہا ہے، سب سے زیادہ جو کام اس وقت انجام دیا جاتا ہے وہ روزمرہ کی عورتوں کی گھریلو تکلیفوں کے کا دور کرنے کے ذرائع پر غور ہوتا ہے، اور تجویزیں طے ہوتی ہیں۔

طالبعلموں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بائبل سکھانے کی کلاسیں لگتی ہیں اس کی انچارج ایک نیک اور عیسائی عورت جو کہ ایک اسکول کے ملازم کی بیوی ہے۔ یہ کلاس پرنسپل صاحب کے گھر کے برآمدہ میں لگائی جاتی ہے اس کی نگرانی پرنسپل صاحب کی بیوی کرتی ہیں اس کلاس کا بچوں پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور بچے دماغی طور سے ترقی کرتے ہیں اس سے بچوں کے اندر ڈسپلن کا مادّہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

خاص کوشش

ایوان جلسٹ کام کے بارے میں پرنسپل صاحب رپورٹ پیش کرتے ہیں۔

وائس پرنسپل نے سارے اسکول کی طرف سے 2 جنوری سے 24 جنوری تک ہونے والے ماگھ کے میلہ کے لیے جو گنگا سنگم الٰہ آباد میں ہوتا ہے خاص طور پر پروگرام تیار کیا جاتا ہے، کمبھ کے میلے پر دور دور سے بڑی بھاری تعداد میں یاتری آتے اور جمع ہو جاتے ہیں، اس نادر موقع کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کو نہ کھویا جائے، چنانچہ اسکول کی تعلیم کتابی بند کر دی گئی اور تمام مدرس و طالب علم میلے کے تبلیغی کام کے لیے وقف کر دیے گئے۔

Marfat.com

مسلسل تبلیغ

منگل اور جمعہ کو طالب علم اور ان کے استاد اور دو پادری پرنسپل صاحب کی مدد کرنے کے لیے پانچ علیحدہ علیحدہ الٰہ آباد کے مقامات پر تبلیغ کے لیے بھیج دیے گئے، دو دو تین تین کی ٹولیاں نو عیسائی لوگوں کے پاس ملاقات کرنے کے لیے بھیجی جاتی ہیں جس کا بہت اچھا اثر ظاہر ہوتا ہے اس سے نو عیسائیوں اور طالب علموں کے باہمی تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور استوار ہو جاتے ہیں واقفیت کا دروازہ کھل جاتا ہے ہم اس علاقہ میں بہت خاموشی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

ہم نے ایسی سکیم تیار کی ہے جس کے مطابق اس جگہ کئی عنوانات پر لکچر دیے جائیں، پہلے ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مذہبی مسئلہ وعنوان پر بار بار کافی دیر تک تقریروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

جانکی داس صبح کے وقت ہر روز شہر میں عیسائیت کے عنوان پر بولتا تھا، چونکہ یہ ایک برہمن ہے یہ عیسائیت کے فلسفہ کی مہارت حاصل نہیں کر سکتا، مگر اس کے برہمن ہونے کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے، عام لوگ چونکہ برہمن کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے ایک مذہبی واعظ کی حیثیت سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

وائس پرنسپل صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں: 2 رجنوری کو ہم نے تبلیغ کا کام شروع کیا اور 24 جنوری تک ہم اسکول سے غیر حاضر رہے، ہماری پارٹی میں سولہ آدمی تھے جن میں ایک مولوی اسسٹنٹ ٹیچر، عیسائی پنڈت اور گیارہ طالب علم اور ایک گول پوٹر تھا۔ ہم پرانے عیسائی طریقہ ''پٹیارکل'' کی طرح ٹٹیوں میں رہے اور اپنا سارا سامان اونٹنیوں پر لاد کر لے جاتے تھے۔ آگے آگے کیتھچیسٹ (سائل مبلغ) پیدل یا گھوڑے پر چلتا تھا، میں اور میری بیوی اور بچے گاڑی پر چلتے تھے ہمارا روزانہ کا پروگرام یہ تھا۔

دیہاتی تبلیغ

سات بجے ہم دعاء مانگتے، میں اونٹوں کو تیار کرنے کے لیے پیچھے رہ جاتا، ہم چار میل سے زیادہ روزانہ نہیں چلتے تھے، تھوڑے تھوڑے مقامات پر رک جاتے تھے، اور یہاں سے پھر

Marfat.com

آس پاس کے گاؤں میں جاتے ایک بجے تنبولگا دیتے تھے اور اپنا کھانا تیار کرتے تھے۔ دوپہر کو کھانا کھانے اور آرام کرنے کے بعد طالب علم آس پاس کے گاؤں میں پہلے جاتے وہاں مل کر دعائیں مانگتے جب وہاں سورج غروب ہو جاتا تو جادو کے لیمپ سے تصویریں دکھاتے، سب سے پہلے ہم دیسی طرز کے عیسائی گانے گاتے اس کے بعد عیسیٰ مسیح کی پیدائش کی تصویریں دکھاتے اور طالب علم ان کی تعریف بیان کرتے پھر بھجن گایا جاتا اور عیسیٰ مسیح کی زندگی کے بارے میں اور تصویریں دکھاتے ایک اور بھجن کے بعد عیسیٰ مسیح کی موت اور دوبارہ زندہ ہونے کا واقعہ سنایا جاتا اور اس کی معجزانہ حیثیت کی وضاحت کی جاتی، ہم اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی فضول بحث نہ چھڑ جائے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی جھگڑے کی بات نہیں کرتے تھے مگر اس کے باوجود بحث ومباحثے کبھی نہ کبھی دوچار ہو جاتے تھے، جب کبھی بحث ہوتی تھی ہم نے دیکھا کہ لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی تھی، اور لوگ بڑے غور وخوض سے کان لگا کر مباحثہ سنتے تھے۔

ہم سب پھول پور گئے اور یہاں سے دو ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے، ایک ٹولی دائیں طرف میرے ساتھ گئی اور دوسری ٹولی جان بسنٹ کے ماسٹر کے ساتھ چلی گئی دو ہفتوں کے دورہ کے بعد ہم الہ آباد سے کچھ دور ایک جگہ ملے ان تینوں ہفتوں کے دوران ہم نے چار سو گاؤں اور بارہ سو آدمیوں میں تبلیغ کی جس کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ مشکل ہے۔

اس موقع پر میں ایک نوجوان راجپوت امیدوار کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آریہ سماج کا ممبر ہے اس نے لوگوں کے سامنے کہا:

وہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ وید جھوٹے ہیں وہ میرا پکا دوست بن گیا ہے، جب کبھی وہ الہ آباد آتا ہے تو مجھ سے ضرور ملتا ہے آج کل وہ دنیاوی دھندوں میں پھنسا ہوا ہے اس کے مذہب سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ماگھ میلے کے موقع پر ٹھیک ہم گنگا جمنا کے سنگم پر پہنچ گئے۔ اور ندیوں کے دہانے پر شامیانے لگا دیے گئے۔ یاتری لوگ بڑی تعداد میں ہمارے پاس آنے جانے لگے۔ ہم ان کو بٹھاتے ان کی آرام وعزت کا خیال رکھتے اور خوش آمدید کہتے۔

Marfat.com

ہندو پنڈتوں نے اپنی مذہبی کتابوں کو ہمارے سامنے پڑھا اور ان کا مطلب بیان کیا، ان میں ایک کتاب پریاگ مہاتمئے پریاگ کی اہمیت پر جو سنسکرت کی بڑی مشہور کتاب ہے وہ بھی پڑھی گئی الٰہ آباد کے تمام پروٹسٹنٹ مشنریوں کے تنبوریت میں لگے ہوئے تھے، پادری اور کیچسٹ آ کر تبلیغ کرتے تھے اور آریہ سماج نے بھی ہماری نقل میں تنبو لگا کر کام کرنا شروع کیا ہے۔

اس موقع پر تبلیغ کا کیا اثر ہوتا ہے یہ بتانا مشکل ہے کیونکہ ہم اس موقعوں کو بیج ڈالنے کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کے پھل کی امید آئندہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

مناظرہ سوسائٹی

میں نے ہوپر صاحب سے طالبعلموں کو بحث ومباحثہ سکھانے والی جماعت کی اجازت لے لی، بازار وغیرہ میں ہمارے مناظر عام اصلی بحثوں کے نکتوں اور باریکیوں کو نہیں سمجھتے۔ اور اطمینان بخش جواب نہیں دے سکتے، میں نے یہ محسوس کیا کہ تبلیغ کے لیے صرف نکتہ چینی اور تنقید ہی ضروری نہیں بلکہ ہمیں مباحثوں کے لیے بھی چاق و چوبند اور چوکنے اور حاضر جواب ہونے کی ضرورت ہے جس کی تعلیم ضروری ہے۔

ہماری مناظرہ سوسائٹی کا مقصد بھی یہی ہے، کئی مرتبہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان مباحثوں کا ہمارے خلاف الٹا اثر پڑتا ہے اس لیے ان موقعوں پر یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں کیا کمزوریاں ہیں جن کو دور کیا جائے اور وہ کیا گر ہیں جن سے لکچر و اعتراض میں دلچسپی اور مقبولیت پیدا کی جائے۔ ہمارے مناظر صرف دیسی عیسائیوں کی میٹنگ میں بولنے کی قابلیت و لیاقت رکھتے ہیں مجھ کو خوشی ہے کہ ہم نے بحث ومباحثہ کرنے کی تعلیم کی کلاسوں کے کام کا آغاز کر دیا ہے۔

مناظرہ کی تعلیم

بحث ومباحثہ کرنے کی تعلیم ہم اس طرح دیتے ہیں، ایک دعاء کے بعد ہم اپنا کام شروع کر دیتے ہیں سب سے پہلا طالب علم اپنا منتخب مضمون پڑھتا ہے، اس کے بعد دو طالب

Marfat.com

علم اس پر اعتراضات کرتے ہیں پھر سلسلہ وار تمام جماعت بحث ومباحثہ کرتی ہے ہر ایک ممبر کو کوئی نہ کوئی اعتراض کرنا پڑتا ہے جس کے لیے پانچ منٹ مقرر ہوتے ہیں اب تک ہم نے ان عنوانات پر بحث کی ہے

(1) مناظروں میں اعتراضوں کا جواب کس طرح دینا چاہیے۔

(2) غیر عیسائیوں کے اعتراضات کیا ہوتے ہیں۔

(3) غیر عیسائیوں میں روحانی ترقی کیوں کر ہو؟

(4) دیسی عیسائیوں میں مذہبی ترقی کس طرح کی جائے؟

ان مضامین پر بحث ومباحثے بہت اچھے ومفید ہوتے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس میں ہمیں کامیابی ہوئی، بہت عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کرتا رہا ہوں کہ اچھے پڑھے ہندوستانیوں میں تبلیغ کے لکچروں کا انتظام ہونا چاہیے۔ جو افسوس سرمایہ کی کمی کی وجہ سے پوری نہیں ہوتی۔

ہم نے الٰہ آباد کے پڑھے اونچے طبقے کے لیڈر، بیوپاری، کلرک اور انگریزی جاننے والے لوگوں پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ ہم اگر ان میں عیسائیت کی تبلیغ کریں تو کامیابی لازمی ہے ہمیں اس ضروری کام کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

آگرہ

آگرہ میں مشنری کا کام دوسرے علاقوں کے مقابلے میں وسیع پیمانہ پر ہوتا ہے۔ یہاں مشنری کام کی دو شاخیں ہیں ایک تعلیم اور دوسری ایوان جلیٹ دونوں ایک دوسرے کے لیے معین و مددگار ثابت ہوتی ہیں اس کے علاوہ دیسی عیسائیوں کو ہدایت دینے اور پروگرام بتانے کی ذمہ داری بھی ان شاخوں کے انچارج پادری سی جی ڈوبل پر ہے۔ اس علاقہ آگرہ اور گردونواح کے علاقوں میں دس لاکھ سے زیادہ آبادی ہے۔ یہاں کا اسٹاف آگرہ کے چماروں میں بھجن اور اسکول کے ذریعہ تعلیم دیتا ہے۔ گلیوں میں جاکر عیسائیت کے اصول سناتا ہے میلوں میں جانے اور موسم سرما میں دیہاتوں کے

Marfat.com

گشت لگاتے ہیں۔

بہت دنوں کے بعد پانی پر پھینکی ہوئی روٹی ملی" کے مقولہ پر حسب ذیل واقعہ ہے جس کو پادری سی جی ڈوبل لکھتے ہیں:

"پچھلے سال دسمبر کے مہینہ میں جب ہم پچھم کی طرف بٹیسر کو جارہے تھے تو ایک جگہ قیام ہوا، پچھلے سال یہاں کے لوگوں نے مذہبی لکچروں کو اچٹتے ہوئے دل سے سنا اور کوئی توجہ نہیں دی۔ بلکہ یہاں کے افسران نے بھی ہماری مخالفت کی ابھی پچھلے ہفتہ جب ہم یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں سے تمام بڑے برے افسران تبدیل ہو چکے ہیں، نہیں بلکہ تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ جب میں بازار جارہا تھا تو اچانک مجھ سے ایک آدمی نے کہا کہ علاقہ کا بڑا پروفیسر آپ کو یاد کرتا ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ آپ نے ان کے بڑے واقف ہیں میں اس کے پاس گیا تو اس نے بھی آؤ بھگت کی اور بڑی محبت کے ساتھ ملا۔ اور مجھ کو یاد دلایا کہ 23 سال ہوئے کہ وہ میرے پاس ملاقات کے لیے بھی بہت آیا کرتا تھا، وہ جے نارائن اسکول بنارس میں پڑھتا تھا، آہستہ آہستہ مجھے یاد بھی آ گیا اور میں پہچان گیا کہ یہ وہی باتونی لڑکا تھا جو کئی بار میرے پاس آیا، 32 سال پہلے مجھے ایک منتر والے مکان کی بھی یاد آ گئی جہاں اس سے ملاقات ہوئی تھی اب یہ لڑکا بڑا آدمی اور بڑا پروفیسر ہو گیا اس نے میرا شکریہ ادا کیا کہ بچپن میں آپ اس پر بہت مہربان تھے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ میری بیوی میرے ساتھ آئی ہے تو اس نے ان سے ملنے کی خواہش کی، میں نے اس کو بتایا کہ وہ بیماروں میں دوائیں تقسیم کرنے کا کام کر رہی ہیں جس کے لیے اس نے ہم کو ایک بڑی رقم خیرات کی دی اگلے دن وہ ہمارے تنبو میں آیا، چلتے وقت اس نے خواہش کی کہ آئندہ دورے پر آئیں تو میرے ہاں ٹھہریں اور دعاء کا طالب ہوا۔

ایک دوسری جگہ کوراگڑھ میں ایک دیسی مسلمان افسر سے ملاقات ہوئی جو میرے پیارے وینس پادری کا شاگرد تھا اس سے بھی ہماری بہت دلچسپ باتیں ہوئیں۔"

Marfat.com

عیسائیوں کی مخالفت

جہاں ایک طرف دیسی سرکاری افسران ہمارے مشنری کاموں کے بہت خلاف نظر آتے ہیں دوسری طرف یہ دیکھ کر حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ ان کے درمیان ایسے بھی لوگ ہیں جو ہمارے خیالات کے ہیں اور عیسیٰ مسیح کی تلاش میں ہیں۔

عورتوں میں تبلیغ

عورتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں خدا کا شکر گزار ہو کہ میری بیوی عورتوں میں بائبل کی تبلیغ کے لیے ہماری دوری میں بڑی مددگار ثابت ہوئی جب ہم دیہاتوں میں گزرتے تو میں دیکھتا ہوں کہ کس طرح ان کو غریب مفلس دیہاتی عورتیں گھیر لیتی ہیں، پہلے یہ ڈرتی اور خوفزدہ ہوتی ہیں بعد میں یہ سہمی ہوئی نزدیک آتی ہیں، بہت سی عورتیں پہلی پہل دیکھ کر بھاگتی ہیں کیونکہ ان کو امید نہیں ہوتی کہ کوئی شریف گھر کی عورت ان کے ساتھ ہمدردی کر سکتی ہے یا بھلائی دکھا سکتی ہے۔

چماروں اور بھنگیوں میں تبلیغ

دو سال کے اندر ہم نے چماروں اور مہتروں میں اپنا کام تیز کیا، اس کی رفتار بڑھائی، ان کے پاس ہم بھجنوں اور ایک گھر سے دوسرے گھر تک ملاقات کے ذریعہ بائبل کے پیغامات پہنچاتے تھے، مسٹر ڈوبل نے اپنی مددگار عورتوں کے ساتھ عورتوں کے اندر کام شروع کر دیا ہے، نو عیسائی بنانے کے متعلق وہ بتاتے ہیں کہ:

اس سال ہم نے پانچ عیسائی بنائے ہیں، سب سے پہلے ایک مسلمان ہمارے پاس آیا جبکہ ہم دورہ کر رہے تھے، یہ دیسی فوج میں مصر بھی ہو آیا تھا، جو مہینوں کی مذہبی ہدایات اور تعلیم کے بعد ایک دیسی پادری نے اسے عیسائی بنایا۔

دوسرا شخص ابرہیم نامی مسلمان تھا، اس نے ہمارے یونٹی اسکول میں داخلہ کی کوشش کی

Marfat.com

لیکن اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں اطمینان بخش حالات نہ بتا سکا، اس لیے اس کے بارے میں کافی شک ہے اور ہم پڑتال کر رہے ہیں اس کی سابقہ زندگی کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس کے بعد داخلہ کا فیصلہ ہوگا۔ ایسے تجربے بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ مگر بعد میں جب ''خدائی نور'' دلوں تک پہنچ جاتا ہے تو خوشی بھی ہوتی ہے، دو مہتروں کو بھی ہم نے تعلیم کے بعد بتسمہ دیا (یعنی عیسائی بنایا) اس میں ایک عورت بھی ہے جو میری بیوی کی تعلیم کا نتیجہ ہے، یہ بہت کمزور عورت ہے جو دائم المریض ہے، پچھلے دنوں میں اس کے قابل رحم حالات سن کر فیصلہ کیا کہ ایسے ضرورتمند کو عیسائیت کے فیض سے محروم نہیں کرنا چاہئیں، حالانکہ اس کے خلاف کئی باتیں پائی جاتی ہیں۔

عورتوں میں اسکول

مس ایلوانگر چار شہروں میں اسکولوں کا کام کر رہی ہیں ان میں تین اسکول ہیں اور ایک مسلمان لڑکیوں کے لیے ہے، یہ تینوں اسکول ہندوستانی عورتوں میں تعلیم پھیلانے کا بڑا ذریعہ ہیں مسٹر ایلوانگر کی رپورٹ ہے کہ عیسیٰ مسیح کے حکموں کی سچائی ایک ایسی چیز ہے جس سے دنیا متمتع ہوتی ہے۔

سینٹ جان کالج اور عیسائی لڑکوں کا اسکول

سال کے آخر میں پادری سی جی ڈوبل ولایت جا چکے ہیں۔ وہ 1860ء سے سوسائٹی کا کام کر رہے ہیں ان کی رپورٹ تو نہیں آئی مگر اس کی پہلی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشنری اسکولوں اور کاموں کے بارے کامیابی کا اظہار کرتے ہیں کہ اب عیسائیت کی صداقت ہندوستانیوں کے دل و دماغ اور گھروں میں پہنچ رہی ہے، ہمارے طالب علموں میں سچائی کا نور چمک رہا ہے اور جن کے پاس ہم نہیں پہنچ سکتے تھے وہ خود ہمارے پاس آ رہے ہیں۔ ان کے جانشین جی آئی اے پاجینز مقرر ہوئے اس کے مددگار پادری ایچ لوئیس اور پادری اے ایچ رائٹ بنائے گئے ہیں۔

Marfat.com

سکندرہ

سکندرہ کا یتیم خانہ جن میں 206 لڑکے اور 210 لڑکیاں پرورش پاتے ہیں۔ پادری جے ارہاٹ اس کے انچارج ہیں اس کے ماتحت ان کی لڑکی مس شلسٹرو، مس تلک، مس وہال اور بڑا مدرسین کا اسٹاف ہے جو تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دیتا ہے جن میں دو اندھے مدرس بھی ہیں ان تعلیمی اداروں کو چندہ کی فراہمی کی مصیبت کے علاوہ قدرتی سزاؤں کے ساتھ انہیں سوسائٹی کا کارآمد ذمہ دار ممبر بننے کی تعلیم بھی دینی پڑتی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اپنی زندگی چلانے کے طریقے بھی بتائے جاتے ہیں ان کی باہمی شادیوں کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

اس سال قرب وجوار اور سکندرہ میں ہیضہ پھیلنے کی وجہ سے اس ادارہ کا خاص کام نہ ہو سکا۔ یہاں مختلف صوبوں سے یتیم آتے ہیں جن کو حکومت دو روپے ماہوار اوظیفہ دیتی ہے امید ہے کہ سی پی حکومت ہر مدد ان کی جاری رکھے گی، اس سال تمام چھوٹے چھوٹے یتیم خانوں کے بچوں کے لیے ایک مرکز سکندرہ کا یتیم خانہ بن گیا جس کا مقصد محنت و بھاگ دوڑ اور اخراجات کو کم کرنا ہے۔

کاشتکاری سکھانا

یتیم خانے کے بچوں کو مانڈلہ بھیجا گیا جہاں ایک ایسٹ انڈین نے انہیں کاشتکاری سکھانے کا ذمہ لیا اس کو اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو ایک ماہ کے بعد وہ بچہ سکندرہ واپس بھیج گیا ان میں سے دو بڑے باغبانی سیکھ رہے ہیں اور باقی اسکول جا رہے ہیں۔ بہت سے بچے ہندی کی تعلیم پاتے ہیں۔ پادری صاحبان کا کہنا ہے کہ ان کو اس میں ہوشیار بنا کر آہستہ آہستہ پریس کمپوزنگ بھی سکھانا چاہتے ہیں۔ بچے بہت ذہین ہیں۔ تابعدار، پڑھنے سے ذوق رکھنے والے ہیں اور خاص طور پر لڑکیاں پڑھنے میں خاص شوق کا ثبوت دیتی ہیں جو محنتی ہیں۔

Marfat.com

متھرا بندرابن

یہ ہندو دھرم کے دو زبردست گڑھ ہیں۔ جہاں کہ مسٹر زینکر ریزیڈنٹ مشنری کام کرتے ہیں۔ بندرابن اور متھرا ایسے گڑھ ہیں جن کے خلاف ہم اپنی طاقتوں کو مجتمع کرنا چاہتے ہیں فی الحال اس علاقہ میں ہمارا مشنری کام فوجی چوکی سے مشابہ ہے۔ نتیجہ کچھ نہیں ہے۔ اس علاقہ میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے جیسا کہ مسٹر زینکر کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔

کٹر ہندو

مغربی تہذیب سے بالکل بے بہرہ متھرا کا علاقہ اتری پچھمی علاقوں سے بھی گیا گزرا علاقہ ہے جس کی وجہ سے مشنری کاموں میں بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم نے ابتدائی کا یہاں شروع کیا ہے۔ اس جگہ پر ان لوگوں کا قبضہ ہے جو ہندو مذہب کے ٹھیکیدار اور مالک ہیں انہوں تے عجیب وغریب طرح کی رکاوٹیں ڈل رکھی ہیں یہ لوگ ''ہندوؤں کے بھی ہندو'' ہیں جن میں وہ تعصب ہر درجہ بڑھا ہوا ہے۔ یہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے لوگوں کے ساتھ تعلق بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے اور اپنے آپ کو ان سے بہت اونچا سمجھتے ہیں، اس علاقہ میں ذات پات کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ایک ذات صرف برہمنوں کی رہتی ہے، چھوٹی ذاتیں کوئی حوصلہ نہیں رکھتیں اس لیے کہ وجود کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یورپین تعلیم کو بری نظر سے دیکھتے ہیں جدھر نظر اٹھا کر دیکھیے، چوبے اور پنڈت لوگوں کا راج ہے چھوٹی قوموں میں کوئی ترقی کرنے کی کسی کو خواہش نہیں اور اپنی اسی حالت میں مگن ہیں اور اپنی قسمت یہی سمجھتے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا کوئی حل ہمارے پاس نہیں ہے ان لوگوں کے سامنے دنیا کا تجربہ اور دلیل سب بیکار ہیں۔ دوسرے علاقوں میں جہاں ہم پست اقوام کو ابھارنے میں کامیاب ہوتے ہیں یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ نیچی ذات کے لوگ ہم سے بات کرنا ہم کو چھونا اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں اس وجہ سے ان لوگوں سے تعلق پیدا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ دھرم اور برہمنوں کا رعب ان پر اتنا زبردست ہے کہ ہماری ایک نہیں چلتی۔

Marfat.com

عیسائیوں کی بے بسی

ہم تعلیم وترقی کے بارے میں جو دلیلیں اور اپنے دائرے کے نکالنے کے بارے میں کہتے ہیں تو اس کا ان کوئی اثر نہیں کیونکہ یہ جس حالت میں اس میں خوش ہیں، ان کا خیال ہے کہ ہماری ذات پر ماتما کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ برہمنوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ہماری جد جہد کا مقابلہ بہت سخت ہے۔ ہمیں یہ جان کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ متھرا اور بندرابن جو ریلوے لائن پر ہے وہاں تعلیم کی روشنی ابھی تک کیوں نہیں پہنچی اور یہ لوگ پجاری اور پنڈتوں کے چنگل میں کیونکر پھنسے ہوئے ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ بیوپاری لوگ جن کو اور صوبوں میں جانے کا موقع ملتا ہے ان میں رجعت پسندانہ خیالات ضرور گھر کریں گے اور وہ ایک دن ذات پات کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کریں گے۔

مگر وہ دن ابھی دور ہیں۔ عیسائیت کا اس میں کتنا ہاتھ ہوگا۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ مگر ہمیں محنت اور ایمان داری کے ساتھ اپنا حملہ جاری رکھنا چاہیے۔ ہمیں کوئی بھی پادری ایک بھی مشنری بلا معقول تنخواہ کے یہاں نہیں بھیجنا چاہیے۔ معاونوں اور کافی سرمایہ کی بڑی تعداد میں ضرورت ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر روز نئے مندر بنتے ہیں۔ ہزاروں یاتری ہندوستان کے کونہ کونہ سے بڑے بڑے فاصلوں سے آتے ہیں میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ان دونوں گڑھوں میں ہندوازم کو شکست دینا ناممکن سا ہے کیونکہ ان برہمنوں کا دماغ کافی تیز چست اور مقابلہ میں خطرناک ہیں، کہا جاتا ہے کہ متھرا اور بندرابن میں سال میں آنے والوں کی تعداد کچھ گھٹ رہی ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب پنڈے پجاریوں میں اخلاقی گراوٹ اور لالچ ہے۔ یہ بہت اہم چیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے برہمنوں کی مقبولیت کو بڑی ٹھیس پہنچائی جا سکتی ہے۔

آگرہ کے ایک باشندہ سے میں نے جو بات سنی وہ یہ کہ متھرا اور بندرابن میں مذہبی مسافروں کی تعداد سال کے سب مہینوں میں ایک سی ہوتی ہے۔ یہاں ایک مالدار ہندو بینکر

Marfat.com

نے ساٹھ لاکھ روپے کی قیمت سے ایک عظیم الشان مندر بنوایا ہے جس میں ایک دن میں دس ہزار کا اوسط چڑھاوا آتا ہے۔

جس شان وعشرت کے ساتھ یہاں کے سینکڑوں پنڈے پجاری رہتے ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان لوگوں نے زمین پر بھی بہشت بنا رکھی ہے میرے سننے میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ پنڈے پجاری خفیہ طور پر انجیل پڑھتے ہیں۔

حالت پشیمانی میں اطمینان

مسٹر زینکر جب متھرا اور بندرابن میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ایک ہندو جو کبھی کبھی ان سے ملاقات کرنے آتا تھا اس نے بتلایا کہ ایک لائبریری کلب کوسی میں قائم ہے یہ کوسی بیوپار کا ایک مرکز ہے اور بندرابن سے کچھ دور بھی ہے۔ یہاں تعلیم یافتہ ہندوستانی لکچر دیتے تھے اور عوام کو تلقین کرتے تھے کہ وہ تعلیم پائیں اور ہندو مذہب کی بہت سی جو خرابیاں ہیں ان کو دور کریں۔

مسٹر زینکر نے ان سے پوچھا کہ یہ کلب اب کیوں بنا ہے جب کہ مندروں میں ہونے والی برائیاں بہت عرصہ سے جاری ہیں اس نے کہا کہ یہ سب عیسائیت کا اثر ہے۔ بندرابن میں ہم نے مشن اور بائبل کے پرچار مرد اور عورتوں میں بہت اچھا بندوبست کر رکھا ہے جب عوام نے محسوس کیا کہ ایسا کلب ہونا چاہیے تب ہی قائم ہوا۔ اپنی بہن کی مشنری کاموں کے بارے میں مسٹر زینکر لکھتے ہیں:

بیماروں کو دوائی دینا

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ شہر میں عورتوں کا کام بہت اچھا چل رہا ہے عورتیں اچھی تعداد میں آنے لگی ہیں ہم عوام میں دوائی تقسیم کرتے ہیں اور دوسری عیسائی عورتیں مشنری کام میں حصہ کافی طور پر لیتی ہیں۔

Marfat.com

علی گڑھ

پادری اسٹیورڈ چماروں میں جا کر بھجن گاتے ہیں اور سابقہ سال کی رپورٹ دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ان میں شامل ہونے والوں کی تعداد اچھی رہی ہے۔ اسکول میں آنے والے ہندو اور مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان جلسوں میں تیار کی ہوئی تقریریں کی جاتی ہیں اور بھجنوں کے درمیان پادری اور پادری کا عملہ لکچر دیتا ہے۔ ہندوستانی گیت بھی گائے جاتے ہیں۔

میرٹھ

1883ء کو پادری جے جی ہرمن ہارنل یورپ چلے گئے ان کی جگہ پادری جے ایچ دیرلے نے مشن کا چارج لیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ: میرٹھ کے مشن کا کام اتنا وسیع اور پیچیدہ ہے کہ اس کی واقفیت حاصل کرنے کے لیے ہی ایک عرصہ چاہیے۔ ہم نے دوران سال میں سب محکموں میں سرگرمی سے کام کیا، ہمیں پتہ لگا کہ بہت سے گرجوں اور دعاؤں کے مقامات پر ہماری سخت ضرورت ہے جو بغیر عملہ کے بڑھائے قابو میں نہیں آ سکتا۔ مشن کمپاؤنڈ میں سنٹ ٹامس گرجا ہے۔ چھاؤنی میں سینٹ پال کا گرجا ہے اور ملیا، کنک کھیڑا اور ریلوے اسٹیشن کے قریب گاؤں میں بھی تین چھوٹے چھوٹے گرجے ہیں۔ اکلہ میں ایک چھوٹی سی عیسائی بستی اور گرجا ہے۔ اور دہرہ دون سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر ایک خوبصورت گرجا بنا ہوا ہے ان کے علاوہ غازی آباد، پلکھوا، مسوری میں بھی ہماری مشنری کے اچھے اڈے ہیں۔ عیسائی لڑکوں کیواسطے بورڈنگ ہاؤس ہے اور عیسائی لڑکیوں کے لیے مسٹر ہیبر بندوبست کر رہے ہیں۔

اسکول

عیسائی نوعمر لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ میں پڑھوانے والا اسکول مشن کے احاطہ میں ہے اور ایسا ہی اسکول اینڈ فیلڈ بھی جاری ہے اور کئی چھوٹے چھوٹے اسکول اور ورنیکولر اسکول

Marfat.com

غازی آباد اور دوسرے اسٹیشنوں پر ہیں، عیسائیوں میں غیر تربیتی و جہالت کی وجہ سے کئی قسم کی برائیاں جو کیک کھیڑا بلینا میں خاص طور سے ظاہر ہوتی ہیں۔ دیسی عیسائی ایجنٹ ان کی مدد کر رہے ہیں اور وہ اسکولوں اور دیگر عمارتوں کی مرمت بھی کرا رہے ہیں اس کے علاوہ حساب و کتاب کی بھی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔

سب سے اہم شکایات مسٹر مارن کیا کرتے تھے کہ مذہبی معاملات میں دیسی عیسائی بہت لاپرواہیں، ان میں روحانی طاقت اور جنون نظر نہیں آتا جس کی بناء پر مشن بڑی دقتوں کے ساتھ چلتا ہے ہارنل صاحب فرماتے ہیں کہ:

ریڈر کی تعلیم

ان دقتوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے ہم نے مشن اور گرجوں کا کام حسب ذیل طریقوں سے کراتے ہیں۔

(1) ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو پرانی رسم کے مطابق جب ریڈر لوگ اپنی تنخواہ لینے آتے ہیں تو بدھ تک ان سے دعائیں کرائی جاتی ہیں پیر کا حساب تنخواہ میں لگ جاتا ہے۔ پیر کی شام کو ہم سب مل کر گرجوں میں دعا کرتے ہیں۔ دس بجے رات تک ہم گھروں میں بیٹھ کر الگ الگ دعائیں مانگتے ہیں اور اس کے بعد ہم سب جمع ہو کر دیسی گانے گاتے ہیں اور تمام لوگوں کو مخاطب کر کے لکچر دیا جاتا ہے۔

عیسائی ماسٹر اور کیٹچسٹ کی تعلیم

اس طرح ہی اگلے دن ملتے ہیں اور شام کے وقت پھر کسی دلچسپ مذہبی نغموں پر ان کو لکچر دیا جاتا ہے اور لکچروں میں ہمارے ہائی اسکول کے عیسائی ماسٹر بھی حصہ لیتے ہیں اور اس کا نہایت مفید اثر پڑتا ہے۔ ہم نے محسوس کیا ہے کہ دیسی عیسائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس سے دیسی عیسائیوں میں مذہبی جوش و محبت و عقیدت پیدا ہو جاتی ہے۔

(2) عیسائی کیٹچسٹوں کی مدد کے واسطے ہم نے ہفتہ میں دو بار بائبل میٹنگوں کا

Marfat.com

بندوبست کیا ہے جن میں باہر سے آنے والے عیسائی بھی شامل ہوتے ہیں۔

(2) ہمارے آس پاس کے مرکزوں میں بھی بائبل جماعت شروع کر دی گئی ہے ہفتہ میں تین مرتبہ ہوتی ہے۔

(4) مس ویبر آس پاس کی عورتوں کو جمع کر کے ہفتہ میں ایک مرتبہ بائبل کی کلاسیں چلاتی ہیں اور بڑے پیمانہ پر ہر ماہ میں ایک بار بائبل کلاسیں ہوتی ہیں۔

چمار کے عیسائی بننے کا شاندار تذکرہ

البتہ مسٹر ویبر کا بہت سا وقت عیسائیوں کی طرف لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو دوسری شاخوں کے لیے وقت نہیں ملتا آس پاس کے میلوں میں ہم جاتے ہیں اور وہاں مستعدی کے ساتھ تبلیغی کام کرتے ہیں موانہ میں ایک نو عیسائی کے بارے میں دلچسپ ذکر بیان کرتے ہیں۔

ایوان جلسٹ مشنری کا کام بلا روک ٹوک جاری ہے۔ ہمارے کنٹچسٹ روزانہ بازار میں دو مرتبہ جاتے ہیں اور ان میں سے دو مہینہ میں ایک ہفتہ جاتے ہیں، چاہے گرمی ہو یا سردی ان کا مقررہ دورہ ضرور لگتا ہے۔ یہ کام بڑی دلچسپی سے کیا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں مسوری سے واپس آنے کے بعد ایک شخص جس کی عمر 45 سال کی تھی میرے پاس آیا، اس نے بیان کیا کہ میں عیسائی بننا چاہتا ہوں، بہت عرصہ ہوا جب کہ آپ کا ایجنٹ میرے دیہاتی مکان پر پہنچا تھا اور اس نے اپنا پیغام بھی دیا تھا۔ میں اسکول میں بھی گیا تھا میں نے وہاں سے ایک کتاب لے کر پڑھی تھی جس کو میں نے ایام قحط میں فروخت کر دیا تھا۔

اب مجھے ایک خواب دکھائی دیا کہ میں وہ کتاب لے کر پڑھ رہا ہوں میں نے خواب دیکھنے کے بعد ہٹیلے کے پاس گیا۔ اس کے پاس وہ کتاب تھی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں بھی عیسائی بن جاؤں مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس چار روپے چار آنے ہیں اور میں اپنی روزی بخیر وخوبی چمار گیری کر کے کما سکتا ہوں۔ میرے گھر میں اور کوئی نہیں۔ میری بیوی مر چکی ہے۔ اور میرے لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے۔ میں نے

Marfat.com

فیصلہ کرلیا ہے کہ میں یہاں سے عیسائی بنے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔اس کی ایمانداری کے ثبوت میں مجھ کو کیمبرج مشن دہلی سے بھی ایک چٹھی ملی، اسی دوران میں میں نے دو ریڈروں کو اس کے گاؤں بھیجا کہ اسکے متعلق معلومات حاصل کریں۔انہوں نے نے بھی اطمینان بخش رپورٹ دی اس کے بعد میں اس کو عیسائی بنایا۔

عیسیٰ مسیح کے یوم پیدائش کو وہ ہمارے یہاں آیا، اس نے ہم سے اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا کہ رات سے برادری اور گاؤں والے کیسے ستا رہے ہیں اور کنویں پر سے پانی نہیں بھرنے دیتے۔ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم جلدی دورہ پر اس گاؤں میں جائیں گے۔

اینگلو ورنیکولر اسکول بہت اچھی طرح چل رہا ہے لڑکیوں کا بورڈنگ ہاؤس بھی شاندار نتیجہ کا حامل ہے جس کا بندوبست ایک مشنری سوسائٹی نارمل اسکول بنارس کی تعلیم یافتہ استانی کر رہی ہے۔

اودھ

یہاں ریزیڈنٹ مشنری کی واپسی بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ فیض آباد اجودھیا کے نزدیک ہے۔جو ہندوؤں کا بڑا تیرتھ ہے۔پادری آر آر ہی والٹن اور اس کی لیڈی بنارس سے اس سال نہیں آئے، اس واسطے اس رپورٹ میں ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

1883ء میں یہاں کا مشنری کام پادری ایف ایبل کے ہاتھ میں تھا جو چھٹی پر گئے ہوئے ہیں۔

رانچی

رانچی جس کو چھوٹا ناگپور کہتے ہیں یہ بہار صوبہ کا ایک ضلع ہے اس میں عیسائیوں کی تین مشنری جماعتوں نے خاص طور پر ماراؤں اور منڈا دو جنگلی قوموں میں کام کیا۔یہاں یہ قومیں قدیم سے رہتی ہیں، ان کو یہاں کا قدیم ترین باشندہ مانا جاتا ہے۔یہ دکھنی ہندوستان سے یہاں آکر بسے یہ سیاہ فام، مادرزاد ننگے لوگ جنگلوں میں رہتے تھے جو وحشت اور بربریت کا نمونہ تھے۔کوئی شریف وشہری انسان ان کو نظر آجاتا تو پہاڑ کھاتے تھے۔اب تقریباً ایک لاکھ

Marfat.com

انسان اور شہری بن چکے ہیں تعلیم و اخلاق و تہذیب و مدنیت سے آشنا ہو چکے ہیں یقیناً ان کو انسان بنانا اور ان میں کام کرنا قابل تعریف ہے کام ہے۔ ان قوموں میں جن مشنری جماعتوں نے کام کیا وہ (1) جرمن مشنری (2) انگلش مشن (3) رومن کیتھولک مشن ہیں جن کے کاموں کی مختصر تفصیل یہ ہے:

جرمن مشن کے چار پادری مسٹر شٹڈ مسٹر وچ اور مسٹر یان 3 ر دسمبر سے پہلے کلکتہ 1784ء میں پہنچے ان کو بھیجنے والا مسٹر یوہ نیس گورنر برلن کا باشندہ تھا جو 1771 میں پیدا ہوا تھا۔

یہ پارٹی 2 ر نومبر 1845ء کو رانچی پہنچی ان مشنریوں نے رانچی کے موجودہ احاطہ کو مہاراج جگناتھ شاہ دیو سے بندوبست لے کر خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اس عمارت میں سب سے پہلی قبر پادری تھیان کی بنی۔ شروع میں مشنری پارٹی یہاں تبلیغ کرنے میں ناکام نظر آتی تھی، ناامید ہو چکی تھی کہ جون 1850ء میں چار اراؤں مسٹر ہتھیا کوٹا نوین پوڑے، کرنڈ کا گھرن، چتا کنی کا کیشو واہ بندھو یہ وہ پہلے اشخاص ہیں جو عیسائی بنے اور انہوں نے مشنریوں کی ہمت افزائی کی، اس کے بعد انہوں نے کام شروع کیا، اس کے بعد دو منڈے باکھین کا سادھو اور والا یوگ کا مانگتا، منڈے بھی بپتسما پا گئے، چنانچہ ان کا نام ایشوردت اور کرشنا نند رکھا گیا۔

11 ر نومبر 1851ء میں گوئنز صاحب کے حکم سے یہاں کے مشنریوں نے موجودہ رانچی گرجے کی بنیاد ڈالی اس کے بانی پادری ہیبر جوگ تھے جو مشنری کے نام سے مشہور تھے، گرجا تیار ہونے کے بعد بڑے دن اس کا افتتاح کیا، کچھ امید کی جھلک نظر آئی لیکن بغاوت کی وجہ سے پادری صاحبان اسکول کے لڑکے لڑکیوں کو کلکتہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ امن قائم ہونے پر رانچی آئے اور مذہب پھیلانے کا کام تیزی سے کرنے لگے، گوئنز صاحب کا 1858ء کو انتقال ہونے کی وجہ سے کام میں پھر رکاوٹ پیدا ہوئی۔ لیکن اس کام کو ایلو جرگہ کے علاقہ بابو پولس نیمو نے سنبھالا۔ چنانچہ وہی پہلے شخص ہیں جن کو ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے پادری کا خطاب ملا۔

Marfat.com

مسٹر ہوٹیلی نے منڈاری زبان سیکھ لی پھر انجیل کو منڈاری زبان میں شائع کرایا۔ عیسائی ہونے کے بعد ان کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا۔ پہلے رانچی شہر میں پرائمری اسکول کھولے گئے۔ یہ ہی اسکول 1884ء میں مڈل ورنیکولر اور 1896ء میں ہائی اسکول ہو گیا۔ جرمن مشن کے مالک گوئنز صاحب تھے۔ اس لیے اسکول کا نام بھی گوئنز ہائی اسکول کھا گیا۔ رانچی مشن ہیڈ کوارٹر کی شاخیں برجو، گوبند پور، لوہردگا، ٹکڑا، ٹوکاہ، گملا، کنکیل، تماڑ، کورنجور وغیرہ میں ہیں۔ تعلیم کے علاوہ علاج کے لیے ہسپتال کھولے گئے۔ 1900ء میں صرف اس مشن نے بیس ہزار عیسائی بنائے۔

انگلش مشن جس کو سینٹ پال کیتھڈرل مشن کہا جاتا تھا۔ اس نے بھی اپنے گرجے کی 1867ء میں بنیاد ڈال دی تھی اسی سال تین منڈوں نے اپنے نام (1) مارکس ھیم روم (2) پربھو سہائے بودرا اور تھامیس ٹوٹی بدل کر اور عیسائی بن کر تبلیغ کا کام انجام دیا۔ جرمن مشن کی طرح اس مشن کے بھی کئی گرجے اسپتال اور اسکول قائم ہوئے۔ موجودہ انگلش مشن ہائی اسکول پہلے مڈل انگلش اسکول تھا۔ وہ 1901ء میں ہائی اسکول بنا۔

رومن کیتھولک مشن رانچی میں قائم ہوا۔ چائباسہ سے کچھ اراؤں اور منڈا بپتسمہ پا کر آئے تھے۔ ان لوگوں نے بھی یہاں اپنا گرجا بنانا شروع کیا۔ 1877ء میں رانچی شہر میں رومن مشن کا گرجا تھا۔ اسی وقت ریورنڈ فادر کک نام کے پادری ڈرونڈ میں پہنچ کر وہاں کے اراؤں اور منڈا سپاہیوں کو اپنے مذہب کی ہدایت و تبلیغ کرنے لگے۔ 1882ء میں اس مشن نے سرواماگ میں گرجا بنایا۔ ڈرونڈہ کے مذہب قبول کیے ہوئے سپاہی جمگائی میں جا کر مسیحیت کو پھیلانے لگے۔ 1885ء میں لیتھیس پادری نے تورپا میں ایک مشن کھولا، آج کل ان لوگوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے کافی مقامات پر گرجا، ہسپتال اسکول وغیرہ بنائے گئے ہیں اسکولوں میں دستکاری کی تعلیم خاص طور پر دی جاتی ہے۔

Marfat.com

ہندوستان میں مشنری کے کام کرنے والے پادریوں کے

حالاتِ زندگی

(1) ڈاکٹر سی جی فانڈر

(2) طامس واپسی فرنچ

(3) پادری چارلس ولیم فورمن ڈی ڈی

(4) بشپ جارج ایلفر ڈلیفرائے

(5) رابرٹ کلارک

(6) پادری عماد الدین ڈی ڈی

(7) پادری کالی چرن چٹر جی ڈی ڈی

(8) اینڈرو گورڈن ڈی ڈی

(9) پادری وارث الدین ایم، بی، ای

(10) ٹامس ہنٹر شہیر

(11) پادری دینا ناتھ

(12) ڈاکٹر جے، سی، آر یونگ

Marfat.com

(13) پادری جی ایل ٹھاکرداس

(14) ڈاکٹر تھیوڈور لائسن عیمل

(15) پادری طالب الدین بی اے

(16) پادری (ماسٹر) رام چندر پانی پتی

ڈاکٹر سی جی فانڈر

کارل گوٹلبب فانڈر پورا نام ہے۔ 1803ء میں مقام ویلنگن میں پیدا ہوئے جو ورٹم برگ جرمنی میں واقع ہے اس کا باپ نانبائی کا کام کرتا تھا وہ لاطینی زبان سیکھنے کے لیے بچپنے میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اسی لڑکپن کے زمانہ میں وہ دینداری کی طرف راغب تھا۔ خاص طور پر پادری فریڈرک کی تعلیم کا اس پر بہت اثر ہوا، اور اس کو مسیحی بننے کا شوق دامنگیر ہو گیا جس کی وجہ سے وہ 1820 میں بائبل مشنری کالج میں پانچ سال تک علم الٰہیات کا مطالعہ کرتا رہا۔

فانڈر کو مختلف زبانیں سیکھنے کی تمنا تھی۔ ارٹے کالج کی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اس کو ایشیائی زبانوں میں کتاب مقدس کا ترجمہ کرنے کے لیے بھیجا جائے لہذا 1825ء وہ دو اور مشنریوں کے ساتھ آرمینیا کے ملک کے ایک قصبہ شوشا میں بھیجا گیا۔ جو بحیرۂ اسود اور بحیرہ کیسپین کے درمیان ہے شوشا کا مشن مسلمانوں کے لیے تھا۔ فانڈر صرف 22 سال کا تھا اس کو تین زبانیں سیکھنی پڑیں۔ یعنی ترکی تاتاری آرمینی اور فارسی وہ مسلمانوں میں مسیحی اصولوں کا پروپیگنڈہ کرتا تھا۔ ان ہی ایام میں اس نے میزان الحق 1829ء پہلے پہل جرمن زبان میں لکھی اس کا ترجمہ پہلے فارسی پھر پھر انگریزی اردو، مرہٹی، ترکی اور عربی زبان میں ہو گیا۔

1829ء میں وہ ایک مشنری کے ساتھ بغداد گیا کیونکہ اس کو عربی سیکھنے کا شوق تھا۔ اس زمانہ میں بغداد میں انجیل کی اشاعت کی ممانعت تھی وہاں وہ بھی عربی سیکھا تھا۔ اس وقت میزان الحق آرمنی ترکی تاتاری اور فارسی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی تھی۔ 1831ء میں وہ ایک قافلہ کے ہمراہ ایران کی طرف روانہ ہوا، تمام قافلہ میں وہ اکیلا عیسائی تھا۔ کارواں والے اس کو

Marfat.com

ملاّ ئے فرنگ کہتے تھے۔ کرمان ہوتا ہوا وہ اصفہان پہنچا۔ وہاں اس نے یہودیوں اور مسلمانوں اور آرمینیوں کو مسیحی کتب تقسیم کیں اور تبلیغ نصرانیت کی۔

1833ء میں وہ طہران سے ہوتا ہوا واپس شوشا کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے وہ شمکی اور یا گیا۔ پھر تبریز کا راستہ اختیار کیا اس جگہ اس نے ایک آزاد خیال ایرانی منشی کی میزان الحق کی نظر ثانی کرنے میں مدد لی، مدد چالاکی سے اس طرح لی کہ ایرانی ملا کو معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کتاب ردِ اسلام میں ہے۔ آخر میں جب ملاّ کو معلوم ہوا تو ملاّ نے کہلا بھیجا ہمیں افسوس ہے کہ یہ کتاب قرآن مجید کے خلاف ہے اگر ہمیں اس ناپاک مضمون کی اطلاع ہوتی تو ہم مدد کرنے کا کبھی وعدہ نہ کرتے۔

1833ء میں وہ واپس اپنے گھر جرمنی گیا۔ اس سال اس کی شادی صوفیہ ریوس سے ہوگئی جو ماسکو کے ایک سینئر ممبر پارلیمنٹ کی بیٹی تھی، اس کو بھی زبان کی تحصیل کا خاص ملکہ تھا۔ 1834ء میں دونوں میاں بیوی شوشا آئے۔ 1835ء میں فانڈر کی بیوی فوت ہوگئی۔ اسی سال عیسائیوں کی شرارت اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے شوشا میں تبلیغی کام کی ممانعت کر دی گئی۔

ہندوستان میں

فانڈر اور کریس 1837ء میں ہندوستان بھیجے گئے اور ایران اور خلیج فارس سے ہوتے کلکتہ پہنچے۔ وہاں چرچ مشنری سوسائٹی وائی براؤ اور بردوان کے مشنری وائٹ بیرنجٹ نے ان کا خیر مقدم کیا۔ 1840ء میں فانڈر اور کریس نے بائبل کمیٹی سے قطع تعلق کر لیا اور چرچ مشنری سوسائٹی کی جانب سے آگرہ بھیج دیے گئے۔ ہندوستان پہنچنے پر ہی فانڈر نے اردو سیکھی اور میزان الحق کو مکمل کر دیا۔ ممبئی اور کلکتہ کے احباب کی مدد سے اس نے اپنی فارسی تالیفات چھپوا کر آگرہ اور ممبئی روانہ کیں۔

عبدالمسیح

فانڈر نے دوسری شادی ایک انگیز خاتون سے کی یہ خاتون بھی ایک مشنری تھی۔ آگرہ

Marfat.com

میں انہوں نے 1841ء کے آخر میں شہر کے درمیان میں نہایت گنجان جگہ میں رہائش اختیار کی۔ یہ مکان بشپ کوری نے خرید کرسی، ایم، ایس کی نظر کر دیا تھا۔ اس گھر میں ہنری مارٹن کا شاگرد عبدالمسیح کام کر چکا ہے۔ فانڈر لوگوں میں مسیحیت کی منادی کرتا تھا وہ روزانہ آگرہ کے گردونواح میں جاتا اور بائبل کی تقسیم کرتا اور ہندو و مسلمانوں میں نصرانیت کی تبلیغ کرتا تھا۔

1845ء میں آگرہ کے ایک سرکاری افسر مولانا آل حسن نے میزان الحق کے جواب میں استفسار لکھی، لکھنؤ کے ایک مولانا نے فانڈر کی کتاب مفتاح الاسرار کے جواب میں کشف الاستار لکھی جس کا جواب الجواب فانڈر نے حل الاشکال دیا۔ اور حل الاشکال کا جواب مولوی موئیدالدین صاحب احمد آبادی نے دیا۔

1845ء میں وہ دریائے جمنا کی راہ دہلی پہنچا، یہاں علماء اسلام کے ساتھ شاہی مسجد میں مناظرہ ہوا۔ 1851 میں جرمنی گیا وہاں سے 1853ء میں واپس آیا، یہاں پادری فرنچ جو آگرہ مشن کا پرنسپل تھا پادری فانڈر سے ملاقات ہوئی۔

مولانا رحمت اللہؒ اور فانڈر کا مناظرہ

ایسٹر 1854ء میں آگرہ میں فانڈر کا مناظرہ مولانا رحمت اللہ صاحب سے ہوا۔ (جس کی تفصیل مولانا رحمت اللہ کے حالات میں ملاحظہ ہو) آگرہ کلیسا میں 1854ء میں فانڈر نے ایک پنچایت قائم کی۔ پنچایت کے شرکاء کلیسا منتخب کرتی تھی۔ پنچایت کے ممبر چرچ وارڈن کا کام بھی کرتے تھے اور تادیبی امور کو سرانجام دیتے تھے۔ جب کوئی شخص بپتسمہ چاہتا تھا تو اصطباغ سے پہلے پنچایت کی صلاح لی جاتی تھی، جماعت کے شرکاء باقاعدہ چندے دیتے تھے جس کا انتظام پنچایت کے ہاتھوں میں تھا۔

1854ء میں چرچ مشنری سوسائٹی کے فیصلے کے مطابق پشاور میں مشن قائم کیا۔ جہاں فانڈر اور پادری رابٹ کلارک کو روانہ کیا۔ کلارک اسکول میں کام کرتا تھا اور فانڈر مشنری ورک کرتا تھا، فانڈر نے پشاور کے تمام علماء کو میزان الحق بھیجی تو انہوں نے ہاتھ لگانے سے انکار کر

Marfat.com

دیا۔حافظ محمد عظیم نے عربی میں ذیل کا مکتوب بھیجا:

''آپ کی مرسلہ کتابیں بغیر پڑھے واپس کر رہا ہوں۔خدائے اکبر نے ہم کو صراط مستقیم پر چلایا ہے اور ہمارا علم و عقل اور مکاشفہ اندرونی و بیرونی ثبوت پر قائم ہے پس ہمیں گمراہ لوگوں کی جھوٹی کتابوں سے کچھ تعلق نہیں ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہوا ہو کہ ان کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ چھا گیا ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں عاقل کو اشارہ کافی ہے۔''

ایام غدر 1857ء کے اختتام کے بعد پشاور سے ڈاکٹر فانڈر جرمنی اور سوئزر لینڈ روانہ ہوتا ہوا انگلستان چلا گیا کیونکہ پشاور میں اس کی بیوی کی صحت خراب تھی۔

قسطنطنیہ میں

1858ء میں چرچ مشنری سوسائٹی نے ڈاکٹر فانڈر کو قسطنطنیہ بھیجا جہاں کتب مقدسہ اور دیگر مسیحی کتابیں فروخت و تقسیم کی جاتی تھیں، فانڈر کی فتنہ انگیز طبیعت نے یہاں بھی گل کھلائے جس کے نتیجہ میں مبلغین قید کر لیے گئے اور کتابوں پر پابندیاں عائد کر دی گئیں اور ترکی گورنمنٹ نے ذیل کے احکام صادر کیے:

''ترکی گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اسلام کے خلاف ناپاک حملے برسر بازار یا نج کے طور پر کیے جائیں۔وہ مشنریوں کو یا ان کے کارندوں کو اسلام کے خلاف منادی کی اجازت نہیں دیتی۔اور اس طرح کی ہر کوشش ترکی گورنمنٹ کی نظر میں قومی مذہب پر حملہ تصور کیا جائے گا۔وہ کسی مباحثہ کی کتاب کو برسر بازار یا نج کے طور پر تقسیم کرنے یا فروخت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔''

برطانوی سفیر نے ان احکام پر رضامندی ظاہر کر دی۔1865ء میں اپنے بیوی بچوں کو فانڈر انگلستان چھوڑنے چلا گیا۔

1870ء میں فرنچ ملتان گیا تو وہاں کے ایک عالم نے جو مولوی رحمۃ اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں کے دوست تھے اس کو بتایا کہ قسطنطنیہ میں ڈاکٹر فانڈر کے قلع قمع کرنے کے لیے مولانا رحمت اللہ بھیجے گئے ہیں۔(صلیب کے علم بردار مصنفہ پادری برکت اللہ ایم، صفحہ:5تا22)

Marfat.com

وفات

یکم دسمبر 1865ء کو فانڈر نے وفات پائی۔ فانڈر کی قبر انگلستان میں ہیم مقام پر ہے۔
پادری فانڈر کی کتابیں جو انگریزی، فارسی، اردو اور عربی زبانوں میں ہیں۔:

(1) میزان الحق (2) طریق الحیات (3) مفتاح الاسرار (4) حل الاشکال

بشپ جارج ایلفر ڈلیفرائے

بشپ جارج ایلفر ڈلیفرائے کے والد کا نام پادری جیفری لیفرائے تھا۔ جو آئرلینڈ میں اگاوَرک میں خادم الدین تھا۔ جارج 11/اگست 1854ء میں پیدا ہوا تھا اس کی مذہبی زندگی بنانے والی اس کی والدہ تھی۔ اسکول میں داخلہ کے بعد وہ لڑکوں کے لیے نمونہ تھا۔ 1874ء میں ٹرنٹی کالج میں داخل ہوا، 1878ء میں اس نے علم الٰہیات درجہ اول میں پاس کیا۔ ان ہی ایام میں جب وہ کیمبرج میں طالب علم تھا تو اس کو وہ لوگ ملے جو دہلی میں کیمبرج مشن قائم کرنے کی تجویز رکھتے تھے۔ بشپ فرنچ اور پروفیسر وسٹکٹ کی ایماء پر مشن 1876ء میں قائم ہوا تھا۔ ڈگری حاصل کرنے کے بعد جارج ایلفر ڈلیفرائے نے کیمبرج میں عبرانی اور فارسی کا مطالعہ شروع کیا۔ 1879ء میں وہ ڈیکن کے عہدہ پر مقرر کیا گیا۔ ہندوستان آتے وقت اس کا ہم سفر پادری ایس ایس آئلنٹ تھا۔ اس سے پہلے کیمبرج کے چار مشنری دہلی میں موجود تھے۔ ان دونوں سے تعداد چھ ہوگئی۔

جارج ایلفر ڈلیفرائے نے مشکل کام ''بشارت'' کا لیا۔ 1880ء میں وہ مہرولی قصبہ کے ایک مکان میں رہنے لگا۔ 1888ء میں دہلی کا مشن کالج کھولا گیا۔ ایس پی جی مشن کے مشنریوں نے کیمبرج مشن کے آنے سے پہلے چماروں میں کام شروع کیا ہوا تھا۔ یہ چمار دہلی کی اردگرد کی بستیوں میں رہتے تھے۔ جارج ایلفر ڈلیفرائے ان کے علاوہ مسلمانوں میں بھی کام کرنے لگا۔ وہ کہتا ہے:

گو انجیل سطحی طور پر چماروں میں داخل ہوئی ہے تاہم یہ کامیابی دیگر اقوام میں کام

Marfat.com

کرنے سے روکتی ہے اور کام میں ہر طرف سے مایوسی ہو جاتی ہے۔ ''ہمارے چمار مسیحی'' کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ کیونکہ گو وہ عیسائی ہو جاتے ہیں لیکن وہ غیر مسیحی بھائیوں کے درمیان رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مشرکانہ رسوم سے باز نہیں رہ سکتے۔ جب کوئی ہندو یا مسلمان عیسائی ہو جاتا ہے تو اس کو برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کا حقہ پانی بند ہو جاتا ہے یہ صورت حالات اس کے لیے مشکلات پیدا کر دیتی ہیں۔ ایسی مشکلات چمار مسیحیوں کو پیش نہیں ہوتیں، وہ مسیحی ہونے کے بعد اپنے ہی بھائی بندوں میں رہتے ہیں ان کے مخرب اخلاق گیت سنتے ہیں۔ ان کی مشرکانہ رسوم میں شریک ہوتے ہیں اور چونکہ مذہبی معاملات سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے انجیل کا خمیر ان میں اثر نہیں کرتا۔ ایک تجویز ہے کہ مسیحی چماروں کی بستی الگ قائم کی جائے۔ آٹھ گھر اس غرض کے لیے تعمیر کیے گئے ہیں اور ان پر تین پابندیاں لگائی گئی ہیں اول یہ کہ اتوار کے دن کوئی کام نہ کریں، دوئم پیدائش شادی اور موت پر مسیحی رسوم ادا کی جائیں، سوم وہ چرس کے استعمال سے پرہیز کریں، دریا گنج کے مسیحی چماروں کی ایک پنچایت منعقد ہوئی اور رات کے ساڑھے بارہ بجے اس معاملہ پر بحث شروع ہوئی بالآخر گنگا کا پانی لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ جن مشرکانہ رسوم کی پیروی کرنا چاہتے ہیں وہ اس کو اٹھائیں لیکن جو مسیحی رسوم پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ علیحدہ ہو جائیں صبح ساڑھے سات بجے تک یہ بحث جاری رہی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد مرتد ہو گئی اور معدودے چند گرجا گھر میں عبادت کے لیے جمع ہو گئے، وہ مسیحی بستی میں رہنے لگے کئی سالوں کے کام پر اس طرح پانی پھر گیا۔ (اسٹوری آف دہلی مشن)

1885ء میں بکر سیٹھ بیماری کی وجہ سے کیمبرج مشن سے مستعفی ہو گیا اور تندرست ہونے کے بعد اس نے عربی سیکھی، قرآن اور اسلامی کتب تفسیر سے واقف ہو گیا۔ بازاری منادی کرتا تھا، رات دن اسی کام میں مصروف رہتا تھا، رات میں اندھیرے کی وجہ سے مسجدوں میں بحث کرتا تھا، جمعہ کی صبح کو خاص طور پر تین گھنٹے مختلف مسیحی مسائل پر گفتگو کرتا تھا۔ 1890ء میں اس نے بکر سیٹھ ہال بنوایا تھا تا کہ دھوپ بارش آندھی وغیرہ میں لوگ آرام سے بیٹھ کر مسیحی پیغامات سن سکیں۔

Marfat.com

جارج ایلفر ڈلیفرائے اور مولٰینا شرف الحق کا مناظرہ

جارج ایلفر ڈلیفرائے کے لکچروں کا عوام میں زور بڑھ رہا تھا۔ وہ طالبعلموں کو ورغلاتا تھا۔ چنانچہ دہلی کے مشہور و معروف مناظر ردِّ نصاریٰ کے یدِ طولی رکھنے والے مولٰینا شرف الحق صاحب نے اس کا زور توڑنے کے لیے مناظرہ کی دعوت دی۔ مناظرہ دسمبر 1890 میں مسجد فتحپوری کے اندر ہوا۔ جو تین تاریخوں تک ہوتا رہا۔ اس میں جارج ایلفر ڈلیفرائے کو مولانا نے بھری سبھا میں شکست فاش دی۔ جارج ایلفر ڈلیفرائے نے تسلیم کیا کہ انجیل میں تحریف ہوئی، یہ اعتراف نامہ اس نے اسی مجمع عام میں لکھ کر مولانا موصوف کو دیا۔ (تفصیل مولانا کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں)

جارج ایلفر ڈلیفرائے دہلی کی میونسپل کمیٹی کا ممبر بھی رہا۔ 1895ء میں کتاب الصلوٰۃ کے اردو ترجمہ کی نظر ثانی میرٹھ میں ہوئی کیونکہ نشست مرتخ کا ترجمہ عربی اور فارسی مغلق الفاظ سے بھرا ہوا تھا۔ اس ترجمہ کمیٹی کا ممبر جارج ایلفر ڈلیفرائے تھا۔

دہلی میں بیس سال تک مبشر کا کام کرنے کے بعد 1899ء میں وہ لاہور کا اسقفتور کیا گیا۔ 1900ء میں اس اسقفی کونسل کی بنیاد رکھی تا کہ وہ دیگر خادم الدینوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کر کے علاقہ کا انتظام کرے اب یہ کونسل ایک مستقل تنظیم شدہ کونسل ہے لیکن جارج ایلفر ڈلیفرائے پہلا شخص تھا جس نے اس کو شروع کیا۔

جارج ایلفر ڈلیفرائے کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ فوج میں قمار بازی، شراب خوری اور زنا کم ہو، اس نے لارڈ کچز سے بہت سی باتوں کو منظور کرایا۔ لارڈ کچز سے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ سر مسکیمو تھرنگ کا خاص دوست تھا۔

1909ء میں بشپ جارج ایلفر ڈلیفرائے نے ایک ہندوستانی آرچڈنکن مقرر کرنا چاہا، یعنی رابرٹ کلارک کو تو، گورنمنٹ نے اس تجویز کی مخالفت کی لیکن لیفرائے نے یہ کہہ کر کہ ہندوستانی آرچڈنکن ہندوستانی جماعت کا ہوگا۔ پادری احسان اللہ کو آرچڈنکن مقرر کیا۔

Marfat.com

1904ء میں اس نے انجیل جلیل کی تفسیروں کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ اس سلسلہ کا جنرل ایڈیٹر تھا۔

1912ء میں کلکتہ کا بشپ کوپلیٹن اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا، تمام اسقفوں میں جارج ایلفر ڈلیفرائے ہی اس لائق سمجھا گیا کہ کلکتہ کا بشپ بنایا جائے۔ کلیسا و گورنمنٹ دونوں کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ لارڈ مارلے اس کا مداح تھا۔ اس نے ایک دفعہ لارڈ منٹو وائسرائے کو لکھا کہ کل بشپ جارج ایلفر ڈلیفرائے مجھ سے ملنے کے لیے آئے، وہ ان معدودے چند آدمیوں میں سے ہیں جن میں بڑی کشش ہے۔ اس کی ملاقات سے میں نہایت محظوظ اور اتنا متاثر ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو گیا ہوں۔

کلکتہ کا بشپ مقرر ہوتے ہی اس نے بنگالی زبان کی تحصیل شروع کی، چونکہ وہ اردو ہندی زبانوں سے بخوبی واقف تھا، اس کا خیال تھا کہ وہ اب بنگالی بھی سیکھ لے گا چنانچہ اس نے اس زبان میں بھی کافی مہارت حاصل کر لی۔ لیکن اس کی صحت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ یکم جنوری 1919ء میں فوت ہو گیا۔

طامس والپی فرنچ

طامس والپی فرنچ پادری پیٹر فرنچ کے صاحبزادے تھے۔ 1825ء میں نوروز کے دن پیدا ہوئے ان کی والدہ کا نام کنوار پنے میں پنی لوپ بیلا والپی تھا جس کی وجہ سے ان کا نام والپی رکھا گیا۔ پیدائش آبی واقع برٹن لب دریائے ٹرنٹ ہوئی۔ جہاں ان کے والد خادم الدین تھے۔ فرنچ نے پہلے ایک سال تک گریمر اسکول واقع ریڈنگ میں تعلیم پائی اس کے بعد رگبی اسکول میں داخل ہوئے۔ 1846ء میں انہوں نے امتحان میں اول درجہ کی کامیابی حاصل کی۔ دو برس کے بعد لاطینی زبان میں ایک مضمون کے صلہ میں ان کو چین سلر کا انعام ملا۔ اسی سال ان کا تقرر ڈیکن کے درجہ پر کیا گیا۔ اور وہ برٹن میں اپنے باپ کے اسسٹنٹ بنے اور 1849ء میں ان کا تقرر ڈیسیس کے عہدہ پر ہوا۔

اپریل 1850ء میں اپنی درخواست چرچ مشنری سوسائٹی کو روانہ کر دی اور ہندوستان

Marfat.com

تبلیغ کرنے کے لیے آکسفورڈ سے دستبردار ہو گئے، ان کا ایسا کرنا دیدہ دانستہ عزت و آرام کا ترک کرنا تھا، کیونکہ وہ اپنی یونیورسٹی میں بڑا مرتبہ حاصل کرتے۔ سوسائٹی نے ان کی درخواست منظور کی اور آگرہ میں جو مشن کالج قائم ہونے والا تھا اس کا پرنسپل کر دیا۔ یہ ستمبر 1850ء میں جہاز پر سوار ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور تخمیناً چار ہفتہ کا سفر طے کر کے دوسری جنوری کو کلکتہ پہنچے۔ 13 رفروری 1851ء کو آگرہ پہنچے۔ اور یہاں فرنچ نے آٹھ برس کام کیا۔ اس شہر میں چرچ آف انگلینڈ کے متعلق مشن کا کام 1812ء میں اس وقت شروع ہوا جب کہ آرچ ڈیکن دانیال گوری عبدالمسیح کو یہاں لایا۔ صرف یہی ایک شخص تھا جو پادری ہنری مارٹن کی کوشش سے مسیحی ہوا تھا اس کی وفات نے 1927ء میں مشن کا کام ملتوی کرنے پر مجبور کیا۔

1837ء میں مشن کا کام پھر شروع ہوا اس وقت سخت قحط سالی تھی۔ اور بہت سے یتیم بچے مشنریوں کے سپرد کیے گئے۔ جس کے واسطے ایک یتیم خانہ سکندرہ میں قائم کیا گیا۔ جب 1851ء میں اس کی اعلیٰ تعلیم کا آغاز سینٹ جانز کالج کے قائم کرنے کی وجہ سے ہوا تب مشن گویا تیسرے درجہ پر پہنچا۔

فرنچ کو غیر زبانیں سیکھنے کا بہت شوق تھا، اس لیے اس کو غیر زبانوں کی واقفیت رکھنے کی وجہ سے 'ہفت زبان پادری'' کا لقب دیا گیا، وہ اپنا زیادہ وقت زبانوں کے جاننے اور زبانیں سکھانے میں گزارتا تھا۔ فرنچ کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کالج کلیسا کے خادمانِ دین کی تربیت کا مقام ہو۔ چنانچہ انہوں نے سات برس کام کرنے کے بعد مجھے لکھا کہ اگر ایک خادم بھی یہاں سے پیدا ہوا تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ جو محنت میں نے کالج پر کی ہے اس کا بدلہ مجھے مل گیا۔ یہ خوشی سب کو حاصل ہوئی اور ایک طالب علم مادھو رام جبل پور کی ایک جماعت کا پاسبان مقرر ہوا۔

فرنچ بازاروں میں مسیحیت کی تبلیغ کرتا تھا۔ چنانچہ یہی وہ فرنچ ہے جس نے مولانا رحمت اللہ اور پادری فانڈر کے مناظرہ کا اہتمام کیا۔ اور پادری فانڈر کے ساتھ معاون کی حیثیت سے مناظرہ میں شامل ہوا۔ پادری فرنچ پادری فانڈر کا بڑا مداح و معتقد تھا دوست تھا۔ فرنچ بازاروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی جاتا تھا اور تبلیغ مسیحیت کرتا تھا۔

Marfat.com

غدر 1857ء میں اس نے سکندرہ کی بستیوں کے عیسائیوں سے قابل تعریف سلوک کیا۔ جس سے اس نے ہندوستان کے مسیحیوں میں جگہ پالی، اس اثناء میں اس کی بیوی قلعہ میں رہنے کی وجہ سے بیمار ہوگئی جس کی وجہ سے 1959ء میں وہ ولایت چلے گئے۔ 1862ء میں ہندوستان آیا جہاں اس کو سرحدی ضلع میں مشن کا کام سپرد کیا گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خاں میں دریا کے کنارے وہ منادی کرتے تھے۔ یہاں کے افغان پکے نمازی اور مسلمان تھے۔ فرنچ کے قبضہ میں نہ آئے بلکہ وہ اس ضلع میں زیادہ نہ رہ سکا اور جنگل میں لو لگنے کی وجہ سے ولایت چلا گیا۔

فرنچ 1877ء میں ملتان گئے۔ یہاں ہمیشہ مشن کے کام کی سخت مخالفت ہوتی تھی۔ 5/نومبر 1870ء میں انہوں نے جہاں باغ ملتان میں کالج قائم کرنے کے لیے زمین خریدی جس میں طلباء نومبر 1870ء سے داخل ہونا شروع ہو گئے۔ 15/دسمبر 1872ء کا روز کالج کی تاریخ میں بڑی خوشی کا دن تھا۔ کیونکہ اس روز بشپ لمن نے کالج کے دو طالبعلموں کو پہلی دفعہ خادمِ دین بنایا یہ جان ولیم اور امام شاہ تھے۔

4/دسمبر 1877ء میں فرنچ لاہور کے بشپ بنائے گئے۔ انہوں نے پہلا کام گرجا بنانے کا کیا۔ اور دو لاکھ روپیہ چندہ کرنے کی اپیل کی۔ دسمبر 1882ء میں ان کو چرچ مشنری سوسائٹی کا معائنہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا وہ وہاں کی تبلیغ مسیحیت کی مخالفت کا ذکر کرتے ہیں۔

"بیشک شہزادہ صاحب اس وقت دینی آزادی کی حمایت میں دلیری کرنا چاہتے ہیں لیکن شیخ الاسلام جو اس ملک میں اسلام کے بڑے صاحب اختیار مجتہد ہیں اور حتی الامکان اعلانیہ ان کا (مشنریوں) کا مقابلہ کرتے ہیں ڈاکٹر بروس صاحب اور میں آج دوپہر کے بعد مسجد میں جو تین میل کے فاصلے پر واقع ہے سوار ہو کر گئے اور ان کے پاس ایک گھنٹہ تک رہے انہوں نے مصمم ارادہ ظاہر کیا کہ اصفہان میں کتب مقدسہ کے نسخوں کی فروخت بند کردیں گے۔ کتب مقدسہ کی فروخت کی شکایت کرتے ہوئے وہ بحث میں گرم اور تیز ہو گئے۔ ہم نے بہت کچھ ان سے سوال کیا کہ انجیل کے پھیلانے میں آزادی ہونی چاہیے لیکن وہ پرلے درجہ کے سخت دل اور بدمزاج معلوم ہوتے تھے بہت سے ملا ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور

Marfat.com

خوشامد کر کے ان کو ابھارتے تھے۔ ہمارے واسطے تسلی کی بات صرف یہ ہے کہ خدا کا کلام مقید نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے، کل انہوں نے کتب فروش کو گرفتار کرایا، لیکن آخر کا یہ حکم دے کر نہ یہ یسوع کے نام کی منادی کرتا اور نہ اس کی نسبت بات کرتا اسے چھوڑ دیا۔

1874ء میں ایک گرجا کی بنیاد ڈالی جس پر چالیس ہزار روپے صرف بنیاد پر خرچ ہوئے اس گرجا کا نام کیتھڈرل گرجا تھا۔ جولائی 1886ء میں فرنچ نے صحت خرابی کی وجہ سے استعفیٰ 22/دسمبر 1887ء کو بشپ شب سے دیا۔ وہ پورے دس سال اس عہدہ پر مامور رہے۔ 6/جنوری 1888ء کو وہ انگلستان چلے گئے۔ ہندوستان سے ان کا تعلق منقطع ہو گیا۔

1890ء میں وہ مصر میں ٹیونس گئے اور مسقط پہنچے۔ چونکہ مسقط میں گزارہ کے لیے مکان ملنا دشوار تھا۔ اس واسطے فرنچ مرّا میں جو ایک قصبہ مسقط سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک مکان جو اس کو سکونت کے وقت پیش کیا گیا تھا لے لیا۔ فرنچ یہاں تبلیغ مسیحیت کیساتھ عربی کے مطالعے میں زیادہ تر مصروف رہے۔ مسقط میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

لاہور کے اسقفی گرجا میں ایک پیتل کی تختی پر عبارت ذیل کندہ ہے:

''ٹامس والپی فرنچ ڈی ڈی کا جو یونیورسٹی کالج واقع آکسفورڈ کے سابق فیلو اور اسقفی گرجا کے بانی تھے۔ 1851ء سے جب وہ ہندوستان میں آئے خدا کی کلیسا کی دینی خدمت کرتے رہے۔ اول صبر و شکر کے ساتھ شمال و مغربی اضلاع اور پنجاب میں بحیثیت مشنری ہونے کے اور اس کے وہ دس بحیثیت اس علاقہ کے بشپ ہونے کے 1877ء سے 1887 تک رہے بشپ ممدوح نے مسقط واقع ملک عرب میں مسیح کی بادشاہت کا ایک تنہا شاہد بن کر بتاریخ 14/مئی 1891ء کو انتقال کیا۔ (تذکرہ بشپ فرنچ، تاراچند، لائف آف ٹی وی فرنچ از برک)

پادری چارلس ولیم فورمن

چارلس ولیم فورمن صوبہ کن ٹکی کے شہر واشنگٹن سے آدھ میل باہر 3/مارچ 1821ء میں پیدا ہوا۔ اس کے آباء واجداد 1645ء میں بشپ لارڈ کے مظالم سے تنگ آ کر امریکہ

Marfat.com

نقل مکانی کر گئے یہاں کے ڈچ حکام نے ان کی خوش آمدید کی اور لونگ آئی لینڈ میں ان کو جاگیر بھی عطا کی۔ امریکہ کی جنگ آزادی میں اس خاندان کے تیرہ شرکاء شریک تھے۔ یہ خاندان آزادی سے محبت رکھنے کے لیے مشہور تھا۔

ان دنوں غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اور فورمن کا خاندان غلام رکھتا تھا۔ اس نے اشتہار دیا کہ جو غلام اپنے مالک کی اجازت سے پڑھنا چاہے اس کو میں گرجا میں پڑھاؤں گا۔ جب وہ گرجا میں گیا تو غلاموں کی کثیر تعداد پائی۔ اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ تبلیغی زندگی گزارے گا چنانچہ وہ سنٹرل کالج کن ٹکی میں اور پرنسٹن تھولوجیکل میں سات سال تک پڑھتا رہا۔

جنوری 1848ء میں کلکتہ میں آ کر فورمن ڈاکٹر وف کا مہمان ہوا، اس نے انگریزی زبان میں اسکول کھولنے کا فیصلہ کیا، کلکتہ سے پنجاب گیا اور تسخیر پنجاب سے چند ماہ پہلے وہ لدھیانہ پہنچ گیا۔

لدھیانہ 1834ء میں پادری جان لوری آ چکا تھا۔ اس کے ایک سال بعد پادری نیوٹن اور اس کی بیوی 1835ء میں امریکن برسبیٹرین مشن کے مشنری ہو کر پہلے پہل آئے، ان دنوں لدھیانہ سرحدی شہر تھا۔ کیونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت کے درمیان دریائے ستلج حائل تھا۔

سکھوں کی پہلی لڑائی کے بعد 1846ء کے آغاز میں چوتھی ایسٹ انڈیا کمپنی نے جالندھر دوآبے پر قبضہ کر لیا۔ امریکن مشن نے لدھیانہ سے جالندھر شہر میں اپنے مناظر اور واعظ بھیجے۔ مسٹر پورٹر اور مسٹر گولک ناتھ وہاں گئے پورٹر نے وہاں مشن کمپونڈ کے لیے زمین خریدی جو شہر کے نزدیک تھی۔ مسٹر گولک ناتھ کو جالندھر میں متعین کیا گیا۔

1849ء میں جونہی پنجاب انگریزوں کے قبضہ میں آیا، پادری فورمن اور نیوٹن لاہور روانہ کیے گئے، انہوں نے اپنی رپورٹ سالانہ اجلاس میں پیش کی جس کے بعد وہ لاہور کے انچارج بنائے گئے انہوں نے چندہ کیا، پہلے بیرون بھاٹی دروازہ میں اسکول شروع کیا۔

Marfat.com

پادری نیوٹن مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حویلی میں ایک سال تک رہا۔ مضر صحت ہونے کی وجہ سے راجہ کا دوسرا مکان جو اس نے غیر فرانسیسی اطالوی جرنیلوں کے لیے بنوایا تھا، اس احاطہ کے اندر ایک پرانی قبر تھی جس پر ایک بڑا گنبد تھا۔ اس قبر کے چوگرد محراب دار کمرے تھے۔ یہ محرابیں بند کی گئیں اور ان میں خشت اور کھڑکیاں وغیرہ لگا دی گئیں اور ان کمروں میں پادری فورمن نے رہائش اختیار کی۔

ان دنوں وہاں کے حکام تمام تر عیسائیوں کے نزدیک خدا پرست تھے۔ جنہوں نے پادریوں کی مالی مدد کی اور شاندار خیر مقدم کیا۔ جنوری 1850ء میں اسکول کی ابتداء کی، لڑکوں کو ہر دو پادری پڑھاتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسکول میں اپنے بچوں کو لوگ داخل نہیں کرتے تھے لیکن یہ کام کیے چلا گیا۔ اس کی پانچ شاخیں کھل گئیں تین ماہ میں اسکول کے طلباء کی تعداد 57 ہو گئی تھی۔ مسٹر گورداس مترا بنگالی عیسائی اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے فورمن نے لاہور میں 25 سال تک تعلیمی کام کیا۔ لیکن وہ تبلیغی کام سے خوش ہوتا تھا۔ وہ لوہاری دروازہ دہلی دروازہ چوک جھنڈا رنگ محل ہیرا منڈی اور شارع عام پر کھڑے ہو کر لوگوں کو یسوع کا پیغام روزمرّہ بلا ناغہ سناتا تھا۔ اسکول اور تبلیغ کے علاوہ شہر کی گلی کوچوں میں ہینڈ بل اور کتابیں تقسیم کرتا تھا۔ شہر کے اندر اس نے دہلی دروازہ کے نزدیک ایک شفاخانہ مردوں اور عورتوں کے لیے کھولا۔

مسلمانوں نے اس کی تبلیغ کی طرف توجہ نہیں دی۔ ایک عالم کے شاگرد اعتراضات کر کے اس کا ناطقہ بند کر دیتے تھے۔ بعض اوقات ان عالم سے دو بدو بحث ہوئی، نوجوانوں کے سوالات سے تنگ وہ آجاتا تھا تو اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر لیتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ جوانوں جب تمہاری تھوڑی پر میری طرح بال ہوں گے تب آکر مجھ سے بحث کرنا۔

یہ ٹریکٹ بہت تقسیم کرتا تھا وہ ٹریکٹ اس کے نہیں ہوتے تھے۔ جو کتاب و رسائل پڑھتا ان پر نشان لگا کر ان کو چھپوا کر تقسیم کرتا تھا۔ سالانہ مشنری کے اجلاس میں دیہات میں تبلیغ کرتا، اور کتابیں تقسیم ہوتیں۔

Marfat.com

پادری فورمن ان دنوں ایک پرانی مسجد میں رہتا تھا، اس زمانہ میں لاہور کے مشرق کی جانب کھنڈرات پڑے تھے جن میں سے چند پادری فورمن نے خریدے تھے۔ یہ مسجد ان کھنڈرات میں سے تھی۔

1857ء میں غدر ہوا، لدھیانہ کا گرجا آگ کی نذر کر دیا گیا۔ اور چھاپے خانے اور عیسائیوں کے گھر لوٹ لیے گئے۔ جولائی 1855ء میں فورمن پادری نے جان نیوٹن کی سب سے بڑی لڑکی مارگربٹ سے شادی کی۔ 1864ء میں پادری فورمن کے پاس ایک بڑا اسکول 20 شاخیں اور ایک نائٹ اسکول تھا۔ جس میں 1800 طلبا پڑھتے تھے۔ 1886ء میں مشن اسکول کے تین لڑکے مسیحی ہو گئے اس پر لاہور شہر میں بڑا شور وغوغا ہوا۔ کالج کے طلباء نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ اور کالج میں صرف سات طلباء رہ گئے۔ ہندو مسلمان ہزاروں کی تعداد میں احاطہ مشن میں جمع ہوئے، اس زمانہ میں انیس سال کے بعد فورمن امریکہ رخصت پر گیا۔ کالج کے پرنسپل کے انتقال کی خبر سن کر فورمن ہندوستان واپس آ گیا۔ 1882ء میں پہلی بیوی کے فوت ہوتے ہی شادی کر لی۔

جب فورمن 73 سال کا ہوا۔ تو وہ 1894ء میں موسم سرما کاٹنے کے لیے کسولی گیا۔ تو وہاں بیمار ہو گیا اور 27/ اگست کو فوت ہو گیا۔ وہ قد میں چھ فٹ سے زیادہ لمبا اور چوڑا تھا، اس کی سفید داڑھی چھاتی سے نیچے لٹکتی تھی اس کی آنکھیں نیلی اور کشادہ پیشانی نہایت خوشنما تھی۔ اس کی یادگار میں لاہوری دروازہ کے نزدیک جہاں وہ انجیل کی منادی کرتا تھا فورمن چیبل بنوایا گیا۔ (صلیب کے علمبردار، 82 تا 97)

رابرٹ کلارک

پادری رابرٹ کلارک پادری ہنری کلارک کا بیٹا تھا۔ اس کی ماں انگلستان کے ایک قدیم خاندان کی لڑکی تھی۔ وہ 4/ جولائی 1825ء میں مقام ہارمسٹن میں پیدا ہوا، جب جوان ہوا تو تجارت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جرمن گیا۔ 1842ء میں انگلستان آ کر لورپول کے ایک تاجر کے ہاں ملازم ہو گیا۔ مذہبی جذبات کے غلبہ کے ماتحت اس کے

Marfat.com

والدین نے اس کو کیمبرج یونیورسٹی میں داخل کر دیا۔ 1850ء میں اس نے بی اے کیا۔ 1850ء میں جب کہ انگریزوں نے پنجاب پر نیا نیا قبضہ کیا۔ چرچ مشن سوسائٹی کے رابرٹ کلارک اور پادری ٹامس ہنری فنڈ پیٹرک اور اس کی بیوی کو پنجاب ۔کے لیے مشنری مقرر کیا۔4/جنوری1852ءکو رابرٹ کلارک کو کلکتہ بھیجا گیا اور اپریل میں امرتسر۔

رابرٹ کلارک سے قبل لدھیانہ میں 1836ء کے اندر امریکن پرسٹیرین مشن کا کام کر رہا تھا۔ مستقل کام 1849ء میں پادری نیوٹن اور پادری فورمن اور پادری گولک ناتھ نے شروع کیا۔ رابرٹ کلارک کے امرتسر پہنچنے پر پنجاب کے مشنریوں کی اس نے مدد کی، مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ایک چھوٹا سا گھر اس کو رہنے کے لیے ملا۔ ہندوستانی مشنری بھی خاص طور پر پادری عماد الدین اور دوسرا داؤد سنگھ بھی ہم خدمت بن گئے اور یہی خاص کارکن رابرٹ کلارک کے مانے جاتے تھے۔

اپریل 1852ء میں امرتسر کے اندر ایک اسکول کھولا، اور 1852ء میں شہر کی فصیل کے باہر ایک قطعہ زمین خریدا جہاں عیسائیوں کے لیے گھر بنائے گئے اور باغ لگائے گئے۔ چنانچہ امرتسر مرکزی مقام دریائے ستلج اور پشاور کے درمیان شہروں اور قصبوں، گاؤں میں انجیل کا سبق پہنچانے کے لیے بنایا گیا۔ چنانچہ 2/نومبر 1852ء میں رابرٹ کلارک پشاور پہنچا، اس وقت پشاور پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ وہاں کے سر ہربرٹ ایڈورڈ چیف کمشنر نے مشنریوں کو دعوت تبلیغ کے لیے مدعو کیا اور گرجا میں وعظ کرایا۔ پشاور اس زمانہ میں پرآشوب شہر بنا ہوا تھا۔ پادری قتل کر دیے جاتے تھے اور ان کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ رابرٹ کلارک نے یہاں تیس ہزار روپیہ جمع کر کے مشن کی بنیاد ڈالی۔ 1854ء میں ربرٹ کلارک کشمیر، لداخ، اسکاردو، مغربی تبت اور تبت خورد کا علاقہ دیکھنے کے لیے گیا۔ اس کے ساتھ تین ہندوستانی مسیحی سلیمان، شمعون، یعقوب تھے۔ وہ ہر جگہ ٹریکٹ اور کتب تقسیم کرتے تھے۔

رابرٹ کلارک کو 1855 میں پشاور مشن کا انچارج بنا کر بھیجا گیا۔ جہاں 4/مئی 1855ء میں اس نے ایک ہائی اسکول کھولا اور بازاروں میں مسیحیت کی منادی کرنے لگا۔

Marfat.com

تھوڑے عرصہ کے بعد اس کا ساتھی فانڈر بنا دیا گیا۔ انہوں نے پشاور میں اور اس کے اردگرد ونواح کے دیہات میں انجیل کی منادی کی۔

24 رفروری 1857ء کو کلارک چھٹی پر انگلستان چلا گیا، غدر کا زمانہ تھا اس نے شادی کر لی ایک سال کے بعد وہ 8 رفروری 1859ء میں پشاور پہنچا، کلارک کی بیوی نے عورتوں میں مشن کا کام شروع کر دیا۔ کلارک کی مدد کے لیے دو مشنری اور بھیجے گئے۔ ایک شہر پشاو اور گردونواح کے دیہات میں منادی کے لیے اور دوسرا روجر کلارک اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر کیے گئے۔

1864ء میں کلارک کشمیر گیا تا کہ وہاں مشن قائم کرے، یہاں مشن کی سخت مخالفت ہوئی۔ جو مسیحی تبلیغ کرتے تھے ان کو سزا دی جاتی تھی اور قید کر دیا جاتا تھا۔ جب عیسائیوں کی حرکتیں اس حد تک پہنچ گئیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو عیسائی بنانے لگے تو کشمیر کے راجہ نے حکم دیا کہ کلارک کشمیر میں قدم نہ رکھے اور تبلیغی کام نہ کرے۔ چنانچہ کلارک کو وہاں سے جانا پڑا۔ اور امرتسر میں لگا دیا گیا اس نے 1863ء میں پنجاب مشنری کانفرنس میں میڈیکل مشن کھولنے کی تجویز کی جس کا تعلق کلیسا کے ساتھ تھا۔

رابرٹ کلارک اس بات کے خلاف تھا کہ ہندوستانی مسیحی کو شہر سے دور رکھا جائے بلکہ شہر کے اندر اس کو رکھنا چاہیے چنانچہ اس نے امرتسر کے شہر میں مختلف مقامات میں عیسائیوں کو بسایا، اور خود شہر میں سکونت اختیار کی اور اس کے قریب ایک سرائے اور مکان بنوایا اور دکانیں بھی بنوائیں جن میں دو کانیں، کتب خانے اور ریڈنگ روم کے لیے مخصوص کیں۔ یہی وہ پادری ہے جس نے پادری عماد الدین کو بپتسمہ دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی اور عبداللہ آتم سے 1893ء میں پندرہ روز کے مناظرے کے بعد شکست کھائی۔ نومرویدوں کی روزی کمانے کے لیے یتیم خانوں میں کلارک نے دستکاری سکھانے کا سلسلہ شروع کیا اور مختلف کاروبار کرنے کے لیے ایک گاؤں آباد کیا، اس غرض کے لیے اس نے سرکار سے انیس سو ایکڑ زمین لی اور گاؤں کا نام کلارک آباد رکھا گیا۔ 1868ء میں آخر کلارک میڈیکل مشن قائم کرنے میں

Marfat.com

کامیاب ہوگیا، اس نے امرتسر میں اس کی بنیاد رکھدی۔ رابرٹ کلارک کی والدہ کے انتقال اور صحت کی خرابی کی وجہ سے 1869ء میں انگلستان چھٹی پر چلا گیا۔

1869ء میں پادری فرنچ اور پادری نوٹ نے لاہور میں علم الٰہیات کی ابتدا کی تو کلارک ان کی مدد کے لیے لاہور پہنچ گیا۔ اس کالج میں امریکن مشن اور چرچ آف اسکاٹ لینڈ والوں نے اپنے طلباء پڑھنے کے لیے بھیجے اور اس طرح مختلف مشنوں کے پنجابی مشنریوں نے کلارک سے علم الٰہیات حاصل کیا۔ 1871ء میں کلارک نے ڈیونٹی کالج اور دیسی عیسائیوں نے لڑکیوں کا ایک اسکول کھولا۔ اور کتب کی طباعت اور فروخت کا بھی انتظام کیا، اسی نے امریکن مشن والوں کے ساتھ مل کر پنجاب ریجیس بک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ کلارک اس کا پہلا سکریٹری تھا۔ کلارک بائبل سوسائٹی کا بھی کلرک تھا۔ 1874ء میں کلارک نے کتب مقدسہ کے بعض حصوں پر اردو میں تفسیریں لکھیں اس غرض کے لیے اس نے پادری عماد الدین کو اپنے ساتھ شامل کرلیا تھا۔ کلید تورات اسی وقت لکھی گئی۔ مارچ 1874ء میں پنڈت نرائن داس کو کلارک نے بپتسمہ دیا۔ جس طرح پادری عماد الدین مسلمانوں کو بہکانے کے لیے مقرر تھا اسی طرح پنڈت کھڑک سنگھ اہل ہنود کے مباحثے اور مناظرے کے کام پر مامور تھا۔ 1878ء میں بیماری کی وجہ سے کلارک انگلستان گیا، واپس آنے پر چرچ مشنری سوسائٹی کا سکریٹری بنا دیا گیا۔ 1882ء میں گورنمنٹ نے اسے پنجاب یونیورسٹی کا فیلو مقرر کیا۔ مارچ میں اس نے سکریٹری کا کام چھوڑ دیا۔ یکم مئی 1900ء کو موسم گرما کاٹنے کے لیے وہ کسولی گیا جہاں اس کی صحت خراب ہوگئی، اور وہ 16 رمئی 1900ء کو بدھ کے روز انتقال کر گیا۔

پادری عماد الدین حکیم الٰہی

یہ پانی پت کے رہنے والے ہیں، ان کے والد چراغ الدین پادری عماد الدین کی طرح عیسائی ہوگئے تھے لیکن پھر بعد میں اسلام لے آئے (کوہ نور لاہور 18 رستمبر 1869ء)

ان کے بھائی منشی خیر الدین نے بھی یہی کھیل کھیلا۔ عیسائیت کا چولا پہنا، انفصال خیر

Marfat.com

1868ء میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں اپنے عیسائی بننے کی وجہ اور اسلام اور نصرانیت کا مقابلہ کیا اور اسلام اور اس کے بانی محمد رسول اللہ ﷺ کی مذمت کی اور تمسخر اڑایا، قرآن مجید کی اہانت کی، لیکن زیادہ خوش قسمت ثابت نہ ہو سکے پھر مسلمان ہو گئے۔ (پنجابی اخبار لاہور 24 رجنوری 1874ء، ص 11 نمبر 4 جلد 1، کوہ نور 24 رجنوری 1874ء)

یہی منشی خیر الدین صاحب ہیں جنہوں نے اپنے نسب نامے کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا اور عماد الدین کا نسب حضرت جمال الدین قطب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے اس سلسلہ میں منشور محمدی کا تحقیقی مقالہ جو مذکورہ نسب نامہ کی تحقیق میں لکھا ہے دلچسپی سے خالی نہیں ہے اور قابل مطالعہ ہے اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عماد الدین کا تعلق ہانسوی خاندان سے کتنا ہے۔

''پادری عماد الدین کے حقیقی بھائی خیر الدین لکھتے ہیں: کہ

پادری عماد الدین نے ایک کتاب واقعات عمادیہ میں لکھی ہے جس میں اپنا نسبی سلسلہ حضرت جمال الدین قطب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاتے ہیں، اگر کوئی ہندوستانی اس واقعہ کی تحقیقات کرے تو ان کی یہ تحریر باطل ٹھہرے گی۔ اگر عماد الدین کو اپنا حسب نسب بدلنا تھا تو شیخ جمال الدین ہانسوی سے نہ جوڑتے ان کو یہ سلسلہ کسی حواری فرضی طمطاؤس یا پلوس سے ملانا چاہیے تھا۔ کیونکہ اگر کوئی محقق تحقیق کرے گا تو ان کو ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

اب دیکھیے صفحہ اول واقعات عمادیہ مطبوعہ آفتاب پنجاب لاہور 1866ء اس میں جتنی پشتیں جناب جمال الدین قطب الدین ہانسوی سے ملاتے ہیں وہ یوں ہیں:

''جمال الدین قطب ان کے بیٹے جلال الدین ان کے بیٹے فتح محمد ان کے بیٹے محمد سرداران کے بیٹے محمد فاضل ان کے بیٹے سراج الدین ان کے بیٹے عماد الدین۔''

یہ تحریر ان کی بالکل غلط اور جھوٹی ہے معلوم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی تمام تصنیفات ہیں۔ کتاب اخبار الاخیار مولانا عبدالحق کی تصنیف صفحہ 89 ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

شیخ جمال الدین کے ایک بیٹے شیخ برہان الدین صوفی ہوئے اور ایک بیٹے ان کے قطب الدین مشہور ہوئے اور ان کے ایک بیٹے شیخ نور الدین ہوئے پھر یہ جلال الدین اور فتح محمد اور محمد سردار اگر ان کی اولاد ہوتے تو ضرور اس کتاب میں ان کا اندراج ہوتا۔ اس دھوکے اور تحریر سے کیا فائدہ۔ (منشور محمدی بنگلور یکم شوال 1291ھ)

یہ پانی پتی صاحب کیا تھے اس کے بارے میں بھی صاف طور پر ''منشور محمدی'' اس دور کا مشہور و مستند و تاریخی اخبار لکھتا ہے:

''پادری عماد الدین ذات کے تیلی ہیں ان کے والد نے یہ پیشہ ترک کر دیا تھا۔ ہزاروں آدمی پانی پت کے رہنے والے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور جب مدرسہ میں آپس میں ہنستے اور مذاق کرتے ہیں تو تیلی کا لونڈا ان کو کہا جاتا تھا۔

یہ بات اس قدر مستند تواتر کی حد پر پہنچ گئی تھی کہ ہر شخص واقف تھا چنانچہ جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اعجاز عیسوی کے جواب میں پادری صاحب نے ہدایت المسلمین لکھی تو جواب دینے والوں نے اپنے جواب میں اس نسلی رشتہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ طعناً فرماتے ہیں:

کہاں راجہ بھوج اور کلوا تیلی

جہاں میں رشکِ مزعفر اگر کھلی ہو جائے تو کیا عجب ہے کہ تیلن بکاؤلی ہو جائے

ان کی تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا تھا:

اردو کتاب میں اور انگریزی میں گفتگو میں آدھی تلی آدھی سرسوں اور اس پر مشعل کی بو دماغ میں یہ سمائی کہ اعجاز عیسوی پر فروغ پانے کا دعویٰ (عقوبت الضالین مولانا ابو المنصور 4،5)

نہ کڑوا اور نہ میٹھا کلام پائے فروغ تیل عطر پر کب لا کلام پائے فروغ

یہی خاندانی تعلق پادری عماد الدین کے ہم مشرب پادری کریون ہدایت المسلمین پر تبصرہ کرتے ہوئے ظاہر کرتے ہیں:

''اگر 1857ء کے مانند پھر غدر ہوتا تو اس شخص پادری عماد الدین کی بدعنوانیوں اور بیہودہ گویوں سے ہوگا جوان کو باہر پندرہ روپے کو بھی کوئی نہ پوچھے اور مشن میں 70 روپے

Marfat.com

ماہوار اور کوٹھی ملے جس کے احاطے کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولہو بھی بنالیں ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہیے۔ (شمس الاخبار 15/اکتوبر 1885ء)

یہ اس دور کی پھبتی بازیاں ہیں اب اس سے کیا واسطہ ہے بہر حال پادری عماد الدین کچھ بھی ہوں ان کو پندرہ سال کی عمر میں تحصیل علم کے لیے اکبر آباد بھیجا گیا، ان ہی دنوں میں چند مسیحیوں کی صحبت آپ کو حاصل ہوئی، اس کا کچھ اثر لیا، اسی اثناء میں آپ کو مسٹر میلن ناش ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول سے تبادلۂ خیالات کرنے کا اتفاق ہوا، اور ان سے باقاعدہ انجیل پڑھنا شروع کیا۔ اور مسیحی لٹریچر پڑھا۔ کتابی وتقریری دباؤ کا اثر اس قدر غالب ہوا کہ انہوں نے 29/اپریل 1886ء کو شہر امرتسر میں پادری رابرٹ کلارک کے ہاتھ سے بپتسمہ لیا، اور عیسائی بن گئے اہلیہ پر بھی زور ڈالا تو کچھ عرصہ کے بعد مجبوراً وہ بھی پانچ بیٹیوں کے ساتھ عیسائی ہوگئیں۔ پادری صاحب دو سال تک سرکاری ملازمت پر رہے۔ اس کے بعد خادم دین کا کام اختیار کیا جس میں آپ گھر گھر جاتے تھے اور تبلیغ مسیحیت کرتے تھے۔ خاص طور پر امرتسر کے مسیحی محلے میں ہر شام چلے جاتے تھے اور رات کے دس بجے تک وہیں بیٹھے رہتے تھے اور تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد انہیں ایک مغربی دارالعلوم کی طرف سے ڈی ڈی یعنی حکیم الٰہی کی ڈگری عطا ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدمت کے آخری حصہ میں امرتسر کی فضا ان کی شخصیت کے لیے کچھ غیر موزوں سی ثابت ہوئی، دوستوں کی بے وفائی کے سبب پاسبانی خدمت سے علیحدہ ہو کر شہر میں مکان لے لیا، اور مشغلہ تصنیف اختیار کیا۔

آخرش وہ وقت آ گیا جس کے لیے عماد الدین مدت سے منتظر تھے۔ اگست 1900ء میں سخت بیمار پڑے اور 9/اگست کو انتقال کر گئے۔

تصنیفات

دینی موضوعات پر کم سے کم 53 رسالے اور کتابیں لکھیں جس میں کی قابل ذکر یہ ہیں:
(1) تلخیص الاحادیث جلد دوئم (2) تعلیقات (3) مکاشفات (4) نغمہ طنبوری

Marfat.com

(5) تحقیق الایمان (6) عقوبت الضالین (7) آثار قیامت (8) من اَنا (9) حقیقی عرفان (10) واقعات عمادیہ (11) تعلیقات التعلیقات (12) تفسیر متی (13) تفسیر اعمال۔

طرز تحریر نہایت بھونڈا تھا اور دل شکن قلم کے مالک تھے۔ مہذب تخیل سے بہت کم پالا پڑا تھا۔ ان کی طرز نگارش نے خاص طور پر مسلمانوں کے دل بہت دکھائے۔ یہ بات ان کے ساتھی مشنری بھی مانتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بیان پادری کریون صاحب کا بالکل درست ہے کہ ایسے مصنف ہی غدر کرانے کے باعث بنتے ہیں چنانچہ پادری صاحب کا یہ امتیاز تھا کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں نازیبا گندے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ تلخیص الاحادیث اور ہدایت المسلمین اس بناء پر بہت بدنام تھی۔ چنانچہ پادری رجب علی ان کی تصنیف ہدایت المسلمین کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اگر چہ ہمارے مولوی (عماد الدین) صاحب نے انگریزی سے نابلد ہونے کی وجہ سے بعض انگریزی داں کیشیسیوں سے بھی اس میں مدد لی اس پر بھی قطع نظر اہل انصاف اور صاحب نظر اہل اسلام کے خود مسیحی محققوں کے نزدیک الزامات جوان کے سوا تحقیقی جوابوں کا اس میں پتہ تک نہیں ہے جو لوگ حکیمانہ مزاج رکھتے ہیں وہ ہدایت المسلمین کے شاندار نام کو ایشیائی گپ سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ (مقدمہ اظہار عیسوی)

پادری عماد الدین کی تصنیفات بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں، کوئی مسلمان پریس کوئی کاغذی کوئی کاتب لکھنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ تحقیق الایمان مصنفہ پادری عماد الدین کے طبع کا تذکرہ گارساں دتاسی اپنے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے:

''اردو کے سب مطابع اس (تحقیق الایمان) کتاب کو چھاپنے سے انکار کر رہے ہیں کاغذی اس کتاب کے لیے کاغذ دینے پر آمادہ نہیں۔ مسٹر الگزنڈر کے اثر کی وجہ سے ایک ہندو جو مالک طبع ہے اس کتاب کی طباعت کے لیے تیار ہو گیا، لیکن اس کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ مسلمان خوش نویس اسے لکھنے سے انکار کر رہے ہیں۔ عملی دشواریوں کے باعث اس کی طباعت ٹائپ میں ہوئی۔ (خطبات 602)

Marfat.com

پادری کالی چرن چٹر جی ڈی ڈی

پادری کالی چرن چٹر جی کلکتہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر دریائے ہگلی کے کنارے سکھ چارنام گاؤں میں 1839ء میں پیدا ہوئے ان کے والد ہری رام چٹر جی اعلیٰ خاندان کے رادھیا برہمن تھے، ان کے آباء واجداد ان پانچ برہمنوں کی اولاد میں تھے جنہیں نویں صدی میں راجہ ادھیسر قنوج سے بنگال میں لائے۔ پانچ برس کی عمر میں کالی چرن نے دیہاتی مدرسہ میں معمولی لکھنا پڑھنا سیکھا، آٹھ برس کی عمر میں انگریزی کی تحصیل کے لیے انہیں آگرہ میں سی ایم سی کے اسکول میں داخل کیا گیا، یہ مدرسہ ان کے گھر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور یہاں کے ہیڈ ماسٹر بابو گورو چرن بوس ایک عیسائی تھے۔ ان کے علاوہ نو مسیحی استاد تھے۔ جن کے فریب میں معصوم طلباء پھنس جاتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں بچوں کے دلوں میں بتوں کی مذمت اور یسوع مسیح کی تقدیس ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش شروع کر دی جاتی تھی جس سے بچے کا معصوم ذہن یسوع مسیح کا گیت گانے لگتا تھا۔ چنانچہ کالی چرن بھی مسیحیت کی طرف مائل ہوا۔ اور اس کو بائبل کی طرف متوجہ ہونے کے صلہ میں ایک نہایت خوبصورت بائبل بطور انعام دی گئی۔ اس طرح مسلسل اس پر بائبل کی تعلیم کی فوقیت جتائی گئی اور اس اسٹیج پر لایا گیا کہ مذہب بدلنے کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا، اس نازک وقت میں مشنریوں نے اس کو قبضہ سے نکلتا ہوا دیکھا تو اس کو آگرہ چھوڑ کر کلکتہ لا کر کلکتہ کے کرسچین کالج میں جانے کے لیے تیار کیا گیا، جہاں تیز وطرار پادری ڈاکٹر ڈف اور ان کے ساتھیوں کے قبضہ میں دیا گیا۔ جس کے بعد پادریوں کا جادو کامیاب ہو گیا، اور 8/اکتوبر 1854ء کے آخر میں کالی چرن نے ڈاکٹر ڈیوڈ ایورٹ کے ہاتھ سے بپتسمہ لیا۔

آگرہ کے اسکول چھوڑنے کے دو سال بعد کالی چرن نے انٹرنس کا امتحان دیا۔ اس میں اس کی دلجمعی کرنے کے لیے آٹھ روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا گیا، کالج میں اور امداد کی گئی آٹھ روپے کے مزید وظیفہ کی تقرری ہوئی اور طالب علمی میں ہی انٹرنس کی جماعت کو پڑھانے کا کام سونپ دیا گیا۔ مگر افسوس تعلیم ختم نہیں ہوئی کہ کلکتہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ ان ہی

Marfat.com

دنوں اکتوبر 1861ء میں جالندھر کے پادری گولکناتھ کی طرف سے کالی چرن کو دعوت ملی کہ جالندھر میں وہ وہاں کے مشن اسکول میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر خدمت کریں۔ وہ وہاں گئے۔ کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ 1863ء میں پادری گولکناتھ نے اپنی دختر نیک اختر کو کالی چرن سے بیاہ دیا۔

1865ء میں امریکن پرسٹیرین مشن کی طرف سے یہ فیصلہ دیا گیا کہ لاہور کے مشن اسکول میں کالج کی جماعتیں بھی شروع کی جائیں اس وقت پادری سی ڈبلیو فورمن اسکول اور کالج دونوں کے منتظم تھے۔ ان کی طرف سے کالی چرن کو دعوت دی گئی۔ اسی اثناء میں انہوں نے علم الٰہی امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد 1868ء میں ہوشیار پور کے اندر ایک مشنری کام پر بھیجے گئے۔ جہاں ایک زنانہ شفاخانہ ایک کتب خانہ ایک یتیم خانہ اور دیگر عالی شان عمارتیں کچھ ہی دنوں میں تعمیر کرادیں۔ 1886ء میں آپ فورمن کرسچین کالج کے بورڈ آف ڈائرکٹر کے صدر چنے گئے۔ آپ کو 1901ء میں ڈی ڈی کی ڈگری ملی۔ آپ کا انتقال 31/مئی 1916ء میں ہوا۔

اینڈریوگارڈن، ڈی ڈی

اینڈیوگارڈن پٹنم نیویارک میں 17 ستمبر کو پیدا ہوا۔ جون 1854ء میں امریکہ کے شہر پٹس برگ میں ایسوسی ایٹ پرسٹیرین سنڈ آف نارتھ امریکہ کا اجلاس ہوا تو طے پایا کہ ہندوستان میں مسیحیت کی اشاعت کے لیے ایک مشن کھولا جائے۔ پادری اینڈریو کو پہلا مشنری مقرر کیا گیا اس کی بیوی اور اس کی بہن الزبتھ یہ تینوں 28/ستمبر 1654ء کو ہندوستان بھیجے گئے۔ جو کلکتہ ہوتے ہوئے سہارنپور میں پادری جے کالڈوتل کے گھر میں اترے۔ وہاں رہ کر انہوں نے ہندوستانی زبان حاصل کی۔ اسی سال وہ ہردوار مبلغین کے دورے کے ساتھ گیا۔ 1656ء میں سیالکوٹ بلایا گیا۔ مس الزبتھ کو ایک یتیم خانہ کا انچارج مقرر کیا گیا۔

اینڈریو گارڈن غدر کے زمانہ میں لاہور کے قلعہ میں پناہ گزیں رہا۔ غدر سے قبل

Marfat.com

سیالکوٹ میں گرجا بنایا جو مسجد کے قریب تھا۔ اس پر مقدمہ بازی ہوئی۔ غدر کے بعد اینڈریو گارڈن نے چوہڑوں کو عیسائی بنانے پر زیادہ دور دیا جس پر ایک کانفرنس میں اعتراض کیا گیا کہ اس سے اعلیٰ ذات کے لوگ کلیسا میں داخل نہیں ہوں گے لیکن اینڈریو گارڈن باز نہ آیا۔ چماروں میں کام کرنے سے گریز نہیں کیا۔

فروری 1864ء میں بیماری کی وجہ سے دس سال بعد امریکہ جانا پڑا۔ اس دس سال کے عرصہ میں اینڈریو گارڈن کی کوششوں سے 2 ہندوستانی مشنری کے عہدہ پر مقرر کیے گئے۔ سیالکوٹ اور گجرانوالہ میں مشن قائم ہوئے ایک انڈسٹریل اسکول کھولا گیا۔

7 فروری کو اینڈریو گارڈن گورداسپور گیا اور عام تبلیغ کی، وہ اسکول قائم کرنے کے حق میں نہ تھا، عام منادی چاہتا تھا۔ شہر اور دیہات میں گشت لگاتا تھا۔

ان ایام میں مشن کا یہ قانون تھا کہ دس سال کے بعد مشنری رخصت پر امریکہ جائیں لیکن وہ صحت کی وجہ سے امریکہ نہ جا سکا اور 13 راگست 1887ء کے روز انتقال کر گیا۔

اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ڈیوڈ ریڈ گورداسپور میں منجی کا پیغام سناتا ہے اور ڈیوڈ ریڈ کا بیٹا اینڈریو کا پوتا واکر جہلم میں انجیل کا پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ (صلیب کے علمبردار)

پادری وارث الدین ایم، بی، اے

وارث الدین کا نام وارث علی ہے۔ نارنول کے خاندان سے تعلق ہے۔ نارنول کے مشن اسکول میں تعلیم پائی جس کے ہیڈ ماسٹر بھولا ناتھ گھوش ہیں اور بائبل ٹیچر میاں نصرت اللہ ہیں ان کے بہکانے کا بچوں پر جلد اثر ہو جاتا تھا۔ تب یہ سنگدل لوگ ان کو بھگا کر لے جانے سے نہیں چوکتے تھے۔ چنانچہ پادری وارث کے حالات میں پادری ٹھاکر داس لکھتے ہیں:

''رحمت مسیح نے بڑی دلیری کے ساتھ اعلانیہ خداوند کو قبول کیا۔ ان کا نمونہ دیکھ کر ان کے دوست وارث علی کے دل بھی یہ امنگ پیدا ہوئی اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنے گھر سے بھاگ کر بیٹمن صاحب کے مکان پر آ گئے، اس اغوا کا جب وارث کے والد کو علم ہوا تو انہوں نے مقامات مشن تلاش کیے، پادریوں کی شرارت کی قلعی کھلنے پر ناراضی کا ایک طوفان برپا ہو گیا

Marfat.com

وارث کے والد آخر پادری بیٹمن کے مکان پر پہنچے۔ وارث نے والدہ کو دیکھا تو بے اختیار ہو گیا اور ساتھ چلا آیا۔ پادری بیٹمن نے مقدمہ دائر کیا، جس میں پادری کو نا کامیابی ہوئی۔ عدالت نے فیصلہ دیا:

''چونکہ ابھی تک وارث علی نابالغ ہے اور بالغ نہیں ہوا ہے لہذا وہ اپنے والد کے قبضہ میں رہے گا۔ جو قدرتی طور پر اس کے محافظ ہیں۔''

ایک سال گزرنے کے بعد پادری نے ایک دستی خط رحمت مسیح اور ان کے والد کے ہاتھ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے پاس کے لیے بھیجا۔ دوسرے ہی دن کپتان پولس اور تحصیلدار نارنول آ گئے، جہاں وارث علی اور اس کے والدین کو بلوایا گیا، اور رعب و دبدبے کے زور پر وارث علی کو لے جایا گیا اور کہا گیا کہ وہ خود راضی ہے، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وارث علی کو بپتسمہ دیا گیا۔

خوف تھا کہ وارث علی اپنے والدین کے ہاں جا کر مسلمان نہ ہو جائے، اس کی حفاظت کے لیے پادری بیٹمن اپنے ساتھ ولایت لے گئے اور 6 ماہ بعد اپنے ساتھ واپس لائے۔

واپس آنے کے بعد بیٹمن صاحب نے وارث کو امرتسر میں دکان کھلوانے اور دلجمعی کرنے کے لیے سرمایہ دیا، جس کا نام کرسچین اسٹور رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک عیسائی خاندان کی لڑکی بھی نذر کی اور اس سے شادی کر دی لیکن دکان میں گھاٹا ہوا۔ اور بیوی دو بچے چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئی۔

1857ء میں مبشر بنا کر جنڈ نالہ میں بھیجے گئے۔ جہاں انہوں ایک نائٹ اسکول کھولا، اور ایک اسٹیشنری کی دکان بھی، ان ایام میں پادری بیٹمن جھنگ مار میں کارکر رہے تھے۔ انہوں نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ تحصیل سمندری میں ایک قطعہ زمین لی، ایک چھوٹا سا گاؤں آباد کیا جس کا نام بیٹمن آباد رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ مسٹر دتہ کے ساتھ ولایت گئے وہاں سے واپس آ کر کنعان میں چلے گئے۔ ہندوستان میں واپس آ کر ضلع ہیو کی تحصیل چونیاں میں تعینات ہوئے۔ جگہ جگہ کلیسا ہیں مدرسے اور قبرستان بنوائے۔ 1914ء میں جنگ عظیم چھڑ گئی۔ مسیحیوں نے بھی ایک فوج میسو پوٹامیہ میں بنائی۔ پادری وارث الدین صاحب کو اس فوج کا

Marfat.com

کیپٹن بنایا گیا۔اس خدمت کے صلے میں آپ کو ایم بی اے کا تمغہ دیا گیا۔اسی سال آپ نے وفات پائی اور کلارک آباد میں مدفون ہوئے۔(خداوند مسیح کے نورتن)

ٹامس ہنٹر

پادری ٹامس ہنٹر نے پنجاب میں چرچ آف اسکاٹ لینڈ کی بنیاد ڈالی۔ وہ 4/دسمبر 1827 کو ایبرڈین شہر میں پیدا ہوا، تعلیم کے بعد اس نے علم الٰہیات حاصل کیا۔وہ یونیورسٹی میں مشنری سوسائٹی کا صدر تھا۔

1855ء میں فارن مشن کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ ٹامس ہنٹر کا تقرر کر کے اس کو پنجاب روانہ کیا جائے تا کہ سکھوں میں انجیل کا سبق پہنچے۔ چنانچہ 15/اگست کو وہ ممبئی پہنچ گیا۔اور ممبئی میں جنرل اسمبلی کی انسٹی ٹیوشن اچارج لیا۔ پانچ مہینہ کے بعد 15/اکتوبر کو ٹامس ہنٹر سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئے وہ پہلے کراچی گئے۔ دریائے سندھ ہوتے ہوئے دریائے جہلم کے راستے شہر جہلم پہنچے۔وہاں سے گجرات کے راستے سیالکوٹ آئے اور پنجابی سیکھی۔ 28/فروری 1857ء کو چرچ آف اسکاٹ لینڈ مشن کے بارے میں ٹامس ہنٹر لکھتے ہیں: ''ہم نے اب کام شروع کر دیا ہے ایک اسکول لڑکوں کے لیے اور ایک لڑکیوں کے لیے کھولا ہے۔''

ان ہی ایام میں غدر کی ابتداء ہوگئی، سر جان لارنس نے تمام مشنریوں کو کہلوا بھیجا کہ لاہور کے قلعہ میں آجائیں، ورنہ ان کی جان و مال کی حفاظت کے وہ ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ٹامس ہنٹر کی یہ خواہش تھی کہ جلد لاہور کے قلعہ میں پہنچ جائیں لیکن ان دنوں کا انتظام نہ ہو سکا اور جب انتظام ہو گیا تو چند وجوہ کے سبب سے نہ جا سکے۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ وہ اور پادری بویل 8/جولائی کو لاہور روانہ ہو جائیں لیکن اس روز بھی وہ نہ جا سکے۔ علی الصباح 9/جولائی کے روز وہ تینوں ایک گاڑی میں میاں بیوی اور بچہ سوار ہو کر وزیر آباد کے جانب چل دیے، لیکن باغیوں کو دیکھ کر اس نے گھوڑے کی باگ موڑی اور سیلم کی جانب رخ کیا، راہ میں جیل خانہ تھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو قیدی وہاں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ وہاں ایک برقنداز حرمت خاں تھا۔ ضلع عدالت میں جلاّد کے کام پر مامور تھا۔اور برخواست کر دیا گیا

Marfat.com

تھا۔ جب اس نے ٹامس ہنٹر کی گاڑی دیکھی تو کہنے لگا کہ وہ دیکھو انگریز آرہے ہیں آؤ ان کو قتل کر دو۔ چنانچہ ٹامس ہنٹر اور ان کے ساتھیو کو قتل کر دیا گیا۔ (صلیب علم کے علمبردار)

پادری دینا ناتھ

پادری وارث الدین کے بپتسمہ پانے سے قبل اسی نارنول میں ان ہی دینا ناتھ نے بپتسمہ پایا تھا۔ لیکن ان کو ان کے گاؤں رسین وال میں جو نارنول سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ان کے رشتہ دار پادریوں کے قبضے سے لے گئے تھے جس وقت پادری پیٹمن نے وارث الدین کی حفاظت کے لیے کپتان پولس کی امداد طلب کی تھی، اس موقع پر کپتان صاحب موصوف نے دینا ناتھ کے رشتہ داروں سے سمن جاری کر کے ان کو طلب کیا۔ اور دینا ناتھ کو بلوا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔

دینا ناتھ کے بڑے اصل میں ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے وہاں سے نقل مکانی کر کے یہ لوگ کنجرور ضلع سیالکوٹ میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے والد کنجرور کو چھوڑ کر رسین وال میں آکر بود و باش کرنے لگے۔ اسی موضع میں دینا ناتھ کی پیدائش ہوئی رسین وال میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ لہذا تعلیم کے لیے نارنول کے اسی مشن اسکول میں بھیجنے لگے جہاں پر رحمت مسیح اور وارث الدین نے زہریلی تعلیم حاصل کی تھی اس مدرسہ کا حال پادری وارث الدین کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ دوسرے نوجوانوں کی طرح دینا ناتھ بھی فریب میں پھنسایا گیا۔ چنانچہ اس نے 1877ء میں بپتسمہ لیا۔

دینا ناتھ جب مسیحی بنے ان کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس سے اس کو محبت تھی۔ مشنریوں نے اس کو میاں مکوشاہ جو اسی مقدس اغوا کی خدمت پر مامور تھے اس کے لڑکے کو مکان سے اغوا کرا لیا۔ وارث الدین کی طرح ان کو بھی رشتہ داروں سے دور رکھنے کے لیے انبالہ روانہ کر دیا۔ اور یہاں تھیولاجیکل سیمٹری میں بحیثیت طالب علم داخل کر دیے گئے۔ تعلیم کے بعد اسی سمیٹری میں پروفیسر بنائے گئے تھیولاجی اور گریک پڑھایا کرتے تھے۔ 1886ء میں پروفیسری کی خدمت سے سبکدوش ہو کر آپ انبالہ چلے گئے۔ انبالہ میں خدمت

Marfat.com

کرنے کے بعد 1888ء میں آپ نے ہوا کی تبدیلی کی غرض سے سیالو جانے کا ارادہ کیا۔ کالکا پہنچے۔ شکرم پر سوا ہو کر سیالو کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں بارش شروع ہوگئی۔ بارش بھی موسلا دھار تھی جس کی وجہ سے بخار آیا اور 30/اگست 1888ء میں فوت ہوئے۔ (خداوند مسیح کے نورتن)

ڈاکٹر جے سی آر یوئنگ

رول ویلی آرم اسڈانگ کاؤنٹی میں جیمس سی آر یوئنگ 23/جون 1854ء کو پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تیرہ برس کی عمر میں علم مذہب حاصل کیا۔ اور پندرہ سال کی عمر میں ایک اسکول کا معلم ہوا۔ مارچ 1873ء میں وہ کالج میں داخل ہوا فارغ ہونے کے بعد اس نے بورٹ آف فارن مشن کو درخواست لکھ بھیجی کہ مجھے کسی غیر ملک میں مشنری بنا کر بھیجا جائے چنانچہ 2/اکتوبر 1879ء میں وہ ہندوستان آیا۔ بمبئی سے مین پوری، فتح گڑھ، الہ آباد پانچ سال تک پھرتا رہا۔ اس کے بعد وہاں سے تبدیل ہو کر سہارنپور بھیجا گیا۔ یہاں چند سال اردو سیکھتا رہا۔ اس نے اردو میں اتنا ملکہ حاصل کر لیا تھا کہ 1883ء کے بعد تا دمِ مرگ مشنریوں کا ممتحن رہا۔ کچھ عرصہ کے لیے رسالہ مخزن مسیحی کا مدیر بھی رہا اس نے ایک یونانی اردو لغت اور ہندوستانی کمیٹیوں کی کتابیں تیار کیں اور اے، ایل، او، ای کی چند ایک کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔ 1887ء میں بیماری کی وجہ سے امریکہ گیا۔ اسی سال اس کو ڈی ڈی کی اعزازی ڈگری ملی۔

اکتوبر 1880ء میں امریکہ سے واپس آیا تو ڈاکٹر فورمن کی جگہ مشن کالج میں مقرر کیا گیا۔ اس کے عہد میں کالج کی موجودہ عمارت کھڑی کی گئی۔ 1889ء میں پنجاب یونیورسٹی نے ان کو انٹرنس انگریزی کا ممتحن مقرر کیا۔ 1910ء میں ڈاکٹر سی آر یوئنگ پنجاب یونیورسٹی کا چانسلر مقرر کیا گیا۔ ڈاکٹر سی آر یوئنگ 20/اگست 1925ء میں انتقال کر گیا۔

پادری جی ایل ٹھاکر داس

ٹھاکر داس کے آباء واجداد شہر لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ برہمنوں کا خاندن تھا۔ والد کا

Marfat.com

نام دیوی بھجن تھا جو ایک فوجی افسر تھے۔ 1857ء میں جب غدر ہوا تو دیوی بھجن لکھنؤ بیلی گارد گیٹ پر باغیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس وقت ٹھاکرداس پانچ برس کا ہوگا۔

1860ء میں وبائی قحط نازل ہوا تو ان کی یہ حالت تھی کہ تن پر کپڑا نہ تھا۔ سات سو میل کا طویل پیدل سفر کرنا پڑا۔ اور سیالکوٹ پہنچے۔ اسی مفلسی کی حالت میں پادری آر اے ہل کی اس پر نظر پڑ گئی تو وہ ایسے بیکاروں کی فکر میں رہتے تھے۔ ان کے ساتھ ہمدردی کی اور ساتھ ہی مشن کے احاطے میں لے آئے۔ یہاں ان کو مشن کے یتیم خانہ میں داخل کیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد ماں بیٹوں نے بپتسمہ لیا۔ ٹھاکرداس کے لیے مدرسہ میں پڑھانے کے لیے کچھ جگہ نکالی گئی۔ بقایا وقت میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ 1870ء میں انہوں نے انٹرنس کیا، اس کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ آپ اعلیٰ تعلیم کو..... یا تبلیغ مسیحیت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔

انہوں نے مشنری کام کو پسند کیا۔ چنانچہ پادری جے، پی، میکی ان کے گرو مقرر ہوئے۔ ٹھاکرداس نے اپنے گرو سے علم الٰہی، عبرانی، یونانی زبانیں سیکھیں۔ 1877ء میں تکمیل کے بعد آپ کو عہدہ میں خادم الدین دیا گیا۔ پہلے پشرور کے علاقہ میں پھر جھنگ اور گوجرانوالہ سیالکوٹ سے ہوتے ہوئے دوبارہ گوجرانوالہ میں مقرر کیے گئے اور قریباً 26 برس تک وہیں مقیم رہے۔ گوجرانوالہ میں رہتے ہوئے آپ نے دیہات اور شہر دونوں جگہ کام کیا۔ ایک چھاپہ خانہ بھی کھولا۔ اور ایک مسیحی اخبار کرسچین ایڈووکیٹ نکالا۔ ان ہی ایام میں آپ کو ڈی ڈی کی ڈگری مل گئی۔ کئی برس تک یو پی مشن کے تعلق میں خدمت کی لیکن چند تنازعون کے باعث ان سے قطع تعلق کر کے ریفارمز پریسٹرین مشن میں ملازمت اختیار کی۔ پھر اسے بھی خیر باد کہا، اور گوجرانوالہ کو الوداع کہہ کر شہر فیروز پور میں چلے گئے اس کے بعد لدھیانہ میں اخبار نور افشاں کی ایڈیٹری کی۔ 1904ء میں امریکن پریسٹرین نے لاہور میں بلایا وہاں خاص شرقپور میں مشن احاطہ اور گرجا کے لیے زمین خریدی۔ آپ اچھے مناظر اور اہل قلم بھی تھے۔ آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہے:

(1) اظہار عیسوی (2) وید مذہب کا آغاز (3) حکمت الالہام (4) عدم ضرورت قرآن (5) سیرت المسیح والمحمد انجیل با قرآن (6) بائبل اور سائنس (7) بینات یسوع ناصری

Marfat.com

(8) آواگون (9) ستیارتھ پرکاش درپن

1909ء میں مرض پلورسی میں مبتلا ہوئے، دو تین مہینے صاحب فراش رہے۔ 21رجنوری 1910ء کو انتقال ہوا۔

ڈاکٹر تھیودور لائٹن پینل

تھیودور لائٹن پینل 1867ء میں پیدا ہوا۔ اس نے 1884ء میں میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا اور 1886ء میں پی ایس سی آنرز امتحان میں کامیاب ہوا، اکتوبر 1890ء میں ایم آر سی ایس اور ایل آر سی پی کی ڈگری حاصل کی۔

22رنومبر 1890 کو مشنری سوسائٹی کو خدمات پیش کیں جس نے اس کو ہندوستان بھیجا۔ وہاں اس نے اردو زبان سیکھی۔ کراچی سے ڈیرہ اسماعیل خاں بھیجا گیا۔ جہاں ایک ہسپتال میں لگایا گیا۔ ہندوستان میں اس نے پٹھانی لباس پسند کیا۔ وہ ہمیشہ اسی لباس میں رہتا تھا۔ اس نے اکتوبر 1893ء میں اردو اور پشتو کا امتحان پاس کیا۔ پشتو نہایت نفیس جانتا تھا۔ چنانچہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ترجمے میں لغات کے مرتب میں اس نے مدد کی۔

ستمبر 1893ء میں وہ بنوں لگایا گیا۔ یہاں ایک افغان پینل کے بہکانے میں اور بپتسمہ کے لیے تیار ہوگیا۔ مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوگیا۔ عوام نے اس کو بہت تنگ کیا۔ ایک دفعہ اس کو گھیر لیا۔ کلمہ پڑھوانے کی کوشش کی۔ کلمہ نہ پڑھا، تو زدوکوب کیا۔ بنوں میں میلہ اسیان ہوتا تھا۔ اس میں ڈاکٹر پینل انجیلوں اور دوسری کتابوں کو فروخت کرتا تھا۔ اور گاؤں میں دوائیاں تقسیم کرتا تھا۔ ملا اس کے پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ لوگ دوائیاں لینے کے لیے آتے تو مسیحیت کی تبلیغ بھی ساتھ میں کرتا تو لوگ بدک جاتے کہ ہم دوائی لینے آئے ہیں گمراہی کی باتیں سننے نہیں۔ اگر انجیل کے سنے بغیر دوائی نہیں ملتی تو ہم دوائی لیے بغیر چلے جائیں گے۔ جب پینل نے انجیل سنانی چاہی تو ملانوں نے مسلمانوں کو بتایا اور کہا دوائیوں میں سور کا خون اور شراب ملی ہوئی ہے اور تم کو زبردست عیسائی بنانا چاہتا ہے۔ تمہاری تقدیر میں اگر مرنا ہی لکھا ہے تو بہتر ہے کہ تم ایمان کی حالت میں مرو۔ یہ سننے کے بعد لوگ دوائی نہیں لیتے تھے۔

Marfat.com

جنوری 1897ء میں ڈاکٹر پینل لاہور گیا، اور بنوں کے لیے ایک چھاپہ خانہ خرید لایا اور آتے ہی اخبار تحفۂ سرحد شروع کر دیا۔ یہ پہلا اخبار تھا جو بنوں میں شائع ہوا۔ اس کا ایڈیٹر وہ خود تھا۔ اکتوبر 1898ء میں اس نے فارسی کا امتحان اعلیٰ پاس کیا اور عربی کا مطالعہ شروع کیا۔ 1809ء میں اس نے پنجابی سیکھی۔ اس کی زندگی ہندوستان میں تبلیغ مسیحی ہی میں گزری۔ اس کا انتقال 21 رجنوری 1912ء میں ہوا۔

پادری طالب الدین بی اے

طالب الدین کا اسلامی نام محمد بخش تھا۔ یہ جگراؤں میں پیدا ہوا۔ طالب الدین کے والد کو تحقیق و تفتیش کا بہت شوق تھا۔ عیسائیوں سے چھیڑ خانی جاری رہتی تھی۔ پادری احمد شاہ سے تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ پادری صاحب کے حصے طالب الدین کے والد تو نہ لگے، طالب الدین پر عہد طفولیت میں ہی ڈورے ڈالنے شروع کر دیے۔ طالب الدین کو گانے سے خاص لگاؤ تھا۔ پادری صاحب اس کو گانا سناتے اور مسیحی گیت خاص طور پر پڑھتے۔ انجیل کے قصے سناتے اور اسلام کی مذمت اور حضور اقدس ﷺ کی برائیاں دل میں بٹھاتے۔ قریباً دو سال کی کوششوں کے بعد خدا بخش کو پادری نے بپتسمہ دے کر عیسائی بنا لیا۔ اور اس کو جگراؤں کے باہر بھیج دیا۔

اس واقعہ کی خبر تمام جگراؤں میں پھیل گئی جب طالب الدین کے والدین اور رشتہ داروں کو معلوم ہوا کہ ان کے لڑکے کو عیسائی بنا لیا گیا ہے اور اس کو جگراؤں سے کہیں اور جگہ لے گئے ہیں۔ تو انہوں نے اور جگراؤں کے مسلمانوں نے پادری کے مکان کو گھیر لیا اور طالب الدین کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کو آپ کہاں بھگا کر لے گئے ہیں۔ پادری نے طالب الدین کا پتہ و نشان نہیں بتلایا۔ چند دن کے بعد ٹمٹم اور گاڑی سے معلوم ہوا کہ لڑکا لدھیانہ بھیجا گیا ہے وہ لوگ پہنچے اور ڈاکٹر ویری کے مکان کو گھیر لیا۔ جم غفیر کو دیکھ کر ڈاکٹر ویری نے طالب الدین کو ان کے والدین کو دے دیا۔ ماں اور بیٹا گلے مل خوب روئے۔ پادری ویری

Marfat.com

نے طالب الدین کو اپنے پاس رکھنے کی بڑی کوشش کی کہ آپ اپنا بیٹا مجھے دیجیے میں اس کو پڑھاؤں گا، بڑا آدمی بناؤں گا، وہ آپ ہی کا بیٹا رہے گا اور بڑا ہو کر آپ کی مدد کر سکے گا۔ یہ غریب طبقہ پادریوں کی باتوں میں آ گیا۔ اور واپس جگراؤں چلا گیا۔ طالب الدین سریگ ہائی اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ ایک سال کے بعد موسم گرما میں پھر اپنے شہر جگراؤں میں واپس آیا، واپس آنا تھا کہ قصبہ میں کہرام مچ گیا۔ ان کے رشتہ دار انہیں پکڑ کر مسجد میں لے گئے اور قاضی صاحب سے درخواست کی کہ اس سے دوبارہ کلمہ پڑھوایا جائے۔ طالب الدین پر مسیحیت کا غلبہ ہو چکا تھا وہ منحرف نہ ہوا۔

1888ء میں طالب الدین نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ 1892ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ اس کے بعد شادی ہوئی۔ ایک مسیحی لڑکی بھینٹ کی گئی۔ تین برس تک علم الٰہیات کی تعلیم حاصل کی۔ تھیولاجیکل سمیٹری سہارنپور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ضلع انبالہ میں مشنری کی خدمت پر مامور کر دیا گیا۔ اور آخر دم تک اسی کام پر لگا رہا۔ اٹھارہ سال لاہور میں یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ 1817ء میں انتقال ہوا۔

اچھا مقرر اور اہل قلم تھا۔ اس نے اردو زبان میں ترجمہ اور کتابیں لکھی ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(1) تاریخ بائبل (2) زندہ مسیح (3) اناجیل اربعہ (4) حیات المسیح (5) تفسیر متی (6) معجزات مسیح (7) خدا کی ہستی اور حل المشکلات

کئی برس تک اس نے رسالہ ترقی و تجلی کے ایڈیٹری کے فرائض انجام دیے۔ وہ شاعر بھی تھا۔ مذہبی کلام زیادہ ہیں دو نظمیں اردو اور ایک پنجابی میں ملاحظہ فرمایئے:

ہمیں درد و غم سے چھڑا جانے والے — طریقِ غلط سے ہٹا جانے والے
ہم اندھوں کی آنکھوں کو کھولو کرم سے — او پولوس پر نور چمکانے والے
تو طالبؔ کو بھی زندگی دیتا جائیو — اشارے سے مردے جلا جانے والے

Marfat.com

ابنِ مریم کی ثنا و حمد کا سایا چاہیے — یہ مبارک نام دنیا کو سنایا چاہیے
نام عیسیٰ ہے غذائے روح و جسمِ ناتواں — ایسا کھانا گر ملے تو خوب کھایا چاہیے
دافعِ امراض ہے اور باعثِ صحت ہے وہ — سب مریضوں کو بھی یہ مژدہ سنایا چاہیے
تشنگانِ وصل کو دی بحرِ رحمت نے ندا — مجھ سے آکر آبِ حیواں مفت پایا چاہیے

.....

آیا عیسیٰ یار ساڈے پاس — آج اپنا روپ لٹا کے
تو فرشتے گاندے ہنس کے — کسی داذکر سناندے ہینگے

پادری ماسٹر رام چندر

پادری ماسٹر رام چندر 1822ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے ان کے باپ سندر لال دہلی کے باشندے اور کایستھ تھے۔ اور دہلی میں نائب تھسلید ار اور تھسلیداری کی خدمتوں پر مامور ہوئے۔ پانی پت اس وقت مستقر ضلع تھا۔

سندر لال دفعتاً بیمار ہوئے اور 1831ء میں انتقال فرمائے گئے۔ ایک بیوہ اور چھ بیٹے چھوڑے جن کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ رام چندر اس وقت نو سال کے تھے۔ ماں نے پالا پوسا اور ابتدائی تعلیم دلائی۔ شروع میں انہوں نے مکتب میں تعلیم پائی۔ پھر 1833ء میں انگلش ہائی اسکول میں داخل ہو گئے اس وقت ہر طالب علم کو دو روپے وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اور درجہ اول و دوئم کے تمام طالبعلموں کو پانچ روپیہ ماہانا وظیفہ ملتا تھا۔ رام چندر بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کے شوقین تھے اس مدرسہ میں چھ سال رہے خوب دل کھول کر پڑھا۔

ابھی ان کی عمر گیارہ برس کی ہوگی کہ رواج کے مطابق شادی ہو گئی۔ ایک خوش حال خاندان میں لیکن لڑکی گونگی بہری تھی۔ شاید روپے کے لالچ میں یہ عقد کر دیا گیا۔

فکر معاش کی خاطر تعلیم چھوڑ کر محرری کی خدمت کر لی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ وہ تین سال تک نوکر رہے۔ 1841 میں جب دہلی مدرسہ کالج ہو گیا تو وہ پھر اس میں داخل ہو گئے دو تین سال جو تعلیم چھوٹ گئی تھی تو انہیں زیادہ محنت کرنی پڑی۔ انہوں نے سینئر

Marfat.com

وظیفے کے مقابلے کی کوشش کی یہ وظیفہ تیس روپے ماہانہ کا تھا۔ مقابلے کے امتحان میں کامیاب ہوئے اس سے خاندان پلتا تھا۔

راچندر تین سال تک ہر امتحان میں کامیاب ہوتے رہے۔ 28 رفروری 1842ء میں کالج کے شعبۂ مشرقی میں پچاس روپے کی تنخواہ پر یورپین سائنس کے مدرس ہو گئے، اس سال ورنیکولر ٹرانس لیشن سوسائٹی قائم ہوئی تھی انہوں نے اس کے لیے اردو میں الجبرا اور علم مثلث پر کتابیں لکھیں یہ کتابیں نصاب تعلیم کے کام آئیں۔

اسی زمانہ میں ماسٹر رام چندر نے ایک ماہانہ رسالہ 'فوائد المناظر' اور دوسرا 'محب وطن' شائع کیا۔ انہیں اپنے شہروں اور ملک والوں سے کچھ مدد نہیں ملی البتہ انگریز افسروں نے امداد کی۔ حالات ایسے بدلے کہ رسالے بند کرنے پڑے اور پانچ سال چلانے کے بعد 1852ء میں ان دونوں کا خاتمہ ہو گیا۔

ماسٹر رام چندر کو ریاضی میں خاص لگاؤ تھا اور انہوں نے اپنے مطالعے سے اس میں بہت کچھ ترقی کر لی تھی۔ شروع میں ریاضیات کی کتابوں کے ترجمے کیے ان سے ان کا ذوق اور بڑھ گیا انہوں نے جبر و مقابلہ کتاب لکھی جس کو سوسائٹی نے طبع کرایا، ان کے علاوہ ایک رسالہ اصولِ علم مثلث بالجبر اور تراشہائے مخروطی اور علم ہندسہ بالجبر میں لکھا۔ 1850ء میں جب کہ وہ مغربی سائنس کے مدرس تھے۔ فوائد الناظرین نکالتے تھے انہوں نے اپنی کتاب کلیات و جزئیات شائع کی۔

پروفیسر مارن نے اس کتاب کی بہت قدر کی اور کورٹ آف ڈائرکٹر ایسٹ انڈیا کمپنی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ اور 24 رجولائی 1856 کو ان کے چیئرمین کرنل سائبکس کو ایک خط اس کے متعلق لکھا۔ ایک مدت کی مراسلت کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹر کے معزز ممبروں نے ایک خلعت پانچ پارچہ اور دو ہزار روپ نقد بطور انعام ماسٹر رام چندر کو دیا۔

اس کے علاوہ ایک اور کتاب شائع کی جس میں تفرقی احصا کا ایک نیا طریقہ بیان کیا اس پر پروفیسر کلانڈ نے بہت اچھی رائے کا اظہار کیا۔ غدر کے زمانہ میں جو مصیبت ان پر نازل ہوئی، ان کا ذکر دہلی کالج کے حالات میں پڑھیے۔ جنوری 1858ء میں وہ ہیڈ ماسٹر ٹامسن سول انجینئرنگ کالج کے مقرر ہوئے۔ ستمبر 1885ء میں دہلی اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔

Marfat.com

اس عرصہ میں ان کی صحت میں فرق آنا شروع ہو گیا تھا۔ نہوں نے 24 رمئی 1882ء علمی پنشن کی دخواست دی جس پر 125 روپے ماہانہ کی پنشن ہوئی۔ اس کے بعد وہ پٹیالہ میں ناظم تعلیمات ہو گئے۔ وہاں بھی اسی قدر پنشن ملی۔

عیسائی مذہب انہوں نے جنوری 1853ء میں قبول کیا اس کے بعد ان کا میلان مذہب کی طرف ہو گیا۔ اس جھمیلے میں پڑ کر انہوں نے مسلمانوں کے پیشوا حضرت محمد ﷺ کے اور قرآن کے خلاف کتاب اعجاز القرآن، رسالہ مسیح الدجال اور رسالہ تحریف قرآن 1877ء میں شائع کیا۔ ان میں حضور اقدس ﷺ کو نعوذ باللہ دجال ثابت کیا اور رسالہ تحریف قرآن میں قرآن مجید کے بارے مین حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا۔

(1) قرآن مجید میں قرأت مختفہ فقط ہزاروں اور لاکھوں نہیں بلکہ بے شمار ہیں اور یہ تحریفات لفظی اور معنوی ہیں اور تحریف جملوں اور آیتوں میں ہیں اور نقل کرنے والوں اور کاتبوں نے یقیناً قرآن میں تحریف کی اس لیے جواب قرآن مجید مروج ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور اصل قرآن مصدق اور مطابق توریت انجیل دنیا سے ناپید ہو گیا۔

(2) قرآن مجید میں بعض جزو نکال دیے گئے ہیں اس مروجہ قرآن پر ایسی صورت میں اعتبار کرنا صحیح نہیں ہے۔

(3) محمد ﷺ نے بعض آیتیں داخل کر دیں جو قرآن میں نازل مثلاً اس غرض سے کہ بت پرست لوگ مکہ کے ان کی رسالت پر ایمان لے آئیں۔

مولانا عبدالحق ترقی اردو نے ماسٹر صاحب کی تحریروں پر صحیح تبصرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے

''انہوں نے مذہبی بحث و مباحثہ میں جو کتابیں لکھیں وہ ان کے شایان شان نہیں تھیں۔''

ماسٹر صاحب کا اصل میں یہ قصور نہ تھا ان کو شکست دینی تھی پادری عماد الدین صاحب کو جو ان کے ہم وطن پانی پت کے رہنے والے تھے وہ بدزبانی میں ان سے پیچھے کیوں رہتے۔ وہ دو قدم آگے بڑھے اور انہوں نے حضور کی شان میں اس سے زیادہ گستاخیاں کیں اور حکمراں طبقہ میں عزت پائی جو ان کی غرض تھی۔ (مرحوم دہلی کالج 159 سے 164 تک)

Marfat.com

علماء اسلام کا جہاد اکبر

ہندوستان پر جب فرنگیوں کا قبضہ نہیں ہوا تھا اس وقت ہندوستانی فرنگیوں کے بارے میں جو تخیل رکھتے تھے اور ان کے متعلق جو معلومات تھیں وہ قابل التفات اور باعث کشش نہ تھیں ان کو معلوم تھا کہ:

''عیسائیوں نے دسویں و بارہویں صدی میں اسپین و فرانس کے اندر بے پناہ بہیمانہ جنگلی قسم کے مظالم کیے۔ وہ جانتے تھے کہ اسپین و فرانس میں جو شخص بن عیسائی بن کر اپنے مذہب کی طرف رجوع ہونا چاہتا تھا تو اس کے لیے ظالم و جابر اور سفاک محکمہ تفتیش نے پتھر کا ایک مستقل چبوترہ پھانسی دینے کے لیے بنوا رکھا تھا۔ جس پر بڑے بڑے بت پلاسٹر کے اندر خالی نصب کرائے گئے تھے۔ اس بت کے اندر مجبوراً اور جبراً گھسایا جاتا تھا۔ اور گھسا کر آہستہ آہستہ جلا کر خاکستر کر دیتے تھے۔

ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہی تفتیش کا بے دل و بے رحم محکمہ پھانسی دینے والے منکر دین کا ایک لکڑی کے ٹکڑے سے منہ بند کر دیتے تھے جو اس طرح پھٹا ہوا ہوتا تھا کہ اس سے زبان پکڑ لی جاتی یا زبان چاک کر دیتے تھے تا کہ مقتول سولی کے قرب جاتے وقت الحاد کے کلمات منہ سے نہ نکالنے پائے۔ یا زندہ کی کھال کھینچ کر جسم پر نمک اور گندھک چھڑکتے تھے اور دھکتے کوئلوں کے اوپر زنجیروں سے لٹکا کر آہستہ آہستہ جلاتے تھے۔ (دنیا کی خفیہ انجمنیں، صفحہ:226)

Marfat.com

یہ ظالمانہ واقعات ہندوستانیوں نے ہگلی اور گوآ میں بچشم خود دیکھے اور سنے بھی تھے۔ان فرنگیوں سے ہندوستانیوں کا جب واسطہ پڑا تو ان کے لیے بھی عذاب ثابت ہوئے۔ایسٹ انڈیا کمپنی ان کو چوس گئی۔

گورنر کلایو اور وارن ہسٹنگز آئے انہوں نے رشوت کی گرم بازاری کی۔ان کے ساتھ کمپنی کے ایسے قلاش ملازم آئے جنہیں آٹھ روپے ماہوار تنخواہ ملتے تھے تب بھی وہ اس کے لیے چھ ماہ کا سفر دریا کا کرتے تھے۔وہ انگلستان کے انتہائی نکمے اور شریر لوگ تھے جن کو وہاں روٹی ملنا بھی مشکل تھی، وہ ہندوستان پر ٹوٹ پڑے جس کی وجہ سے کمپنی کی فیکٹریاں بداعمالیوں کے اڈے بن گئے۔

ان قلاش لوگوں کے بارے میں مدراس کے بڑے پادری نے تنگ آ کر 1676ء میں ڈائرکٹروں کو لکھا:

''آپ کے ملازموں کی بداعمالیوں سے آپ کا مذہب بہت بدنام ہو رہا ہے جو لوگ آتے ہیں بعض تو قاتل ہوتے ہیں۔یہاں سے آدمیوں کو بھگا کر لے جاتے ہیں اور بعض انگلستان میں بیویاں چھوڑ کر آتے ہیں اور یہاں شادی کرتے ہیں۔(روشن مستقبل)

ان مفلس لوگوں نے ہندوستان کو بری طرح لوٹا، ہر پرگنہ ہر گاؤں، منڈی میں انگریزی گماشتے، نمک، چھالی، گھی، چاول، بھس، بانس مچھلی، تمباکو وغیرہ رعایا کا مال زبردستی اٹھا کر لے جاتے تھے اور چوتھائی قیمت بھی نہ دیتے اور اپنے مال کے بدلے ایک کی جگہ پانچ گنا زبردستی لیتے تھے۔افسران امراء کو فاقہ کش بناتے، گذیوں کے سودوں میں وارے نیارے کرتے۔ چنانچہ بنگال کی صرف گدی میں پانچ کروڑ کے قریب روپیہ اینٹھا، اسی طرح مال گزاری زیادہ کی، امراء کی جاگیریں طرح طرح کی چالاکیوں سے اور قانون کے نفاذ سے ضبط کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان اور گھرانے برباد ہو گئے۔

جو صنعت کار تھے دستکاری سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، ان کی صنعت کو ختم کیا چنانچہ کھلے ہوئے احکامات صادر کیے کہ بنگال میں ریشم پیدا کرنے کی کوشش کی جائے لیکن ریشم کے

Marfat.com

کپڑے تیار کرنے سے روکا جائے، اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لیے ریشم بافوں کو جبریہ کمپنی کے کارخانوں میں ملازم رکھا گیا اور دوسرے کسی گاہک کی فرمائش پر کپڑا بننے کی ممانعت کر دی گئی اس طرح جنوبی دکن کی چھینٹوں اور سوتی کپڑوں کی صنعت برباد کر دی گئی، جولاہوں کو زبردستی گھیر کر لایا جاتا ان کے اوپر سپاہی مسلط کر دیے جاتے تھے اور جب تک وہ یہ معاہدہ نہ کر لیتے کہ اور کسی کے لیے کپڑا نہیں بنیں گے نہیں نکلنے نہیں دیا جاتا تھا اگر وہ کمپنی کے کپڑے میں پہنچانے میں دیر کرتے تو سزا کے مستوجب ہوتے تھے۔ (روشن مستقبل)

اسی طرح ملازمت کے ذریعہ سے بھی روزی کا دروازہ بند کیا گیا، تمام اعلیٰ ملازمتوں پر سے ہندوستانی ہٹا دیے گئے چھوٹی چھوٹی ملازمتیں ملنا بھی مشکل ہو گئیں۔ عدل وانصاف کے محکمہ میں بھی انگریز رکھے جانے لگے۔ پنڈت مولوی بھی بے روزگار کر دے گئے۔

ایک طرف ہندوستانیوں کی یہ حالت تھی دوسری طرف انگریز ہندوستانیوں کی بے عزتی کرنے اور مظالم ڈھانے پر تلا ہوا تھا۔ ایک چمار کرسچین کی عزت تھی لیکن نہیں تھی تو ایک ذی علم، ذی اخلاق ہندوستانی کی۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہندوستانیوں میں کوئی جنٹل مین نہیں ہے (اسباب بغاوت ہند، سرسیّد) اور سپاہی کے نام پر لوگ تھر تھر کانپتے تھے ذرا سی بات پر حتیٰ کہ صرف نصاریٰ کے کہنے پر پھانسی چڑھا دیا جاتا تھا، کوئی مذاقاً کسی کو نصرانی کہہ دیتا تو اس کی جان کی خیر نہیں سمجھی جاتی تھی۔ دودھ پیتے بچوں کو اس طرح قتل کیا جاتا تھا جس طرح بڑے سے بڑے باغی کو قتل کیا جاتا ہے۔ فرنگی ہندوستانیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑا کر کے ان سے باہمی بدفعلی کرا کر ہنسے لگاتا تھا۔

غرض یہ ہیبت ناک فضا تھی۔ ہر طرف خوف وہراس کا عالم طاری تھا کوئی حق بات کہنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ آپ نے یتیموں لاوارث بچوں کے سلسلے میں انگریزی ہندوستانی کمیٹی کی رائے ملاحظہ کی ہوگی کہ اس نے ان کو مشنریوں کے قبضہ میں رکھنا اور بچوں کا عیسائی ہونا ہی بہتر سمجھا حتی کہ سرسید مرحوم کی رائے کی بھی پروا نہیں کی۔

Marfat.com

انگریزوں سے نفرت

لیکن اس خوف کے باوجود مسلمانوں نے اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا اور تحریک احیاء اسلام جس کو انگریزوں نے وہابی تحریک کہا چلی۔

لیکن انگریزوں کے خیر خواہ اور حامی نہیں بنے ان کے پکے کٹر دشمن تھے اور ان سے انتہائی نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شریف مسلمان مولوی نے جو میان دوآب کے کسی ضلع میں منصف یا صدر امین تھے۔ ایک روز کسی یورپین حاکم کے بنگلے پر اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھالیا۔ یہ خبر فوراً مشہور ہوگئی۔ مولوی صاحب کی برادری نے ان کو ذات سے خارج کر دیا۔ انہوں نے ہر چند اہل برادری کے سامنے آیتیں اور حدیثیں پڑھیں مگر کسی نے التفات نہ کیا۔ یہاں تک کہ کچھ مولوی صاحب کے مخالف اور کچھ موافق دہلی میں شاہ صاحب سے مسئلہ پوچھنے آئے۔ جب شاہ صاحب کے مدرسے کے دروازے پر پہنچے تو شاہ عبدالعزیز کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین اندر سے نکل رہے تھے ان لوگوں نے پہلے ان ہی سے مسئلہ پوچھا۔

شاہ رفیع الدین صاحب نہایت صاف گو اور آزاد طبع آدمی تھے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جنہوں نے مولوی صاحب کو ذات سے خارج کیا انہوں نے جھک مارا، اس نے کوئی کام شرع کے خلاف نہیں کیا، مگر کسی نے ان کا کہنا نہ مانا، اور بڑے صاحب کے پاس پہنچے۔ انہوں نے صورت حال سن کر ایک لمبی چوڑی تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس مولوی نے ایسا کام کیا ہے کہ قریب کفر پہنچ گیا ہے جو لوگ مولوی کے مخالف تھے وہ یہ سن کر خوش ہو گئے، مگر اس کے طرفداروں نے پوچھا کہ حضرت اب وہ کسی طرح مسلمان بھی ہوسکتا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا! نا، وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ مگر احتیاطاً اس کو پانچوں کلمے اور آمنت باللہ پڑھواؤ اور قدم شریف کا پانی پلواؤ اور پھر برادری میں شامل کرلو۔ اگر شاہ صاحب اس انداز پر تقریر نہ کرتے تو غالباً ان کا کہنا کوئی بھی نہ مانتا اور ان مولوی صاحب کو برادری میں شامل نہ کیا

Marfat.com

جاتا۔(حیات جاوید دوسرا حصہ، صفحہ:347)

(2) اودھ کے مشہور عالم ملاّ عبدالرزاق کا واقعہ ہے ک آپ نواب وارث علی خاں کی کوٹھی پر تشریف رکھتے تھے۔نواب شرف الدولہ بہادر کے داماد نواب محمد نور خاں جو آپ کے مرید تھے بوٹ پہنے ہوئے آپ کے سامنے آئے۔آپ نے فرمایا کہ ہمارے دوستوں کو کیا ہمارا ستانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔جو آدمی میرے سامنے انگریزی بوٹ پہن کر آتا ہے وہ زمین پر قدم نہیں رکھتا بلکہ اس کا قدم میرے سینے پر پڑتا ہے، کیا میرے دوستوں کو جوتوں سے میرے قلب کو روندنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔نواب مارے ندامت وشرمندگی سے وہیں بوٹ چھوڑ کر ننگے پاؤں گھر گئے۔(انوار رزاقیہ، صفحہ:22)

(3) ایک ریاست کا واقعہ ہے کہ اس میں انگریزوں نے تار برقی لگائی تو والیِ ریاست نے نکلنا چھوڑ دیا کہ گزرگاہوں پر انگریزی تار لگا ہوا ہے اس کے نیچے سے گزرنا ہوگا۔

(4) انگریزوں سے نفرت کا اظہار کرنے کے لیے ایک رئیس نے کے سی ایس آئی کا تمغہ کتے کے گلے میں باندھ کر انگریزی چھاؤنی کی طرف چھوڑ دیا تا کہ انگریز دیکھیں کہ ہندوستانی اس خطاب کو کیا وقعت دیتے ہیں۔

مولوی مملوک العلی دہلی کے مشہور عالم اور مولینا ڈپٹی نذیر احمد کے استاد تھے۔دہلی کالج میں کوئی شامت کا مارا مسلمان انگریزی جوان مولانا کی جماعت میں آنکلا اور کالج کے مٹکے میں سے پانی پی لیا۔تو مولوی صاحب نے وہ مٹکا تڑوا دیا۔

ماسٹر رام چندر عیسائی جو دہلی عربک کالج کے مشہور ریاضی داں تھے۔ڈپٹی نذیر احمد کے استاد تھے انہوں نے اسلام کی تردید میں ایک کتاب انگریزی میں لکھی تھی۔مولانا نے ایک باب کا ترجمہ کرایا۔اس ترجمہ کو کہیں مولوی عبدالقادر مرحوم نے دیکھ لیا تو فتوے کے لیے پھرے کہ ڈپٹی صاحب کا نکاح رہا یا گیا۔(حیات النذیر حصہ چہارم)

عام لوگوں کی بلکہ چھوٹے موٹے شاعروں کی نفرت کی یہی حالت تھی۔گارسان دتاسی نے ایک قطعہ بہادر شاہ ظفر سے منسوب کر کے لکھا ہے۔لیکن قطعہ کی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے

Marfat.com

کہ بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ کسی تک بند شاعر کے چھ مصرعہ ہیں بہر حال وہ کسی کے ہیں ان سے عوام کی نفرت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے:

دِلا گواہیِ حق پر کر تو نظر　　نصاریٰ کی جوتی نصاریٰ کا سر
کچھ کام روم نے کیا نہ روس نے　　انگریز کو تباہ کیا کارتوس نے
فوج نے آ کر گھیرا نیند گئی آرام گیا　　جی کا جانا ٹھہرا صبح گیا یا شام گیا

دتاسی نے اس کا انگریزی میں یہ ترجمہ کیا ہے: (خطبات گارساں دتاسی، صفحہ 254)

''مجھے حق کی قوت پرستائش کرنے دو، عیسائی اپنے ہی ہتھیار سے پسپا ہوئے نہ روس نے نہ روم سے تمہیں کوئی مدد ملی، خود انگریزوں کے کارتوس نے ان کو ہلاک کیا، ہمیں فوجوں نے آگھیرا، اب ان کے لیے نہ نیند ہے نہ چین، ان کی موت فیصل شدہ امر ہے۔ وہ صبح انجام پائے یا شام۔''

کوئی ہندوستانی کسی قسم کا تعلق بھی انگریز سے روا نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ جہاں انگریز آئے وہاں ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ کچھ عیاش طبع لوگوں نے مزا پلٹنے کے لیے کچھ ''پیازے'' کچھ شلغمی ڈال لیے تو لوگوں نے برا مانا۔ مسلمانوں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مدنی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا:

نصاریٰ تثلیث کے علی العموم قائل ہیں۔ مشرک ہیں کہ نہیں اگر مشرک ہیں تو ان کی عورتوں سے نکاح کیونکر جائز ہے۔ قولہ تعالیٰ وَلا تنکحوا المشرکات الخ، اگر یہ مشرک نہیں ہیں تو تثلیث کا قائل ہو کر ان کا موحد ہونا سمجھ میں نہیں آتا جواب شافی سے تسکین فرمایئے۔

الجواب: مشرک کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا مذہب سماوی نہ ہو دوسرا وہ جو سماوی مذہب کا معتقد ہو۔ گو اس میں تحریف کر کے شرک کا قائل ہو گیا ہو پس آیت لاتنکحوا المشرکات میں ممانعت قسم اول نکاح کرنے کی ہے۔ اور آیت والمحصنٰت من الذین اُوتوا الکتاب من قبلکم میں دوسری قسم سے نکاح کی اجازت ہے۔ پس نہ نصاریٰ کا

Marfat.com

موحد ہونا لازم آیا اور نہ آیت لا تنکحو کے خلاف مشرکات سے نکاح ہونا لازم آیا۔ لیکن اس زمانے میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت نصاریٰ ہیں۔ مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں۔ ایسوں کے لیے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ واتم احکم (امداد الفتاویٰ جلد دوئم 32)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں انگریز نیا نیا آیا تھا اور انتہائی بھوکوں کی طرح ہندوستان پر دانت نکوسے سے ہوئے پنجے گاڑ رہا تھا۔ اور طمع ولالچ وخودغرضی ہندوستانیوں کو فوج میں داخل کر کے حملہ پر حملہ کر رہا تھا۔ اور ہندوستان کے علاقوں پر قبضہ کے لیے ہندوستانی فوجیں استعمال کر رہا تھا۔ اس وقت شاہ صاحب سے فتویٰ لیا گیا کہ انگریز کی نوکری کا کیا حکم ہے تو شاہ صاحب نے نوکری کی چند حیثیتیں قائم کر کے جواب دیا۔ وہ نوکری جو مسلمانوں کو قتل کرنے یا ریاست درہم برہم کرنے یا کفر کے رواج دینے اور دین میں عیب نکالنے کے لیے ہو تو اس کو آپ نے گناہ کبیرہ فرمایا ہے جو کفر کی حد تک پہنچتا ہے چنانچہ پورا فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

''نصاریٰ بلکہ کافروں کی نوکری کئی قسم کی ہے۔ بعض مباح اور بعض مستحب بعض حرام، بعض مکروہ بعض کبیرہ قریب سرحدِ کفر۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کافر اگر اس کو نیک رسموں کو پھیلانے اور اچھے کاموں کے انجام دینے کیے لیے رکھے تو جائز ہے۔ چوروں، رہزنوں کو ختم کرنے کے لیے شریعت کے مطابق فتویٰ دینے پُل اور سرائے وغیرہ بنانے کے لیے نوکری کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت یوسف نے خزانوں کی داروغگی کی نوکری کی، عدل کرنے کے لیے درخواست کی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو دودھ پلانے کی فرعون کے ہاں ملازمت کر لی۔ اگر بری رسمیں اور وضعیں نوکری میں نظر آئیں مثلاً سپاہ گری، خدمتگاری، منشی گیری میں ظلم کی امداد کرنی پڑے یا تعظیم زیادہ ہو اور بیٹھنے اٹھنے میں ذلت ہو تو ایسی نوکری حرام ہے اور جو مسلمانوں کے قتل اور ریاست کے درہم برہم کرنے یا کفر کے رائج کرنے اور دین میں عیب نکالنے کے لیے نوکری ہو تو وہ ایسا بڑا گناہ ہے جو سرحدِ کفر ہے۔''

اس قابل نفرت اور پرآشوب زمانہ میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں عیسائی فرنگیوں کا

Marfat.com

جال پھیلا ہوا تھا۔ پادری یسوع مسیح کے نام حکومت کے اختیارات کے مالک تھے۔ ہندوستان کے ہر مذہب کے پیشواؤں کا مذاق اڑانا معمولی بات تھی۔ بے لگام پروپیگنڈہ کرتے۔ یک طرفہ پروپیگنڈہ سے عوام کا متاثر ہونا لازمی بات تھی چنانچہ اس وقت اگر اعلائے کلمۃ الحق کا نعرہ بلند کیا تو علماء کرام کے جاں باز و مجاہد گروہ نے جن میں شاہ عبدالعزیز، حضرت مولانا آل حسنؒ، مولانا رحمۃ اللہ علیہؒ، ڈاکٹر وزیر خان، مولانا شرف الحق، مولانا ابوالمنصور، مولانا محمد قاسم، مولانا عبدالحق محدث دہلوی، مولانا محمد علی منگیری، مولوی محمد علی تحصیلدار، مولانا سید محمد عبدالباری، مولوی چراغ علی مولانا حکیم محمد محسن رحمہم اللہ شامل تھے۔

یہ وہ علماء تھے جو ردِّ نصاریٰ میں اپنا تمام وقت اپنی تمام زندگی صرف کرتے تھے۔ لیکن اس کے علاوہ اس وقت تقریباً عام روشن خیال مجاہدانہ زندگی کے حامل، دل سے علماء پادریوں کو قلع قمع کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ اور نصرانیت کی تردید کرنا، تلقین کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اس وقت کی اسلامی وقومی وملی خدمت یہی سمجھی جاتی تھی کہ عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے مذہبی وتبلیغی زور کو ختم کیا جائے، اس وقت وہی مجاہد، جاں نثار وطن شیدائے ملت، خادم قوم مانا جاتا تھا جو عیسائیت کی پول کھولے۔ اور نصرانیت کے لبھانے والے پرکشش سرمایہ کے جال کی خباثت کو ظاہر کرے۔ حکومت بھی اس وقت پادریوں مشنریوں کی مخالفت کو بغاوت اور حکومت کے ساتھ عذاری کے مترادف سمجھتی تھی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ محکوم ومظلوم بے بس طبقہ اپنی مردنی کی حالت میں حاکم کے اگر تیر مار سکتا ہے تو اسی طرح۔ چنانچہ یہ تحریک باغیانہ تھی۔ حکومت و پادری چاہتے تھے کہ طوفانی طور پر تمام ملک میں نصرانیت کا پروپیگنڈہ کر کے عیسائیت کی آواز پہنچا کر ہندوستان کے ہر فرد بشر کو عیسائی بنالو۔ چنانچہ اس سیلاب کو روکنے کے لیے صوفی منش ہو، گوشہ نشین ہو، مناظروں ومذہبی جھگڑوں سے بھاگنے والا عالم ہو وہ بس میدان جہاد میں نظر آتے تھے۔ اور نصرانیت کے مدمقابل تھے۔ کوئی اعتراض کرتا اور جواب کے لیے حاضر کرتے۔ چوکتے نہیں تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے سامنے جب سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا، سوال وجواب یہ تھے:

Marfat.com

''عیسائی لوگوں سے کہتے ہیں کہ آپ لوگ دین عیسائی کے پیروی کیوں اختیار نہیں کرتے جس نے اپنی امت پر جان قربان کر دی اور ان کو خدا سے بخشوا کر نجات دلوائی اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ باوجودیکہ زاری اور عاجزی کر کے اپنے والدین کی شفاعت، چچا ابو طالب کی جن نے آپ کو پرورش کیا تھا اور حین حیات آپ کے حامی رہے ان کی مغفرت چاہی مگر خدا نے منظور نہیں کی تو آپ لوگوں کو کیا امید ہوگی ایسے نبی سے؟ پس یہ کلمات عیسائیوں سے سن کر ہمارے محمدی اپنے علماء سے دریافت کرتے ہیں تو وہ بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ ہاں ان کے حق میں شفاعت منظور نہیں ہوئی تب محمدی نہایت پریشان ہو جاتے ہیں اور ان کے عقائد میں خلل پڑ جاتے ہیں۔

(1) پس کفر آپ کے والدین کا اجماعاً ہے یا مختلف فیہ؟

(2) اگر مختلف فیہ ہے تو راجح جانب کفر یا اسلام؟

(3) اگر راجح جانب اسلام ہے تو آپ کا کیا جواب ہوگا مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا اَن يَسْتَغْفِرُوا، الخ، اِنَّكَ لَا يَهْدِى مَنْ اَحْبَبْتَ، الخ اور امام صاحب علیہ السلام فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں مَاتَ و الد رسول الله على الكفر کا کیا جواب ہے؟

(4) جس شخص کے کفر میں اختلاف ہو وہ قطعی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(5) اگر قطعی کافر آپ کے والدین کو سمجھا جائے تو عیسائیوں کو کیا جواب دیں گے؟

(6) اور جو قول علماء کے ان کے مسلمان ہونے کے بارے میں ہیں ان کا کیا جواب ہے کیوں کہ روایات ضعیفہ دفع کفر میں مفتی بہ ہوتی ہیں؟

(7) اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ابو طالب آگ سے نکال کر گٹوں تک لایا جاوے گا شفاعت کے ساتھ اور آیات واحادیث میں صریح آیا ہے کہ کافر کی شفاعت ہرگز نہیں ہوگی؟

جـــــواب: یہ تقریر عیسائیت کی سراسر مغالطہ ہے۔ اور غور کیا جائے تو یہی تقریر ان کے کاذب اور مسلمانوں کے لیے صادق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ امر ظاہر اور عقلی ہے کہ اصلی غرض مذہب سماوی کی یہ ہوتی ہے کہ مکلفین کے عقائد واعمال واحوال ظاہری و باطنی کی اصلاح اور اس

Marfat.com

اصلاح پر وعدہ حصول ثمرہ فلاح ونجات آخرت کا ہوتا ہے۔ آپ اُلٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس امر عقلی کی تائید نقلی ہے کہ جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس مذہب میں یہ تعلیم کہ اس مذہب کا پیشوا گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ خواہ امت کچھ ہی کرے سب بخشے بخشائے ہیں تو ایسے مذہب والوں کے ان کے اغراض نفسانیہ شہوۃ غضب اور ان کے مفاسد کو روکنے کے لیے کون سی قوتِ فاجرہ مانع ہوگی دل کھول کر جو چاہیں گے کریں گے، تو ایسے مذہب سے اصلی غرض یعنی اصلاح ہرگز ممکن الحصول نہیں ہوگی بخلاف اس مذہب کے جس میں یہ بتلایا جائے کہ جو شخص اس مذہب کے خلاف کرے گا وہ ناری اور معذوب ہوگا۔ گو وہ اس مذہب کے پیشوا کے اصول وفرع ہی میں سے کیوں نہ ہو، اس تعلیم کا اثر ہر شخص پر ظاہر ہے کہ یہی ہوگا کہ اپنے دین میں اور اپنی اصلاح میں کوشش کرنی چاہیے، اس صورت میں البتہ اس مذہب کا ماننے والا اپنی شہوت وغضب اور غرض نفسانی پر ذہن کو مسلط اور غالب رکھے گا۔ جو اصلی فائدہ مذہب کا ہے پس اگر جناب رسول مقبول ﷺ کے والدین کے اثبات اسلام میں کوشش بھی نہ کی جائے، جب بھی اسلام پر کوئی اعتراض نہیں پس اس مسئلہ کو اس شبہ سے کوئی مس اور تعلق نہیں البتہ اگر مستقل طور پر اس مسئلے کا تجسس مقصود ہو تو اور بات ہے۔ جس میں محققین کے نزدیک:

(1) بوجہ مختلف فیہ کے کف لسان اور سکوت میں ہے۔

(2) رہا جواب آپ کا سو مجسمین اسلام ان آیتوں کو حق والدین نہ کہیں گے اور موت علی الکفر اور ایمان بعد الاحیاء میں منافاۃ نہیں۔

(3) اختلافات میں قطعیت نہیں رہتی۔

(4) لیکن جواب قطعیت کی تقدیر پر بھی ظاہر ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(5) اور محققین اسلام ان روایات کو غیر ثابت سمجھتے ہیں ضعیف نہیں جانتے۔

(6) اور کافر کے لیے شفاعت نہیں ہوتی شفاعت تخفیف عذاب ممتنع نہیں۔ (فتاویٰ امدادیہ: جلد 4-149)

دہلی کے مشہور ادیب ڈپٹی نذیر احمد صاحب مباحثے اور مناظروں سے خاص شغف نہیں

Marfat.com

رکھتے تھے لیکن جب پادریوں نے ان سے چھیڑ خانی کی تو انہوں نے اس کا منہ توڑ جواب دینا ضروری سمجھا۔

سفر پنجاب میں دہلی کے مشہور ادیب و لیکچرار ڈپٹی نذیر احمد صاحب آنریبل سرسید احمد کے ساتھ تھے۔ واپسی پر لدھیانہ میں مشن کی کوٹھی میں قیام ہوا۔ ایک پادری صاحب نے ڈپٹی صاحب سے اپنے زعم میں اسلام کے نقائص پر صحیح روشنی ڈالی۔ سب سے بڑا الزام یہ لگایا کہ مسلمانوں نے جنت کو بازاری عورتوں کا چکلہ بنا دیا ہے۔ جو خداوند کی عظمت و جبروت اور تقدس کے صریح خلاف ہے ممکن نہیں وہاں ہزاروں حوریں اور مسلمان ہوں اگر ایسا ہو تو خدائی میں فرق آجائے۔ ڈپٹی صاحب نے جواب دیا کہ یہ تو چیز نہیں کہ وہاں ایسا ہو یا نہ ہو لیکن دنیا میں تو ہم ایسا دیکھ رہے ہیں کہ بازاری عورتیں بھی موجود ہیں۔ اور کیا کچھ نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے کہ خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ دنیا میں سب چیزوں کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ تاہم اس کو سب مانتے ہیں کوئی اس کی خدائی سے روگرداں نہ ہوا۔ پس اگر وہی خدا ہے جو میرے بعد جنت میں ایسا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بایں ہمہ سب کا خدا مانا جائے اور عقبیٰ میں اگر ایسا کرے تو اس کی شان الٰہی میں فرق آجائے جو یہاں ہے وہی وہاں ہے۔ (حیات النذیر چہارم 119)

مولانا حالی نے بھی رد نصاریٰ پر تریاق مسموم 1867ء (1284ھ) اور تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے 1872ء (1289ھ) میں نایاب کتابیں لکھیں۔ سرسید اور ان کی پارٹی نے بھی ردِ نصاریٰ میں اپنے نظریے کے مطابق بہت کچھ کیا۔

فرنگیوں نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں پادریوں کو نصرانیت کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی حکومت جم گئی ہے تو پادریوں کو نصرانیت کی شورش برپا کرنے کی آزادی مل گئی، اس وقت بھی علماء کرام خاموش رہے انہوں نے کوئی توجہ دینا اور خرافات نصرانیت کا جواب دینا اور پادریوں کو خطاب کرنا توہین سمجھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ پانی حد سے آگے بڑھنے لگا۔ اور ہندوستانی لوگ عیسائی ہونے لگے تو انہوں نے اپنا قدم اپنا قلم اٹھایا اور اپنی زبان کھولی اور ردِ نصاریٰ میں مستعد ہو گئے اور محنت و تحقیق سے عیسائیوں کی

Marfat.com

اسلام کے خلاف کتابوں کے جوابات کتابی شکل میں چھاپ کر شائع کیے چنانچہ مولانا رحمت اللہ صاحب میزان الحق میں ردِّ نصاریٰ کی کتب لکھنے اور مناظروں کے آغاز کرنے کی وجہ لکھتے ہیں:

''جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور مکمل انتظام کر لیا تو اس 43 سال کے عرصہ میں ان کے علماء (پادریوں) کی طرف سے کوئی تبلیغی دعوت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے رسالے کتابیں اسلام کی تردید میں لکھنے شروع کیے۔ اور ان کو ہندوستان کے مختلف شہروں اور عوام الناس میں تقسیم کرنا شروع کر دیا اور بازاروں اور لوگوں کے مجمعوں اور عام گزرگاہوں پر وعظ کہنے لگے۔ مسلم عوام ایک مدت تک ان کی باتیں اور ان کے مواعظ سننے سے پرہیز کرتے رہے اور ان کی کتابوں اور ان کے رسالوں کے دیکھنے سے متنفر رہے، اس لیے ہندوستانی علماء نے ان رسالوں کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن کچھ مدت کے بعد بعض عوام الناس اور جہلاء ان کی باتوں کی طرف راغب ہوئے اس وقت خوف پیدا ہوا کہ بے علم مسلمان ان کے پھندوں میں نہ پھنس جائیں۔ اس لیے علماء اسلام نے ان کی تردید شروع کی۔

میں اگرچہ گم نامی کے گوشہ میں اور علماء کے زمرہ میں میرا شمار نہ تھا لیکن جب میں ان کی تقریروں اور تحریروں کو دیکھتا اور بہت سے مطبوعہ رسالے میرے پاس پہنچے تو میں نے چاہا اپنی حیثیت و قابلیت کے مطابق ان کی تردید کرنے کی کوشش کروں۔ لہذا میں نے چند کتابیں اور رسالے حقیقت حال کے اظہار کے لیے لکھے۔''

ردِّ نصاریٰ کے ہیرو

اس دور کے کون کون علماء تھے جنہوں نے جرأت و ہمت سے کام لے کر ہندوستانیوں کو فرنگیوں کے فتنے سے بچایا۔ ان کے اسماء گرامی مولانا حالی کی زبان سے سنیے۔

''ہندوستان میں اسلام خطروں میں گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف مشنری گھات میں لگے ہوئے تھے۔ اگرچہ قحط کے دوراں میں ان کو دُبلا پتلا شکار پیٹ بھراؤ مل جاتا تھا مگر وہ اس پر قانع نہ تھے۔ اور ہمیشہ فربہ کی تلاش میں رہتے تھے۔

Marfat.com

ہندوستان میں سب سے زیادہ دانت ان کا مسلمانوں پر تھا۔اس لیے ان کی منادیوں میں ان کے اخباروں اوران کے رسالوں میں زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی۔اسلام کی تعلیم کی طرح طرح سے برائیاں ظاہر کرتے تھے، بانیِ اسلام کے اخلاق وعادات پر انواع واقسام کی نکتہ چینیاں کرتے تھے۔چنانچہ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب ان کے دام میں آ گئے اس خطرہ سے بلاشبہ علماء اسلام (شکر اللہ مساعیہم) جیسے مولانا آل حسن، مولانا رحمت اللہ مرحوم اور ڈاکٹر وزیر خان وغیرہ متنبہ ہوئے۔انہوں نے متعدد کتابیں عیسائیوں کے مقابلہ میں لکھیں اوران سے بالمشافہ مناظرے کیے جس سے یقیناً مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

ردِّ نصاریٰ میں تالیف وتصنیف اور پادریوں سے مقابلہ کا سلسلہ ایک جماعتی نہ سہی لیکن انتظامی شکل میں بننا شروع ہوگیا تھا۔قدرتی طور پر ہر جگہ ہر صوبہ میں مسجدیں تھیں۔علماء کرام کے وہ گڑھ تھے۔اس انقلابی تحریک کے چلنے میں کوئی دشواری نہیں پیدا ہوئی، رہنما کی ضرورت تھی۔مولانا رحمت اللہ سے بہتر کون ثابت ہوسکتا تھا۔انہوں نے اس کی بنیاد ڈالی اوراس کام کے لیے دہلی آگرہ کو مرکز قرار دیا۔یہاں بھی مولانا نے تصنیف وتالیف کا کام اپنی جماعت کی مدد سے کیا۔اس جماعت میں ہندوستان کے انتہا پسند اور حضرت اسماعیل شہید کے فدائی مسلمان تھے جن کی تعداد کافی تھی۔چنانچہ اس تحریک کا ذکر پادری فانڈر 1857ء کے آگرے کے تاریخی مناظرہ کا تذکرہ یوں تعلّی کے ساتھ کرتا ہے:

''یہاں کے (آگرہ کے) علماء اسلام دہلی کے علماء کے ساتھ مل کر دو تین سال سے کتاب مقدس کا اور ہماری کتابوں کا اومغربی علماء کی تنقیدی کتب اور تفاسیر کا مطالعہ کررہے تھے تاکہ وہ کتب مقدس کو غلط اور باطل کرسکیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی کے عالم مولوی رحمت اللہ نے دو کتابیں تصنیف کیں۔جنوری 1854ء میں جب میں نہیں تھا۔وہ آگرہ آیا تھا اپنے احباب کے ساتھ ان کتب کو چھپوانے کا انتظام کرے، مباحثہ ہوا۔پہلے روز تقریباً ایک سو مسلمان علماء مولوی رحمت اللہ کی مدد کے لیے جمع تھے اور دوسرے روز اس کی دگنی تعداد تھی۔''

Marfat.com

یہ عالم بلا کسی معاوضہ کے ردِّ نصاریٰ میں اپنا وقت صرف کرتے تھے۔ ہر صوبہ ہر ضلع میں ان کے شاگرد ردِّ نصاریٰ کا فرض ادا کرتے تھے۔ اگر خاص معاملہ یا مناظرہ ہوتا تھا تو مرکز سے علماء کرام ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جاتے تھے جس سے پادریوں اور عوام پر خاطر خواہ اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ جو اثر ہوا ان کی رپورٹوں میں دیکھیے۔ اگر چہ وہ مخالفانہ و معاندانہ قسم کی ہوتی تھیں لیکن واقعات کے ڈھنگ اور عیسائیوں کے طرز سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی تھی کہ علماء کرام ہر ضلع میں ان کے مقابل ہیں اور ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ چنانچہ پادری فرنچ انچارج ملتان ضلع کی رپورٹ دیکھیے۔

''ملتان کے ملّا سید اور مخدوم سب اس بات کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ خدا کی روشنی کو داخل نہ ہونے دیں۔ یہ دو مشہور شخصوں یعنی مولوی رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں کا جنہوں نے اسلام کا طرفدار ہو کر ڈاکٹر فانڈر سے مباحثہ کیا تھا۔ دوست تھا۔'' (صلیب کے علمبردار، صفحہ:53)

امرتسر کی مشنری کے انچارج مسٹر کلارک کی رپورٹ 1865ء یہ ہے:

''علماء اسلام مباحثہ اور مناظرہ کے لیے جمع ہو جاتے اور منہ کی کھا کر جاتے 1893 میں ڈپٹی عبداللہ آتم کے درمیان پندرہ روز تک بحث ہوتی رہی جس کا نتیجہ سوائے حسرت و یاس اور کچھ نہ ہوا۔''

دہلی کے مشنری انچارج مسٹر لیفرائے یہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ وہ سہ پہر کے وقت بازار میں منادی کے لیے گیا، اور رات ہو گئی کیونکہ بحث چھڑ گئی ایک مسلمان مولوی (مولانا شرف الحق) نے بائبل کے خلاف بیان پر اعتراض کیا اور حوالے ڈھونڈنے لگا، بازاری لیمپ کی روشنی نہایت مدھم تھی کہنے لگا روشنی میں دکھائی نہیں دیتا، لیفرائے نے کہا کہ اگر یہاں روشنی کم ہے تو کیوں ایسی جگہ بحث نہیں کرتے جہاں روشنی کا انتظام ہو۔ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ مسجد کے اندر ہو یوں لیفرائے مسجدوں کے اندر جا کر انجیل کی بشارت دینے لگا۔ بازاری منادی اب لیفرائے کی سخت مخالفت ہوتی بالخصوص ایک نابینا مولوی لیفرائے کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ جہاں لیفرائے کھڑا ہو کر منادی شروع کرتا تو وہیں یہ مولوی بھی اس

Marfat.com

کے پاس کھڑا ہوتا اور مسیحیت کی مخالفت میں وعظ شروع کر دیتا۔ اگر وہاں سے ہٹ کر کسی اور جگہ منادی کرتا تو مولوی بھی اس کے پیچھے جا کر وہیں اس کے پاس کھڑا ہوتا اور وعظ کرنے لگ جاتا۔"

پشاور میں علماء کرام کی تبلیغ کی جدوجہد کی کیفیت یہ تھی جو پادریوں کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر پتیل انچارج پشاور مشنری سوسائٹی نے قرآن ہاتھ میں لے کر ملاّ سے کہا کہ اس کتاب میں یہ کہیں لکھا دو کہ قرآن نے انجیل کو منسوخ کر دیا۔ ملا قرآن پر ہاتھ نہیں لگاتا تھا اعتراض پر اعتراض کرتا چلا جاتا تھا۔ پتیل نے پھر کہا اس پر ملا اور مسلمانوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اور بحث ختم ہوگئی۔ مسلمان ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح بازاری منادی نہ ہو۔ جہاں وہ آتا وہاں ملاّ نے آنا شروع کر دیا اور اسلام پر وعظ کرنا شروع کر دیا۔ پتیل کو اس طرح دق کرتے۔ (صلیب کے علمبردار، 228-224)

ایک دفعہ جب پتیل بازاری منادی کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک بازاری ملا وعظ کہہ رہا ہے۔ پتیل نے خیال کیا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا ہر جگہ اسی طرح کریں گے۔ یہ سوچ کر وہ اس ملا کے پاس جا کر کھڑا ہوا، اور منادی کرنے لگ گیا، ادھر ملا اونچی آواز سے وعظ کر تاب تھا، ادھر وہ اس سے بھی اونچی آواز سے انجیل کی منادی کرتا تھا جب ملاّ نے دیکھا تو اس نے لوگوں کو اشتعال دینا شروع کر دیا اور پتیل کو کہنے لگا کہ اگر آپ منادی سے باز نہ آئیں گے تو لوگ بری طرح آپ سے پیش آئیں گے۔

بعض اوقات بازاری منادی کے وقت ایک شخص ہجوم میں کھڑا ہو جاتا اور چلاّ چلاّ کر کہتا کہ کسی مومن مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں کا وعظ سنے یہ کہہ کر لوگوں کو وہاں سے کھڑا نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ بازاری منادی کے وقت وہ اعتراضات کو ٹال دیتا اور جواب دیتا تھا۔" (صلیب کے علمبردار، 232-228-224)

یہ صرف ایک صوبہ پنجاب کی کوششوں کا خاکہ ہے جو علماء کرام نے کیں اور ان کو دشمنوں

Marfat.com

کے قلم نے اپنے رنگ میں بیان کیا۔ اور اس طرح بیان کیا کہ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون مقدس ہستی مقابل تھی جس کی شان اور جدوجہد کے بارے میں پادری لوگ یہ یاوا گوئی کرتے تھے۔

اس صوبے کے علاوہ تمام صوبوں میں علماء کا طبقہ ردِّ نصاریٰ میں مصروف تھا اور مولانا رحمت اللہ کے ہجرت کرنے کے بعد خاص مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ مولانا شرف الحق اور مولانا ابوالمنصور کی خدمات نے تمام ہندوستان میں پادریوں کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ مولانا شرف الحق کے ہی کارنامے لے لیجیے، جس سے پادریوں کی دنیا کانپتی تھی وہ اسلام کا شیدائی تمام ہندوستان کے صوبوں کو چھان چکا تھا اور دبدبۂ اسلام قائم کر چکا تھا۔ اس کی عملی پے پناہ زندگی کی یہ کیفیت تھی کہ:

''آج بہار کے صوبوں اور اس کے اضلاع رانچی، پٹنہ، کے قصبوں گاؤں اٹکی، لہاردگہ، ہزاری باغ، منگیر میں پادریوں کی شرارت کا مقابلہ کر رہا ہے، ان کے قبضے سے مسلمان نوجوان عورتیں اور لڑکے نکال رہا ہے، پادریوں کے زعم کو یونانی عبرانی زبانوں پر دسترس پانے کی وجہ سے خاک میں ملا رہا ہے۔ ڈاکٹر ہیرل اور مس ہینری جیسے مغرور لوگوں کے بیسیوں سال کے بنے ہوئے کھیل کا ایک مناظرہ میں خاتمہ کر دیتا ہے۔

اسی طرح چند ماہ بعد وہ بنارس اور اس کے اضلاع میں غازی پور کے پادریوں کو اسلام کی حقانیت کا چیلنج دینے کے لیے پہنچ جاتا ہے وہاں پادری لاء بیر آپ کا نام سنتا ہے اور مناظرہ کے خوف سے شہر بدر ہو جاتا ہے۔ لیکن بے پناہ پروپیگنڈہ اور حقانیت سے بھرے ہوئے وعظ اس مغرور پادری کے ساتھیوں کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ مناظرہ کے لیے آمادہ ہوں اور مشن کا یہ باطل گورکھ دھندہ اپنی نظروں کے سامنے ٹوٹتا ہوا دیکھیں تا کہ غازی پور کے بھولے بھالے ہندوستانی فریب نصرانیت سے آگاہ ہو جائیں۔

سال بھر کی جانفشانی کے بعد ہنم کنڈہ، گلبرگہ اور شولہ پور میں اسلام کی روشنی پھیلاتے ہوئے احمد نگر کے مشنری ہیوم صاحب سے جا بھڑا، آؤ ہم کو سمجھا دو یا سمجھ لو۔ اور نبی آخر الزماں پر ایمان لے آؤ۔ اس نے توجہ نہیں دی تو پونہ پہنچتے ہیں۔ وہاں مہینوں بازاروں اور عاشور خانوں

Marfat.com

اور یہود کے ریڈنگ روموں میں رحمۃ اللعالمین کی رحمت کے پیغامات سے یسوع مسیح کی بھیڑوں کو آگاہ کرتے رہے اور پونہ کے پادری لتسول اور باجے اسمال عام مناظرے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے تو ان کے گھروں پر جا کر باپ بیٹے روح القدس کے بیکار تثلیث کی تحریفانہ کوششوں کے پردے چاک کر کے ضرورت اسلام اور نبوت رسول مدنی منواتے ہیں یہاں آپ آٹھ ماہ ان کوششوں میں مصروف ہے کہ حیدرآباد دکن سے ان کو دعوت ملتی ہے کہ آپ فوراً آجایئے اور یہاں کے فرعون کی گردن توڑنا آپ ہی کا کام ہے۔ یہاں کا پادری ایم جی گولڈا سمتھ کہتا ہے کہ تحریف انجیل کے مسئلہ پر ان لوگوں سے کیسے بحث کروں جو عبرانی کی ابجد سے بھی واقف نہ ہوں عبرانی جاننے والا میرے سامنے آئے تو اس سے مناظرہ کرنا میرے شایان شان ہوگا۔

آپ وہاں پہنچتے ہیں۔ سید مرتضٰی صاحب قادری کے مکان پر پادری صاحب سے عبرانی گرامر اور ادب پر بحث ہوتی ہے چند منٹ میں قلعی کھل جاتی ہے، مولانا صاحب عبرانی یہودی لہجہ میں پڑھ رہے تھے۔ گویا پادری صاحب کے چہرے پر مردنی چھائی جاتی ہے۔ (حیدرآباد میں خدمت دینی مرتبہ شیخ برکت اللہ، صفحہ:9)

اور پادری صاحب کو ماننا پڑتا ہے کہ مولانا کے مقابلہ میں میری عبرانی کی لیاقت محدود ہے۔ (بجواب رپورٹ پادری گولڈا سمتھ بیان سید مرتضی مطبوعہ، دکن بجٹ 2 رنومبر 1892ء)۔

اس کے بعد مولانا نے رضا کارانہ طور پر صحابہ کبار علیہم السلام کی زندگی کی طرح تمام بلدے کے دیہات کے کونہ کونہ میں تبلیغ اسلام اور ردِّ نصاریٰ کیا، وہاں ایک انجمن تبلیغ اسلام قائم کی، جس کا معتمد اس ریاست کے بااثر سید محمد مرتضٰی صاحب اور امیر مجلس حاجی مولوی شاہ عبدالرحیم کو بنایا۔ اور احباب کے اصرار پر خود ورکنگ کمیٹی کے ممبر بنے۔ اس ٹھوس خدمات کے بعد آپ نے پادریوں کا پیچھا کیا۔ سید مرتضٰی اور صوبیدار کے مکان پر تین مرتبہ پہنچے۔ بھرے مجمع میں پادری ایم جی گولڈا سمتھ سے مناظرے کیے۔ آپ کے وعظوں کے خوف سے پادری نے اپنی عام منادی کا مقام بھی بدل دیا، یعنی تیلیوں کی باولی چھوڑ کر مارکٹ اختیار کی۔ جس کا عوام

Marfat.com

اور پادریوں کے ہم نواؤں پر اس قدر اثر ہوا کہ پادری کے دو خاص الخاص دہان سنگھ اور فضل مسیح ساتھی مسلمان ہو گئے اور ردِّ نصاریٰ میں دل و جان سے کام کرنے لگے اور بقایا دو سو آدمیوں کو مشرف باسلام کرنے کا فخر حاصل کیا، حق وہ ہے جو زبان پر قبضہ کر کے بولے۔ چونکہ پادری کو زبانی ہی نہیں بلکہ اپنی رپورٹ میں بھی مولانا کی اولوالعزم شخصیت کو ماننا اور ان کی قابلیت کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرنا پڑا۔ وہ لکھتا ہے:

''ایک مشن کے مخالف انجمن تبلیغ اسلام کی کارروائی دین عیسوی کے رسوخ کا دوسرا ثبوت ہے، یہ مشن گیارہ مہینے کی کارروائی کے بعد جون میں دو سو آدمیوں کے مسلمان کرنے کا فخر کرتی ہے۔ ہماری وعظ گاہوں کے نزدیک قریب مسلمانوں نے ہمارے مقابلہ میں وعظ بھی کہنا شروع کیا تھا۔ دو مولوی وعظ کہتے تھے اس میں سے ایک نو مسلم ہندو تھا جو اپنی تلنگو بائبل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور کرسچینی میں اپنا کچھ کہا کرتا تھا۔ کہ دوسرا مولوی ایک فصیح مولوی شرف الحق تھا۔ جس نے کیمبرج مشن دہلی کے مسٹر لیفرائے سے مباحثہ کیا تھا۔ اور اپنی ہیبر و اور گریک کی زباندانی کو بڑے زور سے استعمال کرتا تھا جس طرح کہ قرآن پڑھا کرتے ہیں اس طرح بنیسٹوچ (موسیٰ کی پانچویں کتب) اور دوسرے حصوں کے جملے ہیبر و میں میں بڑے بلند لہجہ میں پڑھ کر ان کی خوبی اپنے سامعین پر ظاہر کرتا تھا جس سے ہیبر و کی ترغیب اور ہیبر و بائبل خریدنے کا شوق پیدا ہوتا تھا اور یہ ثابت کرتا معلوم ہوتا تھا کہ پہلے کے نبی قرآن سے کسی طرح گھٹے ہوئے نہیں تھے۔ ان کے وعظ تقریباً اسی مضمون پر تھے کہ اولڈ اور نیو ٹسٹمنٹ میں مجموعہ (توریت و انجیل وغیرہ) محمد صاحبؐ کے بارے میں پیشن گوئی کی گئی تھی۔ ٹھیک فاصلہ ہوے کی وجہ سے ہم یا وہ ایک دوسرے کے وعظ میں مزاحم نہیں ہوتے تھے۔ اور جب کبھی وہ تقریر کرنے کی کوشش کرتے تھے تو ہم اور وقت پر اس کو اٹھا رکھتے اور اس طرح ہم اپنے وعظ میں دخل نہ دینے دیتے۔ دو پہر کو پھر مباحثہ کرنے کا وقت ہوتا تھا، اس قسم کی تقریریں کچھ کم سال بھر تک ہوئیں۔ (رپورٹ مطبوعہ اخبار دکن گزٹ 14/ اکتوبر 1893ء)

مولانا موصوف برسوں کے دورے کے بعد جس میں ہندوستان ہی نہیں بلکہ ممالک

Marfat.com

اسلامیہ بھی شامل تھے آپ دہلی کے مرکز پر پہنچ جاتے تھے جہاں پادری لیفرائے سے روزانہ کبھی گھنٹہ پر کبھی فوراہ کے گرجا گھر پر کبھی فتحپوری کبھی حوض قاضی پر تھانے کے سامنے مقابلے ہوجاتے تھے۔ بھنگیوں کی بستی میں بھی مڈبھیڑ ہوجاتی تھی۔ اس لیے کہ وہ لیفرائے کا گڑھ تھا وہیں سے اس کولقمہ ملتا تھا۔ وہیں سے شکار پھنستا تھا، اگر وہاں مولانا شرف الحق کا قدم چلا جاتا تھا تو لیفرائے کے بہت سے نشانے خطا ہو جاتے تھے۔ روزانہ کے چوچلوں نے آخر رنگ دکھایا۔ اورلیفرائے کو دہلی مسجد فتحپوری کے اندر مولانا رحمت اللہ کے شاگرد رشید مولانا شرف الحق سے ماننا پڑا کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے۔ یہ اقرار زبانی نہیں بلکہ ہزاروں کے مجمع میں تحریری مولانا کولکھ دیا کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے اوراس میں شعراء کے قول داخل ہوگئے۔

یہ ہے اک عشق اسلام وخلوص سے پُر جان نثارانہ زندگی اس کے سامنے ٹھیکروں کے بندے، تنخواہوں کے غلام کیا ٹھہر سکتے تھے۔ ان کو جھکنا پڑتا تھا۔ حق وصداقت کے دعویدار ہستیوں کے سامنے تلاش رہتی تھی کہ کہیں سے پادری کی بو آجائے اور وہ پہنچے اوران کے پنجوں سے بھولے بھالے ہندوستانیوں کو بچائیں۔

اسی طرح مولانا قاسم اور مولانا ابوالمنصور کی پوری پوری زندگی کا ہرلمحہ صرف ہوتا تھا۔ ردِّ نصاریٰ میں ان کے معتقدان کے نام اپنی زندگیاں وقف کردیتے تھے۔ فرنگی جال کو پاش پاش کرنے کے لیے۔

اس مختصر روئداد کی مفصل کیفیت آپ ہندوستان کے تاریخی مناظروں میں ردِّ نصاریٰ کی تردیدی کتابوں میں دیکھیے تو ان جان نثار وطن اور ملت کے فدائیوں کی قابلیت ولیاقت کا صحیح اندازہ ہوجائے گا کہ پادری ان سے کیوں خائف رہتے تھے۔

پہلی کتاب ردِّ نصاریٰ

ردِّ نصاریٰ میں اردو زبان میں پہلی کتاب جوطبع ہوئی وہ خلاصہ صولۃ الصیغم علی اعداء ابن مریم تھی۔ جس کے مصنف مولوی عباس علی صاحب بن ناصر بن فضل اللہ فاروقی جموی تھے۔ یہ کتاب مطبع سنگین 1258ء کے اندر چھپی جو بڑے سائز پر 106 صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب اصل

Marfat.com

میں 1248ء میں لکھی گئی تھی لیکن ضخیم ہونے کی وجہ سے اس کا خلاصہ 1258ء میں چھپا۔ چنانچہ اس کتاب کے آخر میں جو تاریخ کتاب لکھی ہے "بود مرغوب" ہوتی ہے۔ آغاز کتاب میں خلاصہ کی وجہ بھی ظاہر کی ہے کتاب صولۃ الصیغم نصاریٰ کی رد میں جمع کی تھی لیکن اس کا حجم بہت تھا۔ اس واسطے میں نے یہ مختصر ترتیب دیا۔ جس کو اس میں کسی طرح کا شبہ پڑے وہ فاضل کی طرف رجوع کرے۔

آحری فقروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکمل کتاب بھی چھپی تھی لیکن مولانا محمد علی منگیری "پیغام محمدی" میں لکھتے ہیں کہ پوری کتاب طبع نہیں ہوئی۔

اس کتاب کے مصنف اپنے دور کے خاندانی عالم معلوم ہوتے ہیں اس وقت تک علماء کرام نے ردِ نصاریٰ کی طرف توجہ نہیں فرمائی تھی نہ ردِ نصاریٰ کی تصانیف کا دور تھا اور نہ مناظرہ کا رواج۔ جہاں آپ نے پہلی تصنیف کی وہاں پادریوں سے مناظرہ بھی پہلے کیا اور پادریوں کے چیلوں کو مسلمان بنایا چنانچہ آپ اپنی تصنیف کا تذکرہ کرتے ہوئے علماء سے ردِ نصاریٰ کی طرف توجہ دینے کی درخواست کرتے ہیں۔

قدیم عہد مین ردِ نصاریٰ کا عمل نہ تھا۔ اور زور و شور اس دین کے منسوخ کا پنہاں تھا۔ اگلے عالموں نے اس رد کی طرف توجہ کم فرمائی۔ لیکن اس زمانہ کے عالموں پر فرض و واجب ہے کہ ان کے دین کے ابطال پر کوشش کریں۔ ورنہ رفتہ رفتہ یہی لوگ خلق کبیر کو گمراہ کر ڈالیں گے اور یہ گمان نہ چاہیے کہ رد لکھنے سے کفار قائل نہیں ہوتے، پھر کیا فائدہ؟ کیونکہ جب میں صولۃ الصیغم لکھ چکا اور دس پانچ جگہ یہ امر مشہور ہو گیا لوگوں نے ویٹ اوز ولیم پادریوں سے اور مجھ سے بحث کرادی۔ آخر میں خدا کی مدد سے ان پر غالب ہوا۔ تب ان کے رفیقوں میں سے جو نئے نئے کرسچن ہوتے ہیں دو شخص میرے پاس آکر مسلمان ہو گئے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

یہ کتاب کسی مخصوص کتاب کا جواب نہیں ہے لیکن پادریوں کے عمومی سوالوں کا جواب ہے جو عام طریقے سے اس زمانے میں کرتے تھے۔ یہ کتاب گیارہ فصلوں پر حسب ذیل عنوانات پر مشتمل ہے:

(1) تحریف انجیل (2) اثبات محمد ﷺ (3) جواب جہاد کہ اسلام ظلم سے پھیلا

Marfat.com

(4)ثبوت معجزات حضور اقدس ﷺ کتب مقدس اور قرآن مجید سے (5)ابن اللہ کا جواب (6)تثلیث کی تردید (7) تقدیر (8) کثرت ازدواج (9) نسخ (10) بے عمل ممات مردہ (11)پیشگوئیاں

اس کتاب کا طرز استدلال الزامی ہے۔عیسائیوں کی کتابوں کو ڈھال بنایا گیا ہے۔

طرز تحریر اور طرز استدلال کا نمونہ:

نصاریٰ کہتے ہیں کہ سچے نبی کی یہ نشانی ہے کہ اگلے پیغمبروں کو نہ جھٹلاوے اور ان کے برخلاف نہ کہے مگر محمد ﷺ نے قرآن میں خدا کے اگلے کلام سے بہت سا برخلاف کہا ہے چنانچہ توریت و انجیل میں ہے کہ ایک جورو کے سوا اس کے جیتے جی دوسری کرنا روا ہے۔ سو قرآن میں اس کے برخلاف چار چار جورواں ایک ساتھ کرنا ہر مرد کو درست ہے اور موسیٰ کی پرہیز گاری، پاکیزگی توریت میں ان باتوں سے پائی جاتی ہے کہ جیسا حق تعالیٰ نے ابتدا آدم کے لیے مقرر کیا تھا۔اس کے موافق موسیٰ نے بھی ایک ہی شادی کی اور عیسیٰ کی پرہیز گاری مشہور ہے۔محمد ﷺ کی بہت سی جورواں تھیں۔

کہتا ہوں میں (گویا جواب) سچ ہے کہ محمدی شرع میں کتنی اگلی چیزیں منسوخ ہو گئیں۔ چنانچہ اونٹ کا گوشت اور سنیچر کے دن شکار کرنا موسیٰ کے عہد میں حرام تھا۔ ہمارے وقت میں حلال ہو گیا۔لیکن نسخ آگے سے ہوتا چلا آیا ہے کیونکہ بہ اتفاق یہود و نصاریٰ و مسلمین کی آدم کی شریعت میں درست تھا کہ بھائی اپنی اس بہن سے جو توام نہ ہو نکاح کریں پھر ہم سب متفق ہو گئے کہ بعد آدم کے یہ حرام ہے اور دو بہنوں کے ساتھ اکٹھا نکاح کرنا یعقوب کی شریعت میں روا نہ تھا۔اور موسیٰ کے عہد میں منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ پیدائش کی 29 اور ابار کی 18 مسطور اور بہ اتفاق یہود و نصاریٰ کی اللہ نے ابراہیم کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا بعد ازاں منسوخ کیا موسیٰ کے عہد میں اکثر گناہوں پر قتل تھا عیسیٰ کے عہد میں موقوف ہو گیا۔

اور قول اس کا ایک جورو کے سوا غلط ہے کیونکہ موسیٰ کے وقت میں دو جورواں ایک ساتھ رکھنا روا تھا۔ چنانچہ استثناء کی اس ریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مان لیں کہ موسیٰ کے عہد

Marfat.com

میں دو کرنا روا تھا جیسا نصاری کہتے ہیں تو انہیں کی زبان سے نسخ کا جواز ثابت ہو جائے گا کیونکہ باتفاق ابراہیم کی تین جوروان تھیں۔ سارا، ہاجرہ، قطورا پس معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ نے اس حکم کو مسخ کیا۔ اور ایک جورو کا حکم رکھا۔ سوا اسی حکم پر عیسیٰ بھی چلے۔ پھر جب ہمارے حضرت ﷺ نبی ہوئے۔ یہ حکم موسوی منسوخ ہوا۔ اور پہلا حکم ابراہیمی بدستور قائم ہوا۔ اور پیدائش کی 29 اور 30 میں ہے کہ یعقوب کے چار جوروان ایک ساتھ تھیں (1) لیا (2) مراحل (3 و بہار (4) زلفا اور سموئیل کی سفر ثانی میں ہے کہ داؤد نے بہت جوروں اور سیرنیوں سے ازدواج کیا۔ ان ہی میں سے ہیں (1) احنیفام (2) ابیعال (3) مغما (4) جاعیت (5) اصیطال (6) حاجل اور اسفار الملوک میں ہے کہ سلیمان کے پاس سو بیبیاں تھیں۔ اور تین سو سریتین اور کتاب القضا میں ہے کہ جدعون کے ستر بیٹے تھے۔ اس واسطے انہوں نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا۔ (صولۃ الصنیم، صفحہ:101)

جواب محمدیہ

اس مطبوعہ کتاب کے سامنے ایک قلمی کتاب بھی ہے جو افضلیت کی دعویدار ہے یعنی تین سال قبل 1245ھ میں لکھی گئی ہے یہ کتاب مولانا شرف الحق صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کتاب سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ چھپی ہوئی کتاب کی نقل ہے یا مصنف کا اصل مسودہ ہے۔ بہر حال اپنی زبان اور طرز نگارش سے بتا رہی ہے کہ دور 1245ھ کی تصنیف ہے۔ اور کتاب میں بھی لکھا ہے کہ الحمد اللہ والمنۃ کہ یہ جواب محمدیہ 1245ھ میں بیچ تاریخ 28 ربیع الاول بروز یکشنبہ اس کا مسودہ تمام ہوا۔ اس کتاب کے مصنف اکرام الدین شاہ جہان آبادی ہیں۔ اس کے صفحات 158 ہیں بڑی تقطیع پر لکھی گئی ہے۔

یہ کتاب ''جواب محمدی'' جواب الجواب ہے مدراس کے پادری کے رسالہ عیسوی کا جو پادری نے ایک مسلمان عالم نعمت علی موضع آستانہ ٹھنمیلہ ضلع اعظم گڑھ کے سوالات کے جوابات میں لکھی ہے۔ سوالات یہ تھے۔ جو ''جواب محمدی'' میں مصنف موصوف نے نقل کیے

Marfat.com

ہیں نصرانی کے عالموں سے سوال کرتا ہے کہ اگر محمد کی دلیل عقلی سے باطل کرتے ہوتو تم لوگوں سے یوں پوچھتے ہیں بسبب نبی ہونے محمدؐ کے کون سا خلاف نزدیک عقل اور محال پیدا ہوتا ہے اگر تم لوگ نبوت کی دلیل نقلی سے باطل کرتے ہو پھر ہم تم لوگوں سے یوں پوچھتے ہیں کہ انجیل یا زبور میں کون سی جگہ لکھا ہے کہ محمدؐ نبی برحق نہ ہوں گے بلکہ اکثر جگہ حضرت عیسیٰ نے اشارہ و کنایہ اوپر حقیقت نبوت محمدؐ کی کیا ہے۔ شبہ ہو ترجمہ انجیل کا انصاف کی نظر سے دیکھیے۔ امیدوار اس بات کا ہوں کہ جواب اس کا عالمانہ مناظرے کے طریقے سے دیجیے۔ اللہ الہادی الی الصواب۔

اس کتاب میں پہلے تو پادری کے لفظ ''نصاریٰ'' کے گلے شکوے کا وہی جواب ہے جو سرسید نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ''نصاریٰ'' کہنے پر عیسائی چراغ پا ہو جاتا تھا۔

اس کے بعد ''محمد نبی برحق نہیں ہے، انجیل سے ثبوت دو'' پر بحث کی گئی ہے پادری نے کہا اس کی ضرورت نہیں ہے تو جواب دیا گیا کہ جب حضرت موسیٰ و جمال کا زبور میں کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو اگر حضور برحق نبی نہ ہوتے تو ان کا ابھی ذکر کرتے تو معلوم ہوا کہ آپ برحق نبی تھے۔

اس کے بعد پادری کے چار اعتراضات کا جواب دیا ہے:

(1) حضور نے نبوت کی شان کے خلاف زیادہ شادیاں کیں۔

(2) معجزات نہیں دکھائے۔

(3) پیشگوئیاں نہیں کیں۔

(4) قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں کو باطل ٹھہراتا ہے، کا جواب دیا ہے،

زبان اپنے دور کے رنگ کی ہے۔ البتہ طریقہ استدلال بدلا ہوا ہے۔ عقلی طور پر جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے جو زیادہ دلچسپ بن گئے ہیں۔ الزامی جوابات بہت کم ہیں۔ اس خصوصیت میں یقیناً افضلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ طریقہ استدلال مناظروں کی کتابوں میں سرسید مرحوم کے دور میں تو آ گیا لیکن اس دور میں قطعاً نہ تھا۔ چنانچہ طرز تحریر اور استدلال کے

Marfat.com

عقلی طریقے ملاحظہ ہوں۔

صاحب رسالہ عیسوی نے لکھا ہے: ''کہ محمد اوروں کے مانند بیمار ہو کر مرا اور قبر میں پڑا ہے۔ مگر جناب مسیح تیسرے دن قبر میں سے جی اٹھا اور بعد چالیس روز کے آسمان پر گیا۔''

''سو جواب اس کا ہے: بیمار ہونا اور قبر میں رہنا یہ تمام نبیوں کو نصیب ہوا ہے اس میں فضیلت گھٹ نہیں جاتی۔ پھر دوسرے یہ کہ سولی کھا کر مرنے سے بیمار ہو کر مرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ حضرت مسیح بھی قبر میں موافق عقیدہ صاحب رسالہ عیسوی رہ چکے ہیں گو کہ تین ہی دن رہے تین دن رہنا اور لاکھ برس رہنا برابر ہے۔ اس صفت میں محمد ﷺ اور حضرت مسیح برابر ہیں۔ اور رہا آسمان پر جانا سو حضرت مسیح جسم سمیت چوتھے آسمان پر ہیں اور ہمارے حضرت کی روح مبارک ساتویں آسمان پر قریب سدرۃ المنتہیٰ کے ہے۔

رسالہ عیسوی لکھتا ہے کہ گناہ حضرت مسیح کے خدا ہونے سے بخشے گئے۔ اس جگہ غور کرنا ضروری ہے اس عقیدہ سے کیا بات نکلتی ہے کہ جو شخص معلوم تھا اس کو خداوند تعالیٰ نے سولی دلوائی اور جو لوگ گناہ گار تھے لائق عذاب تھے ان کو لے کر یوں بخش دیا۔ اس جگہ پوچھا جائے کہ خدائے تعالیٰ کو غیر منصف ہم نے ٹھہرایا یا تم نے۔ کیونکہ لوگ لائق عذاب تھے ان کو تو یوں بخش دیا گیا اور جو لائق رحمت تھا اس کو سولی پر کھنچوا دیا اس سے زیادہ کون سی بات غیر منصفی ہوگی۔

پس تو حافظ خموش ہو آگے ایسے خصوں کے کون منہ لاگے

کتاب استفسار

تحقیق و معلومات، علمیت و معقولیت اور شہرت و مقبولیت کے اعتبار سے رد نصاریٰ میں حضرت العلامہ مولینا آل حسن کی تصنیف استفسار افضل مانی جاتی ہے جو مولانا نے میزان الحق پادری فانڈر کی کتاب مطبوعہ 1833ء اور تحقیق دین حق پادری اسمٹ کی کتاب 1843ء کے جواب میں لکھی ہے اس کے علاوہ مولانا موصوف نے پادریوں کے اعتراضات کے ساتھ عیسائیوں پر اپنے بھی اعتراضات استفسار کے نام پر کیے ہیں۔ استفسارات کی تعداد حسب

Marfat.com

ذیل اٹھارہ ہے:

(1) تثلیث کا مسئلہ برہان عقلی سے باطل ثابت ہوتا ہے۔

(2) تثلیث کے دلائل لایعنی ہیں۔

(3) حضرت عیسیٰ کے ارشادات سے ثلیث غلط اور صرف توحید ثابت ہوتی ہے۔

(4) حضرت عیسیٰ کا بندوں کی نجات کے لیے ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہنا جیسا کہ عیسائیوں کا ایمان ہے عقلاً باطل ہے۔

(5) حضرت موسیٰ نے زبور میں کچھ باتیں درج کی ہیں یہ عیسائیوں کا کہنا خلاف واقعہ ہے۔

(6) توریت میں بعض روایتیں ایسی ملی ہیں کہ اس سے ساری شریعت اسرائیلیہ کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔

(7) توریت میں بعض ظاہری احکام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ کی شریعت سے وہ حکم بدل دیا۔

(8) خدا کے کلام میں دوسرے کے کلام ملنے سے کتاب اللہ کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔

(9) انبیائے نبی اسرائیل اور حواریوں کی گواہی اور ایک جماعت علمائے مسیحی کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ بائبل میں تحریف وتبدیلی ہوئی ہے۔

(10) اناجیل کی روایتوں کے اسناد کا پتہ نہیں لگتا اور روایتوں میں اختلاف بھی ہے۔

(11) اناجیل کی تالیف ایسی ہے جیسے ہمارے ہاں شواہد النبوۃ ہے جو قرآن کی طرح جمع نہیں ہوئی نہ اس کی روایتوں کے اسناد کا پتہ لگتا ہے روایتوں میں اختلاف بھی ہے۔

(12) توریت کے عزرا نبی کے عہد سے بطلیموس کے عہد تک اور عہد جدید کے حورایوں کے عہد سے قسطنطین اول کے زمانہ تک سیرین کسی عیسائی عالم کے پاس نہیں ہے۔

(13) بائبل کی پیشگوئیاں مضحکہ خیز ہیں۔

(14) مسیح اور جھوٹے مسیح بڑے معجزے دکھانے والے میں کیا فرق ہے۔

Marfat.com

(15) جس ضابطہ علقیہ کی رو سے سمعیات کا ثبوت ہوا کرتا ہے اس کے موافق صرف حضرت خاتم النبیین ﷺ کے معجزات اترتے ہیں اور کسی پیغمبر کے نہیں اترتے۔

(16) باوجود بائبل کی خرابیوں کے جس قوت کے ساتھ حضرت خاتم النبیین کی خبر توریت اور انجیل سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی خبر توریت سے نہیں ثابت ہوتی۔

(17) جو اعتراضات حضور پر عیسائی لوگ کرتے ہیں وہی اعتراضات حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر بھی عائد ہوتے ہیں۔

(18) جو ''عزتِ ثبوت'' کے ساتھ ملت اسلامیہ کے لیے ہے وہ کسی اور ملت کے لیے نہیں ہے۔

یہ کتاب 1259ء میں چھپی جس نے ہندوستان کے پادریوں میں ہلچل مچادی۔ یہ ضخیم کتاب 800 سو صفحات پر مشتمل ہے۔ بڑے صفحات پر چھپی ہے۔ یہی وہ ہر دلعزیز اور قابل فخر کتاب ہے جس کو مولینا رحمت اللہ نے اپنی مشہور تصنیف ازالۃ الاوہام کے حاشیہ پر چھاپا تھا۔ آج تک عیسائیوں کی طرف سے اس ضخیم کتاب کا مکمل اور مستقل جواب تو کجا صرف ایک مبحث کا بھی پورے طور پر جواب نہیں دیا جاسکا۔ پادری فانڈر کے حلل الاشکال 1847ء کتاب میں جو چھوٹے سائز پر 150 صفحات پر چھپی ہے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ جس کو چھدا اتارنا کہتے ہیں۔ کیونکہ حلل الاشکال جیسی مختصر کتاب میں میزان الحق کے جواب کشف الاستار کا بھی جواب شامل ہے۔ جو بہت مہمل اور ناکام ہے۔ اس جواب سے پادری صاحب کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہوگئی۔ چنانچہ پادری صاحب کی قابلیت اگر دیکھنی ہے تو حلل الاشکال کا جواب بااستفسار 41 مصنف مولوی موئید الدین صاحب ملاحظہ کیجیے۔

ردِّ نصاریٰ کی تالیف میں دقتیں

پادریوں کو ہندوستانی مذہب کے خلاف لکھنے کے لیے کیا کیا سہولتیں تھیں اور پادری لوگ کس طرح انگریزی سرمایہ داروں کی امداد سے اودھم مچاتے تھے۔ اور ہندوستانی مذاہب

Marfat.com

کے لوگوں کو ردنصاریٰ کے کتب لکھنے میں کیا دقتیں اور تکلیفیں اور پریشانی تھیں ملاحظہ کیجیے محکوم ہندوستانی کی بے بسی۔

(میں نے پادریوں کی کتابوں کے جواب لکھنے میں) پادری صاحب کی فضول تقریریں نہیں لکھیں اس کا سبب یہ ہے کہ طرز بیان اور تقریریں لاطائل اگر صرف دو تین رسالوں میں پادریوں کی ہوتیں تو اور وہ لوگ ایسے ہوتے کہ ان کی تقریروں کی لغویت ثابت کرنے کے بعد پادری لوگ پریشان ہو جاتے اور دوسرے انگریزی صاحبان ان کو آئندہ ایسی لغو تقریریں کرنے سے منع کر دیتے تو ان تقریروں کے لفظ لفظ کے بحث کا لطف تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ ہزاروں پادری اس کام کی روٹی کھاتے ہیں اور یہی ان کی معاش ہے کہ اور مذہبوں پر اعتراض کریں۔ خواہ وہ معقول ہوں یا نامعقول۔ اور ہزاروں بے سراپا رسالے لکھ لکھ کر چھپوایا کریں۔ اور اپنے لڑکے بالوں کے پیٹ پالنے کے لیے شب و روز اسی کام میں رہتے ہیں اور اگر کسی پادری کی تقریروں کو نامعقول ثابت کر دیجیے تو اس سے کوئی عیسائی متاثر نہیں ہوتا۔ اور ان کو منع نہیں کرتا کہ ایسی نامعقول تقریر مت کرو۔ ایسی صورت میں بتلاؤ جب کہ ہم لوگ اشاعت دین کا پیشہ نہیں رکھتے اور باوجودیکہ بڑے بڑے انگریز معقول مناظرہ کو پسند کرتے ہیں لیکن پھر بھی مناظرہ کے لیے صرف انہیں کو نوکر رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوم کے لوگوں کے لیے کچھ نہیں دیتے تو ہم کہاں تک پادریوں کی تقریروں کے لفظ بلفظ سے بحث کریں اتنا ہی غنیمت ہے کہ الیاں سرکار کمپنی نفس الاعتراضات کے جواب دینے کو منع کرتی۔ (استفسار، صفحہ: 606)

طریقہ استدلال الزامی سے یعنی مخالف کا ہتھیار مخالف پر استعمال کیا جائے۔ جو بات ثابت کرتے ہیں انجیل سے طرز تحریر کے نمونہ کے لیے مذکورہ عبارت ہی کافی ہے۔

استفسار کے چھپنے کے چند ماہ بعد اسی سال 1259ھ میں دوسری کتاب تائید المسلمین فی اثبات نبوت خاتم النبیین طبع ہوئی جو مولانا سید محمد صادق صاحب کی تصنیف ہے۔ یہ کسی مخصوص پادری کی تصنیف کا جواب نہیں ہے بلکہ پادریوں کے عام رسالوں کا جواب ہے۔

Marfat.com

فارسی زبان میں چھپی ہے۔صفحات 142 ہیں بڑی تقطیع پر شائع ہوئی ہے۔مولانا دیباچہ میں پادریوں کی ایک شرارت کا ذکر کرتے ہیں کہ:

تائیدالمسلمین

پادری اپنے رسالوں میں قرآن مجید کی آیات میں الفاظ واعراب بدل دیتے تھے۔اور ان کو اطراف واکناف عالم میں پھیلاتے تھے۔یہ کتاب میں نے خدا بخش لائبریری میں دیکھی جو نایاب ہے۔لائبریری کی فہرست کتب خانہ کا نمبر 979 ہے افسوس ہے کہ میں اس میں سے طرز تحریر کا نمونہ نہ لے سکا۔

اس کتاب کے بعد میزان الحق کا جواب مولوی محمد ہادی نے کشف الاستار کتاب میں 1847ء مطابق 1265ھ میں دیا۔یہ کتاب افسوس بہت تلاش کے بعد نظر سے نہیں گزری عنقا بنی ہوئی ہے۔یہ وہی کتاب ہے جس کا جواب پادری فانڈر نے حل الاشکال میں دیا ہے۔

اُستبشار

ایک سال کے بعد پادری فانڈر کے میزان الحق کے جواب میں 1867ء کو مولانا موئید الدین احمد آبادی نے کتاب استبشار میں جوابات لکھے۔یہ کتاب چھوٹی تقطیع پر 112 صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع منعمیہ محلہ چھلی اینٹ شہر اکبر آباد میں طبع ہوئی۔اس کا طرز تحریر یہ ہے۔

تحریری نوک جھونک

اس رد وقدح یعنی ردِّ نصاریٰ اور اسلام میں پادری لوگوں کی عجیب عادت تھی خود چھیڑ خانی مذہبی رنگ کی کرتے تھے۔اور جواب بھاری بھر کم وزنی ملتا تو چیخ اٹھتے، تضحیک وتوہین کرنے میں حضور اقدس ﷺ بھی ان کے ناپاک قلم سے نہیں بچتے تھے اور اگر کوئی ہندوستانی اس کے جواب میں پادری پر بوچھاڑ کر دیتا تو آگ بگولہ ہو جاتے تھے۔چنانچہ پادری فانڈر کی اسی نازک طبعی کا گلہ کرتے ہیں اور اپنی احتیاط کی پوزیشن اور شرط صلح پیش کرتے ہیں۔اندازہ

Marfat.com

لگایئے۔حکومت کا زعم۔

''معلوم ہوا کہ پادری صاحب (فانڈر) انگلستانی مزاج نہیں اور نہ وہ انگلشیوں کی سی عقل رکھتے ہیں کیونکہ عمائد و انگلشیہ کا یہ دستور نہیں کہ اگر مذہب کی چھیڑ خانی خود کریں تو مخاطب کے جواب الزامی کو عداوت اور تعصب پر محمول کریں۔ جیسا کہ پادری صاحب ہر ہر بات کو جو بطور الزام کے لکھی ہوئی ہے لکھتے ہیں کہ محض تعصب و عداوت سے لکھی گئی ہے۔

یہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے لیے حضرت عیسیٰ کی نسبت بے ادبی کرنا اور حضرت خاتم النبین کی نسبت دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اور پادریوں کی نسبت جو گستاخانہ لفظ لکھے جاتے ہیں بنظر ان کے عیسائیت کے نہیں لکھے جاتے بلکہ بجہلت ان کی بے ادبیوں کے جو بہ نسبت حضرت خاتم النبیین کے وہ کیا کرتے ہیں۔ اکثر وہ صرف ارشادات عیسوی کے ترجمہ کے وعظ پر اکتفا کریں اور اپنے اصول موضوعہ کی بناء پر بہ نسبت حضرت خاتم النبیین کے طنز اور تعریض کریں تو کوئی ان کو کچھ نہ کہے۔

طرز تحریر کا نمونہ آپ کے سامنے موجود ہے بعض تحریریں بہت گنجلک ہوتی ہیں۔ اور مختصر نویس اس کو الجھا دیتے ہیں۔ استبشار کی طرز تحریر خالص مولویانہ تحریر ہے۔ لیکن دلائل جاندار ہیں۔

ازالۃ الاوہام

ان کوششوں کے ساتھ مولانا رحمت اللہ بھی ردِ نصاریٰ کی کتب لکھنے میں مصروف تھے 1269ھ میں طویل مسلسل کوششوں کے بعد چار کتابیں حسب ذیل آپ نے تیار کیں تھیں:

(1) اعوعاج المیز ان۔ بجواب میزان الحق پادری فانڈر

(2) تقلیب المطاعن۔ بجواب تحقیق دین مصنفہ پادری اسمتھ

(3) بروقِ لامعہ۔ حضور اقدس ﷺ کی رسالت کے ثبوت میں

(4) ازالۃ الاوہام

اول الذکر تین کتابیں اب تک شائع نہ ہو سکیں البتہ 1869ء میں ازالۃ الاوہام شائع

Marfat.com

ہوئی یہ کتاب کسی مخصوص کتابوں کا جواب نہیں۔ بلکہ پادریوں کے عام سوالات کے جوابات ہیں۔ یہ کتاب بڑی تقطیع پر 564 صفحات پر مشتمل ہے۔ سید المطابع دار الخلافہ جہاں آباد (دہلی) کوچہ بلاقی بیگم میں سید قوام الدین کے اہتمام میں یکم رمضان مذکورہ سن میں چھپی۔ مولانا رحمت اللہ مرحوم دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کتاب میں نے پہلے اردو میں لکھی تھی۔ لیکن اہلِ اسلام کے اہل علم فارسی زبان سے زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ اس لیے مجبوراً ان کے اصرار پر اس کو فارسی زبان میں تبدیل کیا۔

پادری اس وقت کثرت سے رسالے نکالتے تھے مولانا ان کی شرارت کا بھانڈا پھوڑتے ہیں کہ ان رسالوں کے مضمون ایک ہی قسم کے ہوتے تھے لیکن عنوانات میں کچھ تبدیلی ہو جاتی تھی۔

اس نایاب تصنیف کو ہم نے خدا بخش لائبریری میں دیکھا۔ خدا بخش لائبریری کی فہرست میں اس کا نمبر 1965 پر ہے یہ کتاب سید محمد یوسف مانگی نے 1922ء میں داخل کی۔

بقایا کتابیں کافی تعداد میں ہیں۔ صرف ان ہی سات کتابوں کی تفصیل غرض و غایت بتانے کے لیے تفصیل ضروری تھی۔ تقریباً کل ہی کتابوں کی طرز تحریر مل جاتی ہیں۔ غیر دلچسپ طوالت کا بھی خوف ہے اس لیے مختصر فہرست پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے.....ذیل کی کتابوں پر تنقید و تبصرہ مصنفین کے حالات میں دیکھیے۔

البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف

اس میں مولانا رحمت اللہ کے مناظرہ اکبر آباد کی فارسی زبان میں روئداد ہے۔ 1370ھ میں حافظ عبداللہ نے چھاپی، کتاب مولانا رحمت اللہ کے مناظرہ کے سلسلہ میں ہے۔ مباحثہ مذہبی اور اول دوئم اور کتب اظہار الحق، ازالۃ الشکوک، اعجاز عیسوی صحیح الاحادیث فی ابطال التثلیث، بروقِ لامعہ، معدل اعوجاج المیزان، تقلیب المطاعن کی تفصیل اور اس پر تبصرہ مولانا رحمت اللہ کے حالات میں ملاحظہ کیجیے۔

مراسلات پادری فانڈر و مولوی سید آل حسن صاحب سائز 18x22 صفحات 85 یہ خط

Marfat.com

وکتابت پادری لٹیلی کی معرفت ہوئی۔ جو دونوں سے واقف تھے۔ پہلے خطوط میں تحریری مناظروں کے عنوان واصول طے ہوئے۔ عنوان نسخ وتحریف ٹھہرا، اور شرائط مناظرہ خاص طور پر طے پائیں، کہ کوئی کسی کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال نہ کرے۔ جواب دینے کی مدت بھی طے ہوئی۔

پہلا خط پادری صاحب نے مولانا کو 22/جو لائی 1844ء کو لکھا مناظرہ وغیرہ کے شرائط 21/جولائی 1844ء دونوں کے آٹھ خطوط میں طے ہوئے۔

مناظرہ 8/اگست 1844 کے مولانا کے خط سے تحریری شروع ہوا۔ اور 26/ستمبر 1844ء کے خط پر ختم ہوا۔ یہ مراسلات پادری فانڈر نے مرتب کیے ہیں جو 85 صفحات پر مشتمل ہیں۔1874ء میں شائع کیے ہیں۔

فضل الخطاب المقدمہ اہل الکتاب

مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس معلوماتی کتاب میں نئی تحقیقات کی روشنی میں اسلام کی حقانیت کو ظاہر کیا ہے۔ اور عیسائیوں کے کل اعتراضات کے جوابات تحقیقی، والزامی خوش اسلوبی سے دیے ہیں۔ اور نبوت آخر الزماں اور ضرورت قرآن مجید کو عمدہ طور سے ثابت کیا ہے۔ دوجلدوں میں ہے۔ مطبع مجتبائی دہلی میں 1305ھ میں چھپوائی۔

حیدرآباد میں خدمتِ دینی

اس رسالہ میں مولانا شرف الحق اور پادری ایم جی گولڈ اسمتھ بی اے انچارج حیدرآباد مشن سے حیدرآباد میں جو مناظرے ہوئے اس کی کیفیت ہے۔

یہ رسالہ حیدرآباد کے ایک مقام کے لوگوں نے چندہ کر کے شائع کیا۔ جو شیخ رحمت اللہ کے نام سے اکمل المطابع میں مرزا محمد عبد القادر کے اہتمام 1892ء میں طبع ہوا۔ یہ رسالہ 32 صفحات کا ہے یہ مناظرہ انگریزی میں بھی طبع ہوا۔

Marfat.com

براھین الھینہ المعروف بمباحثہ پونہ

اس رسالہ میں مولانا شرف الحق اور پادری جی اسمال چرچ مشن پونہ سے 1893ء میں مناظرہ ہوا تھا، اس کی تفصیل درج ہے جس کو شیخ غلام اولیاء صاحب نے اکمل المطابع دہلی میں چھپوایا۔ یہ رسالہ 20 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کے آخر میں ہے کہ یہ رسالہ حضرت قمر الدین صاحب اور پنشن والوں کی جماعت کے پیسے سے 1893ء میں چھپا اس مناظرہ کی قطعہ تاریخ مولوی عبدالرحیم صاحب نے امام مسجد پونہ نے حسب ذیل لکھی۔

شرف اس رسالہ کو تو عام میں دے — یہ مقبول مری دعاء ہو الٰہی
ہوئی فکر آزاد تاریخ کی جب — کہا دل نے لکھ دے چراغِ مناہی

(1310ھ)

البحث المحلیل المعروف مباحثہ دہلی

مولانا مذکور سے 1890ء میں لارڈ بشپ لیفرائے سے فتحپوری مسجد میں جو مناظرہ ہوا اس کی مفصل تفصیل ہے۔ اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی مناظرہ چھپا ہے جس کا ترجمہ عبدالحی صاحب نے کیا ہے۔ اور مورنگ پریس میں چھپا ہے۔ یہ رسالہ 46 صفحات پر مشتمل ہے۔ اردو ترجمہ 20x30 سائز پر چھپا ہے۔

مناظرہ غازی پور

8/مارچ 1885ء میں مولانا شرف الحق کا جو مناظرہ غازی پور میں پادری ای پٹرک پرنسپل مشن اسکول غازی پور سے ہوا اس کی روئداد اس میں شائع کی گئی ہے۔ الہام علی اور تبارک حسین حضرات نے اس کو شائع کرایا۔ یہ رسالہ انگریزی میں طبع ہوا۔

Marfat.com

تحفۃ البشیر لاعلاء کلمۃ البصیر المعروف

دینی مناظرہ ہنمکنڈہ

مولانا مذکور سے ہنمکنڈہ میں خاص مناظرہ ہوا۔ پادری کے ساتھ اس کی کیفیت ہے اس مناظرہ کو تواب بشیر نواز جنگ بہادر صوبیدار صوبہ شرفی نے چھپوایا اور مرتب کیا محمد علیم الدین صاحب نے۔

(1) مولانا ابوالمنصور دہلوی کی تقریباً 15 معرکۃ الآراء تصانیف پر تبصرہ اور اس کی تفصیل مولانا کے حالات میں ملاحظہ کیجیے۔

(2) تخطیہ، مؤلفہ مولانا نصرت علی صاحب۔ یہ رسالہ جواب ہے رسالہ اندرونہ بائبل مروجہ قدیم مؤلفہ مسٹر عبداللہ آنہم کا، یہ کتاب نصرت المطالع میں چھپی۔

(3) صیانۃ الانسان و ساوس الشیطان ۔ یہ کتاب حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری (نابینا) کی تصنیف ہے جو پادری عمادالدین کے رسالہ تحقیق الایمان لاہور کا جواب ہے۔ مطبع مصطفائی لاہور میں چھپا۔ (36) ''ابحاث ضروری'' حافظ ولی اللہ صاحب کی دوسری کتاب جو 1288ء میں چھپی اس میں مناظرے کی ضروری باتیں درج ہیں۔

(4) براہینِ احمدیہ مولوی غلام احمد قادیانی کی مبسوط کتاب ہے۔ جس میں دو طریقہ سے مذہب اسلام کی حقانیت ثابت کی ہے۔ اول تین سو دلائل سے۔ دوئم ان آسمانی نشانیوں سے جو سچی ہیں ان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ مولانا مولانا محمد علی مونگیری کی رائے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اشاعت حقیقت مذہب اسلام پر یہ عمدہ کتاب ہے۔ چار حصے اس کے مطبع سفیر ہند امرتسر میں چھپے ہیں۔

(5) حجۃ الاسلام مصنفہ مولانا محمد قاسم میں اثبات توحید و رسالت و حقانیت اسلام لکھی گئی 48 صفحوں پر مطبع فاروقی دہلی

(6) گفتگوئے مذہبی ہے اس میں بحث ہے جو مولانا محمد قاسم صاحب اور پادری

Marfat.com

نولس صاحب کے درمیان میلہ خداشناسی واقع شاہجہانپور میں ہوئی تھی۔ اور اسے مولوی ہاشم نے مرتب کیا تھا۔ یہ روئداد 1293ھ میں 42 صفحوں پر مطبع ضیائی میرٹھ میں طبع ہوئی۔

(7) فضائل الاسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بتاریخ محمدی مصنفہ مولوی فیروزالدین صاحب ڈسکوی۔ یہ عمدہ کتاب پادری عمادالدین کے ان ناپاک خیالات وفاسد گمانات کا جس کا نام انہوں نے تواریخ محمدی رکھا ہے جواب ہے مولوی صاحب نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ علی العموم اقوام غیر کے مصنفین کی کتابوں سے جمع کیا ہے۔ اس کتاب کا جواب مولوی چراغ علی صاحب نے بھی دیا ہے جس کا نام تعلیقات ہے جو مطبع اصغر علی میں 1873ء میں چھپی۔

(8) سرّیۃ القرآن: مؤلفہ مولوی سید محمد صاحب مدرس ہائی اسکول اعظم گڑھ۔ یہ کتاب ہدایۃ المسلمین پادری عمادالدین کی کتاب کا جواب ہے جو 1877ء میں 65 صفحات پر مطبع مفید عام میں چھپی۔

(9) مخرج عقائد نوری: مولوی غلام دستگیر قصوری نے یہ رسالہ پادری عمادالدین کے نغمہ طنبوری کے جواب میں چھپا ہے جو 1878ء میں سوسائٹی بریلی میں چھپا ہے۔ دوسرا جواب اس کا مولوی ابوالمنصور نے لکھا ہے جس کا نام لحن داؤدی ہے۔ تیسرا جواب مولوی سید محمد علی مجتہدی لکھنوی نے لکھا ہے 1289ء میں 64 صفحوں پر مطبع حسینی لکھنؤ میں چھپا ہے۔ چوتھا جواب مولانا محمد علی منگیری نے ترانۂ حجازی کے نام سے لکھا۔

(10) صداقت قرآنی از کتب ربانی: یہ رسالہ مولوی محمد سلیم صاحب نے سر ولیم صاحب کے رسالہ شہادت قرآنی کے جواب میں لکھا ہے اخبار منشور محمدی کی جلد 6 مطبوعہ 1294 میں چھپا۔

(11) انصاف الدفع الاختلاف: یہ رسالہ بھی مولانا موصوف نے ریویو ثلثہ 12 کتب کا جواب منشور محمدی کی جلد 6 میں چھاپا ہے۔

(12) اظہار الاسلام بھی مولانا موصوف کی تیسری تصنیف ہے۔ جس میں وہ مناظرہ

Marfat.com

مندرج ہے جو مولانا اور منشی الطاف مسیح کے درمیان رائے بریلی میں ہوا۔ جس پر منشی صاحب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ 98 صفحوں پر ہے۔ 1874ء میں مطبع فیض آباد منبع بریلی میں چھپا۔ یہ تینوں رسالہ اب تک لاجواب ہیں۔

(13) تائید الفرقان: مولوی محمد علی صاحب مرادآبادی یہ رسالہ محبوب المسیح صاحب عیسائی کے مراۃ القرآن کے جواب میں 72 صفحوں میں چھاپا ہے۔ جس پر نام ہے منشی عبداللہ باقی کا۔

کشف الاوہام: مولانا موصوف کا یہ رسالہ تحفہ العوام مولف محبوب مسیح کا جواب ہے۔ 56 صفحوں پر چھپا ہے۔ محبوب مسیح اس کے چھپنے کے بعد عیسائی نہیں رہے۔

(14) شہادۃ النبیین برسالہ سید المرسلین یہ بھی مولانا موصوف کا تیسرا رسالہ جو پادری رجب علی کے رسالہ شریف نسبتیں کا جواب ہے۔ 130 صفحات پر لکھا ہوا ہے۔ دوسرا جواب اس کا تحقیق المماثلہ فی النبوۃ والرسالہ ہے۔ اس کے مؤلف قاضی سردار علی مرحوم شاہجہانپوری ہیں۔ تیسرا جواب اس کا مرزا مواحد جالندھری نے لکھا ہے۔ جس کا نام نور محمدی ہے مطبع بحرالاسلام بنگلور میں چھپا ہے۔

(15) تعریف القرآن: مولوی عبدالحق محدث دہلوی مولف تفسیر حقانی ماسٹر رام چندر کی کتاب رسالہ تحریف القرآن کا یہ جواب لکھا ہے جو 60 صفحوں پر مطبع مجتبائی دہلی میں 1295 میں چھپا ہے۔ جس کا کوئی جواب نصاریٰ کو دینا نصیب نہیں ہوا۔

(16) حکایۃ الشعور بحج الحج المبرور: مولانا محمد شاہ لکھنوی نے یہ رسالہ حج کے شبہات میں جو عیسائیوں کو ہیں اس کے جواب میں دو مرتبہ چھاپا۔ ایک مرتبہ 1883ء میں مطبع دار السلطنۃ میں دوبارہ منشی نولکشور کے مطبع میں 1290ھ میں 244 صفحات پر طبع ہوا۔

(17) فیض معظم کتاب مولانا موصوف کی تصنیف ہے اس میں عیسائیوں [illegible] اعتراض کا جواب ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بہشت کی نعمتوں میں مرد اور عورت کو یکساں نہیں کیا۔ 56 صفحوں پر 1293ھ میں مطبع نظامی کانپور میں چھپا۔

Marfat.com

(18) اجوبۂ عجیبہ بھی مولانا لکھنوی کی تیسری کتاب ہے اس میں مختلف سوالوں کے جواب ہیں کثرتِ ازدواج و طلاق و ازالۃ نجاست ظاہری کی بحث بھی اس میں ہے۔ 52 صفحوں پر مطبع نولکشور میں 1287 میں چھپا۔

(19) شق القمر المعجزۃ سید البشر: مولوی عبداللہ نے یہ رسالہ معجزہ شق القمر کے اثبات میں لکھا ہے۔ 100 صفحوں میں مطبع مفید عام آگرہ میں چھپا۔

(20) السیف الہندی علی معذرات کندری مولانا عبداللہ نے رسالہ معذرات الکندری کا جو عربی زبان میں رسالہ ہے اور جو لندن سے ہندوستان بھیجا گیا تھا اس کا جواب ہے۔ مولانا منگیری پیغام مہدی میں لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ شائع نہیں ہوسکا۔

(21) اعلام الاخبار والاعلام ان الذین عند اللہ اسلام: مولانا عبد الباری نے اس مبسوط صحیح کتاب میں مذہب اسلام اور مذہب عیسوی کا مقابلہ کر کے اسلام کی افضلیت ثابت کی ہے۔ یہ کتاب 1293ھ میں انڈو کیش پریس آگرہ میں چھپی۔

(22) احسن الکلام فی رد محالف الاسلام: حافظ احمد الدین لاہوری نے اس رسالہ میں اثبات نبوت حضور کیا ہے۔ 26 صفحات میں مطبع مفید عام لاہور میں چھپی۔

(23) دعوۃ الحق: مولوی احمد علی صاحب نے اس کتاب میں کفارہ مسیح کا بطلان کیا ہے۔

(24) شہادت الاسلام حکیم مرزا مغل بیگ نے ثبوت نبوت میں 1302ء میں 324 صفحات پر مطبع نصرۃ المطابع دہلی میں چھاپا۔

(25) خطبات احمدیہ: یہ سرسید مرحوم کی مشہور و معروف تصنیف ہے اس میں بارہ خطبے علیحدہ علیحدہ عنوان پر ہیں۔ اور ان شبہات کا خوب جواب دیا ہے۔ جو یورپین عیسائیوں خصوصاً سر ولیم صاحب نے کیے تھے۔ اگر چہ اس میں بعض مضمون اہل سنت کے خلاف ہیں مگر عیسائیوں کے لیے مسکت ہیں۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں 1870ء میں چھپی اور 1087ء میں اردو میں علی گڑھ میں شائع ہوئی۔

Marfat.com

(26) تنقید الاسلام: اس کتاب کو مصنف میر سید امیر علی بیرسٹریٹ لا نے چھاپی اس میں اسلام کی افضیلت ثابت کی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ 1885ء میں ہوا۔ اور 302 صفحات میں چھپا۔

(27) بشارات محمدی: مولوی رحم الٰہی نے عہد عتیق اور جدید کی بشارات سے آنحضرت ﷺ کی بہت سی خصوصیات کو ان کتابوں سے ثابت کیا۔ یہ کتاب مطبع لیجری سوسائٹی بریلی میں 282 صفحوں میں چھپی۔

(28) ہشت کونسل معروف بدر بے بہا: حکیم محمد حسن صاحب امروہی نے مذہب عیسوی کا اسلام سے مقابلہ کیا ہے۔ 1291ھ میں 32 صفحوں پر دہلی میں یہ کتاب چھپی۔

(29) اعزاز عیسوی، مولوی حاجی سید احمد حسن صاحب عظیم کا یہ رسالہ پادری ٹھاکر داس کے رسالہ اظہار عیسوی کا جواب ہے۔

(30) مراسلات مذہبی: شیخ مولا بخش صاحب چودھری کانپوری نے اس میں وہ مناظرے تحریر کیے جو 1886ء میں چودھری صاحب اور پادری فانڈر کے درمیان ہوا تھا۔ یہ 1888ء میں 648 صفحوں پر نامی پریس کانپور میں چھپا۔

(31) تکمیل الادیان باحکام القرآن ملقب با آئینہ اسلام: یہ رسالہ مولانا محمد علی منگیری نے نیاز نامہ کے اختلاف چہارم کے جواب میں لکھا یہ 1301ھ میں چھپا۔

(32) دفع البلیات مولانا موصوف کی یہ کتاب بھی دو حصوں میں تعلیقات ادری عماد الدین کی کاب کا جواب ہے۔ پہلے حصہ میں ثبوت نبوت آنحضرت ﷺ ہے۔ یہ حصہ 1304 میں 174 صفحوں پر مطبع نامی کانپور میں چھپا۔ دوسرے حصہ میں تواریخ محمدی کا جواب ہے۔ وہ اب تک نہیں چھپا ہے۔

(33) یہ کتاب نیاز منشی صفدر علی اور پادری ٹھاکر داس کی عدم ضرورت قرآن کا جواب ہے۔ جو مولانا منگیری کی تحقیقی کاوش کا نتیجہ ہے۔

(34) عصمت الانبیاء: مولوی غلام نبی امرتسری کا یہ رسالہ نبی معصوم کے جواب میں

Marfat.com

لکھا گیا ہے مطبع ریاض ہند میں چھپا اس میں انبیاء کا معصوم ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ نبی معصوم کا جواب مولانا ابوالمنصور نے لکھا ہے اس کا نام مرصوم ہے۔

(35) تصدیق الاسلام: مولانا امرتسری نے اس رسالہ میں توریت وانجیل سے اسلام کا ثبوت دیا ہے۔ مطبع محمدی میں چھپا۔

(36) معجزات محمدیہ: مولوی غلام نبی نے اس رسالہ میں تین قسم کے معجزات قرآن مجید سے بیان کیے ہیں یعنی معجزات علمی اور معجزات قدرتی اور معجزات عقلی اور آخر میں چند اہل یورپ کی آرا آنحضرت ﷺ کی مدح میں نقل کی ہیں۔ مطبع ریاض ہند امرتسر میں 24 صفحوں پر 1885 میں چھپا۔

(37) حقیقت اصلیت جہاد: اسم بامسمیٰ ہے۔ یہ رسالہ بھی مولانا غلام نبی کی تالیف ہے۔

(38) ضیاء النورین: مولوی سید نصرت علی صاحب نے یہ رسالہ پادری ٹھاکر داس کے رسالہ سیرت المسیح والمحمد کا جواب لکھا ہے۔ منشور محمدی کی جلد 18 نمبر 1 محرم الحرام میں اس کا چھپنا شروع ہوا۔ اور شاید نصرت المطابع دہلی میں علیحدہ بھی چھپا ہے۔

(39) القول الصحیح فی رد المحمد والمسیح مولوی حکیم سید محمد غوث علی شاہ گورکھپوری کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ پادری ٹھاکر داس کے رسالہ رسالت المسیح والمحمد کا جواب ہے۔ 1300ھ میں 72 صفحوں پر مطبع لطیف الاخبار گورکھپور میں چھپا ہے۔

شہادت اسلام از حکیم مرزا مغل بیگ

حکیم مرزا مغل بیگ نے اپنی زندگی بھنڈارہ ناگپور میں گزاری آپ دانا پور، لکھنؤ کے رئیسوں سے ہیں۔ 1852ء میں آپ نے مدرسہ سرکاری طبابت بنگلہ سے تعلیم پائی وہاں سے اساتذہ نے آپ کو ایک سند دی جس میں لکھا ہے حکیم صاحب موصوف جراحی میں مہارت تامہ رکھتے ہیں آپ کمپنی کی دار الشفاء کے میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں ڈاکٹر تھے تیس سال ملازمت کے بعد 1879ء میں پنشن لی۔ اور اس کے بعد ایک رسالہ شہادت اسلام لکھا۔ پہلے انگریزی

Marfat.com

زبان میں طبع کرایا پھر اردو میں 1300 کے اندر نصرت المطابع دہلی میں چھپا۔ اس کتاب میں حضور کے بارے میں پیشنگوئیاں جمع کی گئیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی تردید میں انجیل سے حوالہ دیے گئے ہیں۔ حضور پر اور حضرت زینب زوجہ زید کے بارے میں جو الزامات عیسائی لگاتے ہیں ان کے معقول و دنداں شکن جوابات بھی لکھے ہیں۔

بشاراتِ محمدی (از خواجہ عبدالمجید)

خواجہ عبدالمجید کے والد کا نام غلام احمد تھا، دادا بہت مشہور عالم مولانا جمال الدین تھے۔ آپ نے عیسائیوں کی بدکلامی سے تنگ آکر رد نصاریٰ میں بشارات محمدی 1072 صفحات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب سید علی کے اہتمام سے مطبع حسینی میں 1305ھ میں طبع ہوئی۔ بڑی تقطیع پر ہے۔ اس میں قرآن مجید توریت و زبور و انجیل کی پیشنگوئیاں جو سرور عالم ﷺ کے بارے میں کی گئی ہیں۔ حوالوں اور تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

تحقیق اناجیل مع تعلیم دوازدہ رسولان (از مولانا محمد صادق)

مولانا محمد صادق ریاست کپورتھلہ میں اسسٹنٹ سول سرجن تھے آپ کی رد نصاریٰ میں ایک تصنیف تحقیق اناجیل مع تعلیم دوازدہ رسولان ہے آپ انگریزی، جرمنی، فرنچ زبانوں کے ماہر تھے۔ چنانچہ آپ نے دوادزہ رسولان کا ترجمہ مذکورہ زبانوں سے کیا تھا۔

دوازدہ رسولان وہ رسالہ ہے جس کے بارمیں فلوتھیو میں پرانی مینیو میں جو یونانی زبان کا مشہور فاضل بشپ ہے اس نے 1875ء میں اس امر کا اشتہار شائع کیا کہ چند قلمی نسخے مسیحی مذہب کے ابتدائی زمانہ کے قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہیں۔ یہ قلمی نسخے چمڑے کے چھوٹے چھوٹے ورقوں پر لکھے ہوئے تھے۔ اور انہیں میں یہ نسخہ تعلیم دوازدہ رسولان تھا جس میں یہ امر بھی ظاہر کیا تھا کہ 1056ء میں یہ نسخے نقل ہوئے تھے اور ان کا ناقل ایک شخص لیون نامی تھا۔ یہ بات مدت سے معلوم تھی کہ مسیحی کے ابتدائی زمانے کی اس قسم کی کتابیں لکھی گئی تھیں۔ لیکن ان

Marfat.com

کے نہ ملنے سے یہ خیال ہوا تھا کہ کہیں تلف ہوگئی ہوں گی۔

قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ 120ء یا 100ء میں لکھا گیا تھا غالباً 140ء اور 165ء کے درمیان لکھا گیا ہے۔اب 1883ء میں اور اس کے بعد اس کے ترجمے کئی زبانوں میں ہوئے ہیں۔مولانا صادق علی کو اس کا انگریزی ترجمہ ہاسٹن کی امریکن یونیٹرین ایسوسی ایشن سے دستیاب ہوا۔ یہ نسخہ اناجیل مروجہ کے زمانہ کا لکھا ہوا ہے اور ترمیم وتحریف سے بہ نسبت انجیلوں کے زیادہ محفوظ رہا ہے۔اور اس لیے اناجیل مروجہ سے زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔

تحقیق اناجیل مولانا صادق کی تالیف ہے جس میں آپ نے نصرانی علماء اور کتب کے جوابوں سے عہدنامہ جدید پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ مستند نہیں ہے۔اور اس میں تحریف ہوئی۔اس کے حسب ذیل عنوانات پر مشتمل آٹھ باب ہیں۔

(1) اناجیل مروجہ کی صحت. ومسند (2) چوتھی انجیل کی تحقیق (3) تناقضات معنوی (4) انجیلوں کی پیشن گوئیوں کی تحقیق (5) پہلی تین اناجیل کی تحقیق کتب قدیمہ کے ذریعہ سے (6) انجیلوں کے باہمی اختلافات وتناقضات (7) آیات موضوعہ وملحقہ جو باقرار مسیحیان عہد جدیدہ میں پائی جاتی ہیں (8) عہد قدم کی پیشن گوئیاں مسیح کی نسبت جو انجیلوں میں درج ہیں۔

Marfat.com

پادریوں سے
علمائے کرام کے مناظرے

ہندوستان میں مناظرہ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ خطوط و پرچوں سے تبادلہ خیال ہوا۔ اور دوسرا طریقہ یہ کہ پبلک مجمع یا مسجد و مندر تاریخ وقت طے کر کے مناظرہ ومباحثہ کیا جائے۔

ہندوستان میں دوسرا طریقہ زیادہ مؤثر اور تبلیغ کا مفید اور کامیاب ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔ شہرت کے اعتبار سے تحریری مناظرہ خاص درجہ نہیں رکھتا۔ عام مجمعوں کے مناظرے دلچسپی اور پروپیگنڈہ کی طاقت رکھتے ہیں اور باعثِ کشش ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کافی تعداد میں ہوئے جس میں تقریباً ایک درجن تحریری وتقریری مناظرے تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔

پہلا مناظرہ شاہ عبدالعزیز

ہندوستان میں عیسائیوں سے مناظرہ کا سلسلہ اکبری دور میں شروع ہوا۔ اکبری دور کے مناظر شیخ قطب الدین جالنسری، مولانا عبداللہ اور شاہجہاں کے عہد میں مولانا سعد اللہ خاں تھے۔ اس کے بعد مختلف عہدوں میں پادریوں اور علماء کی چھیڑ چھاڑ مسلسل جاری رہی۔ اس چھیڑ چھاڑ کو مناظرہ کا اصل روپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

دیا۔اور دراصل ہندوستان میں غلامی کی حالت میں عیسائیوں سے مناظرے کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی۔اور ذرہ برابر جھجک محسوس نہیں کی، پہلا مناظرہ دہلی کی شاہی جامع مسجد میں ہوا۔وہ شاہ صاحب موصوف اور ایک پادری کا تھا۔جبکہ آپ اس شاندار و تاریخی عمارت کے ممبر پر کھڑے ہوئے کلام اللہ کی تفسیر فرما رہے تھے کہ ایک بڑا پادری جامع مسجد دہلی میں داخل ہوا۔اس نے بلند آواز سے کہا کہ آپ قرآن شریف کا درس دینا بند کیجیے۔اور میرے سوال کا جواب دیجیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا سوال ہے اس نے اپنی ذہانت علمی اور قادر الکلامی سے اسی وقت کھڑے کھڑے شعر موزوں کر کے پڑھا:

کسے گفت از مصطفیٰ اعلیٰ است کہ این زیر زمین و آں باوجے سما است

اور کہا کہ اس شعر سے اولی العزمی اور بلند مرتبگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہوتی ہے۔اس وجہ سے کہ وہ آسمان پر ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاک کے نیچے ہیں۔حضرت مولانا نے فوراً اسی وقت جواب میں فرمایا:

بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بمنزلہ حباب (بلبلہ) کے ہیں اور ہمارے حضرت محمد ﷺ مانند گوہرِ نایاب ہیں یہ جواب وہ پادری سن کر بہت خوش ہوا۔

یہ مناظرہ کا وہ دور تھا جب سوائے خاص سنکی نصرانی کے کوئی پادری زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا اور نہ علماء کرام کا طبقہ خاص طور پر اس سے تعلق رکھتا تھا ابھی مکمل طریقے سے انگریز ہندوستان پر قابض نہیں ہوئے تھے۔اس لیے پادری اپنی مذہبی جدو جہد محدود رکھتے تھے لیکن جب ہندوستان ان کے قبضہ میں آ گیا تو انہوں نے ٹڈی دل پادریوں کی فوج سے ہندوستان پر حملہ کیا۔اس وقت پادری ہر ایک سے اڑتے تھے قابلیت اور مذہبیت کی فوقیت جتانے کے لیے گفتگو کی بھرمار ہوتی تھی اور خاص طور پر علماء کرام کی خاموشی نے ان کو شیر بنا دیا تھا کسی حیثیت کا آدمی ہو اس سے الجھ پڑتے تھے چنانچہ اس وقت انفرادی مناظروں کی کوئی گنتی نہیں تھی کوئی دن کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا کہ پادری کسی کو بہکانے کی کوشش میں مستغرق کہیں کھڑا ہوا نظر نہ آتا ہو۔

Marfat.com

مولانا ہادی کا عیسائی سے مناظرہ

انہیں مناظروں میں سے ایک مناظرہ اسی زمانہ کے ایک باہمت مسلمان نے کتابی شکل میں چھپوایا تھا۔اس سے اس وقت کے پادریوں کی ذہنیت اوران کے اعتراضات کی حیثیت آشکارا ہو جاتی ہے۔

اس کتابی شکل کے مناظرہ کا نام ردِّ نصاریٰ ہے جو 20 دسمبر 1840ء میں چھپا ہے۔اس کا چھاپنے والا بڑا باغی اور نڈر معلوم ہوا ہے۔اس پر کسی پریس کا نام نہیں ہے۔ یہ رسالہ 62 صفحات پر مشتمل ہے اس کے کاتب کا نام سید علی رضوی ہے جس نے اپنا نام کتاب کے آخر میں لکھ دیا۔مسلمانوں کی نمائندگی ایک مولوی صاحب نے کی جن کا نام محمد ہادی تھا اور عیسائیوں کی وکالت ایک عیسائی نے کی جس نے مذہبی عیسوی چھوڑ کر مذہب اسلام اختیار کیا تھا۔اور اس کا اسلامی نام مرزا ہدایت بیگ رکھا گیا تھا۔

اس مناظرہ میں عیسوی سے مراد عیسائی ہے۔اور محمدی سے مقصود مسلمان ہے۔اس مناظرہ میں انہیں ناموں سے خطاب کیا گیا ہے۔یہ مناظرہ اس طرح ہوا۔کہ ایک عیسائی ایک متمول مسلمان کی دعوت میں آتا ہے۔تو اس کو ایک علیحدہ جگہ پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ جب سب لوگ کھا چکتے ہیں تو اس کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے۔وہ کھانے سے انکار کرتا ہے کہ تم نے مجھ کو اور دعوتیوں کے ساتھ کھانا نہیں کھلایا۔میزبانوں نے کہا پہلا آپ کھانا کھا لیجیے اس کے بعد وجہ بتا دی جائے گی۔کھانا کھانے کے بعد مولانا ہادی صاحب ان سے مخاطب ہوئے کہ آپ کے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا کہ آپ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔عیسوی نے کہا آپ غلط ثابت کیجیے تو میں اپنے مذہب کو چھوڑوں گا اگر آپ ثابت نہ کر سکیں تو آپ اپنا مذہب تبدیل کر دیں۔یہ طے ہونے کے بعد مباحثہ شروع ہوا۔

عیسوی بولا تم محمد ﷺ صاحب کے بارے میں کہتے ہو کہ ان کو معراج حاصل ہوئی کہ ہم اس کو ممکن سمجھتے ہیں۔کیونکہ نہ آسمان پھٹتا ہے نہ پھٹنے کے بعد جڑتا ہے۔اور نہ اس کا دروازہ ہے۔

Marfat.com

محمدی نے جواب دیا کہ اگر تم ان کو ناممکن سمجھتے ہو اور عیسائی ہو تو پولوس کا نبی کا آسمان پر جانا کیسے ممکن ہوا جس کا پولوس نے اپنے مکتوب (باب 12 آیت 2 تا 5) میں ذکر کیا ہے کہ تم ان دونوں حضرات کا آسمان پر جانا ممکن سمجھتے ہو۔

عیسوی نے کہا ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰ قبر سے اٹھ کر آسمان پر چلا گیا ہے۔

محمدی: آپ ہی کہتے ہیں کہ آسمان میں دروازے نہیں ہیں۔ اور آپ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر ہیں اور اپنے باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا ہے جب آسمان پر عیسیٰ کا جانا ممکن ہوا تو محمد ﷺ کا جانا بھی ممکن ہے رہا حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے غلط ہے۔

''پولوس کا خط رمیوں کے نام'' میں پولوس لکھتا ہے:

خداوند مسیح کے حق میں جو جسم کی نسبت داؤد کے نسل سے ہوا۔ مگر مقدس روح کی نسبت قدرت کے ساتھ اس کے جی اٹھنے کے بعد خدا کا بیٹا ثابت ہوا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ مرنے سے قبل خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ بعد میں یہ اختراع ہوا یہ صحیح ہے کہ حضرت مریم ؑ کے ہاں بغیر شادی اور خاوند کے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے لیکن یہ کہنا کہ وہ خدا کے نطفے سے تھے غلط ہے خدا کی یہ عادت اور شان نہیں کہ وہ کسی کی بیوی کو اس کے شوہر سے ہم بستر ہونے سے قبل خود حاملہ کر دے اور اس کو ناحق اس کے شوہر سے علیحدہ کرا دے۔ اور غیر کی ملکیت پر اپنا قبضہ جمائے اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بے نیاز اور پاک ہے۔

عیسوی چراغ پا ہو گیا۔ آگ بگولہ ہوتے ہوئے بولا رسول تو بہت پیدا ہوئے لیکن مسیح کی طرح کوئی بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوا اس لیے ہم اس کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

محمدی نے جواب دیا: مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے خدا کے بیٹے بن گئے لیکن حضرت آدم جو بے ماں باپ کے پیدا ہوئے اور جو انسانوں، نبیوں اور پیغمبروں کے باپ اور تمام ملائک اور ارواح کا مسجود ہو کیوں اس کو خدا کا بیٹا نہ مانا جائے۔ جب حضرت آدم خدا کے بیٹے نہ ہوئے تو ابنِ آدم خدا کا بیٹا کیونکر بن سکتا ہے۔

عیسائی بولا بات تو معقول ہے لیکن کسی نبی نے ایسے معجزے نہیں دکھائے جیسے مسیح

Marfat.com

نے دکھلائے محمد ﷺ نے تو معجزے دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر ان کی نبوت کا کیا ثبوت ہے۔

محمدی نے جواب دیا۔ یہ غلط ہے محمد ﷺ نے بہت سے معجزے دکھلائے۔ شق القمر کا معجزہ یہود و نصاریٰ کے اصرار پر ظہور میں آیا۔

عیسوی نے کہا: محمد ﷺ نے شق القمر کیا تھا تو تمہارے ملکوں میں چاند نظر آتا اور ہمارے ملکوں میں بھی۔

محمدی نے جواب دیا: جزیرہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ خط استوا سے بیس درجے اور چوتھائی اور پانچویں حصہ پر واقع ہے۔ وہاں کا دن تیرہ گھنٹوں کا ہوتا ہے۔ روم، ارمینیا اندلس کے خط استوا 3 درجے پر ہے وہاں کا دن پونے پندرہ گھنٹوں کا ہوتا ہے روس اور بڑے بڑے روم کے شہر اور شمال اندلس خطِ استوا سے 45 اور دسویں عنصر پر واقع ہیں وہاں کا دن پندرہ گھنٹوں کا ہے اور جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آفتاب غروب ہوتا ہے تو تمہارے ملک میں کہیں ڈیڑھ گھنٹے اور کہیں دو گھنٹے دن باقی رہتا ہے اور وہاں جب دو گھنٹے رات ہو جاتی ہے تو ہمارے شہروں میں شام ہو جاتی ہیں۔ علی ھذ القیاس بہت سے ملکوں میں ایسا ہی وقت کا اختلاف ہے۔ شق القمر جو مغرب کی نماز کے بعد ہوا تھا تمہارے شہروں میں دن کا وقت ہوگا کیسے دیکھا جاتا۔ جو شہر خطِ استوا کے نزدیک ہے وہاں البتہ نظر آتا ہوگا۔

عیسوی غور کرنے کے بعد بولا: ان شہروں میں تو درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستان کے ملک جو خط استوا کے قریب ہے ہندوؤں کو کیوں نظر نہیں آیا۔

محمدی نے کہا: جو تمہاری کتابوں میں لکھا ہے اس کو تم نہیں مانتے تو ہندوؤں کی سند مانو گے دیکھو یوشع بن نون کی کتاب:

یوشع بن نون نے بنی اسرائیل کے روبرو اینوں اور جیبوں کی لڑائی پر چاند اور سورج کو کامل ایک روز آسمان پر کھڑا کر دیا تھا۔ یہاں تک بدلہ لیا۔ پروردگار نے اس کے دشمنوں سے۔ (باب 10 آیت 12 تا 14)

Marfat.com

یہودیوں کی تاریخ پڑھو:

چاند اور سورج کامل ایک روز کھڑے رہے اور غروب نہیں ہوئے تھے۔

اشعیا نبی کی دعا سے آسمان پر دس درجے آفتاب بٹ گیا تھا۔ خرقباہ بادشاہ کے شفا پانے کی ملامت ہوئی۔ (باب 18) کیا اس واقعہ کا اندراج ہندوؤں نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ نہیں۔ تو کیا ان کے نہ لکھنے سے چاند سورج کا کھڑا رہنا باطل ہو گیا؟ عیسوی لاجواب ہو گیا۔

محمدی نے عیسوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم میں ایمانداری اور دینداری کی شان نہیں پائی جاتی نہ تمہارا عقیدہ درست نہ عدل و انصاف، نہ سخاوت، راست بازی، نہ طہارت نہ عبادت ہے۔ عدل چاہو تو سینکڑوں روپے اسٹامپ کے خرچ کے بغیر قدم نہیں اٹھا سکتے۔ نماز و روزہ کو مخل اوقات سمجھ رکھا ہے۔ نماز روزہ کے لیے صرف ہفتہ میں صرف ایک اتوار مقرر ہے۔ اس لیے بھی طہارت کی ضرورت نہیں ہے۔ جس حال میں چاہو نماز پڑھ لو۔ حلال و حرام میں کوئی امتیاز نہیں کرتے کیا تم بتا سکتے ہو کہ عیسیٰ کی دین داری تھی۔ احتلام جنابت کے بعد غسل سے منع کیا ہے۔ کاغذ سے نجاست صاف کرنیکی اجازت دی ہے۔ نماز ایک دن پڑھتے تھے روزے بالکل نہیں رکھتے تھے سور کھاتے تھے۔ کہ یہ حکم تھا کہ حاملہ عورتوں کو ڈاکٹر جنایا کریں، یا کنشٹ کی رات تمام عورتیں بناؤ سنگار کر کے محفل میں مردوں کے ساتھ جایا کریں۔ اور غیر مردوں سے بغلگیر ہو کر حظوظِ نفس اپنا ایک دوسرے سے حاصل کریں اور شوہر بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کریں۔ تم عجیب انسان ہو کہ اپنی بیویوں کو غیر مردوں کے ساتھ بغلگیر ہوتے دیکھتے ہو اور نہیں شرماتے بلکہ خوش ہوتے ہو۔

عیسوی نے کہا کہ ان سوالوں کا جواب کل پادری صاحب سے پوچھ کر دوں گا۔ آج مجھے رخصت دیجیے دوسرے روز وعدے کے مطابق عیسوی آیا کہنے لگا کہ ہماری انجیل میں ظاہر ہے کہ پاکیزگی و طہارت اور عمل ظاہری کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بلکہ دل کی طہارت کی ضرورت ہے اور اعتقاد درست ہونا چاہیے۔ جب ہم نے عیسیٰ مسیح پر ایمان کا اقتدار کر لیا تو ہمارا دل پاک ہو گیا۔ اس لیے ہمیں طہارت اور عمل کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

محمدی نے جواب دیا: جس کا ظاہر ناپاک ہے اس کا باطن کب پاک ہوسکتا ہے۔ جس طرح جسم بے جان مردہ ہے اسی طرح ایمان بے عمل مردہ ہے۔ یعقوب کے خط دوسرے باب کو دیکھو:

جس نے رحم نہ کیا اس کا انصاف بے رحمی سے ہوگا۔ اور ستم عدل پر غالب ہوگا۔ اے میرے بھائیوں اگر کوئی کہے میں ایمان دار ہوں اور عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ پس اسے ایسا ایمان کیا اسے بچا سکتا ہے۔

عیسوی انجیل کی یہ آیتیں پڑھ کر متعجب ہوا۔ بہت سی چیزوں پر یہ دونوں باہمی تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ آخر کار عیسوی مان گیا کہ اسلام برحق ہے اور وہ مسلمان ہوگیا۔

مولانا آل حسن کا پادری فانڈر سے مناظرہ

سب سے پہلے تحریری مناظرہ 1844ء میں مولانا آل حسن اور پادری فانڈر کے درمیان ہوا۔ یہ سات ماہ 22/جولائی سے 4/فروری 1845ء تک چلتا رہا۔ مراسلوں کی تعداد گیارہ ہے۔ جو ہر دو جانب سے سوال و جواب میں لکھے گئے۔ اس مناظرہ کی ابتداء پادری فانڈر نے کی اس نے لیڈلے کے معرفت مولانا آل حسن کو حسب ذیل مراسلہ تحریر کیا:

بندہ نے سنا ہے کہ جناب مباحثہ دینی کے شائق ہیں اور عقلا کے نزدیک حق جوئی بہترین امور ہے۔ چنانچہ کمترین نے بھی دو ایک رسالہ اظہار حق کے لیے تصنیف کے ہیں اس میں جناب سے جناب کی خدمت میں میزان الحق اور طریق الحیات کتب روانہ کر رہا ہوں۔ آپ ان دونوں کتابوں کے اعتراضات کے جوابات دیں۔ بندہ امیدوار ہے کہ جناب میری عرض قبول فرما کر مباحثہ فرماویں۔ 22/جولائی 1847ء

مولینا نے اس کا حسب ذیل جواب دیا:

صاحب والا مناقب عالی مناصب زادعنایتکم

گرامی نامہ آپ کا مع میزان الحق اور مفتاح الاسرار اور طریق الحیات معرفت لیڈلے مجھے ملا۔ میں سرفراز ہوا۔ ایک کتاب اردو زبان میں چھپنی شروع ہوئی ہے اس میں میزان الحق

Marfat.com

کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جب وہ تیار ہوگی تو غالباً آپ کی نظر سے گزرے گی۔ مجھ سے مباحثہ کرنے کی جو شرطیں ہیں وہ پہلے طے کیجیے۔ میری شرطیں یہ ہیں:

(1) ہمارے پیغمبر خدا کا نام یا لقب تعظیم سے لینا اگر نہ ہو تو اس طرح لکھیے تمہارے نبی یا مسلمانوں کے اور صیغہ افعال کے یا ضمائر ان کے متعلق تو بصیغہ جمع میں لکھیے۔ جیسا اہل زبان بولتے ہیں ورنہ ہم سے بات نہ کی جائے گی اور نہایت رنج ہوگا۔

(2) جب پیغمبر یا قرآن یا اسلام کی کوئی بات آپ کے نزدیک غلط ہو تو یوں لکھا کیجیے کہ یہ بات غیر واقعی ہے یا ثابت نہیں ہوتی یا محال نہ یہ کہ جھوٹ اور بیہودہ اور لغو ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اہلِ تہذیب اسی طرح گفتگو کیا کرتے ہیں۔

(3) جب کوئی بات پوچھی جائے تو اس کے جواب کے لیے میعاد مقرر کر دی جائے کوئی میعاد ہفتہ سے کم نہ ہو۔ ہمارے پیغمبر خدا کی نسبت تعظیم کے صیغے اردو کے بامحاورہ آپ کہیں گے تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا ہے یا جائے گا کہ آپ نے ان کو مان لیا۔

پادری فانڈر نے تھوڑی سی حیل و حجت کے ساتھ ان شرائط کو حسب ذیل الفاظ میں منظور کیا:

ہم از روئے عقل اور از روئے کلام ربانی یہ جائز سمجھتے ہیں جو اشخاص شریر نہیں ان کو تعظیم سے خطاب کریں لیکن کوئی اپنے آپ کو نبی کہے اور ثابت ہو کہ وہ نبی برحق نہیں تو اس کی تعظیم جائز نہ ہوگی۔ اس لیے محمد ﷺ کا نام افعال و ضمائر کے ساتھ ذکر کرنا ہم سے محال ہے مگر جناب کی خاطر داری کے لیے اور مباحثہ میں کوئی خلل نہ پڑے لحاظاً یہ بات قبول ہے کہ محمد ﷺ کے بدلے تمہارا نبی یا تمہارا پیغمبر اور محمدی نبی برحق نہیں کے محل پر تمہارا پیغمبر برحق نہیں محمد ﷺ نے کہا نام پر تمہارے نبی نے کہا اور جھوٹے نبی کی عوض نبی صادق یا نبی غیر صادق اور قرآن کی بات جھوٹ ہے اس کی جگہ یہ الفاظ خلاف عقل یا خلاف واقعہ توریت و انجیل لکھیں گے۔ کیونکہ ان الفاظ سے آپ کے نبی کی تعظیم لازم نہیں آتی۔ 31/جولائی 1844ء

مولینا نے اس خط کا جواب ان الفاظ میں لکھا:

Marfat.com

یہ بات مسلم ہے کہ فیصلہ ہر نزع کا اسی طریقہ پر ہوتا ہے جس پر فریقین کا اتفاق ہو۔ لہذا مباحثہ کرنے سے پہلے مجھ یہ آپ سے حسبِ ذیل چند باتیں دریافت کرنا ضروری ہیں:

محال عقلی یہ کہ نفس الامر اس کے ہو سکنے کو کبھی کسی طرح عقل تجویز نہ کریں۔ مثلاً وجود لاوجود کہ دونوں کے معاً ہونے عقل بلافکر محال جانتی ہے۔

محال عادی یہ کہ قطعی اسباب کی وجہ سے اس کا ہونا ممکن و محال ہو مثلاً گھڑی بھر میں لاکھ کوس تک آدمی چلا جائے۔ یہ محال ہے۔

محال عقلی اور محال عادی بمعانی مذکورہ آپ کے نزدیک بھی کوئی چیز ہے یا نہیں اگر نہیں تو لکھیے۔ اگر ہے ایک محال عادی کے نہ ماننے سے محال عقلی کو ماننا پڑے تو عقلاً اس محال عادی کے ماننے کو باطل کہیں گے یا اس محال عقلی کے ماننے کو۔ 2/ اگست، آل حسن

دو تین خطوں میں یاد دلانے کے بعد پادری صاحب نے اس سوال کا یہ جواب دیا تھا۔

عقل کو مباحثہ دینی میں صرف یہ دو کام ہیں پہلا یہ کہ عقل اس کتاب کو جسے کلام ربانی کہتے ہیں بدلائل معلوم اور یقین کرے کہ فی الحقیقت خدا کا کلام ہے یا نہیں۔

دوسرا یہ کہ کلام کا مطلب اور مضمون دریافت کرے نہ یہ مضمون کا حاکم بنے اور مضمون کو محال اور باطل کہے۔ بلکہ جو مضمون آیت سے ثابت ہوتا ہے اس کو ماننا چاہیے خواہ عقل کو محال دکھائی دے خواہ ممکن۔ مباحثہ دینی میں عقلی کو اتنا ہی دخل ہے اور عقل حاکم نہیں ہے بلکہ عقل محکوم کتاب ہے۔ 14/ اگست 1844ء کشیش فانڈر۔ مولانا آل حسن نے جواب دیا کہ:

یہاں میرا سوال یہ ہے کہ آیا دلائل مذکورہ سے عقلی دلائل مراد ہیں یا دوسرا کوئی اور کلام ربانی اگر دلائل عقلیہ مراد ہیں تو دلیل عقلی کا تقدم لازم اور محال کا قاعدہ عام ٹھہرانا پڑا اس لیے کہ جس چیز کا کسی صفت پر ہونا عقل کی رو سے دریافت کرنا ہوتا ہے تو پہلا مرحلہ اس کا یہی ہے کہ آیا اس چیز کا اس صفت پر ہونا عقلاً ممکن ہے یا محال اگر دلائل مذکورہ سے کوئی دوسرا کلام ربانی مراد ہے محاسن کلام کو ربانی جاننے کے لیے بھی کوئی دلیل چاہیے۔ 17/ اگست، آل حسن

کافی بحث و تمحیص کے بعد جب پادری فانڈر نے یہ مان لیا کہ محال عقلی عام نہیں ہے تو

Marfat.com

مولانا نے اس کو حسب ذیل 4/فروری 1945ء کے خط و کتابت اور مناظرہ بند کرنے کے لیے حسب ذیل خط لکھا:

اگر آپ اب بھی میری بات کو نہ سمجھ سکے یا سمجھ سکتے ہیں مگر ویسے ہی جواب دینے والے ہیں جیسے کہ اپنے سابقہ خطوط میں دے چکے ہیں کہ قاعدہ محال عقلی عام نہیں ہے تو میں آپ سے جواب نہیں مانگتا۔ بلکہ صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ مجھے آپ سے کچھ گنجائش مناظرہ کی نہیں ہے۔ اور نہ آپ کو مجھ سے اور اس بات کا امیدوار ہوں کہ جہاں اگلی تحریر چھپی ہے اس کے آخر میں یہ خط چھپے تاکہ ہر سمجھدار آدمی جان جائے کہ کس کی بات درست ہے۔

14/فروری 1945ء آل حسن

عام مناظرہ کی ضرورت

پادریوں کی یک طرفہ کوشش اور پناہ تبلیغی جدوجہد اور خاص طور پر علماء کرام کی خاموشی سے مشنری کام کا ہندوستانیوں پر اور خاص طور جہلاء طبقہ پر کافی اثر ہونے لگا تھا۔ پادری علماء کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے اور عام طور پر پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ ہمارے مذہب کی حقانیت کا رعب اور اثر ہے کہ کوئی ہندوستانی عالم ہمارے اعتراضوں کا جواب اور اپنے مذہب کی صداقت ثابت نہیں کرتا۔

اس اسٹیج پر علماء کرام نے ضروری سمجھا کہ اس فتنہ کا خاتمہ کیا جائے اور پادریوں کا زعم توڑا جائے اور عوام پر جو خوف و ہراس طاری ہے وہ باقی نہ رہے اور نصرانیت کی پول منظر عام پر آجائے۔ چنانچہ تیاریاں ہوئیں مناظروں کے لیے مواد فراہم کیا گیا اور علماء کرام نے خود مناظرے کی پہل کی اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہم فرنگی پادریوں سے مرعوب نہیں ہیں چونکہ ان کی خرافات کو جواب کے قابل نہیں سمجھتے تھے اس لیے خاموش رہے۔ ورنہ ہم پرخچے اڑا سکتے ہیں۔ اور اڑانے کے لیے تیار ہیں۔ آؤ مناظروں سے حقانیت کا امتحان کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور ہمارا یقین ہے باطل مذہب عیسوی اسلام کی صداقت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔

Marfat.com

یہی تخیل تھا علماء کرام کا جب انہوں نے فرنگی نصرانیت کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا۔

ملاحظہ ہو علماء اسلام کے ردِ نصاریٰ کی ٹیم کے انچیف کمانڈر مولینا رحمت اللہ علیہ کا فرمان:

''میں نے ہندوستان کے سب سے بڑے پادری جو علماء مسیحین میں ممتاز حیثیت کا مالک اور میزان الحق کا مصنف تھا اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ میرے ساتھ مجمع عام میں مناظرہ کرے تا کہ حق واضح ہو جائے۔ اور یہ معلوم ہو جائے کہ علمائے اسلام نے ان رسائل کی تردید اس لیے نہیں کی کہ وہ عاجز تھے بلکہ جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔'' (میزان الحق، صفحہ:3)

اس فرمان کو آپ نے کس طرح عملی جامہ پہنایا خود اپنے شفیق مولوی محمد امیر اللہ (جن سے پادری فانڈر کا بھی ملنا جلنا تھا) کے ساتھ پادری فانڈر کے مکان پر گئے کہ اس سے مناظرے کے بارے میں طے کرلیں۔ وہ نہیں ملا تو آپ نے ہی خود اس کو خط لکھا۔ کہ ہم کو مولوی امیر اللہ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ ردِ اسلام میں مصروف ہیں اور تحریری و تقریری مناظرہ کا شوق رکھتے ہیں اگر درست ہے تو دن مقام مقرر کر کے مطلع کیجیے۔ اس نے تھوڑا سا گریز کرتے ہوئے کہ میری تو خواہش خاص نہیں ہے لیکن اگر مناظرہ ہو تو برا بھی نہیں۔ مناظرہ کرنا منظور کیا۔

مولینا رحمت اللہ اور پادری فانڈر کا مناظرہ

خط و کتابت 23/ مارچ 1854ء شروع ہوئی اور فریقین کے نو نو خطوط کی آمد و رفت کے بعد مولانا رحمت اللہ علیہ کے آخری خط 7/ اپریل پر ختم ہوئی۔ پندرہ دن اس لیے لگے کہ پادری فرنچ صاحب علی گڑھ گئے اس عرصہ میں مناظرہ عنوان، مناظرہ کا ساتھی، جگہ وقت تاریخ تمام چیزیں طے ہوئیں۔ صرف ایک بات پر یوں ہی سا اعتراض ہوا۔ کہ چیئرمین کی ضرورت نہیں ہے۔ ہو تو یورپین نہ ہو۔ اردو جاننے والا مسلمان ہو۔ لیکن طرف داری کا شبہ ہو سکتا تھا اس لیے مولینا نے فرمایا اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس فیصلہ سے پادری فانڈر نے بھی اتفاق کیا۔

Marfat.com

پہلے روز کے مناظرے کی کارروائی

چنانچہ علی الصبح پیر کے روز 11/اپریل 1854ء مطابق 11/رجب 1270ھ کو مناظرہ کا پہلا اجلاس شروع ہوا۔

مولانا رحمت اللہ کے ساتھ ڈاکٹر وزیر خاں اور پادری فانڈر کے ساتھ پادری فرنچ تھے۔ دوران جلسہ میں مسٹر اسمتھ حاکم صدر دیوانی مسٹر کرسچین سکنڈ صدر بورڈ مسٹر ولیم مجسٹریٹ علاقہ فوج مسٹر لیڈلی، پادری ولیم گلبن صاحب مفتی حافظ ریاض الدین صاحب مولوی فیض احمد صاحب سررشتہ دار، صدر بورڈ جناب مولوی حضور احمد، امیر اللہ صاحب میر مختار، راجہ صاحب بنارس، جناب مولوی قمر الاسلام امام جامع مسجد اکبر آباد، جناب منشی خادم علی مہتمم مطبع الاخبار سراج الحق تشریف فرما ہوئے۔

پہلے پادری فانڈر اٹھا اس نے کہا کہ یہ جاننا ضروری ہے کہ مناظرہ کیونکر منعقد ہوا۔ یہ مولانا رحمت اللہ کی سعی و کوشش اور خواہش کا نتیجہ ہے۔ میرے نزدیک اس سے فائدہ کی صورت نظر نہیں آتی اگر چہ میری تمنا یہی ہے کہ دین عیسوی کی حقیقت اہلِ اسلام کے سامنے رکھوں۔ مباحثہ کے عنوان نسخ تحریف، الوہیت حیات مسیح و تثلیث اور رسالت محمدیؐ طے ہوئے ہیں۔ اس تشریح کے بعد پادری فانڈر بیٹھ گیا۔

بحث نسخ

مولانا رحمت اللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے میزان الحق کی فصل دوئم باب اول کی عبارت پڑھی قرآن اور اس کے مفسرین دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے آنے سے زبور منسوخ ہوئی اسی طرح انجیل بھی قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہوگئی۔

مولانا نے فرمایا کہ قرآن مجید اور مفسرین سے جو یہ دعویٰ منسوب کیا گیا ہے غلط ہے قرآن مجید میں اور نہ تفسیروں میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس سورہ بقر کی 81 آیت

Marfat.com

ولقد آتینا موسی الکتاب الخ ہے اس کی شرح تفسیر عزیزی میں اسی طرح مرقوم ہے۔

حضرت موسیٰ کے بعد یکے دیگرے حضرت یوشع، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت شموئل، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یشعا، حضرت ارمیاد، حضرت یونس، حضرت عزیر، حضرت حذقیل، حضرت ذکریا، حضرت یحییٰ اور ان کے علاوہ چار ہزار لوگ اللہ تعالیٰ نے بھیجے۔ ان کے بھیجنے کا مقصد موسیٰ کی شریعت جاری کرانا تھا جس میں بنی اسرائیل نے سستی اور حقارت کی وجہ سے تبدیلی کر دی تھی۔

سورہ نساء کی آیت 161 و اتینا داؤد زبورا کی تفسیر تفسیر حسینی میں اسی طرح کی گئی۔

ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ اس میں صرف اللہ کی حمد وثنا ہے۔ وہ امر و نہی سے خالی ہے توریت کی شریعت ہی داؤد کی شریعت ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کی دوسری کتابوں میں درج ہے۔ پادری فانڈر نے کہا کہ تم انجیل کو منسوخ سمجھتے ہو یا نہیں، مولینا صاحب نے فرمایا بلا شبہ جس عمل کے ساتھ انجیل کے معنی بتائے جا رہے ہیں اس کو منسوخ سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کا مذکورہ دعویٰ غلط ہے۔ پادری نے کہا جن مسلمانوں کے ساتھ میں گفتگو کرتا ہوں اس سے میں نے یہ سنا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ کسی مسلمان کی سنی ہوئی بات قرآن مجید اور مفسرین کے ذمہ ڈال دیں۔ پادری نے کہا بلا شک غلطی ہوئی۔ اس کے بعد مولینا نے ارشاد فرمایا نسخ کے وہ معنی جو اسلامی اصطلاح میں رائج ہیں آپ نے اسلامی کتب میں دیکھیں یا نہیں۔ پادری نے کہا آپ فرمایئے۔ مولینا نے کہا میرے نزدیک نسخ امر و نواہی کے لیے ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

والنسخ اذ لعترض علی الا وامروا و النواهی دون الاخبار

اس لیے قصوں اور خبروں کو نا قابل نسخ سمجھتا ہوں۔ اور اسی لیے امور عقلیہ جو قطعیہ ہوں مثلاً موجود ہے کو قابل نسخ جانتا ہوں۔ مولانا نے عالمانہ و فاضلانہ طریقہ سے نسخ حیثیت تمثیلات سے پیش کیں۔ پادری غور سے سنتا رہا۔ جب آپ نے اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا تو

Marfat.com

پادری نے کہا آپ کے ہاں انجیل کے کون کون سے حکم منسوخ ہیں۔ مولیٰنا نے فرمایا جیسے طلاق کے ناجائز ہونے کے بارے میں پادری صاحب نے کہا آپ کے نزدیک تمام انجیل منسوخ ہے۔ مولانا نے فرمایا ذیل کے حکم کی موجودگی میں میں تمام انجیل کو منسوخ نہیں کہہ سکتا۔

اور تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اور اول حکم یہی ہے۔

اور دوسرا جو اس کے مانند ہے یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو اپنے برابر پیار کر۔ اس سے بڑا کوئی حکم نہیں ہے۔ (مرقس باب 12 آیت 313) پادری نے کہا کہ انجیل منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ جناب مسیح کا قول ہے: آسمان وزمین ٹل جائیں گے پر میری باتیں نہیں ٹلیں گی۔ (لوقا باب 21 آیت 33)

ڈاکٹر وزیر خاں صاحب نے فرمایا کہ یہ قول عام نہیں ہے بلکہ پیشنگوئی کے بارے میں ہے جس کا ذکر سابقہ آیت میں جناب مسیح نے فرمایا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں اگر آسمان بھی ٹل جائیں لیکن میرے قول پیشنگوئیوں کے بارے میں نہیں ٹلیں گے۔ پادری صاحب نے فرمایا عام ہے۔ اس پر ڈاکٹر وزیر خاں صاحب نے تفسیر ڈوا کی اور رچرڈ مینٹ کی عبارت (جو کہ متی باب 24 آیت 35 کی شرح میں ہے لیکن لوقا کی عبارت کے مطابق ہے) دکھائی کہ عملی تفسیر یہ ہے بشپ پیرس کہتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ میری پیشنگوئیاں یقیناً کامل ہیں۔ ڈوین اسٹاین ہیوپ کہتے ہیں (حضرت مسیح فرماتے ہیں) کہ آسمان وزمین جو دوسری چیزوں کے مقابلہ میں ناقابل تبدیل ہیں لیکن وہ بھی ایسے محفوظ نہیں ہیں جیسے میری پیشنگوئیاں۔ تمام چیزیں مضبوط ہونے کے باوجود مٹ سکتی ہیں لیکن تبدیل نہیں ہو سکتیں اور ایک شوشہ بھی اس قول کا جو میں نے بیان کیا ہے مقصد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پادری صاحب نے فرمایا کہ مفسرین کی تحریر میرے وعدے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ پیشنگوئی زائل نہیں ہوگی۔ اور باقی زائل ہو جائیں گی ڈاکٹر وزیر خاں صاحب نے جواب دیا کہ باتوں کا اس سے تعلق ہوتا تو صرف پیشنگوئی کی تصریح کرنے کی کیا ضرورت

Marfat.com

تھی۔ پادری صاحب یہی فرماتے رہے کہ عام ہے ڈاکٹر صاحب نے کہا ہم اپنے دعوے کے ساتھ گواہ پیش کررہے ہیں اور آپ بغیر گواہ کے مدعی ہیں۔ پادری نے اس کا بھی جواب نہیں دیا بلکہ دوسری آیت پطرس والی پڑھ دی۔ ''تم نہ تخم فانی سے بلکہ اس سے جو غیر فانی ہے یعنی خدا کے کلام سے جو زندہ اور ابد تک قائم رہتا ہے۔''

اس آیت کے مطابق خدا کا کلام دائمی ہے منسوخ نہیں ہوتا۔ مولانا نے فرمایا ایسی ہی آیت اشعیا میں بھی ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

گھانس پژمردہ اور پھول افسردہ ہوسکتا ہے لیکن ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے۔

اس آیت کے بعد آپ پر لازم ہوجاتا ہے کہ کسی بھی امر و نہی کو منسوخ نہ سمجھیں۔ پادری نے کہا توریت میں نسخ ہو چکا ہے۔ لیکن ہم توریت کے بارے میں اس وقت بحث نہیں کررہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ متی میں ہے:

''یہ خیال مت کرو کہ میں کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پوری کرنے آیا ہوں کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمام اور زمین نہ ٹل جاویں ایک لفظ ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔''

اس کے باوجود آپ توریت کے احکام کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ پادری صاحب نے کہا اب میری بحث توریت کے بارے میں نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کیوں آپ کی بحث کا تعلق توریت سے نہیں حالانکہ ہم توریت و انجیل کو ایک سمجھتے ہیں اور جناب کے بھی میزان الحق کے فصل دوئم میں اس طرح لکھا ہے کہ انجیل مقدسہ عہد عتیق کسی بھی وقت منسوخ نہیں ہوتی۔ پادری صاحب نے کہا اس جگہ میں نے لکھا ہے مگر اس وقت تمہاری بحث صرف انجیل پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا حواریوں کے عہد میں احکام توریت کے نسخ ہونے کے بعد چند چیزوں کو حرام کیا تھا۔ بتوں کی قربانی، قربانی کا خون اور زنا فی الحال کے سوا اور کسی چیز کی ممانعت باقی نہیں ہے۔ اس لیے مسیح انجیل میں بھی نسخ ہوا ہے۔ پادری صاحب نے فرمایا ان چیزوں کی حرمت کے بارے میں اختلاف ہے اور میں قائل نہیں ہوں۔ بتوں کی قربانی کو حرام

Marfat.com

جانتا ہوں۔ مولینا صاحب نے فرمایا پولوس مقدس نے فرمایا ہے:

''میں نے یقین کر کے جانا کہ اب کوئی چیز ناپاک نہیں لیکن جو اس کو ناپاک جانتا ہے۔ اس لیے ناپاک ہے۔'' (خط پولوس بنام رومیہ باب 14 آیت 13)

دوسری جگہ یہ کہا ہے: ''پاک لوگوں کے لیے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں اور بے ایمانوں کے لیے کچھ پاک نہیں ہے بلکہ ان کی عقل اور اعتبار کرنے والے دل ناپاک ہے۔'' (خط پولوس باب 1) پادری صاحب بولے کہ انہیں آیات کی وجہ سے بعض علماء ان اشیاء کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مولینا صاحب نے کہا کہ جناب مسیح نے حواریوں کو یہ حکم دیا کہ سامری کے کسی شہر میں داخل نہ ہوں بلکہ پہلے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی چیزوں کے پاس جانا۔ اس کے بعد ان کو یہ حکم ہوا:

''تم دنیا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔''

گویا دوئم حکم نے اول کو ناسخ قرار دیدیا۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ خود مسیح نے حکم اول کو موقوف فرمایا۔ مولانا صاحب نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ مسیح نے موقوف کیا مگر یہ تو ثابت ہوا کہ کلام میں نسخ جائز ہے مولانا رحمت اللہ نے اس موقع پر پادری فانڈر کی ایک اور عبارت کا جو میزان الحق میں تھی ذکر کیا جس میں مسلمانوں سے مہمل خیالات و قیاس منسوب کیے گئے تھے۔ وہ عبارت یہ تھی۔

اور وہ دعوی کہ گویا قرآن کی وجہ انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں منسوخ ہوگئی ہوں۔ ایسا دعویٰ دو وجہ سے غلط ہے اول وجہ یہ کہ نسخ مان لینے سے دو نقص لازم آتے ہیں اول یہ کہ خدا کا ارادہ یہ ہوا کہ توریت کو دیکر ایک اچھا اور فائدہ مند کرے پر نہ ہو سکا پھر اس کے بعد اس سے بہتر زبور دی جب اس سے بھی مطلب نہ نکلا تو اس کو بھی منسوخ کر کے انجیل دی جب اس سے بھی فائدہ پورا نہ ہوا تو آخر قرآن سے مقصد پورا کیا۔

مولینا موصوف نے فرمایا کہ ان قیاسات کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے بلکہ پولوس مقدس سے ہے وہ عبرانیان میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

''پس عملاً قانون اس لیے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا۔'' (عبرانیون باب 8 آیت 48)

اس پولوس کے خط آٹھ باب میں پولوس مقدس مکرر لکھتے ہیں:

''اگر وہ پہلا عہد بے عیب ہوتا تو دوسرے کے لیے جگہ کی تلاش نہ ہوتی...اور جب اس نے پہلے کو پرانا ٹھہرایا۔ پر وہ جو پرانا اور خوردہ ہے سو مٹنے کے نزدیک ہے۔

آپ نے توجہ فرمائی احکام توریت کو ضعیف، بے مصرف، منسوخ فرماتے اور توریت کو پرانی، عیب دار، معرض زوال کا خطاب دینے کا مقدس پولوس نے ہی نے ہی انجام دیا۔

پادری صاحب نے سنا اور خاموش ہو گئے۔ جواب کچھ نہیں دیا۔ مولانا رحمت اللہ نے فرمایا یہ چند صفحات جو میزان الحق میں اس قابل ہیں اس کو اپنی اس کتاب میں سے نکال دیں۔

پادری فرنچ نے کہا کہ میں سابقہ گفتگو میں کہہ چکا ہوں کہ توریت کے وہ احکام جس کا تعلق حضرت مسیح کی نشانیوں سے تھا منسوخ ہو گئے ہیں اور وہ نسخ بھی مناسب تھے۔ کیونکہ مسیح نے ان کو کامل کر دیا تھا۔ البتہ مسیح کے حق میں جو پیشنگوئیاں وہ منسوخ نہیں ہوئیں۔ یہ کہکر پادری فرنچ نے انجیل اٹھا کر باب دس نامہ عبرانیون کی یہ عبارت پڑھی:

''کیونکہ شریعت جو آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں ہے اور ان چیزوں کی حقیقی صورت نہیں، سال سال انہیں قربانیوں سے جو وہ ہمیشہ گزرانتے ان کو جو پاس آتے ہیں کبھی کامل نہیں کر سکتی۔ نہیں تو ان قربانیوں کا گزرانا موقوف نہ ہو جاتا۔ کیونکہ عبارت کرنے والے ایک بار پاک ہوئے آگے کو اپنے تئیں گنہگار نہ جانتے ان قربانیوں سے برس برس گناہوں کی پھر یادگار ہوتی ہے۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ بیلوں اور بکروں کا لہو گناہوں کو مٹا دے اس لیے وہ دنیا میں آتے ہوئے کہتا ہے کہ ذبیحہ اور ہدیہ تو نے چاہا۔ (آیت 1 تا 6)

توریت کی اس آیت اور دوسری کتابوں کے اشارے حضرت مسیح سے متعلق تھے، مسیح کے آنے کے بعد تمام کی انہوں نے تکمیل کر دی اور انجیل کے متعلق ایک طرف بھی اشارہ نہیں ہے کہ ان کے آنے سے انجیل منسوخ ہوئی۔ ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے فرمایا کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ مسیح کی آمد سے احکام توریت مکمل ہو گئے تو وہ احکام جو مسیح سے قبل موقوف شدہ ہیں ان پر

Marfat.com

نسخ کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔ پادری فرنچ نے کہا کہ وہ کون سے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا مثلاً حکم ذبح جو قوانین کے سترہویں باب میں ہے۔ جو استثنا کے باب 12 آیت 15 تا 22 کی وجہ سے منسوخ ہوئے۔ پادری صاحب نے ان آیتوں کی تفسیر جلد اول مطبوعہ 1822ء میں لکھتے ہیں۔ یہ حکم منسوخ ہے اس کے بعد ہارن لکھتے ہیں کہ فلسطین کے داخلہ سے قبل چہلم سال ہجری مصری میں یہ حکم منسوخ ہوا۔ پادری صاحب سن کر خاموش ہو گئے۔ ڈاکٹر وزیر خاں صاحب نے فرمایا اس وقت یہ ثابت ہوا کہ کلام الٰہی میں نسخ محال نہیں۔ چنانچہ تمام پادری علی الخصوص میزان الحق کے مصنف پادری فانڈر کا دعویٰ تھا کہ نسخ کلام الٰہی میں محال ہے جب اس صورت میں نسخ کا امکان پائے ثبوت کو پہنچ گیا تو نسخ کا وقوع انجیل میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کے بعد آشکار ہو جائے گا۔ پادری فانڈر نے کہا کہ نسخ گفتگو ختم ہوئی۔ اب تحریف پر بحث کی جائے۔ اس کے بعد تحریف پر بحث کا آغاز شروع ہوا۔

بحث تحریف

مولانا رحمت اللہ نے تحریف کی شکل متعین کرنی چاہی کہ لفظی ہو یا معنوی طے نہ ہو سکا تو مولینا صاحب نے فرمایا کہ جسٹن شہید کا جب طریقوں سے مناظرہ ہوا تو اس نے چند پیشنگوئیوں کا ذکر کیا اور دعویٰ کیا کہ یہودیوں نے کتب مقدس سے خارج کر دیا ہے اس سلسلہ میں مولانا نے عیسائیوں کے مستند مفسرین و محققین اور مستند کتب مثلاً کتب واسٹن، سلمر جلیس، ہارن صاحب وائیٹیکر صاحب اور ڈاکٹر اے فلاک وغیرہ کی کتابوں کے حوالہ مذکورہ جسٹن کے دعوے کی تائید میں پیش کر کے فرمایا تو جسٹن کے دعوے کو سچا مانیے یا جھوٹا۔ اگر سچے ہیں تو ہماری درست بات درست ہے اگر جھوٹے ہیں تو افسوس کا مقام ہے کہ عیسائیوں کے بڑے بڑے مقتدر رہنما اس قدر دروغ گو تھے۔ کہ خود اپنی طرف سے چند پیشنگوئیوں کو جعلی بنا کر کلام الٰہی کا جز قرار دیا۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ جسٹن بھی ایک آدمی تھا اس سے سہو ہوا۔ مولینا موصوف نے فرمایا کہ اس سے سہو نہیں ہوا بلکہ قدیم جمہور علماء اس سے متفق ہیں۔ پادری

Marfat.com

صاحب نے کہا کہ عہد عتیق کے بارے میں مسیح نے گواہی دی ہے۔ دوسری گواہیوں کے مقابلہ میں ان کی شہادت زیادہ معقول ہے اور وہ یہ ہیں:

(1) اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی ایمان لائے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ (یوحنا باب 6 آیت 46)

(2) اور موسیٰ اور نبیوں سے شروع کر کے وہ باتیں جو سب کتابوں میں اس کے حق میں ہیں ان کے لیے تفسیر کیں۔ (لوقا یا باب 24 آیت 27)

(3) اس نے اس سے کہا کہ وہ موسیٰ اور نبیوں کی نہ سنتے تو اگر مردوں میں سے کوئی اٹھے تو اس کی نہ مانیں گے۔ (لوقا باب 17 آیت 301)

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آیتوں سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ یہ کتاب اس وقت موجود تھی نہ یہ کہ لفظ بلفظ موجود تھی۔

پیہلی صاحب جن کی سند پادری فانڈر نے حلل الاشکال میں لکھی ہے۔ وہ اقرار کرتے ہیں کہ شہادت مسیح سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس زمانہ میں موجود تھی نہ یہ کہ ہر لفظ اور ہر جملہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ پادری صاحب نے فرمایا میں پیہلی کو اس وقت نہیں مانوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ آپ اس کی کتاب کو معتبر تسلیم کرتے ہیں اگر اس کو مستند نہیں مانتے تو میں آپ کی بات اس سلسلہ میں معتبر نہیں مانتا۔ پادری صاحب نے کہا خیر میں نے کتب عہد عتیق کے بارے میں حضرت کی شہادت نقل کر دی آپ کو چاہیے کہ تحریف انجیل ثابت کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے متی کی حسب ذیل آیت سنائیں۔

''سب پشتیں ابراہم سے داؤد تک چودہ پشتیں اور داؤد سے بابل کو اٹھ جانے تک چودہ پشتیں اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔'' (متی باب 1 آیت 17)

اور پادری صاحب کو مخاطب کر کے کہا بتایئے کہ طبقہ دوئم کے چودہ نام کونسے تھے۔ پادری نے جواب دیا یہ میرا کام نہیں ہے۔ لیکن جناب فرمائیں کہ تمام نسخوں میں تو اسی طرح ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا موجودہ نسخوں میں ہیں۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ سابقہ نسخوں میں

Marfat.com

موجود تھے یا نہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ غلط ہے۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ غلط ہونا اور بات ہے اور تحریف دوسری بات ہے۔ اگر مکمل انجیل الہامی ہے اور غلطی کا الہام میں امکان نہیں تو اس صورت میں بلا شبہ محرف ہے۔ اگر الہامی نہیں ہے تو اس حالت میں دوسرا مقصد حاصل ہوگا۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ تحریف وقتی ثابت ہوگی کہ عبارت نشان زدہ دوئم نسخہ میں نہیں ہے اور اس حال کے نسخہ میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یوحنا پیش کی پادری صاحب نے تائیداً فرمایا اس جگہ اور دوسری جگہ بھی تحریف ہوا ہے۔ اس موقع پر مسٹر اسمتھ حاکم صدر دیوانی فرنچ صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ پادری فرنچ سے انگریزی میں معلوم کیا۔ کیا بات ہے پادری فرنچ نے جواب دیا کہ یہ لوگ کتب بارن اور دیگر مفسرین کے آٹھ سات مقامات کہ جس میں تحریف کا اقرار ہے سند کے ساتھ دکھلا رہے ہیں۔

اس بات کی تائید کرنے کے لیے پادری فانڈر سے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہم تسلیم کر لیں کہ سات آٹھ جگہ تحریف وتبدیلی ہوئی ہے۔ مولوی قمر الاسلام صاحب امام جامع مسجد اکبر آباد نے منشی خادم علی خان صاحب مہتمم مطلع الاخبار سے فرمایا کہ تم لکھو کہ پادری صاحب آٹھ جگہ تحریف ہونے کے اقراری ہیں۔ پادری فانڈر نے یہ بات سنی تو کہا ہاں بہت اچھا لکھیے اور کہا اتنی تعداد میں تحریف ضروری ہے۔ لیکن کتب مقدسہ میں اس سے نقصان نہیں ہوا ہے۔ پادری فانڈر نے کہا کہ دو مسلمان اور دو معزز عیسائی انصاف کریں اور پھر مفتی ریاض الدین کی طرف متوجہ ہو کر بار بار فرما رہے تھے کہ آپ انصاف کیجیے۔ آپ نے آخر میں فرمایا کہ جس وثیقہ میں ایک جگہ تحریف ثابت ہو جائے تو وہ وثیقہ قابل اعتبار نہیں رہتا۔ کجا کہ آٹھ سات جگہ۔ وقت کافی ہو چکا تھا پادری صاحب کی ایما پر پہلے روز کے مناظرہ کی کارروائی دوسرے دن کے لیے ملتوی کر دی گئی۔

دوسرے دن کے مناظرہ کی کارروائی

دوسرے روز پیر کو مناظرہ 11/اپریل 1854ء 12/رجب 1270ھ علی الصباح مقررہ مقام پر منعقد ہوا جس میں مسٹر اسمتھ صدر دیوانی، مسٹر ریڈ حاکم صدر ریورڈ، مسٹر ولیم مجسٹریٹ

Marfat.com

علاقہ فوج، مسٹر کیشش ولیم گلبن، پادری ہارلی اور جناب مفتی ریاض الدین، مولوی اسد اللہ قاضی القضات، جناب مولوی فیض احمد سرشتہ دار صدر بورڈ، جناب مولوی حضور احمد، جناب مولوی امیر اللہ صاحب، مختار راجہ بنارس، جناب مولوی قمر الاسلام امام جامع مسجد آگرہ، جناب مولوی قمر الدین خان، مہتمم اسعد الاخبار، مولانا مظفر علی شاہ جعفری القادری، سید صفدر علی شکوہ آبادی، پنڈت جگل کشور، مولوی فیض احمد بدایونی، مولوی معین الدین، سید باقر علی ناظم محکمہ دیوانی، مولوی کریم اللہ خان بچھرایونی، صدر الصدور مفتی اسد اللہ خان، سید حافظ حسین، حافظ خدا بخش، ڈاکٹر الہام اللہ گوپاموی، مفتی افہام اللہ ساحر، قاضی باقر علی خان ہمدانی، راجہ بلوان سنگھ کاشی، مولوی مدد علی تپش، مرزا زین العابدین عابد، مولوی عبدالرشید کولوی، ڈاکٹر مکند لال، حکیم فرخند علی گوپاموی، مفتی اکرام گوپاموی، سید تفضل حسین، ڈاکٹر وزیر الدین فرخ آبادی، حکیم جواہر لال، غلام محمد خان، خلیفہ گلزار علی اسیر، غلام قطب الدین خان باطن، مولوی سراج الاسلام امام جامع مسجد، پیشکار اور غدر کے چند علماء اور رؤساء شہر موجود تھے۔

پہلے دن کے مناظرہ کا قدرتی طور پر خوب چرچا ہوا جس کی وجہ سے دوسرے دن کی حاضری پہلے دن سے دوگنی تھی یعنی ہزار کے قریب حاضرین کی تعداد تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ پادری فانڈر اٹھے ہاتھ میں میزان الحق تھی فصل اول میں سے قرآن مجید کی چند آیات پڑھنی شروع کیں چونکہ آیات درست الفاظ میں نہیں پڑھ رہے تھے اس لیے قاضی القضات نے فرمایا کہ حضرت ترجمہ پر اکتفا فرمائیں لفظ کی تبدیلی سے معنی بدل جاتے ہیں، پادری صاحب نے فرمایا مجھ کو معاف فرمائیں۔ یہ میری زبان کا قصور ہے۔ اس کے بعد یہ آیات پڑھیں:

"آپ کہہ دیجیے اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں بیشک ایمان لاتا ہوں اور مجھکو یہ حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں اللہ ہمارا مالک بھی ہے اور تمہارا مالک بھی ہے ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں۔

اور تم اہلِ کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ کرو ہاں ان میں جو زیادتی

Marfat.com

کرے ہاں ان سے کہو ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی جو تم پر نازل ہوئیں اور تمہارا معبود ایک ہے ہم تو اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔" (سورہ العنکبوت)

"آج تمارے لیے حلال چیزیں حلال رکھی گئیں ہیں جو کتاب والے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے۔" (سورہ مائدہ)

"تم پڑھتے رہو کتب۔" (سورہ بقر)

ان آیتوں میں کتاب اور اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہے۔ جس سے معلوم ہوا محمد کے زمانہ میں توریت و انجیل موجود تھی اور مسلمان اس کو تسلیم کرتے تھے اور اس کو دین کا ہادی سمجھتے تھے محمد ﷺ کے زمانہ میں اس کے اندر تحریف نہیں ہوئی تھی۔

مولینا رحمت اللہ نے فرمایا ان آیتوں سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ زمانہ میں خدا کا کلام نازل ہوا تھا اس پر ایمان لانا چاہیے۔ توریت و انجیل میں سابقہ نازل شدہ کتابیں ہیں۔ اور محمد ﷺ کے زمانہ میں موجود تھیں اگر چہ محرف تھیں ان آیات سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتا بلکہ جا بجا قرآن میں اہلِ کتاب کے تحریف کا ذکر ہے۔ اور حدیث شریف میں ہیں لا تصدقو اھل الکتاب ولا تکذبوا یعنی اہل کتاب کی تصدیق نہ کرو اور نہ تکذیب۔ پادری صاحب نے فرمایا احادیث کا حوالہ مت دیجیے بلکہ قرآنی آیات دلیل میں پیش کیجیے۔ مولینا صاحب نے فرمایا قرآن سے ہی یہ چیزیں ہمیں معلوم ہوئیں جس کا اقرار آپ نے میزان الحق میں صاف طور پر کیا ہے۔ پادری صاحب نے کہا سورہ بینہ کی آیات سے مجھکو یہ معلوم ہوا کہ محمد ﷺ کے زمانہ سے قبل انجیل میں تحریف نہیں ہوئی۔ اس کے بعد عبارت میزان الحق پڑھی جس کی فصل سوم میں سورہ بینہ کی محررہ آیات پڑھیں:

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز نہ آنے والے تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی یعنی اللہ کا رسول جو انکو پاک صحیفے پڑھکر سنا دو جس میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں۔ اور جو اہلِ کتاب تھے وہ اس واضح دلیل آنے کے بعد مختلف ہو

Marfat.com

گئے۔حالانکہ ان لوگوں کو بھی یہی حکم ہوا تھا۔

پادری صاحب نے فرمایا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہیکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے حضور اقدس ﷺ کے ظہور کے بعد اپنی کتابوں میں تحریف ظہور سے قبل نہیں کی اس کے بعد کہا کہ مصنف کتاب استفسار جو انتہائی مشہور ہیں اور ان کو ہر شخص جانتا ہے کہ وہ مولوی آل حسن ہیں انہوں نے اپنی کتاب کے 448 صفحہ میں آیت مذکور کی اس طرح تشریح کی ہے:

یہ کہ نبی سابق الانتظار کے اعتقاد رکھنے سے جدا یا اس کے اعتقاد رکھنے میں مختلف و متفرق نہیں ہوئے مگر جب یہ نبی آیا۔ ان معنوں کے راہ سے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی آخرالزماں کی نشانیوں میں اس کے ظہور کے زمانہ تک کچھ تحریف وتبدیل نہیں واقع ہوئی۔

مولینا رحمت اللہ نے جواب میں فرمایا ان آیات کا ترجمہ جمہور مفسرین نے اس طرح کیا ہے۔اور شاہ عبدالقادرن خود بھی پسند کیا ہے:

نہ تھے وہ لوگ منکر ہوئے کتاب والے (یعنی یہود و نصاریٰ) اور شرک والے (یعنی بت پرست) باز نے آنے والے اپنے دین اور بری رسموں اور برے عقیدوں سے مثل عدل اعتقاد نبوت جناب مسیح کے جیسا یہود کو ہوتا تھا اور اعتقاد تثلیث کے جو عیسائیوں کو ہوا تھا اور مانند اس کے جب تک نہ پہنچے ان کو کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھنا ورق پاک اس میں (یعنی سورتیں مضبوط اور نہیں سوتے وہ جن کو ملی کتاب یعنی اپنے دین اور رسموں اور عقیدوں سے اس طور پر کہ بعضوں نے ان کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا اور بعضے تعصب سے انہیں پر قائم رہے) مگر جبکہ آچکی ان کو کھلی بات (یعنی رسول اللہ اور قرآن)

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری آیۃ کے ترجمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''حضرت سے سے پہلے سب دین بگڑ گئے تھے ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور اب چاہے کہ کسی حکیم یا کسی ولی یا کسی بادشاہ چادل کے سمجھائے راہ پر آویں سو ممکن نہ تھا جب تک ایسا رسول نہ آوے عظیم القدر ساتھ کتاب اللہ کے، اور مرد قوی کے، کہ کئی برس میں ملک کے ملک ایمان سے بھر گئے۔''

Marfat.com

ان آیات کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ مشرکین اہل کتاب اپنے افعال شنیعہ سے باز نہیں آتے تھے جب تک ان کے پاس عظم القدر رسول نہ آئے آپ کے آنے کے بعد بھی اہل کتاب آپ کے مخالف ہوئے۔ تعصب بیجا اور عناد کی وجہ سے۔

رہا صاحب استفسار کی عبارت، اس کو غلط طریقہ اور بد نیتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے خود اس کا ترجمہ وخیال کا جواب دیا ہے۔ جواب ملاحظہ ہو:

''سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس استدلال سے درصورتیکہ صحیح اور درست کیا جائے'' اتنا ہی ثابت ہوا کہ صرف نبی کے لیے جو بشارتیں تھیں ان میں تحریف وتبدیل نہیں واقع ہوئی۔ مگر بعد ظہور اس نبی کے نہ یہ کہ بائبل میں اور کہیں کسی طرح کی خرابی نہیں ڈالی گئی۔

اس جواب کے بعد مولینا آل حسن کی عبارت کو اپنی تائید میں پیش کرنا غلط ہے۔ مولانا آل حسن نے اپنی تمام تصنیف میں تحریف کا بھانڈا پھوڑا ہے۔

مناظرہ دو اصل یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں سے جو گفتگو چلتی ہے اس کو پادریوں کا گریز کہنا چاہیے۔ مذکورہ بحث کا جواب پادری صاحب کے پاس نہ تھا تو جواب دینے کے بجائے دوسرا سوال اٹھا دیا۔ قرآن مجید میں جس انجیل کا ذکر ہے وہ کونسی ہے۔ یہ مہمل سوال تھا۔ اس میں ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے پادریوں کو خوب الجھایا۔ اچھی خبر لی۔ کافی دیر تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ اس کے بعد اصل عنوان کی طرف آئے۔ تو مولانا نے پادری سے کہا کہ ہمارا مذہب وہ ہے جو میں نے ظاہر کیا ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو اس کی دلیل دیجیے ورنہ تسلیم کیجیے کہ اقرار کرتے ہیں کہ کلام ربانی حضرت مسیح پر نازل ہوا۔ لیکن ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ اس مجموعہ میں تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ اور حواریوں کا کلام ہمارے نزدیک انجیل نہیں ہے۔ انجیل ہمارے نزدیک اسی قدر ہے کہ مسیح کا قول الہام کے مطابق ہو۔ جو کچھ چار کتابوں میں نقل ہوا ہے اس کا درجہ حدیث اعاذ کا سا ہے۔ اس تغیر وتبدل کا سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں پوپ کا قبضہ ہو گیا تھا جبکہ عام طبقہ کو انجیل پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اسی وجہ سے مسلمانوں کی نظر میں آئیں:

Marfat.com

اس مقام پر پادری فرنچ صاحب تیز ہو گئے بولے کہ تم ہماری انجیل سخت معیوب سمجھتے ہواور پوپ صاحب نے کوئی خرابی نہیں کی۔اس کے بعد ترشی بڑھنے لگی پادری فانڈر قرآن کے نسخوں کے بارے میں حضرت عثمان کا قصہ عراق بیان کرنا چاہتا تھا۔مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ ذکر خارج از بحث ہے لیکن آپ فرماتے ہیں تو اس کا جواب سنیے پادری صاحب جو آپ انجیل پر اعتراض کر رہے ہیں اس لیے میں نے تعریض (چھیڑا) کی۔ترشی ختم ہوئی تو پادری فرنچ نے اپنے ساتھ جو ایک تحریری جواب لائے تھے اس کو پڑھنا شروع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا۔انجیل میں ہمارے علماء تیس چالیس ہزار جگہ اختلاف عبارت بیان کرتے ہیں یہ اختلاف ایک نسخوں میں نہیں بلکہ بہت سے نسخوں میں تھے چنانچہ حساب فی نسخہ چار سو پانچ سو اختلافات ہوے ہیں۔بعض غلطیاں 70 ہیں ان سے چھوٹی بڑی غلطیاں 32 ہیں اور بقایا بہت چھوٹی چھوٹی ہیں ہمارے علماء ان غلطیوں کی تصحیح کر رہے ہیں جس کتاب کے زیادہ نسخے ہیں اس کی درستگی میں آسانی ہوتی ہے اور جس کے نسخے کم ہیں اس کی تصحیح میں دشواری ہوتی ہے۔ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ ان اغلاط کے علاوہ اور کوئی غلطیاں نہیں ہیں اور مسیحی دین کو ان غلطیوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے اس کے علاوہ جواب کے لیے ڈاکٹر صاحب مستعد ہوئے تو پادری فانڈر نے ان کو روکا کہ آپ ہر مرتبہ جواب کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں اور نے نے کہکر خطاب کیا ڈاکٹر صاحب مولانا صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اس پر مفتی حافظ ریاض الدین نے فرمایا اول تحریف کے معنی بیان کیجیے۔مولانا صاحب نے تحریف کے معنی بیان کیے کہ تحریف وہ تغیر ہے جو زیادہ خواہ نقصان خواہ تبدیل بعض الفاظ ہونا عام ہو،خواہ تغیر ارادہ خیانت یا شرارت ہو، وہم کے غلبہ سے ہو یا بطور اصلاح ہو میرا دعویٰ ہے کہ کتاب مقدس میں تحریف کا راستہ اختیار کرتے ہیں اگر آپ انکاری ہوں تو ثبوت دیجیے اس پر کاتب صاحب سہو کاتب کا جھگڑا لے بیٹھے۔بعد میں مولانا صاحب کی تشریح کو قبول کیا۔لیکن اس کا نام سہو کاتب رکھا۔اس کے بعد پادری نے کہا کہ سہو کاتب متن میں نہیں ہے متن سے مقصود الوہیت مسیح، کفارہ شافع ،اور ان کی وضاحت مقصود ہے۔چنانچہ متن پر مناظرہ کا سلسلہ ٹوٹا۔پادری صاحب کا اسرار تھا کہ متن کو

Marfat.com

تسلیم کرو مولانا صاحب نے انکار کیا مناظرہ ختم ہوا۔ مولانا رحمت اللہ کے بعد ڈاکٹر وزیر خان صاحب کا پادری فانڈر سے تحریری مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مولانا رحمت اللہ کے مناظرہ کے بعد ڈاکٹر وزیر خان صاحب سے بھی پادری فانڈر کا مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ عام تقریری نہ تھا بلکہ تحریری تھا۔ جو یکم مئی 1854ء سے شروع ہوا۔ اور ناخوشگوار تحریروں کی بناء پر 16 راگست 1854ء کو ختم ہو گیا۔ یہ مناظرہ تین ماہ تک رہا۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے 14 مراسلے پادری فانڈر کو بھیجے اور پادری فانڈر نے ان کو گیارہ خط روانہ کیے۔ مناظرہ کی ابتدا پادری فانڈر نے کی۔ مناظرہ کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان کو اپنے حسب ذیل خط کے ساتھ کتابیں روانہ کر دیں۔

پادری صاحب کا پہلا خط

جناب ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب سلامت

سلام کے بعد التماس یہ ہے تین جلدیں انگریزیں کتابیں اسپرنگر صاحب کی تصنیفات ہیں برائے مطالعہ بھیج رہا ہوں جو آپ مطالعہ کر لیں تو واپس کر دیں۔ بندہ کیشش فانڈر

15/ مئی 1854

ڈاکٹر صاحب کا پہلا خط

شفیق مخلصاں فانڈر سلامت

تین جلد انگریزی کتابوں کی آپ کی موصول ہوئیں ایک اس میں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی تصنیف ہے۔ آپ کے نامہ کے ساتھ پہنچیں۔ مجھے ممنون فرمایا۔ لیکن اس کے بھیجنے کا مقصد معلوم نہ ہو سکا۔ کیا مباحثہ جناب سرور کائنات ﷺ کے متعلق چاہتے ہیں یا صرف مطالعہ کی غرض سے بھیجی ہیں اگر دوسری بات ہے تو یہ کتابیں بھیجنا بیکار ہیں۔ میں ان کو پڑھ چکا ہوں۔ جو کچھ سیل صاحب نے قرآن شریف کے ترجمے کے مقدمے میں لکھا ہے وہ بھی دیکھا۔ اور تاریخ محمدی اور نگ صاحب اور تالیفات مصنفان لائبریری آف یوسفل کالج بھی مطالعہ میں آئیں۔

Marfat.com

ان کتابوں کے علاوہ ایکسی ہوموا ور تاریخ یسوعی استراس صاحب اور کتاب بولینجر اور تصنیفات آسپائے نوز اور چھ رسالے ونقس صاحب اور کتاب مورل فلاسفر اور کتاب تارمس پین کی اور کتاب موسوم ب جے ہووانو یلڈ اور تصنیفات ہومین اور والیٹر و یا نصری وغیرہ مسیحیوں کی کتب بھی میرے مطالعے سے گزری ہیں۔ آپ کو ان کتابوں کے پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا۔ اگر آپ کی نظر سے یہ کتابیں گزرتیں تو آپ ہرگز یہ کتابیں مجھکو نہ بھجواتے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اس کے بعد ہی طعن تشنیع کا حوصلہ اور منصف دل اجازت دے تو ان کتب مرسلہ کی مطالعہ کی درخواست مجھ سے فرمادیں۔ اگر یہ کتابیں آپ کے پاس موجود نہ ہوں تو روانہ کرسکتا ہوں۔ علاوہ ازیں مرسلہ کتب کے اکثر مطالب بے اصل اور بے نیاد ہیں۔ وہی بہتان کے مسلمان زبور توریت کو ناسخ سمجھتے ہیں آپ نے لگایا ہے اس کو بھی یہ کتابیں دہرارہی ہیں۔ اسی صورت میں مباحثہ اگر مقصود ہے تو بے فائدہ ہے۔ پہلے آپ مولانا رحمت اللہ کی کتابوں کا جواب دیجیے۔ اس کے بعد اگر مباحثہ کرنا ضروری ہے اپنے کتب دینیہ سے ہاتھ دھوکر اور ان کو موافق اصلاح اہل اسلام کے منسوخ ومحرف مان کر تثلیث کے میدان میں قدم رکھیے۔ جب یہ مسئلہ طے ہوجائے گا تو حضرت خاتم النبیین کی نبوت کے عنوان پر گفتگو کی جاوے گی۔ آپ کی مرسلہ کتابوں کو رکھنا فضول سمجھتا ہوں۔ یہ تینوں جلدیں واپس بھیج دی ہیں۔ کتاب اسپر کے بجائے آپ اگر تاریخ یسوعی ڈاکٹر نیرڈیو وفریڈرک استراس کی اردو میں ترجمہ فرمائیں تو مفید ثابت ہوگی۔

پادری صاحب کا دوسرا خط

20 رمئی 1854ء کو ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب کو جواب دیا۔

پادر فانڈر مناظرہ نہ کرنے کے بارے میں کچھ نہیں لکھتا۔ لیکن ان کے خط کے جواب میں ان پر طعن وتشنیع کرتا ہے اور دہریہ کا الزام لگاتا ہے اسی طرح خط وکتابت اور مناظرہ کا دروازہ کھل جاتا ہے وہ جواب میں لکھتا ہیں:

تعجب کرتا ہوں کہ تامس پاپن اور ڈاکٹر استراس صاحب جیسے اصحاب کی کتاب کو آپ

Marfat.com

پسند کرتے ہیں۔ یہ تو مسیحی نہیں بلکہ جملہ منکرین میں سے ہیں اور دہریہ قسم کے ہیں۔ چونکہ آپ ان کی کتاب کو معقول جانتے ہیں تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید جناب بھی ان کے زمرے میں سے ہیں چنانچہ ملت اسلامیہ بھی ایسے باطنی اور ظاہری دہریہ ہیں۔ ڈاکٹر اسپرنگر اس کی کتاب منکرین کی نظر میں معقول ہیں۔ دو کتابیں اس کے جواب میں مسیحی علماء نے لکھی ہیں۔ بندہ کیشش

فانڈر 29 رمئی 1854ء

ڈاکٹر صاحب کا دوسرا خط

ڈاکٹر صاحب نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

مجھے کمال تعجب ہوا کہ جناب نے یہ کس طرح سمجھا کہ میں ان کتابوں کو معقول سمجھتا ہوں میں نے صرف یہی لکھا ہے کہ وہ کتابیں میرے مطالعہ میں رہی ہیں مطالعہ کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ ان کا معتقد ہوں۔ ہم حضرت عیسیٰ کی عزت کرتے ہیں اور ہر مسلمان ادب کے ساتھ ان کا نام لیتا ہے۔ ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ کو برا کہنے والا جس طرح برا ہے اسی حضرت سرور کائنات ﷺ کا مذمت کرنے والا برا ہے ہم اس کو سگِ زرد برادرِ شغال سمجھتے ہیں۔

تعجب ہے آپ کی نسبت مولوی رحمت اللہ نے گریز کا لفظ لکھا تھا وہ آپ کو ایسا ناگوار گزرا کہ آپ نے مولینا کو لکھا کہ ایسے الفاظ تہذیب تحریر کے خلاف ہیں۔ حالانکہ وہی لفظ آپ مولینا آل حسن کو لکھ چکے تھے۔ کیا آپ کا مجھکو یہ لکھنا کہ اس مرحلہ سے ان کی کتاب آپ کے نزدیک معقول ہے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید جناب بھی ان کے زمرہ سے ہیں۔

خلاف تہذیب نہیں ہے۔ میں بھی آپ پر یہ الزام لگاتا ہوں کہ آپ ان مرسلہ کتابوں کو جن میں الحاد کی باتیں معقول سمجھتے ہیں تو آپ بھی ملحد ہیں اور اس وجہ سے بھی آپ کا ملحد ہونا جائز ہو جاتا ہے کہ آپ نے توریت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا۔ عہد جدید میں سات آٹھ جگہ تحریف کو تسلیم کیا اور تیس یا چالیس ہزار جگہ سہو کاتب کو مانا جس کی وجہ سے درس کے درس حاشیے میں داخل ہو گئے اور بہتیرے درس جو اصل متن میں تھے خارج ہو گئے اور درس کے درس

Marfat.com

بدل دیے گئے اس کا آپ نے علی الاعلان مناظرہ میں اعلان کیا۔ جب آپ ان کو منسوخ اور منحرف جانتے ہیں تو کیوں اس مذہب میں داخل ہیں۔ ظاہر دکھانے کے لیے۔ اور خواہشات اور حرص دنیوی کے لیے۔ اگر ہیں تو اس مذہب کے مطابق آپ کو دہریہ کہنا جائز ہے ہاتھوں مہندی پیرون مہندی اپنے لچھن اوروں دیندی۔

آپ کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں بھی دہریے ہیں یہ آپ کا حسن ظن ہے بھلا ان کو کس بات کا ڈر ہے کہ جو کچھ ان کے دل میں ہیں وہ اعلانیہ ظاہر کریں۔ ہاں عیسائیوں میں البتہ ہزار ہا لوگ ایسے ہوں گے۔

استراس کی کتاب کے بابت جو آپ لکھتے ہیں کہ میرے پاس اس کے جواب میں ایک کتاب جرمنی ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ آپ نے جن استراس کے حوالہ سے داس 17 باب اول پر اعتراض مباحثہ میں سنا تو وہاں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ وہاں اس کا جواب نہ بن پڑا۔ بجز اس اقرار کے کہ غلطی کچھ ہے اور تعریف کچھ اور۔

خیر اب سہی ڈاکٹر استراس کے اعتراض جو اس نے باب متی پر کیے لکھتا ہوں۔

(1) داس 17 باب اول متی میں یوں لکھتا ہے کہ سب پشتیں ابراہیم داؤد تک چودہ پشتیں ہیں۔ اور داؤد سے اس وقت تک بابل کو اٹھ کر چلے گئے چودہ پشت ہیں، اس پشت نامہ میں چودہ پشتوں کی تین قسمیں ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اس لیے اگر سب نام بیان کیے جائیں حضرت ابراہیم سے حضرت داؤد تک تو البتہ چودہ پشتیں ہوتی ہیں لیکن قسمت سوم میں ایک نام سہو سے چھوڑ دیا کس لیے کاتب کے سہو کا گمان تو نہیں ہو سکتا اس لیے پورمری نے بھی یہ اعتراض کیا تھا۔

(2) حضرت سلیمان کی پشتیں متی 14 بتاتا ہے اور تواریخ اول میں 18 پشتیں لکھی ہیں متی درس میں غوریا کو لورام کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ وہ اس کے پڑوتے کا بیٹا ہے۔ اور جناب متی نے غلطی سے تین بادشاہوں کو چھوڑ دیا ہے جیسا کہ درس 11 باب 3 کتاب اول تاریخ سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

(3) داس 11 میں متی نے پہکینا کو پوشیا کا بیٹا لکھتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا پوتا تھا۔ اور یہاں بھی متی سے ایک نام چھوٹ گیا۔

(4) متی نے پہکینا کے بھائی لکھے ہیں۔ عہد عیسیٰ کی کتابوں سے اس کا کوئی بھی بھائی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے باپ کا وہ اکلوتا بیٹا تھا۔

(5) متی زور بابل کو شلنا کا بیٹا لکھتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا بھتیجا اور خدا کا بیٹا ہے۔

(6) متی نے ابیود کو زور بابل کا بیٹا ہے لکھا ہے حالانکہ اس کے بیٹوں میں کسی بیٹے کا نام نہ تھا۔

ایک پشت نامہ میں جب متی نے اتنی غلطیاں کی ہیں تو ان کی کتاب میں تو خدا جانے کتنی غلطیاں ہوں گی لہذا استراس صاحب کہتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ مورخ کی تحقیق میں فتور ہے تو اس کا کلام قابل اعتبار نہیں ہوا۔ (ڈاکٹر محمد وزیر خاں یکم جون 1854ء)

لیکن پادری صاحب کی تردید معقولیت اور دلائل و براہین سے خالی ہے۔ انہوں نے اپنے جوابی خطوں میں ہٹ دھرمی اور مذہبی دیوانگی سے کام لیا ہے ہر خطہ میں اپنی قابلیت جتائی ہے اور مقابل کی ہتک اور بے عزتی کی ہے۔ اور اس کو جاہل محض سمجھا ہے۔

اگر پادری فانڈر خلاف تہذیب تحریر نہ لکھتے تو ڈاکٹر صاحب قطعاً جواب ان کے رنگ میں نہ دیتے۔ اور مناظرہ بخیر و خوبی انجام پاتا۔ ناخوشگوار تحریروں پر ختم نہ ہوتا۔ شروع ہی سے چھیڑ خانی اور تلخی پادری صاحب نے پیدا کی۔ اس کے وہ خود شکار ہوئے۔ مناظرہ کے بانی وہی تھے۔ انہوں نے ہی اپنے ہاتھوں سے اس کو دفنایا۔ چنانچہ آخری خط لکھتے ہیں۔ تو وہ بہت جلا بھنا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ پادری صاحب نے مناظرہ کس شان سے ختم کیا۔

پادری صاحب کا آخری خط

میں نے اپنے پچھلے خط میں اس بات کا اشارہ دیا اور اب صاف لکھتا ہوں کہ اس سے نہ کوئی خط قبول کروں گا نہ اس کو بھیجوں گا۔ کیوں صاحب موصوف بیجا بات لکھنے سے دست بردار

Marfat.com

نہیں ہوئے طعن و بہتان کیا۔ اس لائق نہ ٹھہرے کہ ان سے خط و کتابت جاری رہے۔ لہذا آپ کا خط بے کھولے اور بے پڑھے واپس دیتا ہوں تا کہ صاحب ممدوح خط میرے پاس نہ بھیجیں میں اس کو قبول نہ کروں گا۔ اگر وہ صاحب چاہیں اور کچھ لکھیں تو لکھ کر چھپوا دیں۔ اگر جواب کے لائق ہوگا تو میں بھی چھپوا کر جواب دیدوں گا۔

ڈاکٹر صاحب کا جواب پادری کو

میں نے کبھی کوئی بات بیجا اور نا مناسب نہیں لکھی بلکہ صرف چند باتیں ایک عبارت کے بارے میں دریافت کی تھیں۔ اور کبھی میں نے اپنی طرف سے کسی سخت بات کے کہنے میں تقدم نہیں کیا۔ جب پادری فانڈر صاحب نے بیجا اور غیر مناسب باتیں لکھنا شروع کیں تو میں نے بھی لاچار ہو کر کچھ سختی اختیار کی۔ چنانچہ یہ بات طرفین کے خطوط سے ہر شخص پر خوب روشن ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ عبارت مذکورہ جو پادری فانڈر نے رسالہ مباحثہ کے 14 پر لکھی ہے بے سند ہے۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس لیے یہ حیلہ ہے۔

پادری صاحب کا تیسرا خط

آپ ثابت کیجیے اور بتایئے کہ مسیح کا نسب نامہ جیسا کہ آپ متی کے پہلے باب میں مرقوم ہے اسی طرح اس انجیل میں نہیں ہے۔ جو کہ محمد ﷺ کے وقت میں تھی۔ اور جس کو قرآن میں انزل اللہ کہا ہے۔ اگر اس میں اور طرح کی ہے تو بات تمام ہوگئی، پھر کیا جواب چاہیے، اگر اس انجیل میں بعینہ ویسا ہے جیسا کہ آپ کی انجیل میں تو ہر محمدی کو یہی یقین ہوگا کہ متی کے حواری نے کچھ خلاف نہیں کیا۔ بلکہ ڈاکٹر استراس صاحب نے غلط سمجھا ہے۔ کیشش فانڈر 2/جون 1854ء

ڈاکٹر صاحب کا تیسرا خط

آپ کا خط مورخہ 2/جون پہنچا مجھے کمال حیرت ہے کہ آپ نے میرے خطوں کے

Marfat.com

جواب میں مثل مشہور ہے ''سوال از آسماں جواب پشیماں'' خوب نبھایا۔ یعنی آپ نے میری ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا۔ اور بڑی راست بیانی یہ فرمائی کہ فقرہ انزل من اللہ کو قرآن مجید کی طرف منسوب کیا۔ یہ لفظ قرآن مجید میں کہیں نہیں آیا۔ بڑے غضب کی بات ہے کہ آپ انجیل اور توریت میں تصرف وتحریف کرتے کرتے قرآن مجید کی طرف بھی متوجہ ہو گئے۔

بقایا خطوط میں زیادہ تحریف کتاب مقدس پر بحث ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب مقدس میں تحریف ثابت کرنے کے لیے کتاب مقدس کی کتابوں کے حوالے اور بیسیوں مسیحی علماء کی رائیں ان مراسلوں میں پیش کی ہیں۔ پادری صاحب نے ان کی تردید کی ہے۔

.....میں سمجھتا ہوں کہ میری بے عزتی کر کے ان کی یہ حیلہ سازی کارگر نہ ہوگی۔ کیونکہ ہر دانشمند یہ سمجھ لے گا کہ صاحب جب تمام اطراف سے عاجز آ گئے اور ان کو کوئی جواب نہ سوجھا تو لاچار ہو کر اس آڑ میں چھپ گئے۔ اور اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ اس صورت میں میں بھی ان کا خط واپس کرتا ہوں۔ اور ان کو تاکید کو تا ہوں کہ آپ بھی مجھ کو کوئی خط نہ لکھیں اور نہ میں آپ کو کوئی خط لکھوں گا۔ جس شخص نے مناظرہ کے آداب کے اصول کے خلاف کیا اس سے کوئی معقول اور بھلا آدمی خط وکتابت اور گفتگو کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ 17/ اگست 1854ء

بدتمیزی کس نے کی

ڈاکٹر صاحب پادری فانڈر کے 14/ اگست کے خط کا جواب دیتے ہوئے اس بات کی وضاحت واقعات سے کرتے ہیں کہ بدتمیزی کا سلسلہ پہلے کس نے کیا۔ اور میں نے کس قدر برداشت کیا۔

اول پادری صاحب نے جبکہ میری ان سے کوئی خط وکتابت نہیں تھی دفعتاً بے باکانہ ایک خط کے ذریعہ تین جلد انگریزی کتابیں میرے پاس بھیج دیں جن کے مصنفوں نے اپنا منہ کالا کرنے اور اپنی عاقبت بگاڑنے اور اپنی قبر میں انگارے بھرنے کے لیے سرور کائنات ﷺ اور قرآن مجید اور حدیث شریف کی نسبت کلمات نامناسب اور بیجا اتہامات اور ناروا

Marfat.com

بہتان لکھے ہیں۔اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ یہ کیسی بیجابات ہے اور درشتی اور بدکلامی کس نے ظاہر کی۔منہ سے کچھ کہنا اور لکھنا بالکل برا ہے۔پادری صاحب کا ان کتابوں کو میرے پاس بھیجنا یہ مقصد رکھتا تھا گویا انہوں نے میرے سامنے سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں گستاخی کی ہے۔اور بے ادبی کی اس جہت سے میرے لیے جائز بلکہ واجب تھا کہ جو چاہوں کہوں اور جو دل میں آئے وہ لکھوں لیکن میں نے پادری کی اس حرکت کو بازاری لوگوں کی بات سمجھ کر اور عموماً پادریوں کی عادت اور ان کی خلقت وخصلت کا مقتضا جان کر طرح دی اور اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر خاموش رہا۔

ثانیاً پادری صاحب میرے اس اغماز اور طرح دینے پر بھی متنبہ نہ ہوئے اور شاید وہ یہ سمجھے کہ میں ان سے دب گیا اور ان کی نالائق باتوں کا متحمل ہوا اس لیے انہوں نے اور زیادہ جرأت پائی اور رسم وعادت کے خلاف دوسرے خط میں میری نسبت ایسے کلمات لکھے جن سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ گویا میں دہریوں کے زمرہ میں ہوں اور یہ نہ صرف میری نسبت لکھا بلکہ اہل اسلام پر بھی بہتان لگایا۔چوتھے خط میں مجھکو استراس کا پیرو قرار دیا۔اور آخری خط میں نیم چڑھا کریلا بن کر جو دل میں آیا خوب فرمایا۔اب ناظرین فیصلہ کریں کہ میں حق پر ہوں یا پادری صاحب۔

پادری عمادالدین کا

ایک دہلوی طالب علم سے مناظرہ

دہلی کے مناظرین کو معلوم ہوا کہ مارچ میں پادری صاحب آرہے ہیں انہوں نے پادری صاحب کے بھائی سے وعدہ لیا تھا کہ وہ آکر اعلان مناظرہ کریں گے۔مناظرین حضرات منتظر رہے۔پادری صاحب تاریخ مقررہ پر جب دہلی میں آئے تو مناظرہ کا اعلان کرنے سے گریز کرتے رہے۔آخر پادری تاراچند کے مکان پر 8/مارچ 1917ء کو ان مناظرین نے ان کو جا پکڑا۔مناظرین کے ہمراہ ایک درجن سے زیادہ شائقین تھے۔محمد عمر طالب علم جواب کے کے لیے مقرر ہوئے۔اس مجلس میں لالہ چھوک چند، لالہ ہمت رائے،

Marfat.com

احمد حسین صاحب، دین محمد طالب علم مدرسہ تعلیم العالمین، حکیم احمد اللہ، لالہ جے دیال، سہائے مل، محمد یعقوب، مولوی احمد الدین، مولوی محمد یٰسین صاحب نے شرکت کی۔ توحید و تثلیث پر محمد عمر صاحب اور پادری عماد الدین کی مختصر بحث ہوئی۔ پادری پہلے سنتے رہے۔ پھر کچھ بولے۔ تو ایک طالب علم نے چھکا دیا۔ دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ آپ مناظرہ کرنے سے انکار کرنے لگے اس انکار پر مولانا سید احمد علی نے فرمایا کہ ہم مشتاق اس بات کے ہیں کہ وہ تحقیق بیان کیجیے۔ جس نے آپ کو دین محمدی سے بدظن کر کے دین عیسوی کو قبول کرنے پر مجبور کیا۔ پادری صاحب نے کہا میری تصنیف دیکھو۔ مولانا عبدالمجید نے فرمایا کہ آپ گھڑی گھڑی اپنی تالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ بندہ نے آپ کی تالیف تمام و کمال دیکھی ہے۔ تحقیق الایمان اور ہدایت المسلمین کی بھی سیر کی ہے۔ آپ کی تالیف میں یا تو وہ اعتراض ہیں جو ڈاکٹر فانڈر نے کیے ہیں اور علماء نے اس کے مسکت جوابات دیے ہیں یا قرآن مجید کی نسبت مثل تعرض آیات و قصاحت وغیرہ اعتراضات آپ نے کیے ہیں۔ جن کی قلعی ہمارے مفسرین کھول چکے ہیں۔ آپ نے اس میں کیا تحقیقی یا علمی جدت کی ہے۔ اس سے تحقیق کا نام بدنام ہوتا ہے اسی لیے بہت سے علماء آپ کی تصنیفات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ آپ کی تصنیفات میں باوجود ان خامیوں کے ایسی غلطیاں ہیں جن کو پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے کتاب ہدایت المسلمین میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں پانچ سو آیتیں منسوخ بتاتے ہیں۔ پادری نے کہا ہاں، مولانا صاحب نے کہا یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے عقائد میں نہیں ہوتا۔ پادری صاحب نے کہا درست ہے۔ مولانا نے فرمایا تو اس صورت میں بقول آپ کے قرآن مجید میں پانچ سو سے زیادہ آیتیں منسوخ ہونی چاہئیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں کل احکام پانچ سو ہیں آپ کو آیات منسوخہ بتانی چاہئیں۔ پادری صاحب بولے مولانا جلال الدین صاحب کی کتاب میں یہ لکھا دیکھا ہے۔ مولانا نے یقینی لہجے میں کہا آپ کہتے ہیں اس کتاب میں ہرگز نہیں۔ اگر صحیح ہے تو اپنی کتاب میں آپ نے حوالہ کیوں نہیں دیا۔ آپ نے کتاب تحقیق الایمان میں بیس برس تحقیق کرنے کا دعویٰ کیا

Marfat.com

ہے۔اور یہ بات اصول تحقیق کے بالکل خلاف ہے کہ جس کی کتاب میں جو دیکھا وہ لکھ دیا۔ آپ اس کتاب کا صفحہ مطبع بتا دیں۔ پادری صاحب نے بڑی حیل حجت کے بعد فرمایا کہ میں نے وہ تفسیر ایک ولایتی کے پاس قلمی دیکھی ہے۔مولانا بولے واہ چہ گفت است درزلیخا الا یا ایہا الساقی ادر کاساونالہا بات ایسی ہونی چاہیے جیسے حافظ ولی اللہ صاحب سے آپ نے گفتگو میں فرمائی۔ کہ تیرس کا نام سورہ یٰسین میں اور سورہ یٰسین پانچویں یا چھٹے سپارے میں ہے۔تارا چند بولے آپ لوگ ملاقات کرنے آئے ہیں یا مباحثہ کرنے۔ مذہبی گفتگو موقوف کرو۔اور کچھ ذکر ہونا چاہیے۔اس کے بعد ہارن کے حوالہ پر جو مولانا رحمۃ اللہ نے اعجاز عیسوی کے مقدمہ میں دیا ہے اس پر بحث ہوئی۔آخر میں پادری صاحب نے فرمایا جو اعتراضات آپ کے ہیں وہ لکھ کر بھیج دیجیے میں اس کا جواب دوں گا۔

یہ مناظرہ مطبع فاروقی میں شامل ہونے والے مذکورہ حضرات نے اپنے دستخطوں سے شائع کرایا ہے۔اس کتاب کی تاریخ لالہ چندر بھان نے حسب ذیل مصرعہ میں فرمائی:

ردِّ تثلیث کا روکیا ہے اچھا۔

چودھری مولا بخش اور پادری فلیڈر کا مناظرہ

شیخ مولا بخش کانپور کے مشہور مناظر ہیں۔ اور پادری فلیڈر کانپور کے مشنری ہیں۔ 1882 میں ان کا تحریری مناظرہ ہوا۔مناظرہ کے عنوان بطال کفارہ، بائبل کے الہامی ہونے کا بطلان قرآن مجید میں تغیر وتبدیل نہ ہونے کا ثبوت، حضرت سردار الانبیاء محمد ﷺ کی نبوت کا اثبات تھا۔(پیغام محمدی، صفحہ:314)

اس مناظرہ کا نتیجہ کیا نکلا، پاس چودھری کی تصنیف مراسلات مذہبی نہیں ہے۔ جو ہم ان مناظروں کی کیفیت سے باخبر ہوسکیں۔اس کتاب میں چودھری صاحب نے مذکورہ مناظرہ کی کیفیت لکھی ہے۔ چودھری صاحب کے حالات زندگی آپ ردِّ نصاری کرنے والے علماء کے حالات میں پڑھیے۔

Marfat.com

کامیاب مناظرہ

رائے بریلی میں بھی پادری الطاف پادری مسیح کے ساتھ مولانا سلیم اللہ کا مناظرہ ہوا تھا۔اس میں یہ طے ہوا تھا کہ جو ہارے گا وہ اپنا مذہب بدل دے گا۔ چنانچہ الطاف مسیح صاحب نے ہار مانی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔اس مناظرہ کی تمام روئداد کتاب اظہار الاسلام مصنفہ مولانا سلیم اللہ میں ہے۔

مولانا شرف الحق کا پادری پٹرک سے مناظرہ

مولانا رحمت اللہ کے مناظرہ کی شہرت ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گئی تھی۔ ہندوستانی اپنے عالموں سے بالکل ناامید ہو چکے تھے لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا اور سنا کہ ان کی قابلیت ولیاقت اور ذہانت علمی وطلاقت لسانی کے سامنے پادری جھکتے تھے۔اور جواب دیتے ہوئے چکراتے تھے۔تو شادمانی وفرحت کی کچھ انتہا نہ تھی۔ ہر جگہ پادریوں کی بری طرح بھد اڑتی۔ ہر جگہ ان کے شکست کھانے کا چرچا ہوتا تو اس عام بدنامی سے پادریوں نے بھی محسوس کیا۔کہ ان علماء سے مناظرہ کرنا مفید مطلب نہیں۔چنانچہ اب ان کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ مناظرے سے گریز کیا جائے۔وہ سمجھتے تھے کہ ہندوستانی ہندو مسلمان دل سے اپنے مذہب کے پکے شیدائی اور ہمارے مذہب کے سخت مخالف ہیں۔اس لیے ہمارے مذہب کی ترقی و بہبودگی کے کسی طرح خواہاں نہیں ہو سکتے۔اس لیے مناظرہ کرنا بے سود ہے۔

چنانچہ جب دہلی کے مشہور ومعروف عبرانی یونانی کے ماہر مناظر اور ردِّ نصاریٰ میں ید طولیٰ رکھنے والے عالم مولانا موصوف غازی پور پہنچے تو انہوں نے اسلام کی حقانیت اور بزرگی کی منادی اور حق کو ظاہر کرنے اور باطل کے بطلان کرنے کے لیے مناظرہ کا پیغام پادری لاربیری مشنری غازی پور کو تین خطوط کے ذریعہ دیا تو پادری صاحب خاموش ہو گئے کوئی جواب نہیں دیا۔گریز کرنے کے لیے شہر سے باہر کہیں چلے گئے۔مسلمانوں میں مولوی رحمت اللہ کے مناظرہ کا چرچا گھر گھر ہو چکا تھا۔اور پادریوں کی شرارتوں اور مناظروں سے گریز کرنے کے

Marfat.com

طریقوں سے ہر مسلمان واقف ہو چکا تھا انہوں نے سمجھا کہ پادری صاحب خوف زدہ ہو کر شہر سے باہر چلے گئے ہیں۔ غازی پور کے مشن نے بدنامی کے خیال سے مسٹر روفس صاحب اکاؤنٹنٹ کلکٹری غازی پور اور پادری ای پیٹرک صاحب پرنسپل مشن کالج غازی پور کو مناظرہ کے لیے آمادہ کیا۔ چنانچہ 8/مارچ 1885ء اتوار کی شام کے تین بجے مناظرہ منعقد ہوا۔ سارا مشن اسکول ہی نہیں بلکہ مدرسہ کا تمام میدان مخلوق خدا سے پٹا ہوا تھا۔ تقریباً تین چار ہزار سامعین تھے مسٹر مری صاحب انسپکٹر پولیس غازی پور معہ منتظمین پولیس موجود تھے۔

شروع میں پادری صاحب نے کھڑے ہو کر کہا مولانا صاحب نے ایک اشتہار بھی جو بنارس کا چھپا ہوا ہے ہمارے شہر غازی پور میں شائع کیا ہے جس کی سرخی ہے ''مسلمانوں نے عیسائی مذہب کے پادریوں کی قلعی کھول دی'' اور اس میں بنارس ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے اکثر شہروں کے پادریوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مناظرہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر پادری ڈیوس صاحب مشنری چرچ مشن بنارس کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے آپ سے مناظرہ تو کجا ملاقات کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ کیا حاضرین یقین کر سکتے ہیں کہ ایسے ایسے ذمہ دار فضلاء ملت مسیحیہ ایسا کر سکتے ہیں؟

مولانا صاحب نے پادری صاحب کے گلہ کا مختصر جواب دیا اور پادری ڈیوس مشنری بنارس کے ہاتھ کا لکھا ہوا جوابی خط پڑھ کر سنایا اور دکھایا جس میں ملاقات سے بھی انکار تھا۔ اس کے بعد پادری صاحب اٹھے اور کہا کہ مولانا صاحب ہم آپ سے راہ حق کی ہدایت چاہتے ہیں اور نجات حاصل کرنے کے ارادہ سے چند سوال کرتے ہیں۔ اس شرط پر کہ آپ ہماری آسمانی کتابوں سے ہم کو دلیل دیں اور جواب دیں وہ عام فہم ہو۔ ہمارا سوال یہ ہے۔

وہ کون سی ضرورت تھی جو خدائے تعالیٰ نے پہلے توریت انجیل وغیرہ کو نازل فرمایا اور اس کے بعد قرآن شریف نازل فرمایا کیا وہ کتابیں اس قابل نہ تھیں کہ ان سے مخلوق خدا نجات حاصل کر لیتی، سب سے پہلے یہ بات بتایئے کہ ان میں کون سا ایسا نقص تھا جو نا قابل نجات قرار پائے اور جب نا قابل نجات ہوئی تو قرآن خدا کا کلام ہونے اور محمد ﷺ صاحب کی

Marfat.com

رسول اللہ ہونے کے لیے کیا دلائل اور نبوت کے ثبوت اہل اسلام کے پاس ہیں جو نبی اور رسول کے واسطے ضروری ہیں کہ اس کی خبر پہلے نبی کی کتابوں میں پائی جائے۔ جس سے اس کی نبوت کی تصدیق ہو۔ اگر آپ ہم کو محمد ﷺ صاحب کا نبی اللہ اور رسول اللہ ہونا اور قرآن کا کلام اللہ ہونا ثابت کریں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر روفس صاحب اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مولانا صاحب کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ جو اعتراض روفس صاحب نے قرآن مجید پر کیا ہے وہی اعتراض زبور و انجیل پر بھی ہو سکتا ہے کہ خدا نے جو توریت نبی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی وہ نجات کرانے کے قابل تھی یا نا قابل اگر قابل تھی تو زبور و انجیل نازل ہونے اور خلق اللہ کی ہدایت آنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اور یہ کتابیں محض بیکار ٹھہرتی ہیں۔ اور اگر توریت نا قابل نجات قرار دی جاتی ہے تو خدا کی خدائی اور اس کی بزرگی و مقدس جلیل شانہ میں بٹہ لگتا ہے جس کو کوئی خدا پرست قبول نہیں کرے گا۔

یہ تو الزامی جواب تھا اصل جواب یہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا نے قرآن شریف نازل فرمانے سے پہلے توریت کو اور پھر انجیل و زبور کو حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ یہ وہی مجموعہ ہے جو اب کتاب مقدس کہلاتا ہے۔ اور جسے تمہارے مناظر پادری پٹرک صاحب لیے بیٹھے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ ہرگز ہرگز یہ وہ مجموعہ نہیں ہے اس میں بہت سے صحیفے خارج کیے گئے ہیں اس کا ثبوت مسیحی مذہب کے محققین کی تحریروں اور تقریروں سے ملتا ہے۔ اور یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کثیر غیر مشہور اور غیر الہامی رسالے اس میں داخل کیے گئے ہیں۔ چنانچہ پادری ہیڈلے اپنے رسالہ عراق الصدق (جس کو کیتھولک مشنری کے پیشوا نے اردو میں چھپوایا ہے) میں صفحہ 169 پر لکھتے ہیں:

ہم کیتھولک ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب مقدس میں ایمان کا کافی قاعدہ ہے اور اس لیے انسان کو خدا کی باداشاہت میں پہنچا نہیں سکتی۔ اور یہ کتاب مقدس کافی قاعدہ نہیں عقل سلیم بہ آسانی بتا دے گی۔ کیونکہ اگر انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کتاب مقدس پر انحصار رکھتا ہے تو

Marfat.com

اس لیے ضروری ہے کہ وہ چھ چیزوں کی تحقیق کر لے:

(1) یہ ضرور معلوم کر لے کہ جو کتاب وہ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے وہ اصل کتاب مقدس ہے یا نہیں۔

(2) یہ کتب مقدس الہامی اور خدا کا فرمان ہے یا نہیں۔

(3) تیسرے یہ کہ اس کے پاس سالم کتاب ہے کہ نہیں۔

(4) کسی نے کتاب مقدس میں غلطیاں نہ کی ہوں۔

پادری ہیڈلے کی مذکورہ عبارت پیش کرنے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ میں آپ پروٹسٹنٹوں کو دکھا سکتا ہوں کہ کتاب مقدس میں بہت سے حصہ کم ہیں۔ اگر تمہیں، میری بات پر شک ہو تو اپنی کتاب مقدس میں حسب ذیل صفحوں اور متنوں کو دیکھو جن کا ذکر تمہاری اس کتاب مقدس میں ہے۔ پڑھو گنتی کی کتاب 21 باب 14 آیت 21 خدا کے جنگ نامہ میں لکھا ہے وہ سوفہہ میں حصیب پر قابض ہوا۔ تمہاری کتاب مقدس میں جنگ نامہ ک کتاب کہاں ہے۔

یشوع باب 10 آیت 13 کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ الیاشیر کتاب کہاں ہے جس کا ذکر اس کتاب میں ہے، سموئل کا باب 10 آیت 25 میں لکھا ہے۔

سموئل کی بادشاہت کا طور و قاعدہ ایک کتاب میں لکھ کے اپنے خداوند کے حضور یہ بھی کتاب رکھیے کھوئی گئی موجودہ کتاب مقدس میں نظر نہیں آتی۔

پہلی سلاطین باب 4 آیت 32 میں دیکھو اس میں لکھا ہے:

سلیمان نے تین ہزار تمثیلیں کہیں اور اس کے گیت ایک ہزار پانچ تھے۔

یہ تمثیلیں اور مزامیر کدھر گئے ان کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

پہلی تواریخ یا اخیار الایام یا کرانیکل باب 29 آیت 29 میں لکھا ہے داؤد کے بادشاہ اعمال اول سے آخر دیکھ وہ سب سموایل غیب کی بین تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں ا۔ جاد غیب بیں کی تواریخ میں بتایئے یہ تینوں کہاں ہیں،

12 اخیار الایام باب 1 آیت 29

Marfat.com

کیا یہ ناتھن پیغمبر اور سلونٹ کی (سیلانی) پیشن گوئی اور عید وغیب بیں کی بشارتوں کے جوابوں میں نہیں لکھا ہے یہ کتابیں بھی گم ہو گئیں۔ اور ایڈوٹر (عید غیب بین) کی بشارتوں کے خوابوں میں نہیں لکھا ہے۔ یہ کتابیں بھی گم ہو گئیں۔

دوسرا وقائع باب 12 آیت 15 میں لکھتا ہے:

یہ شمعیہ (سمعیاہ) پیغمبر اور عید وغیب بیں کی کتاب میں متضمن مشابہتوں کے مندرج نہیں ہے۔ یہ بھی مفقود ہے۔

دوسری تواریخ باب 12 آیت 22 پر ابیاہ کا باقی احوال اور اس کے کام عید و نبی کی تفسیر میں لکھے ہیں۔

دوسری کرانیکل باب 20 آیت 34

اور بہوسفات کا باقی احوال اول آخر جو ہے "وہ یاہو بن حنائی" کی تواریخ میں جو اسرائیل کی کتاب میں شامل کی گئیں لکھا ہے۔

بتاؤ یہ کتاب کہاں ہے۔

تواریخ باب 33 آیت 19

اس کی دعا بھی اور اس کا قبول ہونا اور اس کی خطائیں اور اس کی بے ایمانی اور وہ مقام جن پر اس نے اونچے مکان بنوائے اور یسر متن اور مورتیں اس سے پہلے کہ وہ نائب و خاکسار ہوا یسی سب باتیں ہوسی کی تاریخ میں لکھی ہیں۔ دکھاؤ ہوسی کہاں ہے۔

قلسیوں باب 4 آیت 16

جب یہ خط تم میں پڑھا گیا ہو تو ایسا کرو کہ دوقیا کے کلیسا میں بھی پڑھا جائے۔ اور اس خط کو جو لادوقیا کا ہے پڑھو۔ اس خط کا بھی کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ اگر موجودہ کتاب مقدس مکمل ہوتی تو اس خط کو اس میں ہونا چاہیے تھا۔

ولی کشٹن ٹرافن کی بابت لکھتا ہے کہ یہودیوں نے توریت سے بہت سے حصے غائب کر دیے تا کہ انجیل مقدس ان کے مطابق معلوم نہ ہو۔ مولانا صاحب نے فرمایا غور کیجیے کہ جب

Marfat.com

کتاب مقدس کی یہ حیثیت ہو جو آپ کے محققین کی تحریروں سے ثابت ہوتی ہیں۔اس کے بعد قرآن مجید نازل ہونے کی ضرورت آپ نے محسوس کی یا نہیں۔ایسی ناقص کتابیں قابل تقلید اور قابل نجات ہوسکتی ہیں۔

اس کے بعد دوسرا پہلو لیجیے جہاں بہت سی کتابیں خارج کی گئی ہیں وہاں بہت سی غیر معتبر کتابیں مجموعہ بائبل میں داخل کی گئی ہیں۔کتاب حق التحقیق جس کا اردو ترجمہ پادری ڈیوس پرنسپل نرانیر کالج نے کیا ہے اس کے صفحہ 52 پر کتاب مقدس کی پرانی جلدوں کا ذکر کیا ہے۔ B کی علامت دے کر لکھتے ہیں ''ایک پرانا نسخہ وٹی کانس روم میں ہے اس میں عہد عتیق اور عہد جدید کا یونانی ترجمہ شامل ہے اور مسیح کے چار سو برس بعد نفیس چمڑے پر لکھی گئی تھی۔اس میں عبرانیوں کے خط آخری تین باب پھٹے ہوئے ہیں۔اور طمطاؤس اور ٹی ٹس اور فلیمن کے خط نہیں پائے جاتے مکاشفات کی کتاب بھی اس میں نہیں ہے۔''

ایسے پرانے نسخوں میں چار کتابوں کا نام ونشان نہیں ہے تو ان کے بعد میں داخل ہونے کے بارے میں کیسے شک نہیں ہوگا۔فرقہ والن ٹی ٹینس اور مارسیونی اور سوریتیں وغیرہ نے کتاب اعمال کو رد کر دیا ہے۔اور اس کے الہامی ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔خط بنام عبرائیان کی نسبت علماء مسیحیہ کے مختلف خیال ہیں یجن جیسا محقق ان کی عدم قبولیت کا مقر ہے۔پطرس مین کے دوسرے خط کے بارے میں بھی شک ہے۔مکاشفات کی کتاب ڈیوالی سیس نے انکار کیا ہے یہی نہیں بلکہ یعقوب کے خط یہوداہ کے خط پطرس اور یوحنا کے دوسرے تیسرے خط کو مشکوک ٹھہرایا ہے۔یہی وجہ قرآن کے نزول کے لیے کچھ کم ہے؟ کیا ہم ایسی ناقص کتابوں کے غلام بن کر نجات دارین حاصل کر سکتے ہیں؟

اس کے بعد پادری پٹرک صاحب نے کھڑے ہو کر انگریزی الفاظ میں بہت دیر تک بائبل کی تعریف کی کہ یہ اتنی زبانوں میں ترجمہ ہوئی اور عیسائی مذہب تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے تو مولانا صاحب نے ان کی تقریر کا جواب دے کر سابقہ اعتراضات کا جواب دینا شروع کیا۔آپ نے فرمایا جو کتابیں بائبل میں بیان کی گئی ہیں ان کے مصنفین تک

Marfat.com

کا پتہ نہیں ہے جو مصنفین ان سے منسوب کیے گئے ہیں وہ ان کے مصنف نہیں ہیں۔ (دیکھو گنتی 12 باب 3)

''وہ مرد موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے حلیم تھا۔''

یہ آیت چیخ چیخ کر پکار رہی ہے کہ میں موسیٰ کا کلام نہیں ہوں کوئی مقرر بھی اپنی ایسی تعریف نہیں کرے گا۔ چہ جائیکہ جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

یسوع کی کتاب کے مصنف کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس کا زمانہ اور نہ اس کے مصنف کا پتہ ہے۔ کتاب قاضیان کے مصنف بعض سموئل علیہ السلام کو ٹھہرا کر پہلے ابواب کا کسی نامعلوم الاسم شخص کو مولف قرار دیتے ہیں۔ رڈت کی کتاب کے بارے میں علماء مسیحیہ خیالی پلاؤ پکا رہے ہین۔ اور یقین نہیں خیال سے سموئل کو مصنف بتاتے ہیں۔ متی کے مصنف کا بھی یہی حال ہے بعض فضلاء اور کملاء مسیحیہ کا یہ خیال ہے کہ:

علاوہ ان انجیلوں کے کوئی علیحدہ اصل انجیل تھی۔ اور انجیل لکھنے والوں نے اسے پڑھ لیا تھا اور اس کی بعض باتیں اپنی انجیلوں میں درج کی تھیں۔ (بائبل مطبوعہ لندن کے حاشیہ پر لندن سوسائٹی 1876ء) (مناظرے غازی پور پر تبہ الہام علی و مبارک حسین)

اس کے بعد مولانا صاحب نے بہت سی آیتوں کے انجیل میں نہ ہونے کے حوالے دیے اور وفس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اب بھی آپ کو معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے نازل ہونے کی کتنی اہم ضرورت تھی۔ نبوت اور رسالت کے ثبوت کتاب استثنا 18 باب آیت پڑھی۔ اس صاف دلیل سے حضور اقدس ﷺ کی پیشگوئی ثابت کی۔ مناظرہ تقریباً چھ گھنٹہ تک وقفہ لینے کی صورت میں جاری رہا۔ پادری صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ ''ہم جناب مولوی صاحب کی اس دریافت پر آفرین نہیں بلکہ صد آفرین کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں ایسی تحقیق اور دست رس پہنچائی ہے۔ ہماری بڑی خوش نصیبی ہے کہ ایسا ماہر اور جامع شخص ہمارے غازی پور تشریف لایا۔ ہم میں اتنا علم اور اتنی لیاقت نہیں کہ جناب مولوی صاحب سے مقابلہ کر سکیں اور آپ کی ہر بات کا جواب دے سکیں۔

Marfat.com

پادری عمادالدین کی

مولانا باری سے مناظرہ کرنے سے فراری

پادریوں کی مناظرہ کے بارے میں یہ پالیسی ہوگئی کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے مناظرے سے بچا جائے۔ جہاں پھنس جاتے تھے اور کسی ذمہ دار کا اثر علاقہ یا معزز مسلمان شخصیت کا اثر پڑ جاتا تھا تو جبراً قہراً یہ مصیبت برداشت کرتے تھے۔ کسی سیدھے سادھے اور نئے عالم یا مناظر کو دیکھتے ہی صاف انکار کر دیتے تھے۔ بعض پادری اپنی سخت طبیعت اور شرارت بھرے مزاج کی وجہ سے موقع ومحل دیکھ کر وعدہ کر لیتے تھے لیکن چند مہمل اور غیر مہذب طریقوں سے چھٹکارا حاصل کر لیتے تھے۔ ان پادریوں میں پادری عمادالدین پہلا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ ان کو آگرہ کی مخالفانہ فضا دیکھ کر پادری دین صاحب سنجونس کالج آگرہ نے آگرہ میں مناظرہ کرنے کے لیے بلوایا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ مولانا رحمت اللہ کے مناظرے کے اثر اور علماء کے رعب ودبدبے کو ختم کیا جائے۔ مناظرے کے لیے مولانا عبدالباری سے گفتگو کا سلسلہ چلا کوئی تاریخ مقرر نہ ہو سکی تو تحریری بات چیت ہوئی۔ مولانا عبدالباری صاحب نے یکم مئی 1876ء مطابق 6 ربیع الثانی 1892ء کو پادری دین کو لکھا جس میں ان کو وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے پادری عمادالدین کے ساتھ مناظرہ کرنے کے بندوبست کا ذکر کیا تھا، اب کیا ارادہ ہے۔

یہ خط پادری دین نے پادری عمادالدین کو دے دیا۔ پادری عمادالدین نے مولانا کو جواب دیا کہ دوستانہ اور محققانہ باتیں کرنا مناسب ہے۔ مخالفانہ علمی طاقت کے لیے بحث کرنا شیطانی کام ہے۔ اس لیے میرے گھر پر یا میں آپ کے گھر پر آجاں گا وقت اور تاریخ سے مطلع کیجیے۔

مولانا صاحب نے اس کی صورت یہ پیش کی کہ چونکہ بعض ذی علم اور رؤسا شہر اس بحث میں شامل ہونے کا اشتیاق رکھتے ہیں اس لیے کہیں اور نہ سہی سنجولس کالج یا کسی گرجا گھر کے قریب مباحثہ کر لیا جائے باہمی گفتگو لایعنی سی بات ہے۔ مناظرہ ذی علم اور معزز حضرات کی موجودگی میں مفید ثابت ہوگا۔

Marfat.com

اس خط کا جواب پادری صاحب اپنے مشہور قلم سے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں آپ کو مباحثہ کا بہت اشتیاق ہے بہت جوش میں معلوم ہوتے ہیں ہم ہر ایک سے مباحثہ کے دنگل نہیں لگاتے۔ میں ولایتی پادری نہیں ہوں۔ آگرہ کے گاؤں میں کھیلا ہوں سب سمجھتا ہوں۔ پہلے میری چند باتوں کا جواب دیجیے۔

(1) میں آپ سے واقف نہیں ہوں اور نہ یہ جانتا ہوں کہ آپ عوام میں سے ہیں یا خواص میں سے۔ خواص سے میرا معرکہ ہوتا ہے عوام سے صرف اظہار حق کے لیے تیار ہوں۔

(2) روسا کی خواہش ہے تو پہلے میرے پاس ایک تحریر بھیج دیں کہ میاں عبدالباری ہمارے منتخب عالم ہیں۔ ہم عیسائیوں کے مقابلہ کے لیے انہیں بھیجتے ہیں۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ اس پر کس کس کے دستخط ہیں اس کے جواب میں مولانا نے لکھا کہ:

میں تیلی تمولی نہیں ہوں جو میرا حال آپ کو معلوم ہو نہ ہو سکے۔ لکھنؤ، رامپور، مرادآباد، جونپور اور میرٹھ وغیرہ کے علماء فضلا اور عمائد سے میرا حال آپ پر ظاہر ہوگا۔ اگر اس بھی اطمینان نہ ہو تو پال صاحب، ماسٹر رام چندر، پادری ہاسکن جو ضلع بدایوں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کا میں باشندہ ہوں اور جو میرے شاگرد ہیں ان سے دریافت کیجیے۔ پادری ڈین صاحب کو انہوں نے جو چٹھی لکھی ہے وہ دیکھیے۔ اگر آپ کے زعم میں وہ بھی لغو ہیں تو آپ کے اطمینان کے لیے یہ طریقہ ہے کہ میرے شاگردوں کو آپ سبق دیں اور ان کے اعتراضات و شکوک کو رفع کر دیں تو آپ کو قابل سمجھوں گا۔ اور مناظرہ نہیں کروں گا۔ 3/مئی 1876ء

اس خط کے چار روز تک جواب نہیں آیا تو مولانا موصوف نے پادری دین صاحب کو تمام خط و کتابت کی تفصیل بھیجی۔ اور تحریر کیا کہ اس ٹال مٹول سے کیا آپ بھی متفق ہیں اور ہم یقین کر لیں کہ پادری لوگ اپنے عقائد کے اظہار سے عاجز ہیں۔ اس لیے مناظرہ کے میدان سے بھاگتے ہیں۔ 6/مئی 1876ء

اس خط کا جواب پادری عماد الدین کی جانب سے دیا گیا کہ ہمیں مباحثہ کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ اور نہ ارادہ ہے اور ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے۔ ہم دوسرے کاموں میں مصروف

Marfat.com

ہیں۔دوستانہ ملاقات کے لیے تیار ہیں۔

اس خط وکتابت سے صاف ظاہر ہے کہ ابتداء میں جب علماء نے پادریوں کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور سکوت اختیار کیا تو اس وقت پادریوں نے بڑھ چڑھ کر مناظروں کے چیلنج کیے اور جب علماء نے توجہ دینی شروع کی اور پادریوں کی قابلیتوں کو آشکارا کیا تو پادری مباحثوں کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ پادری دین صاحب کا خیال ہے کہ اگر آگرہ میں جو مناظرہ مولوی رحمت اللہ صاحب سے ہوا ہے ان کی بدنامی دور کی جائے اور مناظرہ کر کے علماء اسلام کو شکست دی جائے۔ اس کام کے لیے پادری عماد الدین کو جو مولانا رحمت اللہ کے مناظرہ کے علاوہ امرتسر دہلی کے مناظروں کو دیکھ چکا تھا۔ اور امرتسر کے مناظرہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوا تھا۔

''میری تقریر و گفتگو پر کوئی صاحب یہاں اعتراض نہ کریں جس کو سننا ہے وہ رہے ورنہ چل دے۔''

وہ خوب جانتا تھا کہ اب مناظروں کے دن نہیں رہے اس لیے پادری دین کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا کہ مناظرے اب نقصان دہ ہیں۔ چنانچہ پادری دین صاحب جنہوں نے پادری عماد الدین کو بلایا تھا وہ بھی بھی مولانا عبدالباری کو یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ مناظرہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ (رسالہ یہ دم الاخوین ملقب بہ فتح المبین علی امداء الدین، صفحہ: 1 تا 16 مصنفہ مولانا عبدالباری)

مولانا قاسم اور پادری لونس کا مناظرہ

پادری لونس صاحب حلقہ شاہجہاں پور کے پادری اور منشی پیارے کبیر سکنہ موضع چاند پور نے مل کر 1876ء میں ایک ''میلہ خداشناسی'' چاند پور میں جو شہر شاہجہاں پور سے پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر لب دریا واقع ہے مقرر کیا۔ میلہ کی تاریخ 7 رمئی مقرر ہوئی اس میلہ کا مقصد اشتہار میں شائع کیا گیا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

''میلے کے نام سے آپ کو غرض و غایت معلوم ہو گئی ہو گی مگر مزید وضاحت کے لیے عرض ہے کہ اصل غرض تحقیق مذہبی ہے اور اشتہار کا منشا یہ ہے کہ میلہ میں ہر مذہب کے آدمی آئیں اور اپنے دلیل سنائیں۔ قواعد کی تفصیل آئندہ طے ہو گی۔''

Marfat.com

اس اشتہار کے شائع کرنے کے بعد حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولوی محمد منیر صاحب مدرس مدرسہ سرکار بریلی مولوی الٰہی بخش عرف مولوی سنگیں بریلوی کی طرف سے جوردِ نصاریٰ میں شب وروز مصروف رہے تھے نے مولانا قاسم صاحب کو اطلاع دی کہ آپ کا آنا انتہائی ضروری ہے۔ اور ساتھ میں مولوی ابوالمنصور کو لائیں پادریوں کو اپنے مذہب اور یسوع مسیح کے نام پر بڑا اعتقاد ہے خاص طور پر ان عیسائیوں کے پادری لوول صاحب کو جو بڑے لسان وطرار اور حاضر جواب ہیں یہ دعویٰ کہ دین عیسوی کے مقابلہ میں دین اسلام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس اطلاع کے بعد 5 رمئی کو بعد نماز عشاء مولوی فخر الحسن گنگوہی و مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی رحیم الدین بجنوری مولوی ابوالمنصور صاحب دہلوی کی بمعیۃ مولوی سید احمد علی صاحب دہلوی و میر حیدر علی صاحب دہلوی کے ہمراہ مولانا محمد قاسم صاحب شنبہ کو بعد نماز عصر شاہجہاں پور پہنچے۔

صبح ہوئی مولانا نماز پڑھ کر چاند پور پہنچے وہاں منشی پیارے لال رئیس چاند پور نے میلے میں کھانے پینے اور خیمہ کا انتظام کیا تھا۔ خیمے لگے ہوئے تھے۔

مولوی محمد طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس و آنریری مجسٹریٹ شاہجہاں پور جو مولوی مدن صاحب کی اولاد ہیں جن کا مشاہیر علماء ہند میں شمار ہوتا ہے وہ مہتمم میلہ اور میر مجلس سرکار کی طرف سے مقرر ہوئے۔ بڑے خیمہ میں مجلس کی شکل یہ تھی کہ درمیان میں ایک میز رکھی گئی اور اس کے دونوں جانب کرسیاں وغیرہ بچھائی گئیں۔ ایک طرف پادری صاحب اور مقابل میں علماء کرام بیٹھ گئے صفوں کے درمیان میز کے سامنے میر مجلس موتی میاں صاحب قلمداں و کاغذ لے کر بیٹھ گئے۔ پہلے قواعد مناظرہ طے کیے۔ مختصر سے سوال و جواب کے بعد بعض دیگر امور طے ہوئے جس کو میر مجلس نے قلمبند کیا۔ جو شرائط مناظرہ طے ہوئے وہ یہ تھے۔

(1) ہر ایک فریق اپنا وعظ اپنے مذہب کی حقانیت و صداقت کھڑے ہو کر بیان کرے۔ بعدہ فریق ثانی اس پر اعتراضات کرے۔

Marfat.com

(2) مدت مناظرہ پہلے سے دوروز مقرر تھی۔لیکن مناظرہ شروع ہونے سے کچھ گھنٹہ قبل مولانا محمد قاسم اور پادری نے منشی پیارے لال سے تین روز کا مناظرہ طے کرلیا تھا۔

(3) مدت وعظ 15 منٹ اور سوال وجواب کے 10 منٹ قرار پائے۔اور جب تک ایک شخص اپنی تقریر پوری کر کے بیٹھ نہ جائے تب تک دوسرا شخص تردید میں کچھ نہ بولے اور اعتراض نہ کرے۔

فریق مناظرہ تین قرار پائے مسلمان، عیسائی، ہندو۔لیکن مناظرہ دراصل مسلمانوں اور عیسائیوں میں ہی ہوا۔مختصراً پہلے منشی پیارے لال صاحب کبیر جو مجلس کے بانی تھے کھڑے ہوئے اور ایک تحریر پڑھی جس کا خلاصہ یہ تھا۔:

''میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا۔اور ان کے پنتھ میں جاگتے سوتے برابر سانسا چلتا رہتا ہے۔شاید یہ مقصد ہوگا کہ ہر دم ذکر خدا کرتا ہے۔''اس تقریر پر کچھ چوں و چراں ہوئی اس کے بعد پادری نول کھڑے ہوئے جو یورپین تھے۔انہوں نے اپنے مذہب کی حقیقت اور انجیل صادق ہونے پر ایک طویل تقریر کی تھی جس کا ماحاصل یہ تھا۔

خدا ایک، اس کا دین بھی ایک ہونا چاہیے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دین سب تک پہنچایا جائے اور اس کے قوانین واحکام کا علم سب کو کرایا جائے۔کیونکہ سلطانی احکام تمام قلمرو کے لیے ہوتے ہیں۔اس لیے اشتہار ہر گلی کوچہ میں لگائے جاتے ہیں اور منادی ہر ایک کو سنائی جاتی ہے۔مگر یہاں دیکھتے ہیں تو سوائے انجیل و کتب مقدسہ کے کسی کتاب کی اشاعت نہیں دیکھنے میں آتی کہ سب تک پہنچے۔انجیل کا دوسو ڈھائی سو زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اس کے علاوہ ہمارے مذہب میں مسلمانوں کی طرح بزور شمشیر کسی کو شامل نہیں کیا جاتا بلکہ پیار و محبت سے لطف سے نرمی سے اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

اس کے بعد پادری صاحب بیٹھے ہی تھے کہ ایک ساٹھا پاٹھا 70 برس کی عمر کا ظریف و خوش طبع مولوی اٹھا۔نام نعمان خان ابن نعمان قندھاری تھا۔سرکار لکھنؤ میں وکیل سرکار تھے۔

تقریر غضب کی چٹخارے دار اور دلچسپ ارشاد ہوا۔

Marfat.com

درفیض محمد واہے آئے جس کا جی چاہے　　نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
معاذ اللہ فرزندِ خدا کہتے ہیں عیسیٰ کو　　تو دادا کون ہے ان کا بتائے جس کا جی چاہے

آپ نے فرمایا کہ یہ تبلیغ واشاعت دین محمدی اور قرآن مجید کی حقانیت وسچائی کا فیض ہے۔ کہ پادری ہنری نارمن صاحب جس کی خوش بیانی علمی فضیلت کی دھوم تھی بتوفیق یزدانی مسلمان ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوکر امریکہ میں بجائے انجیل کے قرآن مجید وفرقان حمید کی منادی کررہے ہیں۔

جو انجیل بقول پادری ٹی بیلی عالم سالم سے نیست نابود ہوگئی اور گمشدگی کی حالت میں اس کے بارے میں ہے اور نیست ونابود ہوچکی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کے ترجمے ہیں۔ البتہ یہ معجزہ قرآن پاک کا ہے کہ آج تک محفوظ ہے۔

کسی کتاب کی اشاعت ترجموں کی کثرت سے نہیں مانی جاسکتی۔ بلکہ اس کے پیروکاروں کی تعداد سے اس کی اشاعت ومقبولیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ مسلمان عالم میں تمام قوموں کے مقابلے میں ہر سو پھیلے ہوئے ہیں دوسری قومیں اتنی نہیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سے قرآن مجید کی اشاعت کا اندازہ لگالینا چاہیے۔

مولانا نے فقرہ بھی پورا نہیں کیا تھا کہ پادری صاحب بولا کر اٹھے۔ ہندی یا رومن مسلمان ہوگئے تو کیا تمام انگلستان عیسائی ہے۔ جو شخص انجیل کے ناپید ہونے کا قائل ہے وہ ملحد بے دین ہے۔ اس کا قول ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔ مولانا قاسم علیہ الرحمۃ نے دریافت کیا: ہم اس واقعہ کو تسلیم نہیں کرتے پادری نے کہا نہیں۔

اس کے بعد مولانا میر احمد حسن صاحب اٹھے اور فرمایا:

کہ کتاب آسمانی اور دین آسمانی کے لیے یہ ضروری ہے کہ عام عالم میں شائع ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول غلط ہوگا کہ فقط نبی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں۔

پادری صاحب نے جواب دیا:

ہاں یہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاص نبی اسرائیل ہی کے لیے آئے تھے مگر

Marfat.com

جہاں خاص ہوتا ہے وہاں عام بھی ہوتا ہے۔اور ہاتھ کی لکڑی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ دیکھو یہ لکڑی ہے اور لاٹھی بھی۔لکڑی عام اور لاٹھی خاص۔ بولنے والے کے ساتھ دوسرے پادری صاحب بھی بیٹھے تھے بولے یہ بات تو شرح تہذیب میں بھی لکھی ہے۔

پادری صاحب کے جواب پر مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کی تہذیب دانی تھی۔اب کوئی دم میں معلوم ہوئی جاتی ہے۔اہل فہم کو دعوے اور وکیل کے مقابلے سے ہی یہ بات تو واضح ہوگئی ہوگی کہ پادری صاحب جواب نہ دے سکے۔

مولوی احمد علی صاحب نگینوی وکیل عدالت شاہجہاں پور واعظ ردِّ نصاریٰ کے بعد مولانا ابوالمنصور کھڑے ہوئے۔فرمایا:

اگر انجیل کے آسمانی ہونے کی دلیل ترجموں کی کثرت ہے تو یوں کہنا چاہیے کہ اٹھارہویں صدی قبل انجیل کتاب آسمانی نہ تھی۔اٹھارہویں صدی میں یہ عزت وشرف انجیل کو حاصل ہوا۔ کیونکہ اٹھارہویں صدی میں ترجموں کی کثرت ہوئی۔ اگر انجیل شروع سے ہی آسمانی ہے تو ہر کتاب کے بارے میں بھی یہی تصور ہونا چاہیے۔

اس کے جواب میں پادری صاحب بولے۔

ہاں ترجموں کی کثرت تو اٹھارہویں صدی سے ہی ہوئی ہے۔پھر اٹھارہیوں صدی سے پیشتر بھی کسی قدر ترجمے تھے۔

مرزا موحد جالندھری کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہوا۔اس کے بعد وعظ کا وقت آ گیا۔ پہلے مسلمانوں کو وقت دیا گیا۔مسلمانوں کی جانب سے مولانا قاسم رحمہ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔آپ نے حضرت عیسیٰ کی الوہیت کی حقیقت اور شفاعت محمدی کا فلسفہ بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

''حضرت عیسیٰ کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جمی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی طرف سے ملعون خدا ہوئے نعوذ باللہ اور تین دن تک ان کے بدلے جہنم میں رہے یہ قرین عقل نہیں ہے۔ کیونکہ محبوب وجہ محبت اور عدو میں عداوت کا

Marfat.com

سبب چاہیے۔ محبوب میں باعث رحمت اور ملعون میں موجب لعنت ضرور ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ حس تو کسی میں نظر آئے اور محبوب کسی کو پائے۔ اطاعت تو کسی میں نظر آئے اور رحمت کسی اور پر آئے۔ خوش کسی اور سے ہو جائیں۔ مدنظر تو کوئی اور ہو اور نفرت اور ہیبت اس سے ہو جس میں حسِ خداداد نظر آئے اور ناخوشی کی باتیں تو کوئی اور کرے اور لعنت اس میں ہو یعنی ناخوش اس سے ہو جائیں جو ہر طرح مطیع ہو۔

پندرہ منٹ کے مولانا کی تقریر ختم ہوئی اس کے بعد پادری مولیٰ داد خاں نامی ایک پادری نے تقریر شروع کی۔

''مسلمانوں کے نبی نے جیسے دعویٰ کیا بھنگیوں کا لال گرو بھی ایسا ہی کہتا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد میں جو آئیں گے چور اور بٹ مار ہوں گے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی ہادی نہیں آئے گا۔''

مولانا ابوالمنصور نے اس کے جواب میں فرمایا:

''واہ پادری صاحب عمر بھر انجیل پڑھی پھر بھی یہ خبر نہیں کہ انجیل میں کیا ہے۔ انجیل میں یہ جو میرے بعد میں آئیں گے چور اور بٹ مار ہوں گے بلکہ انجیل میں یوں ہے جو مجھ سے پیشتر آئے وہ چور اور بٹ مار تھے''۔

پادری اپنے قول پر مصر ہوا تو مولانا ابوالمنصور نے انجیل منگوائی۔ انجیل آنے لگی تو پادری لونس صاحب بولے بھائی غلطی ہوئی مولوی صاحب فرماتے ہیں مگر جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ بمنزلہ مضارع دو معنی کے لیے آتا ہے۔ قبل اور بعد دونوں اس کے معنی ہوتے ہیں۔

مولانا ابوالمنصور نے فرمایا اگر دو معنی ہی ہوں تو ہم کو دیکھنا پڑے گا کہ سیاق وسباق سے کیا معنی سمجھنے چاہئیں۔ سیاق وسباق سے صاف ظاہر کہ قبل مراد ہے۔

اس بے وقوفی کے بعد میں مولیٰ داد خاں خاموش ہو گئے۔ پادری صاحب بھی نہیں بولے دونوں طرح ان کی مصیبت تھی ایک صورت میں پہلے انبیاء کی نبوت سے انکار، اور دوسری صورت میں حواریوں کی رسالت سے انکار۔

Marfat.com

جلسہ صبح نو بجے شروع ہو کر دو بجے ختم ہوا۔

دن بھر تمام میلے ہندو مسلمانوں نے پادریوں کی تقریروں اور فقروں کا مذاق اڑایا۔ مجمع نے یہی نتیجہ نکالا کہ مسلمان غالب رہے چنانچہ اس چرچے سے دوسرے دن کا اشتیاق لوگوں کا بڑھ گیا۔

8 رمئی دوشنبہ 1876ء کو تو صبح ہی سے خیمہ لگ گیا تھا۔ کرسیوں کی ضرورت ہوئی تو مزید ڈھائی سو کرسیوں کا بندوبست کیا گیا لیکن پھر بھی بہت سے لوگ خیمے کے گوشوں اور کرسیوں کی قطاروں میں کھڑے اور بیٹھے ہوتے تھے۔۔ خیموں کی قناتیں علیحدہ کرائی گئیں۔ تو جگہ وسیع ہوگئی۔ اور بہت سے لوگ اس میں کھڑے ہوئے لیکن پھر بھی باہر کثرت سے آدمی کھڑے رہے۔ شوق مناظرہ میں نہ دھوپ کی تپش کا خیال نہ لو کا گمان۔ غرض مگن۔ مجلس کی کارروائی شروع ہوئی۔

پادری لونس نے باہمی معاہدہ کے مطابق بیان کیا کہ آج ہر فریق کی طرف سے گفتگو کے لیے پانچ پانچ آدمی منتخب ہوئے ہیں۔ کل کی طرح عام اجازت تقریر کی نہیں۔ کل چونکہ باہمی بے لطفی پیدا ہوگئی تھی۔ اس لیے آج احتیاطاً یہ صورت اختیار کی گئی۔

مسلمانوں کی طرف سے مولانا ابو المنصور، مولوی سید احمد علی، اور مرزا موحد یہ تین بحیثیت ماہر فن مناظرہ ردِّ نصاریٰ لائے گئے۔ اور علماء میں سے دو مولوی سید حسن احمد امروہی دوسرے حضرت علامہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔

ہندوؤں میں یہ خواہش کی گئی کہ ہمارے یہاں فرقہ زیادہ ہیں اس لیے ہر فرقہ کے پانچ پانچ نمائندے لینے چاہئیں۔ چنانچہ اس خواہش کو پورا کیا گیا۔ اور ان کے ہر ایک فرقہ سے پانچ پانچ آدمی لیے گئے۔

قاضی میر جواد علی صاحب شاہجہانپوری جو کبھی بڑے رئیس تھے غدر میں گرفتار ہوئے تھے علمی اور فن مناظرہ میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بولنے کی کوشش کی۔ لیکن حسب فیصلہ پادری تیار نہ ہوا۔ اس کے بعد مولانا ابو القاسمؒ نے فرمایا۔ نبوت کے لیے نہ معجزات کی

Marfat.com

ضرورت ہے نہ اعمال صالحہ کی بلکہ منجملہ بناء نبوت اخلاق حمیدہ کے کمال پر ہے۔ مگر ہم نے غور سے دیکھا تو اخلاق میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ آپ کے خلاف بڑی دلیل یہ ہے جو مخالفین کے نزدیک اعتراض کے قابل ہے۔ یعنی جہاد۔ قطع نظر اس کے کہ جہاد اور دینوں میں بھی تھا۔ عقل سلیم کے نزدیک ایک عمدہ تہذیب عالم کے لیے سامان اور الحاد و فتنہ و شرک کے رفع کرنے کا بہترین ذریعہ ہے جو بے لشکرِ جرار ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ لشکر جرار جس نے روم و شام و عراق و ایران و مصر یمن کو زیر و زبر کیا۔ آپ کو کیوں کر میسر آیا۔ بظاہر دنیاوی لشکر کے لیے سامان فراہم کرنے کے دو ہی ذریعہ ہیں مال و دولت یا حکومت کے ظلم و جبر، جو آپ میں دونوں نہیں تھے۔ کہیں آپ کے بادشاہ نہ تھے۔ بادشاہزادے نہ تھے۔ تاجر نہ تھے جاگیردار نہ تھے تعلقہ دار نہ تھے جو یہ کہا جاتا کہ لشکر و فوج تنخواہ پر رکھی۔ اور یہ کارنمایاں کر دکھایا، حاکم نہ تھے جابر نہ تھے جو یہ الزام لگایا جاتا کہ ہر گھر سے دو دو آدمی بلا بھیجے۔ یہ معجزہ کیا بجز اخلاق کے اور کیا چیز تھی، جس نے یہ تسخیر کی اور برابر کے بھائی کو ایسا مسخر کر دیا جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں خون گرائیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا جو چکتا۔ عمر بھر یہی کیفیت رہی آپ ہی کے پیچھے گھر سے بے گھر ہو گئے۔ زن و فرزند کو چھوڑا۔ گھر بار سب پر خاک ڈالی مونس و اقرباء سے لڑے ان کو مار بھگایا۔ ان کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ یہ آپ کے اخلاق اور آپ کی محبت نہ تھی اور کیا تھا۔ غرض ملک عرب جیسے بے پیروں اور خودسروں کو ایسا مٹھی میں لیا کہ کسی سے آج تک ایسی تسخیر نہ ہو سکی۔ ایسے اخلاق کوئی بیان کرے تو سہی حضرت آدم میں تھے حضرت نوح میں تھے یا حضرت ابراہیم میں تھے حضرت موسیٰ میں تھے حضرت عیسیٰ میں تھے یا کسی اور میں تھے۔ انصاف کریں۔ کوئی صاحب بتلائیں تو سہی۔ اس قسم کے اخلاق کا مالک کوئی شخص ہوا ہے؟

یہ تقریر ہو رہی تھی اور لوگوں پر ایک کیفیت طاری تھی۔ ہر شخص ہمہ گوش بنا ہوا تھا۔ اور مولانا علیہ الرحمہ کی جانب تک رہا تھا۔ کسی کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے کوئی مجسم حیرت بنا ہوا تھا۔ پادری بھی بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے آخر مولانا کا وقت ختم ہوا۔

Marfat.com

پادری لونس صاحب کھڑے ہوئے۔فرمایا:

واقعی مسلمانوں میں توحید بہت عمدہ ہے۔کاش اس کے ساتھ تثلیث کے بھی وہ معتقد ہوتے۔اس کے بعد عہد عتیق کا حوالہ دے کر کہا کہ اس سے بھی تثلیث ثابت ہوتی ہے۔ہم ایک ہندسہ لکھتے ہیں اور اس میں طول بھی ہوتا ہے عرض بھی ہوتا ہے عمق بھی ہوتا ہے وہ ہندسہ ایک ہے لیکن بغیر ان باتوں کے موجود نہیں ہوسکتا۔آدمی کی روح ایک ہے مگر اس میں خواہش بھی ہے قوت خیالیہ بھی ہے۔(ایک اور چیز بتائی) دیکھو روح ایک ہے لیکن ان تین باتوں بغیر ہو نہیں سکتی۔دیکھو درخت ایک ہے اس میں جڑ بھی ہے شاخیں بھی ہیں پتے بھی ہیں۔بغیر ان تین چیزوں کے درخت نہیں ہوسکتا۔اس تقریر کے ساتھ کچھ عرصہ تقدیر کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اس کے بعد مولانا قاسم کا نمبر آ گیا۔

مولانا قاسم نے جواب میں تثلیث کی حقیقت بیان کی۔اور پادری صاحب کی دلیلوں کی ان الفاظ میں تردید کی۔پادری صاحب کا دعویٰ کچھ اور ہے اور دلیل کچھ اور۔دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جیسے ہمارا خدا واحد حقیقی ہے ایسی ہی وہ باوجود وحدت حقیقی کے کثیر بھی حقیقی ہے۔یعنی حقیقت میں تین بھی ہیں۔جو اس اجتماع وحدتِ حقیقی اور کثرت حقیقت کے لیے پادری صاحب نے دلیل بیان کی تو وہ جس سے کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا اجتماع ثابت ہوتا ہے۔نہ اصل مطلب کا اثبات۔پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں سب اسی قسم کی ہیں۔

اگر یہی اتحاد وحدت ہے تو ایسا اتحاد اور وحدت تو اعداد میں بھی پایا جاتا ہے۔اس ہی کی کیا خصوصیت ہے جو تثلیث کا تو اعتقاد ہے اور تربیع تخمس سے انکار پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں انہیں پر غور کیجیے تو تین سے زیادہ معمون مجتمع ہیں۔ایک کا ہندسہ اگر لکھتے ہیں تو سوائے طول وعرض وعمق کے اس میں سیاہی اور سیاہی کی چمک اور خوبصورتی بھی پائی جاتی ہے۔ایک جان میں کتنے صفات اور احوال ہوتے ہیں۔ایک پادری صاحب میں کس قدر اخلاق حمیدہ ہیں۔اور ایک خدائے تعالیٰ میں کتنی صفات ہیں ایک درخت میں ہزاروں شاخیں

Marfat.com

اور ہزاروں پتے پھل اور پھر ہر شاخ و برگ اور پھل میں کس قدر رگیں اور رنگتیں ہیں۔علیٰ ہذا القیاس یہ ایک خیمہ ہے۔اس میں کتنی چوبیں ہیں۔کتنے آدمی ہیں۔ایک ہندسہ میں یہ سب کچھ ہے۔پھر ایک کا روح انسانی میں سب کچھ ہے۔پھر ایک کی ایک ذات خداوندی میں غیر متناہی صفات ہیں۔پھر ایک کا ایک یہی اجتماع کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی ہے۔تو پادری صاحب نے تثلیث پر کیوں قناعت فرمائی۔تربیع تخمیس بلکہ تسدیس وتثمین بلکہ تالیف کا اعتقاد بھی پادری صاحب کو کرنا چاہیے۔

مولانا کی تقریر کے بعد ہندوؤں کی جانب سے چند پنڈت بولے اور اس اعلان کے بعد کہ کل مجلس نہیں ہوگی جلسہ ختم ہوا۔

دہلی کا تاریخی مناظرہ

جس موضوع تعریف انجیل پر 10/اپریل 1854ء میں آگرہ میں مولانا شرف الحق صاحب کے استاد محترم معظم مولانا رحمت اللہؒ نے پادری فانڈر کو مناظرہ میں لاجواب کیا تھا۔ اسی موضوع پر آپ نے 23/دسمبر 1891 میں دہلی کی فتحپوری مسجد کے اندر لارڈ بشپ جے اے لیفرائے مشن کالج دہلی سے مناظرہ کیا۔

دہلی اور دہلی کے اضلاع میں اس مناظرہ نے ہلچل مچادی تھی جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ پادری صاحب اور آپ میں یہ طے پایا تھا کہ جو شخص مناظرہ میں ہار جائے گا وہ مجمع عام میں اپنی شکست کا اعتراف تحریری کرے گا۔اور شکست نامہ لکھ کر دے گا۔نیز ہارنے والا مقابل کے مذہب کو اختیار کرے گا۔

اس مناظرہ میں آگرہ، علی گڑھ، میرٹھ، دیوبند اور سہارنپور کے معززین ومشاہیر اور علما کرام مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب اور ان کے خاندان کے بزرگ حکیم احمد سعید خان صاحب، مولانا عبدالحق محدث دہلوی مفسر تفسیر حقانی، ڈپٹی سید ہادی حسین، سید سلطان مرزا مجسٹریٹ وغیرہ نے شرکت کی۔عیسائی حضرات بھی ان اضلاع سے آئے۔

Marfat.com

تین دن مناظرہ ہوا ان ایام میں مناظرہ کے دنوں میں مجمع بیس پچیس ہزار سے کسی طرح کم نہ تھا۔ بحث چھ سات گھنٹے پہلے دن جاری رہی لیکن ناتمام، دوسرے دن پھر ہوئی پہلے روز کی عالمانہ وفاضلانہ بحث نے شہر میں اور آگ لگادی تھی۔

دوسرے روز مناظرے میں قریب قریب سارا شہر امنڈ آیا۔ مناظرہ شروع ہوا۔ ایک گھنٹہ گزرا نہ تھا کہ فیصلہ ہوگیا۔ اور مولانا رحمت اللہ کے شاگرد رشید نے اپنے مدمقابل لیفرائے کو شکست فاش دی۔ اس جم غفیر میں اس نے اپنے مذہب کو نہ بدلا لیکن تسلیم کیا کہ واقعی انجیل شریف میں تحریف ہوئی ہے۔ تحریر کی حسب ذیل عبارت تھی۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ لوقا کی انجیل شریف کے ترجمے اور علاوہ اس کے اصلی نسخوں میں جو اس وقت موجود ہیں چند آیتیں غلط ہیں اور بھول سے داخل کی گئی ہیں۔ یہ بات سب سے قدیم نسخوں وٹریکٹوں کے ملانے سے معلوم وظاہر ہوئی وہ آیتیں ان میں نہیں ہیں۔ لہذا وہی اصلی انجیل کی باتیں سچ مانتا ہوں۔ چند مستشرقین شعراء کے قول اصل انجیل شریف میں ملے ہوئے ہیں۔

دستخط: جی اے لیفرائے (انگریزی)

یہی وہ تاریخی اور معرکۃ الآرا مناظرے ہیں جن کے پے بناہ اثرات نے پادریوں کی ہمتوں کو توڑ دیا۔ جس کی بناء پر مسلسل ناکامیوں کے بعد پادریوں نے مناظرے کرنے سے گریز کیا۔ چنانچہ مناظروں کا سلسلہ بند ہوا۔ اور پادریوں کی تبلیغی وباء ختم ہوئی۔ 1300ھ کے بعد پادری بالکل ٹھنڈے پڑ گئے گرجے کم ہونے لگے مشنری بھی نظر نہیں آتے تھے۔ بلکہ انگریز ہندو اور مسلمان بننا شروع ہوگئے۔

مشنریوں کی ناکامی

چنانچہ مشنریوں کا حامی عیسائیت کا شیدائی اور دلدادہ گارسان دتاسی اپنے آخری خطبہ میں یورپین کے مسلمان ہونے پر تعجب کا اظہار کررہا ہے۔ اور اپنی جھینپ کو مٹا رہا ہے۔

''یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ ہندو لوگ زمرہ اسلام میں شامل ہورہے ہیں

Marfat.com

لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بعض عیسائی نہ معلوم کیوں اسلام قبول کرر ہے ہیں۔اردو کے اخبار ''چشمہ علم'' میں ان یورپیوں کے اسلام قبول کرنے کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ لوگ مدراس کی ایک مسجد میں جمع ہوئے اور مسلمان ہو گئے اور نماز میں مسلمانوں کے ساتھ شرکت کی۔ایک سوئزرلینڈ کے باشندے نے کمال کیا نہ صرف یہ کہ اس نے اسلام قبول کیا بلکہ اب مشرقی لباس زیب تن کیے ہوئے بندیلکھنڈ میں تبلیغ کرتا پھر رہا ہے مجمعوں میں تقریریں کر رہا ہے اور قرآن مجید کے مطالب اردو میں بیان کرر ہا ہے۔'' (گارسان دتاسی، صفحہ:810)

خاص طور پر یہی تثلیث گارسان دتاسی علماء کرام کی جد جہد صاف لفظوں میں تسلیم کرتا ہے اور ان کی قابلیت و لیاقت کا سکہ مانتا ہے۔ اور اپنے خطبہ 7 ردسمبر 1863ء میں صفحہ 403 میں لکھتا ہے:

''ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے جنہوں نے دین مسیحی قبول کیا ہو۔''

یہ عیسائیوں کے مسلمان ہونے کا سلسلہ صرف مدراس یا حیدرآباد میں نہ تھا بلکہ ہر جگہ ردِ نصاریٰ کرنے والے علماء نے عیسائیوں کو اپنے دلائل و براہین کے زور پر اسلام قبول کرایا۔ مولانا ابوالمنصور نے سب سے زیادہ عیسائیوں کو مسلمان کیا (عین الیقین، صفحہ:35)

مولانا عبدالحلیم لکھنوی مرحوم نے بہت سی انگریز میموں کو مسلمان کیا (خوارق مولانا عبدالحلیم، صفحہ:7)

مولانا شرف الحق نے بھی بہت سے عیسائی مسلمان بنائے۔ اور ان عیسائیوں کو جو بڑے بڑے پادریوں کے صحبت میں عرصہ دراز سے رہتے تھے۔ان کو عیسائیت سے نفرت پیدا کرائی (مناظرہ حیدرآباد دکن)

عیسائیوں کا مسلمان بننا روزانہ مسلمانوں کے اخبارات میں شائع ہوتا تھا۔ اور خاص طور سے منشور محمدی دیکھیے۔ اس میں کافی لسٹ ایسی یورپیوں کی ملے گی جو بخوشی مسلمان ہو گئے۔ (منشور محمدی 1876ء)

Marfat.com

کالج، اسکول، یتیم خانے، انجمنیں اور اخبارات ورسائل

کالجوں اور یتیم خانوں اور اخبار کی پالیسیوں کے دو دور رہے ہیں۔ پہلا دور انگریزی ابتداء کا ہے جب وہ ہندوستان پر چھا گیا تھا اور ہندوستانی خوف و ہراس اور پریشانی ومصائب کا شکار بن رہے تھے۔ اور بالکل مردہ کے برابر تھے۔ حکمراں طبقے اور تمام سرکاری ملازم کچلنے پر پلا ہوا تھا۔ اس زعم میں تھا کہ کل ہندوستان کو عیسائی بنا لے۔ غرض اس کا ہر چیز پر قبضہ تھا۔

دوسرا دور وہ ہے جب کچھ ہندوستانیوں میں سانس آ گیا تھا اور وہ اپنی سمجھ بوجھ سے کچھ کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حکومت کے رعب و دبدبہ و طاقت وقوت کی پرواہ نہیں کی۔ اور اپنے آپ کو ان کے قبضہ واقتدار کے ماتحت دینا نہیں چاہا اور اپنے مفاد کو مقدم سمجھا چاپلوسی کے مقابلہ میں خودداری کو ترجیح دی، اپنے پر اعتماد کیا۔

پہلا دور

چنانچہ پہلے دور کے مدرسے دہلی کالج، اینگلو انڈین کالج، جے نرائن کالج بنارس، ہندو کالج پونہ، آگرہ کالج، سنسکرت کالج، علی گڑھ کالج وغیرہ ہیں۔ چنانچہ ان کالجوں کا مقصد کیا تھا انگریزی پرچار کی غرض کیا تھی۔ وہ آپ لارڈ میکالے کے خط میں جو انہوں نے اپنے والد ماجد

Marfat.com

کولکھا ہے۔ملاحظہ کیجیے۔

''اس تعلیم کا اثر ہندوؤں پر بہت زیادہ ہے۔کوئی ہندو جوانگریزی داں ہے کبھی اپنے مذہب پر صداقت کے ساتھ نہیں رہتا بعض لوگ مصلحت کے طور پر ہندو رہتے ہیں مگر بہت سے یا تو ملحد ہو جاتے ہیں یا مذہب عیسیٰ پر عمل درآمد کر لیتے ہیں۔میرا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر تعلیم کے متعلق ہماری تجاویز پر عمل درآمد ہو تو تیس سال بعد بنگال میں ایک بت پرست بھی باقی نہ رہیگا۔'' (تاریخ التعلیم از میجر باسو، صفحہ:105)

28 رجون 1853ء کو دارالامراء کے سامنے سر چارلس ٹیر پولین آئی سی ایس نے جو شہادت دی ہے اس سے ہندو کالج کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے۔کہ ہندوستانیوں کی تعلیم کے نام پر ہندو کالج عیسائی بنانے کی ایک مشین تھی۔ان کے الفاظ یہ تھے۔

''میرا خیال ہے کہ انجیل کی شرح مصنفہ منٹ اور دیگر شرحیں بھی گودرس گاہوں میں رکھی جاتی ہیں۔ان میں انجیل کے حوالے ہیں۔جس کی وجہ سے طلباء انجیل کو پڑھتے ہیں۔استادوں کو اجازت ہے کہ وہ اپنے طلباء سے انجیل کے مضامین پر گفتگو کریں بعض مضامین ایسے پڑھائے جاتے ہیں جن میں مذہب عیسوی اختیار کیا ہے۔ان کی تعداد ہندو کالج اور دوسرے گورنمنٹ کالجوں سے نکلی ہوئی اتنی ہی ہے جتنی عیسائیوں کے کالجوں سے نکلی ہے۔'' (تاریخ تعلیم سید محمود، صفحہ:66-67)

یہ حالت ہندو کالج کی آپ نے دیکھی اب دہلی کالج جو مسلمانوں کا کالج کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کے وقف سرمایہ سے چلتا ہے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے وہ بھی دیکھیے اس کی پوری تاریخ ہیبت ناک ہے۔

دہلی کالج

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس تعلیم گاہ یعنی مدرسہ غازی الدین کی ابتداء 1792ء میں ہوئی۔مسٹر ٹامس وزیٹر اور نٹیل ممالک مغرب شمالی اپنی تعلیمی رپورٹ بابت 42-1814ء میں

Marfat.com

لکھتے ہیں اورنٹیل کالج دہلی وجود عالم میں آئے سولہ سال ہوئے ہیں اسی حساب سے دہلی کالج کی ابتدا کا 1825ء ہوتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی تعلیمی اور دفتری تحریروں میں بھی مدرسے کے ابتدائیے قیام کا 1792 ہی لکھا ہے۔ اور 1839ء کی تعلیمی رپورٹ میں اس سال دہلی کالج کا 47واں سال بتایا ہے اس سے بھی مسٹر ٹامسن کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے یعنی مدرسہ کی ابتدا 1792ء میں ہوئی اور 1825ء میں یہ مدرسہ کالج میں تبدیل ہوگیا۔ اس کی بسم اللہ دہلی کی اس خوبصورت اور تاریخی عمارت میں ہوئی جو غازی الدین کے مدرسہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور نواب غازی الدین خان فیروز جنگ ثانی خلف نواب نظام الملک آصف جاہ کا بنایا ہوا ہے۔ مخیّر بانی کی نیک نیتی کا پھل ہے کہ اب تک وہاں تعلیم کا فیضان جاری ہے۔ اور اینگلو عربک اسکول جواب کالج ہوگیا ہے۔ سالہا سال سے اس کے درس وتدریس کا سلسلہ وہیں قائم ہیں۔ مسٹر ایچ ٹیلر کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ 1824ء میں غازی الدین میں صرف نو طالب علم تھے اور مولوی عبداللہ ان کو تعلیم دیتے تھے۔ (مرحوم دہلی کالج)

1823ء کے مجلس تعلیم عامہ نے تجویز کیا کہ کالج فوراً قائم کر دیا جائے اور تعلیم کے لیے مولوی کا تقرر کیا جائے اور چونکہ یورپی علوم کی تعلیم اس کا خاص مقصد ہوگا۔ لہذا بعض اعلیٰ درجہ کی کتابیں جو مشرقی زبانوں سے ترجمہ کی گئی ہیں اس کالج کے لیے مہیا کی جائیں۔ اس تعلیم کو مقبول بنانے میں ملازمت کی کشش ضرور رکھی جائے۔ اس کی امداد کے لیے محض ساڑھے تین ہزار روپے سالانہ مقرر کرنے سفارش کی۔

غرض اس مجوزہ کالج کا افتتاح 1825ء میں ہوا۔ اور شاہانہ عطیہ میں اس کالج کے پانچ سو روپے ماہانہ مقرر کیے گئے۔ مسٹر جے ایچ ٹیلر مقامی مجلس کے سکریٹری 175 روپے ماہانہ اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ چند مولوی کی تنخواہ 120 روپے قرار پائی اور دو اور مولوی پچاس پچاس کے رکھے گئے۔ باقی پچیس اور تیس تیس کے تھے۔ طلباء کے لیے بھی وظائف مقرر ہوئے۔
(مصنفہ مولانا عبدالحق انجمن ترقی اردو)

1828ء میں جب سر چارلس مٹکاف برٹش ریذیڈنٹ کمشنر کی سفارش پر کالج میں ایک

Marfat.com

انگریزی جماعت کا اضافہ ہوا۔ تو لوکل فنڈ کے تعلیمی بجٹ سے دوسو پچاس روپے کالج کو نصرانیت کوفروغ دینے کے لیے منظور کیے گئے۔

اس بدعت سے لوگوں میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی اور ہندو مسلمان دونوں نے اس کی مخالفت کی۔ دیندار بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ہمارے نوجوانوں کے مذہب بگاڑنے اور اندر ہی اندر عیسائی مذہب کے پھیلانے کی ترکیب ہے، یہ مشکل بنگال میں پیش آئی۔ وہاں یہ آندھی برہمنوں سے شروع ہوئی تھی تو یہاں علماء پیش پیش تھے۔ یہ خیال بیجا نہ تھا بات یہ ہے کہ جب لڑکے انگریزی مدرسوں میں داخل ہوئے اور انہوں نے وہاں نصرانیت کا پروپیگنڈہ دیکھا تو انہوں نے یقین کرلیا کہ ہمارے مذہب پر تعلیم کے نام پر ڈاکہ ڈالا جائے گا اور ہمارے مذہب اور دھرم سے محروم کیا جائے گا۔ مولانا حالی نے چنانچہ اس بات کی تصدیق کی۔ ''اگر چہ اس وقت قدیم دہلی کا کالج رونق پر تھا مگر جس سوسائٹی میں میں نے نشوونما پائی تھی وہاں علم صرف، عربی، فارسی زبان کو سکھایا جاتا انگریزی مدرسوں کو ہمارے علماء مجہلے کہتے تھے وہاں پہنچ کر جس مدرسہ میں مجھ کو شب و روز رہنا پڑا وہاں پر مدرس اور طلبا کالج تعلیم یافتہ لوگوں کو جاہل محض سمجھتے تھے، غرض کبھی بھول کر بھی انگریزی تعلیم کا خیال دل میں نہیں گزرتا تھا، ڈیڑھ برس دہلی میں رہا اس عرصہ میں کالج کو جا کر نہیں دیکھا بعد میں بعض واقعات ایسے پیش آئے کہ لوگوں کو یہ کہنا پڑا کہ ان کی بدگمانی اور خیال غلط نہ تھا۔''

نواب اعتماد الدولہ کا وقف

1829ء کی رپورٹ غیر معمولی طور پر دلچسپ ہے۔ ایک بات تو یہ قابل ذکر ہے کہ کتب خانہ کی توسیع ہوئی دوسرے بادشاہ اودھ کے وزیر کا ایک لاکھ ستر ہزار روپے کا وقف ہے۔ جس کو جنرل کمیٹی تعلیم عامہ کے مشورہ پر انہوں نے دہلی کالج کی امداد کے لیے دیا۔ 1830ء میں وصیت نامہ نواب اعتماد الدولہ سید فضل علی خاں بہادر نے اس کے متعلق تحریر فرمایا اس میں یہ الفاظ درج ہیں۔

Marfat.com

''میں ایک لاکھ ستر ہزار کی رقم اس کالج کی امداد کے واسطے برٹش گورنمنٹ کی تحویل چھوڑتا ہوں جونواب غازی خاں مرحوم میرے ہم وطن نے دہلی میں عربی و فارسی علوم کی ترقی تعلیم کے واسطے قائم کیا تھا۔ جو میرے مذہبی علوم و اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ اور میں وصیت کرتا ہوں کہ رقم موقوفہ کا منافع ان علوم کے طلباء اور اساتذہ پر خرچ کیا جائے۔ اگر گورنمنٹ کی طرف بوجہ کثرت مشاغل یا دیگر متوقع اسباب کی وجہ سے تساہل واقع ہو تو گورنمنٹ کو میرے داماد سید حامد علی خاں توجہ دلائیں اور بصورت ناکامی گونمنٹ کے ایک جداگانہ کالج قائم کرنے کی درخواست کریں۔'' (کانفرنس گزٹ علیگڑھ 15 نومبر 1930ء)

وقف کا بیجا صرف

1830ء میں نواب صاحب کا انتقال ہو گیا مگر افسوس نہ پروفیسروں اور طلباء کا تقرر ان کے نام سے ہوا نہ وظائف ان کے نام سے دیے گئے نواب حامد علی خاں نے انگریزی کی تعلیم پر بیجا صرف ہونے کی طرف بارہا توجہ دلائی اور اہل دہلی نے اس رقم سے علیحدہ کالج بنانے کی درخواست کی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا اسی زمانہ میں لوگوں کی مخالفت اور پروپیگنڈہ سے انگریزی جماعت مشرقی مدرسے سے علیحدہ کر دی گئی لیکن علیحدگی دکھانے کی تھی پرنسپل دونوں کے ایک تھے اور نگراں کمیٹی بھی ایک تھی۔

کالج کی خصوصیت

اس کالج کی بڑی خصوصیت یہ تھی اور اسی میں اس کی کامیابی کا راز تھا کہ ذریعہ تعلیم اردو تھا عربی فارسی سنسکرت کی تعلیم تو اردو میں ہوتی ہی تھی لیکن دوسرے علوم جو داخل نصاب تھے ان کی تعلیم کا ذریعہ بھی اردو ہی تھا لیکن سرکاری حلقے میں ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی جسے مشرقی تعلیم سے نفرت تھی انہوں نے اس کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جو کتابیں ترجمہ ہوتی ہیں وہ فروخت نہیں ہوتیں ان کی مانگ بھی نہیں صرف الماریوں کی زینت ہیں وظائف پر بھی اعتراض تھا، طریقۂ تعلیم کو بھی غلط سمجھتے تھے ان کی خواہش تھی مشرقی علوم پر

Marfat.com

مغربی علوم کوفوقیت ہو چنانچہ جب مشرقی اور مغربی تعلیم کا قصہ پیش ہوا تو بازی مغربی خیال کے سرکاری طبقہ کے ہاتھ رہی۔

جس کے اثر سے لارڈ بینٹنگ نے ریزولیوشن مورخہ 7/مارچ 1835ء سے ان سب مشرقی علوم کا خاتمہ کر دیا۔ وہ ریزولیوشن جو بدنام زمانہ ہے وہ یہ ہے۔

حکومت کی مشرقی علوم سے دشمنی

گورنر جنرل کی رائے یہ تھی کہ حکومت برطانیہ کا بڑا مقصد اہل ہند میں یورپین لٹریچر اور سائنس کی اشاعت کرنا ہے۔ اور جس قدر رقوم مقاصد تعلیم کے لیے مخصوص ہیں وہ صرف انگریزی تعلیم پر خرچ ہونی چاہئیں۔ گورنر جنرل طلباء و تعلیم کے لیے وظائف دینے کے عمل کو قطعاً قابل اعتراض خیال کرتے تھے۔ ان کی رائے میں یہ ان علوم کی مصنوعی ترغیب ہے۔ اور جب زیادہ مفید علوم کی تعلیم دی جائے گی تو یہ خود بخود ان پر سبقت لے جائیں گے آئندہ کسی طالب علم کو وظیفہ نہ دیں اور گورنر صاحب کو یہ اطلاع ملی ہے کہ کمیٹی نے رقم کثیر مشرقی کتب میں صرف کی ہے، ہدایت کی جاتی ہے کہ آئندہ ان رقوم کی کوئی اس کام میں نہ لایا جائے۔ وہ عام رقوم جو ان اصلاحات کی رو سے کمیٹی کے قبضہ میں آئیں وہ آئندہ دیسی لوگوں میں انگریزی زبان کے ذریعہ سے انگریزی علم و ادب اور سائنس کی اشاعت میں صرف کی جائیں۔"

اس حکم کے جاری ہونے پر بڑا غم و غصہ کا اظہار ہوا صرف ہندوستانیوں نے یہ نہیں بلکہ مشرقی علوم کے معتقد انگریزوں نے بھی اس فیصلہ مخالفت کی۔ لیکن احکام جاری ہو چکے تھے۔ اور ناطق تھے تعلیمی کمیٹی کو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ تعمیل کرے۔ کمیٹی کے صدر مسٹر شکسپیر نے احتجاجی ناراضگی کے ساتھ استعفیٰ دے دیا۔ اور ان کی جگہ مغربی علوم کے حامی لارڈ میکالے کا تقرر ہوا۔

لارڈ بینٹنگ کے ریزولیوشن اور خاص کر جس نامناسب اور ناگوار طریقہ سے تعلیمی کمیٹی نے اس کی تعمیل کی تھی اور اس پر ہندوستانیوں میں بے اطمینانی و بے چینی پیدا ہو گئی تھی وہ نہیں مٹی

Marfat.com

اوراس بے چینی اور بدگمانی کے اسباب یہ تھے:

(1) سب سے پہلی وجہ یہ تھی کہ مشرقی مدارس کو کمزور کر دیا گیا ان کی رقمیں ان سے چھین کر یا تو ایسی جماعتوں کی اعانت میں صرف کیں جو ان کی نظر کے سامنے ایک چھت میں تعلیم پاتی تھیں یا اضلاع کے ایسے مدارس کی مدد کے لیے مخصوص کر دیں جہاں انگریزی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ عمل خلاف انصاف اور وعدہ خلافی پر محمول کیا گیا۔

(2) جہاں دیسی زبان کی تعلیم کے لیے جداگانہ جماعتیں تھیں انہیں توڑ دیا گیا اور ذریعہ تعلیم کے لیے عام طور پر انگرزی زبان کو دیسی زبان پر ترجیح دی گئی۔

(3) وظائف بند کر دیے گئے جس سے دہلی اور دہلی کے دوسرے مقامات میں بہت ناراضی پھیلی کیونکہ لوگ تعلیم کو کار خیر سمجھتے تھے دوسری بات یہ تھی کہ اکثر طلباء نادار تھے۔ وہ اپنی تعلیم زیادہ دنوں تک جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔

اس تمام بے اطمینانی کی بناء پر لارڈ آکلنڈ کو لارڈ بینٹنگ کے بعد ہندوستان کے گورنر جنرل ہوکر آئے انہوں نے تمام امور پر غور کیا۔ اور 24 نومبر 1839ء کو جنرل کمیٹی تعلیم عامہ کے نام ایک یادداشت لکھی اور ان غلط فہمیوں کو رفع کیا جو لارڈ بینٹنگ کے ریزولیوشن سے پیدا ہوگئی تھیں۔ لارڈ موصوف نے صاف الفاظ میں اپنا فیصلہ کیا کہ مشرقی مدارس میں مشرقی تعلیم و ترقی کو قطعی طور ترجیح دی جائے۔ اور کامل ترقی و تکمیل کے بعد مشرقی تعلیم کی ترقی سے جو رقم بچے وہ انگریزی کی ترقی میں دی جائے۔ اعلیٰ قابلیت کے مدرس مقرر کیے جائیں اور ان کو معقول تنخواہیں دی جائیں طلباء کے وظائف کا دستور پھر جاری کیا جائے اور جو رقمیں سابقہ جس مدارس کی مقرر تھیں وہ ان کو دی جائیں۔

دیسی زبان کے ذریعہ تعلیم ہونے کے جو دل خوش کن توقعات لارڈ موصوف نے دلوائی وہ ردّی کی ٹوکری میں دال دی گئیں کتابوں کے تراجم کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہ کہہ دیا گیا کہ مغربی علوم کی تعلیم انگریزی زبان کے ذریعہ دی جائے۔ اور ستم ظریفی یہ کی گئی کہ عربی سنسکرت فارسی کی تعلیم بھی انگریزی کے ذریعہ دی جانے لگی۔

Marfat.com

1935ء میں تقریباً سنسکرت عربی فارسی کی تعلیم اردو کے ذریعہ ہوتی تھی اس طریقہ کو بہت سراہا جاتا تھا مسٹر سرناظم تعلیمات احاطۂ بنگال اپنے تبصرہ تعلیمی 1853ء میں لکھتے ہیں۔

''ایک مدت سے دلی کالج کی ایک خصوصیت ایسی چلی آرہی ہیں جو اسے بالائی اوزیرل صوبجات کے دوسرے کالجوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہاں دیسی زبان (اردو) کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے۔ اور یہ (امتیازی خصوصیت) ریاضیات کی تمام شاخوں اور کم وبیش تاریخ واخلاق وفلسفہ (مارل سائنس) کی تعلیم سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طریقہ پر مسٹر بتروس نے اپنے زمانہ پرنسپلی میں استقلال کے ساتھ عمل درآمد کیا اور ان کے جانشین ڈاکٹر اسپرنگر نے اسی خوشی کے ساتھ جاری رکھا۔ اب یہ دہلی کالج کے نظام کا ایک جزو تسلیم کرلیا گیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اسے آزادی کے ساتھ بڑھنے اور پھولنے پھلنے دیا جائے۔''

اس رائے کی تصدیق مسٹر کارگل پرنسپل دہلی کالج کے اس بیان سے ہوتی ہے جو سالانہ رپورٹ 1852ء میں درج ہے مشرقی شعبے کا طالب علم اپنے غربی شعبے والے حریف سے سائنس میں کہیں بڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد وہ اظہار افسوس کرتے ہیں کہ نصاب کی مناسب کتابیں نہیں ورنہ اس کا علم اور بہتر ہوتا وہ لکھتے ہیں:

''قابل فوجی افسروں اور مشنریوں نے کالج کے امتحان کے بعد یہ بیان دیا کہ ''مشرقی طلباء کے قبضہ میں علم ہیئت جنرل سائنس اخلاقی اور مذہبی شعبے میں قطعی طور پر بڑی ترقی پائی جاتی ہے۔ اور مختصر یہ کہ تمام ہندوستان میں کسی جگہ ایسے ترقی کے آثار نظر نہیں آتے۔''

1831ء میں لارڈ بینٹنگ کے اعلان کرنے کے بعد رپورٹوں میں اپنی خوبی کو بدصورتی شکل میں دکھایا جانے لگا اب ممتحن کی رائے ہوگئی کہ شرع محمدی فقہ میں زیادہ وسیع نہ تھا اور طلباء کی زیادہ تر تعداد فارسی میں گلستاں بوستاں سے آگے نہیں بڑھتی تھیں۔ حالانکہ یہ کتابیں ایسی ہیں کہ کالج میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ کر آئیں۔ کالج کا سکریٹری جو مشرقی تعلیم کے طریقہ کو پہلے پسند کرتا تھا اس نے اپنی رپورٹ سالانہ 1933ء میں لکھا کہ:

Marfat.com

''عربی کی اعلیٰ جماعت میں صرف تین طالب علم ہیں۔ بہت لوگوں کا خیال ہے کہ عربی کی تعلیم نہ تو ویسی عام رہی اور نہ ویسی پختہ جیسی پہلے تھی اب ذریعہ معاش بھی نہیں رہی۔ اور خالی خولی نام یا شہرت کا موجب رہ گئی یہ امر قابل افسوس ہے کہ طلباء فارسی نصاب ختم کر کے کالج چھوڑ دیتے ہیں اور جو عربی پڑھتے ہیں ان کا حال یہ ہے کافیہ اور دوسرے آسان کتابوں سے آگے نہیں بڑھتے اور سو میں بمشکل چار پانچ ایسے نکلتے ہیں جو اعلیٰ شعبوں تک پہنچتے ہیں۔ (تبصرہ تعلیم عامہ بنگال 1853ء)

کالج میں عربی اور فارسی اور سنسکرت گراتے گراتے اس اسٹیج پر لے آئے تھے کہ انگریزی پڑھنے والے 199 تھے۔ اور عربی فارسی و سنسکرت پڑھنے والے 39-57-25 ہو گئے تھے۔ بعد میں فارسی عربی کے ساتھ سنسکرت اور ہندی تعلیم بھی کالج میں ختم کر دی گئی تھی کالج میں مشرقی زبانوں کو ختم کرنے کا جو منشا تھا وہ ایک واقعہ سے ظاہر ہو گیا جس سے کالج کا اعتماد اٹھ گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ مسٹر رام چندر جو اردو میں سائنس پڑھاتے تھے اور لالہ چمن لال فرسٹ سب اسسٹنٹ سرجن دونوں کے دونوں عیسائی ہو گئے۔ اس سے دہلی کی مخلوق بہت بگڑی اور شہر میں بڑا غلغلہ پیدا ہو گیا۔ اب سننے میں آیا ہے کہ بعض اور طالب علم عیسائی ہونے پر تلے ہوئے تھے لیکن دہلی والوں کے ڈر سے عیسائی نہیں بن سکے عیسائی بننے کے بعد ماسٹر رام چندر کو عیسائیوں نے ریورنڈ کا خطاب دیا۔

ماسٹر جی کی بپتسمہ لینے کی 11 تاریخ جولائی 1853ء سے 10 جولائی تک کالج میں برابر داخلہ ہوتا رہا۔ اس طلباء کی تعداد 342 تھی لیکن اس خبر کے پھیلنے سے دفعتاً داخلہ بند ہو گیا۔ اور بہت سے لڑکوں نے اپنے نام کٹوا لیے۔ اس کے بعد کالج کے پرنسپل کارگل نے بہت کچھ سفارشیں کیں گورنر لارڈ آکلنڈ نے مشرقی تعلیم کے ذریعہ سے تعلیم دینا بھی منظور کر لیا لیکن دہلی والوں پر کوئی اس کا اثر نہیں ہوا۔ دہلی والوں نے شہر میں متعدد عربی فارسی کی درسگاہیں کھول لیں تھیں عربی فارسی پڑھنے والے طلبا ان کی درسگاہوں میں داخل ہو گئے تھے۔ شہر میں ایک فارسی و اردو کا مدرسہ تھا اس کے مدرس مسلمان تھے۔ 104 طلباء اس میں تعلیم پاتے تھے ان میں سے سو ہندو تھے اور چار مسلمان۔ مسلمانوں کے مدرسوں میں ہندوؤں کے لیے کوئی روک

Marfat.com

ٹوک نہیں تھی ہندوؤں نے اپنے ہندی اردو مدارس کھولے تھے اس میں مسلمان بے دھڑک داخل ہوتے تھے کوئی اعتراض ان کے داخلہ پر نہیں کرتا تھا۔

غدر میں کالج کا حشر

کچھ سال بعد غدر آیا۔ 11 رمئی پیر کا دن تھا کالج کا وقت صبح کا تھا پڑھائی حسب معمول ہو رہی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے چند لوگ ہانپتے کانپتے آئے ان کی سراسیمگی اور وحشت کا حال عجب تھا۔ جماعتوں میں بے تہاشا گھس گئے اور اپنے لڑکوں سے کہا گھر چلو بھاگو غدر مچ گیا۔ سپاہی اور سواروں نے لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رکھا ہے یہ سنتے ہی لڑکے اپنے اپنے بستے سنبھال کر چمپت ہوئے پرنسپل حیران و ششدر تھا کہ یہ کیا تماشہ ہے اتنے میں میگزین کا چپراسی آیا اور کمانڈنٹ کا خط اس میں لکھا تھا کہ شورش بپا ہوگئی ہے۔ اور حالت لمحہ بہ لمحہ خطرناک ہوتی جاتی ہے مصلحت یہ ہے کہ آپ فوراً مع انگریزی اسٹاف کے یہاں آجائیں اور میگزین میں پناہ لیں پرنسپل ٹیلر، رائش ہیڈ ماسٹر اسٹوراٹ سکنڈ ماسٹر اسٹینر تھرڈ ماسٹر بوکھلائے ہوئے بھاگے اور میگزین میں پناہ گزیں ہوئے۔

مسٹر ٹیلر کالج کی کوٹھی میں رہتے تھے رائس کا بنگلہ بھی کالج کے احاطہ میں تھا ان کے بیوی بچے بھی ساتھ رہتے تھے اسٹوراٹ منصور علی خاں کی حویلی میں اور اسٹینر کشمیری دروازہ کی طرف کسی مکان میں اقامت گزیں تھے۔ پروفیسر یسوع داس رام چندر چاندی چوک میں کوٹھے پر رہتے تھے۔

اس کے بعد ہندوستانی سپاہیوں نے میگزین کو گھیر لیا اور ہر انگریزی چیز کو تباہ کرتے چلے گئے میگزین میں پانچ چھ انگریز افسر دو تین سارجنٹ تھے۔ انہوں نے مقابلہ کیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستانی سیڑھیاں لگا کر میگزین کی دیواروں پر چڑھ گئے اس وقت انگریزوں کو کمک کی کوئی توقع نہیں تھی تو انہوں نے میگزین کو آگ لگا دی اور ہزاروں ہندوستانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا پانچ انگریز خود بھی لقمۂ اجل ہوئے۔

Marfat.com

مسٹر ٹیلر اور مسٹر اسٹینر جان بچا کر بھاگے اور میگزین سے صحیح سلامت باہر نکل آئے لیکن ہوش وحواس باختہ، حیران تھے کہاں جائیں ہر طرف موت کھڑی تھی۔ رائس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا بہ ہزار دقت ٹیلر صاحب کالج کے احاطہ میں آئے اور اپنے بڈھے خانساماں کی کوٹھڑی میں گھس گئے اس نے انہیں محمد باقر مولوی محمد حسین آزاد کے گھر پہنچا دیا۔ مولوی محمد باقر سے ان کی بڑی گاڑھی چھنتی تھی انہوں نے ایک رات تو ٹیلر کو اپنے امام باڑہ میں رکھا لیکن دوسرے روز ٹیلر صاحب کو ہندوستانی لباس پہنا کر چلتا کیا۔ بہرام خان کی کھڑکی کے قریب جب وہ سج دھج سے پہنچے تو لوگوں نے پہچان لیا۔ اور اتنے لٹھ برسائے کہ وہیں دم توڑ دیا۔ بعد میں مولوی محمد باقر صاحب اس جرم میں سولی پر چڑھائے گئے۔ اور ان کا کوئی عذر نہ چلا مولوی محمد حسین آزاد کا بھی ورانٹ کٹ گیا تھا اور مسٹر ٹیلر کے مارے جانے میں ان کی بھی سازش سمجھی جاتی تھی مگر یہ راتوں رات نکل بھاگے اور کئی سال تک سرزمین ایران میں بادیہ پیمائی کرتے رہے جب معافی ہوئی تو ہندوستان آئے۔

اسٹینر سب سے اچھے رہے میگزین اڑنے اس کی چار دیواری میں دراڑ پڑ گئی تھی اس سے ٹیلر صاحب کے ساتھ باہر نکل آئے یہ جمنا پار چلے گئے وہاں یہ زندہ بچ گئے اور غدر کی پر آشوب داروگیر سے محفوظ رہے۔ رہے پروفیسر رام چندر یہ پیدل چل کر پن چکی کی سڑک پر ہوتے ہوئے قلعہ کے سامنے آئے انہوں نے دیکھا کہ چند ترک سوار یا مغلوں کا دستہ ننگی تلواریں ہاتھ میں لیے آرہا ہے۔ یہ اسے دیکھ کر اپنے گھر کی طرف مڑ گئے اور چاندنی چوک کے کوٹھے پر صحیح سلامت پہنچ گئے۔ وہاں سے انہیں ان کے بھائی رام شنکر داس اپنے ساتھ لے گئے اور کایستھوں کے محلہ میں اپنے کسی عزیز کے ہاں جا چھپے۔ مگر ان کے اقرباء نے اس خیال سے کہ آپ کی وجہ سے کہیں ہم پر آفت نہ آجائے۔ ان کا وہاں رکھنا پسند نہیں کیا اس کا ایک قدیم نوکر جاٹ تھا اس نے بڑی وفاداری کی، انہیں جاٹ بنا کر گنواروں کے کپڑے پہنا کر پگڑی بندھوا کر اپنے گاؤں لے گیا۔ وہاں سے یہ باؤلی سرا میں انگریزی لشکر سے جا ملے۔ رابرٹس صاحب کی دو لڑکیاں اور پانچ عیسائی طلباء بھی باغیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

Marfat.com

دن کے بارہ بجے کالج کا کتب خانہ لٹنا شروع ہوا لٹیرے بے ڈھب تھے انگریزی کی تمام کتابوں کی خوبصورت خوبصورت جلدیں پھاڑ لیں اور ورقوں کا کالج کے تمام باغ میں دو دو انچ موٹا فرش بچھا دیا۔ فارسی اردو کی جتنی کتابیں تھیں ان کی گٹھریاں باندھ کر اپنے گھر لے گئے اور پھر کباڑیوں کے ہاتھ فروخت کر دیں سائنس ڈپارٹمنٹ میں جتنے آلات تھے انہیں بھی توڑ پھوڑ ڈالا اور لوہا پیتل وغیرہ دھاتیں لے گئے۔ (مرحوم دہلی کالج، صفحہ:63)

دہلی کالج کا اسٹاف

دہلی کالج میں 1844ء میں تعلیم کے دو شعبے تھے پہلے میں انگریزی اور ہندوستانی زبانوں کے علاوہ جدید یورپ کے علوم پڑھائے جاتے تھے اور دوسری میں قدیم مشرقی زبانیں یعنی عربی، فارسی سنسکرت پڑھائی جاتی تھیں کالج میں بیس پروفیسر ملازم تھے دہلی کالج کی نگرانی میں دو دوئم درجے کے کالج تھے۔ ایک میرٹھ میں دوسرا بریلی میں۔ اساتذہ مولوی مملوک علی، مولوی سید محمد، مولوی سدید الدین، مولوی جعفر علی تھے۔ تقریباً چھ مہینے سے بیس مترجم کالج میں ملازم رہتے تھے۔ یہ عربی فارسی اور سنسکرت کی مشہور کتابوں کے علاوہ انگریزی کی بعض کتابیں علوم طبیعات معاشیات تاریخ فلسفہ قانون اور برطانوی ہند میں رائج الوقت قانون کی کتابیں اردو میں ترجمہ کرتے تھے۔ (دہلی کالج کے پرنسپل کا خط گارسان دتاسی کے نام)

دہلی کالج کی کتابیں

دہلی کالج کی انجمن اشاعت علوم نے 128 کتابیں شائع کی تھیں۔ جس میں قابل تذکرہ حسب ذیل کتب ہیں:

☆ تاریخ یونان ☆ اصول قانون تاریخ ہند ☆ تاریخ انگلستان ☆ تاریخ اسلام ☆ تاریخ روما ☆ انتخاب شعرائے اردو ☆ انتخاب الف لیلہ ☆ قانون محمد فوجداری ☆ رامائن، مہابھارت ☆ دیوان سودا ☆ دیوان درد ☆ دیوان میر تقی میر ☆ دیوان جراءت ☆ محاورات اردو ☆ شرع اسلام ☆ حدائق البلاغت ☆ تاریخ خاندان مغلیہ ☆ تذکرۂ حکماء

Marfat.com

☆صرف ونحوانگریزی (اردو میں) ☆سوانح عمری رنجیت سنگھ ☆ترجمہ تاریخ ابوالفداء (تین جلدوں میں) ☆فرائد الدہر (شعرائے عرب) ☆تاریخ بنگال ☆تذکرہ شعرائے ہند ☆حکمائے یونان ☆تذکرہ اول ملین ☆قصہ چہار درویش ☆تذکرہ سرور ☆سنن ترمذی (اردو) ☆مختصر قدوری

دہلی کالج کا ٹوٹنا

یہ کالج 1877ء تک برابر چلتا رہا اور صحیح بات یہ تھی کہ 1868ء سے جب یہ غدر کے بعد دوبارہ کھلا تو زمانہ دوسرا تھا۔ انتظام تعلیم میں نیا ورق الٹ چکا تھا۔ ہر چیز کی تنظیم و تربیت بالکل نئے سرے سے کی گئی۔ دہلی کالج کی جو خصوصیتیں اور جن پر اس کالج اور کالج کے اساتذہ اور اس کے خیر اندیشوں کو ناز تھا وہ باقی نہیں رہیں۔ اردو زبان اور تالیف و ترجمے کا چرچا رفتہ رفتہ اٹھ گیا اور زیادہ زور انگریزی پر دیا جانے لگا۔ کالج اگرچہ بہ ظاہر پنجاب یونیورسٹی سے ملحق تھا مگر طلباء اکثر کلکتہ یونیورسٹی میں امتحان دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ پنجاب میں یونیورسٹی تو تھی لیکن وہ مسلمہ نہ تھی، 1881ء میں تسلیم کی گئی، کالج کے قدیم طلباء جو چند سال پہلے زندہ تھے یا جو دو ایک صاحب باقی ہیں سب کا بیان تھا کہ کالج 1877ء تک اچھا خاصا چل رہا تھا نہ معلوم گورنمنٹ کے جی میں کیا آئی اسے اپریل 1877ء میں توڑ دیا۔ اور اس کا سارا اسٹاف لاہور کالج میں بھیج دیا یعنی اس کالج کو لاہور کالج میں ضم کر دیا۔

حقیقت یہ تھی کہ ڈاکٹر لائنیز جو گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ اور پنجاب گورنمنٹ میں بڑا رسوخ رکھتے تھے وہ گورنمنٹ کالج کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ گورنر کا بھی یہی منشا تھا کہ تمام اچھی اچھی چیزیں مرکز حکومت یعنی لاہور میں آجائیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی اپنے عزیز کالج سے محروم کر دی گئی اور سب اساتذہ اور طلباء لاہور چلے گئے۔ (مرحوم دہلی کالج، صفحہ:72)

معلم مشنری سوسائٹی

یہ سوسائٹی مشنریوں کے مقابلہ کے لیے 1824ء میں بنی تھی جس کا مدعا تھا کہ وہ

Marfat.com

مسلمانوں میں اصلاحی کام کریں۔ اور عیسائیوں کی کتابوں کے جواب میں کتابیں شائع کریں۔ان کے بازاری پروپیگنڈہ کا مناظرہ عام کر کے جواب دیں۔

سائنٹیفک سوسائٹی

سرسید نے علمی اور تاریخی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کے لیے یہ سوسائٹی بنائی تھی۔ جس کے ممبر انگریز اور ہندوستانی دونوں ہو سکتے تھے۔ یہ سوسائٹی 1863ء میں غازیپور میں قائم ہوئی۔تمام قواعد مرتب کیے۔ڈیوک آف آرکائل جو اس وقت وزیر ہند تھے انہوں نے سوسائٹی کا پیٹرن ہونا منظور کیا اور ڈریمنڈ صاحب لفٹننٹ گورنر شمال مغرب اور لفٹننٹ گورنر پنجاب مسٹر مکلوڈ وائس پریزیڈنٹ قرار پائے اور بہت سے صوبوں کے رئیس لائق و فاضل ذی عزت ہندو مسلمانوں نے اس کی ممبری قبول کی۔

مدرسہ کا قیام

اسی سن میں انہوں نے غازی پور میں ایک مدرسہ قائم کیا۔اس کے لیے جب چندہ کی مقدار سترہ ہزار تک پہنچ گئی تو اول مدرسہ کے لیے ایک مکان کی تعمیر کی منظوری ہوئی۔1864ء میں ایک مجمع عام میں ہندوستان اور تمام ضلع کے حکام شریک تھے اس کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا۔اور تعمیر شروع ہوگئی۔راجہ ہردیونارائن سنگھ اس کے پیٹرن مقرر ہوئے متعدد کمیٹیاں اس کے انتظام کے لیے قرار پائی تھیں۔انگریزی، اردو فارسی عربی سنسکرت پانچ زبانوں کی تعلیم کا اس میں انتظام کیا گیا تھا۔یہ مدرسہ آج تک وکٹوریہ اسکول کے نام سے غازیپور میں جاری ہے۔اور ہائی اسکول تک پڑھائی اس میں برابر ہوتی ہے۔

سوسائٹی کا دفتر

1864ء میں سرسید غازی پور سے تبدیل ہو کر علی گڑھ آئے وہاں علی گڑھ کے جج مسٹر

Marfat.com

ولیم جنکشن بریملی سوسائٹی کے صدر بنے۔ ہندوستانی اور یورپین ممبروں کی تعداد بڑھ گئی اور سوسائٹی کے لیے ایک مستقل مکان بنانے کی تجویز ہوئی۔ اس وقت ایک عالیشان عمارت دلکشا چمن اور وسیع احاطہ کی صورت میں موجود ہے تیس ہزار روپے اس کی تعمیر پر خرچ ہوئے۔ بنیاد کا پتھر آنریبل ڈائمنڈ لفٹننٹ گورنر نے رکھا۔ 14 رفروری 1866ء کو مسٹر ولیمس کمشنر میرٹھ کے ہاتھ سے اس کی افتتاح کی رسم ادا ہوئی۔ (حیات جاوید)

اس مکان میں ہر مہینے متعدد جلسے ہوتے تھے اور مختلف مضامین خاص طور پر ردِ نصاریٰ پر لکچر دیے جاتے تھے۔ ڈاکٹر کلکلی ایک لکچر نیچرل سائنس پر دیتے تھے اور علمی آلات جو سوسائٹی میں موجود تھے حاضرین کو تجربے دکھاتے۔ مترجم مولوی یٰسین چپراسی اور مالی وغیرہ پانچ سو روپے کے تنخواہ دار ملازم تھے۔

ترجمے کے عملہ کو 245 روپے اور عملہ مطبع کو 234 روپے اور روشنی انتظام مکان کے لیے 10 روپے ماہوار مقرر رہوا۔ (سوسائٹی اخبار 13 رستمبر 1867ء جلد 2، صفحہ 12)

چند برس میں بہت سی کتابیں سوسائٹی نے انگریزی سے ترجمہ کر کے چھاپیں۔ مثلاً الفنٹس کی تاریخ ہند رولن کی تاریخ مصر قدیم، تاریخ یونان قدیم، اسکاٹ برلن کا رسالہ علم فلاحت، سیرل کا رسالہ سیاست مدنی، سرجان فلیم کی تاریخ ایران، ریورنڈ ایکسوس کی تاریخ چین کا فارسی ترجمہ وغیرہ۔ تبین الکلام کے چھاپنے کے لیے سرسید نے اپنا ذاتی پریس خریدا تھا۔ تمام سوسائٹی کی روٗدادیں اور تمام انگریزی اور اردو کاغذات ابتدا سے اسی پریس میں چھپتے تھے۔ جب تبین الکلام کی چھپائی موقوف ہوگئی تو کل سامان پریس کا ایک عام جلسہ میں سوسائٹی کو سرسید نے مفت دے دیا تھا۔

1866ء میں سرسید نے ''سائنٹیفک سوسائٹی'' کے نام سے اخبار نکالا جو انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے ان کے آخری دم تک جاری رہا یہ اخبار پہلے ہفتہ وار نکلتا تھا پھر ہفتہ میں دوبار نکلنے لگا۔

اول سرسید زیادہ تر اس میں پولیٹکل معاملات پر مضامین اور نوٹ لکھتے تھے۔ اس اخبار

Marfat.com

کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا ایک کالم انگریزی میں اور ایک اردو میں ہوتا تھا۔ اور بعض مضامین اردو میں الگ چھاپے جاتے تھے اس سے انگریزی اور ہندوستانی سب فائدہ اٹھاتے تھے۔

اس میں سوشل اخلاقی علمی اور پولیٹکل ہر قسم کے مضامین ہوتے تھے۔ اس کی سب سے بڑی غرض یہ تھی کہ انگریزی داں طبقے بھی اردو کے شائق بنیں۔ اس کی باقاعدگی کی یہ حالت تھی کہ وہ تیس برس جاری رہا اس عرضہ میں شاید ہی کوئی نمبر ایسا ہوگا جو اپنی تاریخ معین پر نہ نکلا ہو۔ سوسائٹی کئی ہزار کی مقروض ہوگئی تھی مگر سرسید نے جس طرح ہو سکا اخبار کو بند نہیں ہونے دیا۔ (حیات جاوید)۔

دوسرا دور

آخر علماء کرام بیدار ہوئے اور ان کی شبانہ روز تقریروں اور تحریروں نے گل کھلایا جس طرح عیسائی مشنری سرمایہ اور حکومت ہند کے زعم اور شہ پر طوفان اور سیلاب کی طرح پل پڑے تھے۔ اور ہندوستانیوں کو مجموعی طور پر نصرانیت کے پھندے میں پھنسانا چاہتے تھے اسی طرح کچھ عرصہ میں مشنریوں کے ہتھکنڈے دیکھ کر مسلمانوں میں ردِ نصاریٰ کی ایک منتقمانہ لہر دوڑ گئی وہ بھی کمر بستہ ہوئے اور مقابلہ کے لیے نکل آئے ہر صوبے ہر ضلع اور ہر قصبے میں ہر پڑھا لکھا مسلمان مناظرہ کرنے کے لیے انجیل پڑھنے گلا اور مولانا رحمت اللہ اور مولانا آل حسن کی تصنیفات کا بھی بڑے شوق و ذوق سے مطالعہ ہونے لگا۔ اوز بازاروں گلی کوچوں میں مناظرے ہونے لگے۔ پادری اور عیسائی مشنر گھبرائے۔ ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ مناظرہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ اس وقت جب کہ علماء کرام ان کو قابل توجہ نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بڑے اکڑ کے ساتھ مسلمانوں کو مخاطب کر کے چیلنج کرتے تھے اور رکیک و کمینہ حملے کر کے ہندوستانیوں پر رعب جماتے تھے لیکن جب مقابلہ ہوا تو مناظرہ کو بیکار اور تضیع اوقات قرار دینے لگے۔ اور تبادلۂ خیال کو بھی گناہ سمجھتے تھے۔

چنانچہ مسلمانوں نے ہر وہ طریقے جو مقابلہ کرنے کے تھے اختیار کیے، ہر صوبے ہر ضلع

Marfat.com

اور ہر قصبے میں انجمنیں مردانہ اور زنانہ اسکو کالج اور یتیم خانے قائم کیے لٹریچر اخبارات و رسالے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر گھروں دکانوں دفتروں میں تقسیم کرائے جا بجا لائبریریاں کھولیں اور مبلغین ردِ نصاریٰ شہروں اور قصبوں اور بازاروں میں اسلام کی حقانیت اور ابطال تثلیث کرنے کے لیے تیار ہوئے مسلمانوں کو یہ تلقین تھی کہ تم بھوکے مر جاؤ مگر مذہب تبدیل نہ کرو۔ اپنے گھروں میں نصرانی عورتوں کو مت داخل ہونے دو مشنری اسکولوں اور کالجوں میں اپنے معصوم بچوں کو مت پڑھاؤ۔ سرمایہ داروں کو غریبوں کی مدد کرنی چاہیے تا کہ وہ اپنا محبوب مذہب نہ چھوڑیں۔

اس نازک دور میں جب کہ عیسائیوں کو ''نصاریٰ'' کہنے پر پھانسی دی جاتی تھی اس وقت ردِ نصاریٰ جیسا خوفناک جرم کرنے کے لیے حسب ذیل جماعتوں نے مدارس اور یتیم خانے وغیرہ قائم کرنے کی جانب قدم بڑھایا۔ یہی جماعتیں اور ادارے تھے جنہوں نے علماء کرام کی ہدایتوں پر عمل کر کے مناظرین ردِ نصاریٰ پیدا کیے۔ اور مسلمانوں کو مشنریوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بیدار اور آمادہ کیا۔

دارالعلوم دیوبند

یہ دارالعلوم دیوبند ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام میں ایک معروف و بے مثل درسگاہ ہے۔ جس کی علمیت و لیاقت اور مذہبیت و خودداری کا سکہ ہر مخالف و دشمن نے مانا ہے۔ اس کا تعارف کرانا سورج کو دیا دکھانے کے مترادف ہے۔ وہ چار دانگ عالم میں مشہور ہے۔ اور اس مجاہد کی دل کی آواز ہے جس کا نام نامی قطب الاقطاب حضرت مولانا سید احمد بریلوی ہے۔ ان کا قدم جب دیوبند کی زمین پر رکھا گیا تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا یہ سرزمین دنیا میں سورج کی طرح علم کی روشنی پھیلائے گی۔ اس سرزمین سے علم کی مہک آتی ہے۔ خدا کے محبوب بندے کی خواہش کیوں پوری نہ ہوتی۔ 15 محرم الحرام 1283ھ میں اس کی بنیاد پڑی۔ جس نے مصر و مدینہ منورہ، فلسطین و روس و ایران و چین کے باشندوں کو علوم سے مستفید فرمایا۔ ہر سو ہر سمت سے طالبان علم کھنچے چلے آتے تھے۔

Marfat.com

مدرسے کی ابتداء کی شان نرالی ہے۔قصبہ کے کنارے پر ایک پرانے وقت کی بنی ہوئی چھتہ مسجد میں مختصر سے مکتب کی شکل میں قائم ہوتا ہے۔قسمت دیکھیے جہاں معلّمی کے لیے ملا محمود صاحب پندرہ روپے کے مشاہرہ پر مدرس اول مقرر ہوتے ہیں تو فوراً دنیا میں علم پھیلانے والے 21 طالب علم اس مکتب میں داخل ہوجاتے ہیں۔سال ختم نہیں ہوتا کہ استاد حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس اول اور مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرس دوئم اور ملا محمود صاحب مدرس سوئم جیسے ملے۔زمامِ اہتمام بالآخر شاہ عبدالغنی کے خلیفہ راشد مولانا رفیع الدین صاحب کے دست مبارک کو سونپی گئی۔سرپرستی حضرت المشائخ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے منظور فرمائی۔پھر کیا تھا بنارس کابل بنگال وسندھ اور دہلی سے طلباء کا تانتا بندھ گیا۔امتحان کے زمانہ میں طلبا کی تعداد 78 تھی طلباء کی کثرت ہوئی تو مسجد قاضی کے متصل ایک بڑا مکان کرایہ پر لیا گیا۔1293ھ میں جہاں اب مدرسہ ہے وہاں بنیاد رکھی گئی۔اول پتھر جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپور نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔اور اس کے بعد حضرت مولانا قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا مظہر صاحب نانوتوی نے ایک ایک اینٹ رکھی اور خواجہ حکیم محمد یوسف صاحب رئیس علی گڑھ نے اسی وقت مدرسہ کی تعریف فرمائی اور اس کے قیام واستحکام کی ضرورت ظاہر کی جب تعمیر مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا تو سب بزرگوں نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے نہایت گڑگڑا کر مدرسہ کی کامیابی کے لیے دعاء کی اور حضرت مولانا قاسم صاحب نے فرمایا کہ عالم مثال میں اس مدرسہ کی شکل ایک معلق ہانڈی کی ہے جب تک اس کا مدار توکل واعتماد علی اللہ پر رہے گا، یہ مدرسہ ترقی کرتا رہے گا۔حضرت مولانا یعقوب صاحب نے تعمیر مدرسہ کی تاریخ اشرف عمارات نکالی تھی۔(روئداد مدرسہ 1293ھ)

چنانچہ اس علوم وفنون کے منبع ومخزن نے وہ چشمے جاری کیے جس نے اطراف واکنافِ عالم کے تشنگان کتاب اللہ کو سیراب کردیا۔اور دنیا کی کوئی سمت باقی نہیں رہی جہاں اس کا فیض نہ پہنچا ہو۔

Marfat.com

اس مدرسہ کا نصیب دیکھیے اس کے اولین علم دین کے شیدائی شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن حاصل ہوئے۔ اور 1284ھ میں کنز الدقائق میبذی ومختصر معانی کا امتحان دیا۔ 1285ھ میں ہدایہ مشکوٰۃ اور مقامات وغیرہ اور 1286ھ میں کتب صحاح ستہ اور بعض دیگر کتب اپنے فخر زمانہ استاد مولانا قاسم صاحب سے پڑھیں اور آخر فارغ ہوکر 1288ھ میں اسی مدرسہ کے معین المدرسہ بنے۔ 1290ھ کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔ 1292ھ میں آپ مدرس چہارم مقرر ہوئے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی 19/ذیقعدہ کو وفات کے بعد مولانا سید احمد صاحب دہلوی جو خاص طور پر فنون ریاضہ میں امام وقت تھے چالیس روپے کے مشاہرہ پر مدرس اول مقرر ہوئے۔ اور ملا محمود صاحب مدرس دوئم۔ اس وقت حضرت شیخ الہندؒ تیس روپے کی تنخواہ پر مدرس سوئم ہوئے۔ اور آپ کی جگہ مولوی عبدالعلی مدرس چہارم بنائے گئے۔ دوسال کے بعد ملا محمود کی وفات پر حضرت مولانا مدرس دوئم مقرر ہوئے۔ مگر اسباق آپ کو صحاح ستہ اور بڑی کتابوں کے سپرد ہوئے۔ 1305ھ میں مولانا سید احمد صاحب بھوپال تشریف لے گئے تو متفقہ طور پر حضرت شیخ الہند کو کو صدارت پر بٹھا دیا گیا۔ اور مولانا عبدالعلی صاحب مدرس دوئم بنائے گئے۔ تین سال گزرنے کے بعد مولوی عبدالعلی صاحب بھی چلے گئے۔ تو امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے مولانا خلیل صاحب کا انتخاب فرما کر آپ کو بریلی سے بلا لیا۔ اور آپ 1208ھ میں مدرس دوئم بنائے گئے۔ پہلے آپ کی تنخواہ نہیں تھی ربیع الاول 1309ھ میں 33 روپے اور محرم 1314ھ سے 35 روپے کردی گئی۔

اہتمام

ابتداء میں اہتمام کی باگ ڈور حضرت حاجی عابد حسن صاحب مرحوم کے ہاتھ میں رہی اور پھر تھوڑے عرصے کے بعد مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ میں آئی۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کی ہجرت مدینہ منورہ کے بعد جناب عابد حسین نے اہتمام کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ مگر ان کی قبولیت عامہ اور خلق اللہ سے زیادہ تعلق وخدمت کرنے نے بہت جلد ان کو مجبور کر دیا کہ وہ محض مجلس شوریٰ کے ممبر رہیں اور کاروباری اہتمام کسی دوسرے کے

Marfat.com

سپرد کردیں چنانچہ منشی فضل حق صاحب مرحوم اور ان کے بعد مولانا محمد منیر صاحب مرحوم تھوڑے ہی عرصہ میں مسند اہتمام پر مامور ہوئے لیکن ان کی بیرونی وجاہت وشہرت نہ ہونے کی وجہ سے دارالعلوم کو نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ 1313ھ میں زمانہ کی ضرورتوں اور مدرسہ کی حالت نے حضرت قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سرپرست دارالعلوم کو مجبور کیا کہ وہ خود دیوبند تشریف لائیں اور دائرۂ اہتمام کی ذمہ داری کسی مناسب اور لائق ہستی کے سپرد کریں۔

آخر کار حضرت گنگوہی دیوبند تشریف لائے۔ نواب محمود علی خان صاحب آنف چھتاری مولانا کاندھلوی، حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری اور بہت سے اہل باطن اور اہل ظاہر اس وقت جمع ہوئے۔ نشیب وفراز پر غور کیا گیا۔ مختلف مجالس کی گئیں۔ پورے غور وخوض کے بعد حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے اکابر نے یہی بہتر سمجھا کہ حافظ احمد صاحب کے ہاتھ میں اہتمام کی ذمہ داری سونپ دی جائے۔ اس وقت کے مہتمم مولانا طیب صاحب ہیں جو بحسن وخوبی انتظام کررہے ہیں۔

مجلس شوریٰ

ابتدائی مجلس شوریٰ ان افراد پر مشتمل تھی۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت حاجی عابد حسین دیوبندی، مولوی مہتاب علی دیوبندی، مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، مولوی فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی، منشی فضل حق دیوبندی، شیخ نہال احمد دیوبندی 1290ھ کی مجلس شوریٰ میں ایک نام کی تبدیلی کے علاوہ وہی نام رہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ شامل کیے گئے۔ مولوی مہتاب علی اس مجلس شوریٰ میں نہیں لیے گئے۔

مدرسہ دیوبند کی شاخیں

دور رس نگاہیں اور مخلص دل تاڑ گئے کہ دیوبند کا مدرسہ مقبول عالم ہوگا۔ اس لیے انہوں نے اپنی سعادت سمجھی کہ وہ مختلف اضلاع وقصبات میں دیوبند کے مدرسہ کے نقش قدم پر

Marfat.com

مدارس قائم کر کے مدرسہ دیوبند سے اپنے مدرسہ کو منسلک کر دیں۔ چنانچہ حافظ عبد الرزاق صاحب ساکن تھانہ بھون نے اپنی امداد و سرپرستی میں تھانہ بھون کے اندر ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مولوی فتح محمد صاحب مدرس فارسی و عربی مقرر تھے۔ حافظ صاحب موصوف نے تھانہ بھون کے مدرسہ عربی کے جملہ اخراجات کفیل بناتے ہوئے پچیس روپے سالانہ مدرسہ عربی کے لیے مقرر فرمائے اور 1290ھ میں تھانہ بھون کے اس مدرسہ کا انتظام و نگرانی حافظ صاحب نے مدرسہ دیوبند کو سپرد فرمائی۔ جس کا انتظام مہتمم دیوبند کے ذمہ کر دیا گیا۔

مدرسہ ترقی پہ ترقی کر رہا تھا یوں بالعموم تمام عربی مدارس حکومت کی نظروں میں مشتبہ تھے۔ مگر دیوبند کی طرف حکومت برطانیہ کبھی مہربان نہیں رہی اور نظر عتاب سے ہی اس کو مشتبہ دیکھتی رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ہمدردوں میں متعدد اصحاب وہ تھے جن کی نسبت حکام وقت کا یہ خیال تھا کہ انہوں نے ہنگامہ 1857ء میں حصہ لیا تھا اور مسلمانوں کا مذہبی جوش قائم کر رہے تھے۔ مدرسہ کے بانیوں میں سے کئی علماء ایسے تھے جنہوں نے 1857ء کے ہنگامہ میں تحصیل شاملی ضلع مظفر نگر پر قبضہ کر لیا تھا جسے انگریزوں نے پھر واپس لے لیا تھا۔ اس کے ساتھ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس مدرسہ نے کبھی سرکاری امداد لینی پسند کی اور نہ ڈپٹی انسپکٹروں کو اپنے ہاں آنے کا موقع دیا۔ جو انہیں سرکاری امداد لینے اور وفاداری کرنے پر مائل کرتے بلکہ انہوں نے شرع محمدی کی تعلیم کو مقدم رکھا جس کو حکام وقت عتابی نظروں سے دیکھتے تھے۔ خاص طور پر مدرسہ دیوبند کے بانی نہ صرف حکومت بلکہ امراء کے تعلقات سے احتراز کرتے تھے۔ بدقسمتی سے مسلمان عہدہ داروں کی ایک جماعت نے جسے انگریزی تعلیم میں غلو تھا۔ اس کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا تاہم اس کے مخلص اور صاحب بصیرت بانی خالص مذہبی علوم خصوصاً حدیث شریف کے تحفظ اور ان کی تعلیم و اشاعت کرنے میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ان درسگاہوں کے سند یافتہ نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان حجاز اور دیگر اسلامی ممالک میں درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ردِ نصاریٰ اور دیگر اوہام باطلہ کے ازالہ میں مصروف رہے۔ خود مدرسہ کے مبلغین ردِ نصاریٰ اور تبلیغ کرنے پر بھی مامور تھے جو ہر صوبے

Marfat.com

اوراضلاع میں دورے کرتے تھے۔

مدرسہ کی ابتدائی حالت یہ ہے 19 سال کے بعد 1933ھ میں کیا حالت تھی ملاحظہ فرمایئے۔اس وقت صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود الحسن ہیں۔ مدرس دوئم سید انور شاہ کشمیری صاحب ہیں۔اور مولوی غلام رسول صاحب مدرس سوئم ہیں اور عربی کی اعلیٰ تعلیم کے یہ حضرات تھے۔مولانا شبیر احمد، مولانا اعزاز علی صاحب، مولوی رسول خاں صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب اور مولانا محمد ابراہیم صاحب اور مولانا عبدالسمیع صاحب۔

ابتدائی تعلیم عربی کے معلم مولوی عبدالسمیع مدرس اول محمد امین مدرس دوئم اور مولوی بینہ حسن صاحب مدرس سوئم تھے چنانچہ مولانا انور شاہ صاحب کو ترمذی، علم شریف متن، مولانا شرف احمد صاحب پڑھاتے تھے۔صحاح ستہ میں سے باقی کتابیں نسائی شریف ابن ماجہ اور موطا طحاوی شریف شمائل ترمذی یہ کتب وسط ان دونوں مذکورہ اصحابوں میں سے کسی کے ہاں یا مولوی غلام رسول اور مفت عزیز الرحمٰن اور مولانا سید اصغر حسین کے یہاں ہوتی تھیں۔اسی طرح دورہ ختم ہوتا۔امسال ابوداؤد مولانا سید اصغر حسین کو دی گئی۔اور بقیہ کتابوں میں سے حسب دستور قدیم بعض کتب مولوی شبیر احمد اور بعض مولوی غلام رسول اور مولوی اعزاز علی صاحب وغیرہ دوسرے مدرسین کے سپرد ہوئیں۔

ابتدائی کتب صرف میر نحو میر، پنج گنج، شرح ماتہ عامل منشعب، کبریٰ، علم الصیغہ، قال اقول، مرقات، افصول الکبری، منیۃ المصلی، نفحۃ الیمین، شرح تہذیب، نورالایضاح، قدوری وغیرہ مولوی عبدالسمیع، مولوی محمد امین، مولوی نبیہ حسن کے سپرد تھیں۔

مدرسہ کی صحیح تعلیم کا اندازہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ حیثیت و قابلیت کا معلم ہے اور کتنا تجربہ رکھتا ہے اس نے کہاں تعلیم پائی ہے۔اور اس استاد سے پڑھا ہے۔ چنانچہ ہم ان مدرسین کی جو مدرسہ میں طلباء کو تعلیم دے رہے ہیں ان کی استعداد اور پوزیشن بیان کر دیتے ہیں۔جس سے آپ کو خود اندازہ دارالعلوم کی وقعت تعلیم سے ہو جائے گا۔

Marfat.com

(1) **مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری:** مدرس دارالعلوم قائم مقام صدر مدرس دارالعلوم۔ مولانا سات سال سے دارالعلوم میں مقیم ہیں اور طلباء کو علوم حدیث کا مستقلاً درس دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر فنون کی ہر قسم کی کتابوں کا وقتاً فوقتاً داخلی و خارجی اوقات میں درس دیتے رہتے ہیں۔ طلباء رات دن میں ہر قسم کے استفادے آپ سے کرتے ہیں۔ آپ الحمدللہ جامع علوم ہیں ہر فن مس اس درجہ تجربہ حاصل ہے کہ اس فن کا امام کہہ دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا سیرتاً و صورتاً آپ اپنے سلف کے نمونہ و سچے جانشین ہیں۔

آپ نے اس وقت دارالعلوم سے مشاہرہ لینے کو پسند نہیں فرمایا۔ آزادانہ و درویشانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ دارالعلوم کی جانب سے بمشکل اتنا قبول کرتے ہیں جس سے متفرق ضروریات پوری ہو جائیں۔ کبھی 10 کبھی 20 بقدر حاجت پیش کر دیے جاتے ہیں۔ اور آپ اصرار کے بعد اس کو قبول کرتے ہیں۔ مولانا کا عزم تھا کہ حرمین شریفین میں قیام اختیار فرمائیں اور اسی وجہ سے چھ سال تک دارالعلوم کا قیام بطور غیر مستقل رہا۔ لیکن حضرت مہتمم دارالعلوم اور اس ناچیز خادم کے اصرار پر آپ نے یہاں کا ارادہ فرمالیا والحمدللہ علیٰ ذلک۔

(2) **مولانا عزیز الرحمٰن:** صاحب دیوبندی مدرس و مفتی دارالعلوم۔ مولانا صاحب موصوف دارالعلوم کے نہایت قدیم فارغ التحصیل ہیں۔ 1298ھ کی دستار بندی میں آپ کو سند و عمامۂ فضیلت حضرت شیخ شیوخ العالم مولانا گنگوہی قدس سرہ کے دست مبارک سے عطا ہوا ہے۔

یہ وہ وقت ہے کہ حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات کی وفات کو ایک ہی سال گزرا تھا۔ باقی سب حضرات بزرگان مدرسہ موجود تھے۔ مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم تھے حضرت مولانا یعقوب صاحب قدس سرہ مدرس اول اور حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلوی قدس سرہ مدرس دوئم اور باقی سب ارکان و بانیان دارالعلوم موجود تھے۔

مولوی عزیز الدین صاحب نے بعد فراغت تحصیل علم ایک زمانہ تک بطور معین المدرسہ دارالعلوم میں درس دیا۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی نگرانی میں افتاء کا کام بھی کیا۔

Marfat.com

اسی زمانہ میں ایک داعیہ طریقت پیدا ہوا۔ خاندان نقشبندیہ میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب خلیفہ خاص حضرت شاہ شاعبدالغنی دہلوی قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چند سال کی ریاضات و مجاہدات کے بعد اجازت سلسلہ حاصل ہوئی۔ چند سال تک میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ واقع اندرکوٹ میں مدرس رہے۔ اوراس زمانہ میں آپ کو باوجودیکہ ایک بار حج کر چکے تھے۔ مقرر داعیہ سفر حرمین شریفین پیدا ہوئے۔ اس سفر میں آپ کو حج کے ساتھ یہ بھی مقصود تھا کہ حضرت شیخ المشائخ رحمت الٰہی جناب حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں قیام فرمائیں گے چنانچہ تقریباً ڈیڑھ سال آپ کا اس سفر میں صرف ہوا اور حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے بھی آپ کو مجاز فرمایا۔ شوال 1305ھ میں تشریف لے گئے تھے۔ اور صفر 1307ھ میں واپس تشریف لائے۔ 109ھ میں آپ میرٹھ سے دیوبند بلائے گئے۔ اوراس وقت سے برابر دارالعلوم کی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ اس وقت مستقلاً مفتی مدرسہ ہیں۔ لیکن حدیث تفسیر وفقہ کے چند سبق بھی آپ کے متعلق رہتے ہیں۔

(3) **مولوی غلام رسول صاحب:** ساکن بفہ ضلع ہزارہ دارالعلوم کے قدیمی تعلیم یافتہ۔ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع متبحر۔ بالخصوص علوم منطقیہ فلسفیہ ریاضیہ میں استاد کامل۔ امام فن ہیں۔ آپ ان علماء اساتذہ میں ہیں جن پر دارالعلوم کو بجا فخر حاصل ہے۔ اوراپنی خدمت نہایت جانفشانی عرق ریزی اورانہماک سے انجام دیتے ہیں۔

(4) **مولوی حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی:** آپ حضرت مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم کے برادر خورد ہیں۔ دارالعلوم کے قدیم فارغ التحصیل میں سے ہیں۔ تحصیل علوم کے بعد آپ نے دہلی قیام فرما کر جناب حکیم عبدالمجید خان صاحب کے یہاں کتب طب اور ساتھ ہی ساتھ مطب حاصل کر کے سند طب حاصل کی۔

دارالعلوم میں ایک ایسے عامل فاضل کی ضرورت تھی کہ علوم درسیہ کے علاوہ طب کی تعلیم بھی دے سکیں۔ اور حسب ضرورت مدرسہ طلبہ کی مداواۃ بھی کریں۔ حضرت مولانا رفیع الدین

Marfat.com

صاحب قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم نے اس ضرورت کو محسوس فرما کر مولانا حکیم محمد حسن صاحب کا انتخاب فرمایا۔ 1302ھ میں آپ کا تقرر ہوا۔ اور اس وقت سے برابر آپ ہر قسم کی کتب درسی کے درس میں مشغول ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم طب و مطب کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے اصحاب و خدام خاص میں سے ہیں۔ اور طریقہ سلف پر علماً و عملاً قائم ہیں۔ دارالعلوم کے وسعت پذیر ہو جانے اور طلبہ کے اجتماع میں بیش از بیش ازدیاد کی وجہ سے کتب طب کی تعلیم کا مشغلہ بھی بڑھ گیا۔ اور مطب و مداواۃ مرضیٰ کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا۔ اس لیے چند سال ہوئے کہ آپ کو مستقلاً طبیب مدرسہ کا عہدہ تفویض کر دیا گیا۔ کتب طب کی تعلیم اور مداواۃ آپ کا مستقل کام ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی علم و حدیث و فقہ و تفسیر کی کسی بڑی جماعت کا درس بھی آپ کے متعلق رہتا ہے۔

(5) **مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی:** مولوی صاحب مؤخر طبقہ کے اصحاب میں سے ہیں اور ماشاء اللہ ان نوجوان اہل علم میں سے ہیں جن کو علوم اکابر کا حامل قرار دیا جائے۔ تمام علوم معقوم و منقول میں کامل استعداد رکھتے ہیں۔ تقریر و تحریر میں بے مثل ہیں خصوصاً علم حدیث میں ایسا ملکہ ہے جو معمر اور تجربہ کار مشائخ کو ہوتا ہے ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ یہ نوجوان اپنے علم و صلاحیت اور ہر قسم کی قابلیت سے دارالعلوم کے شاندار امتیازات میں ہونے کے ساتھ اپنے سلف کے سچے خلف ہوں گے۔ مولوی صاحب موصوف اس زمانہ میں بھی جب کہ خود تحصیل علم میں مشغول تھے۔ طلباء کو درس دینے میں اپنا بہت سا وقت صرف کرتے تھے منتہی طلباء تمام علوم کی کتابیں آپ سے بے تامل پڑھتے تھے۔ 1326ھ میں آپ مدرسہ فتحپوری دہلی کے مدرس اول مقرر ہو کر گئے۔ 1328ھ تک وہاں رہے۔ ممبران مدرسہ کو یہ امر پسند نہ تھا کہ ایسے لائق اور کارآمد شخص کو دارالعلوم سے جدا رکھا جائے۔ اس لیے 1328ھ میں دیوبند بلائے گئے۔ اور اس وقت تک دارالعلوم میں خدمت درس اور ہر قسم کی خدمات نہایت خوبی سے انجام دیتے ہیں۔ مولوی صاحب کے بیانات اور تقریروں کا ملک میں عام اثر

Marfat.com

ہے۔اس بناء پر اکثر مشہور مجلسوں میں آپ کو باصرار بلاتے ہیں۔مگر بوجہ خیال نقصان تعلیم سواء مخصوص مقامات کے اکثر جگہ عذر لکھ دیا جاتا ہے۔ ہماری دعاء ہے کہ خداوند عالم اس نوجوان کے علم اور عمر میں برکت فرمائے۔آمین۔

(6) **مولوی اعزاز علی صاحب:** مولوی صاحب موصوف طبقہ وسطی و اخروی کے درمیان فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں بعد فراغت تحصیل آپ چند جگہ مدرس رہے۔آخر میں مدرسہ پوربی ضلع بھاگلپور میں مدرس تھے۔ وہاں سے دیوبند بلائے گئے۔آپ ایک نوجوان بااستعداد صاحبِ صلاح وتقویٰ عالم ہیں۔صورتاً وسیرتاً اپنے سلف کی یادگار ہیں۔علوم میں استعداد تام رکھتے ہیں۔خصوصاً علم ادب میں خاص مہارت ہے۔ابھی آپ نے حماسہ کا تحشیہ کیا ہے۔ جو مطبع قاسمی میں طبع ہوکر ملک میں شائع ہو چکا ہے اور اس کے بعد آپ کتر تحشیہ کر رہے ہیں۔اس سے قبل دیوان متنبّی کا تحشیہ کر چکے تھے۔ جو عنقریب مطبعِ قاسمی میں طبع ہونے والا ہے۔آپ دارالعلوم کے درجۂ وسطیٰ میں درس دیتے ہیں اور علم وادب کے اکثر اسباق آپ کے پاس ہوتے ہیں طلباء کو عربی تحریر کی مشق بھی آپ کراتے ہیں خوش تقریر ہیں۔ طلباء آپ سے نہایت مانوس ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔

(7) **مولوی محمد ابراہیم صاحب بلیاوی:** مولوی صاحب موصوف بھی مولوی شبیر احمد صاحب کے ہمعصر ہیں۔دارالعلوم سے تحصیل علوم کرنے کے بعد مدرسہ فتحپوری دہلی میں مدرس رہے۔وہاں سے مدرسہ عمری ضلع مرادآباد میں مدرس مقرر ہوکر گئے۔اور 1331ھ میں دارالعلوم بلائے گئے۔مولوی صاحب موصوف نوجوان صالح، تمام علوم میں کامل الاستعداد ہیں۔درجہ متوسط کے مدرس ہیں معقول اور فلسفہ کی تمام کتابیں نہایت خوبی سے پڑھاتے ہیں۔فلسفہ منطق وکلام کے انتہائی اسباق صدر شمس بازغہ قاضی احمد اللہ امور عامہ کے علاوہ وہ کتابیں بھی جو داخل نصاب نہیں ہے۔مثل شرح مطالع اشارات وغیرہ پڑھاتے ہیں اور طلباء کا بہت زیادہ میلان ان کی طرف رہتا ہے۔نہایت خوش تقریر ہیں۔غرض یہ ایک نہایت قابل قدر اور جلد شہرت ووقعت حاصل کرنے والے مدرس ہیں۔

Marfat.com

(8) **مولوی رسول خان صاحب ہزاروی:** مولوی صاحب موصوف زمانہ وسطیٰ کے فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں بعد فراغت تحصیل علوم چند مدارس میں مدرس رہے۔ اب آخر میں چند سال سے میرٹھ صدر بازار کے عربی مدرسہ میں مدرس تھے اور آپ کی وجہ سے مدرسہ نہایت عروج پر تھا۔ اسی سال یعنی 1333ھ میں ان کو یہاں بلایا گیا۔ مولوی صاحب ایک جامع معقول ومنقول اور نہایت تجربہ کار بااستعداد اور صالح متدین شخص ہیں، سب علم مستحضر ہیں۔ تقریر نہایت صاف اور طرز بیان مؤثر اور دل آویز ہے۔ طلباء ان سے بہت خوش رہتے ہیں۔ غرض دارالعلوم کے ممتاز مدرسوں میں سے ہیں۔

(9) **مولوی سید اصغر حسین صاحب دیوبندی:** مولوی صاحب موصوف دیوبند کے مشہور خاندان کے بزرگ ہیں۔ آپ کا خاندان تقدس و بزرگی میں مسلم وممتاز ہے۔ آپ نے تمام علوم میں حاصل کیے۔ زمانہ وسطیٰ کے فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد جونپور کی مسجد اٹالہ میں مدرس ہوئے۔ وہاں چند سال آپ رہے۔ جونپور میں آپ کے علم وتقدس کی بہت کچھ وقعت تھی۔ 1328ھ میں جب رسالہ القاسم کے اجرا کا فیصلہ ہوگیا تو مولوی صاحب موصوف کو اس کی علمی خدمات کے لیے دیوبند بلایا گیا۔ چند سال آپ اس کی خدمت مستقلاً کرتے رہے۔ اسی مد سے آپ کو تنخواہ ملتی رہی لیکن ساتھ ہی سلسلہ درس جاری رہا۔ اب دو تین سال سے مولوی صاحب موصوف کو درجہ تعلیم میں منتقل کرلیا گیا۔ مولوی صاحب موصوف کو علوم دینیہ حدیث وتفسیر فقہ وفرائض وغیرہ میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت و استعداد حاصل ہے۔ آپ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ فرائض میں ایک مستقل کتاب آپ کی ملک میں شائع ومقبول ہو چکی ہے۔ دارالعلوم کی جانب سے آپ کو دورۂ حدیث کی ایک جماعت اور تفسیر وفقہ کی کوئی اوپر کی کتاب مثل جلالین شریف ودرمختار وغیرہ ملتی رہتی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر فنون کے اسباق بھی پڑھاتے ہیں۔ غرض آپ ایک صاحب ورع وتقویٰ عالم باعمل اور سلف کے نمونہ ان کے صحیح خلف ہیں۔ حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔

(10) **مولوی شبیر احمد:** زمانہ آخر کے فارغ التحصیل ہیں۔ تحصیل علوم سے فراغت کے

Marfat.com

بعد ملک بنگال کے ایک عربی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ چند سال وہاں کام کیا وہاں سے دیوبند بلائے گئے۔ آپ ایک نہایت صالح شخص ہیں علم دینیہ سے حاص نسبت ہے درجہ متوسط اور ابتدائی کے درمیانی اسباق آپ کو دیے جاتے ہیں۔ دیوبند میں ابھی دو تین سال سے درس دیتے ہیں۔ مگر طلباء ان سے مانوس وخوش ہیں۔ اور وہ جلد ترقی کرنے والے ہیں۔

(11) **مولوی سراج الدین احمد صاحب میرٹھی:** مولوی صاحب موصوف نے دارالعلوم کی شاخ مدرسہ اسلامیہ واقع اندرکوٹ میرٹھ میں تحصیل کی مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ و جناب مولانا ناظر حسن صاحب حال مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سے سب علوم حاصل کیے اور بعد فراغت مدارس عربیہ میں مثل مدرسہ مولوی عبدالرب صاح دہلی، اولدن ضلع میرٹھ اور بالآخر مدرسہ سردھنہ میرٹھ میں مدرس رہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ دیوبند میں جب جمعیۃ الانصار قائم ہوئی تو آپ اس کے انتظام کے لیے سردھنہ سے بلائے گئے۔ اور اس کے بعد رسالہ القاسم والرشید کی علمی خدمات آپ کے سپرد کر کے معتمد المدیر مقرر کے گئے اس کے ساتھ مولوی صاحب موصوف درس کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ دو تین گھنٹہ یومیہ درس میں مشغول رہتے ہیں متوسط درجہ کے اسباق آپ کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ آپ ایک نہایت صالح دیندار متقی عالم ہیں۔ علوم دینیہ میں پوری مہارت واستعداد حاصل ہے۔

(12) **مولوی محمد گل خاں صاحب:** آپ زمانہ وسطی کے فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں۔ فراغت تحصیل کے بعد مدرسہ منگلور میں مدرس ہو کر گئے۔ وہاں سے دارالعلوم میں کتب ابتدائی کی تعلیم کے لیے بلائے گئے۔ کچھ زمانہ قیام بعد منگلور کے مقتدر حضرات جو مولوی صاحب سے زیادہ مانوس تھے۔ دوبارہ ان کو منگلور لے گئے۔ لیکن چونکہ دارالعلوم میں ان کی ضرورت تھی کچھ زمانہ کے بعد پھر ان کو بلا لیا گیا۔ اور عرصہ طویل تک مولوی صاحب درجہ ابتدائی کو سنبھالا۔ بعد ازاں درجہ ابتدائی کا انتظام مستقل کیا گیا اور اس کے لیے تین مدرس مستقل تجویز کیے گئے۔ تو مولوی صاحب کو ان کی نہایت مستعدی ور ہمدردی کی وجہ سے صیغہ

Marfat.com

انتظامیہ میں منتقل کر کے دارالعلوم کی خدمات انتظامی ان کے متعلق کر دی گئیں۔ لیکن سلسلہ درس سے بھی آپ علیحدہ نہیں ہوئے۔ علوم فرائض میں آپ کو خاص ملکہ ہے۔ یہ ان ہی کے سپرد رہتا ہے۔ فرائض کے مسائل بھی اکثر آپ ہی لکھتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف شب و روز دارالعلوم کی خدمات میں مصروف و منہمک رہتے ہیں۔

(13) **مولوی عبدالسمیع صاحب دیوبندی:** مولوی صاحب کا ذکر ہمیں اوپر کرنا چاہیے تھا کیونکہ مولوی صاحب مولوی شبیر احمد صاحب، مولوی محمد ابراہیم صاحب وغیرہ سے قدیم مولوی سید اصغر حسین صاحب کے معاصر ہیں۔ مگر آپ درجہ ابتدائی کے مدرس اول ہیں۔ اور درجہ ابتدائی کے مدرسین کا تذکرہ آخر میں رکھا گیا۔ اس لیے آپ کے ذکر کو بھی مؤخر کیا گیا۔ مولوی صاحب موصوف تحصیل علوم سے فراغت کے بعد فتح گڑھ ضلع فخر آباد میں کئی سال تک مدرس رہے۔ بعدازاں مدرسہ اسلامیہ روڑکی میں اور اس کے بعد مدرسہ فتحپوری دہلی میں جب درجہ ابتدائی کا انتظام مستقل کیا گیا تو مولوی صاحب کو 1328ھ کے آخر میں دہلی سے دیوبند بلا لیا گیا۔ اور اس وقت سے اس وقت تک آپ نہایت خوبی سے مفوضہ خدمات انجام دیتے ہیں آپ ایک سلیم الطبع خوش تقریر ہیں۔ طلباء آپ کی تقریر طرزِ بیان سے نہایت مانوس و خوش ہیں۔ آپ کا وعظ بیان بھی نہایت مؤثر اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ جفاکش بہت زیادہ ہیں۔ درجہ ابتدائی کی اعلیٰ تعلیم آپ کے سپرد رہتی ہے اکثر جماعتوں میں طلباء کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مختصر معانی وغیرہ میں 80-70-60 طلباء ہوتے ہیں۔ نہایت مستعدی سے درس دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے۔

(14) **مولوی احمد امین صاحب:** مدرس دوئم درجہ ابتدائی۔ مولو صاحب امروہہ کے رہنے والے ہیں۔ اور دارالعلوم ہی میں تحصیل علوم کی ہے۔ کچھ زمانہ تک مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر میں مدرس رہے اور پھر دیوبند بلائے گئے۔ مولوی صاحب متین خوش تقریر اور مفوضہ خدمات کو تندہی اور انہماک سے انجام دیتے ہیں۔ طلباء ان کے طرز تعلیم سے خوش رہتے ہیں۔

(15) **مولوی نبی حسن صاحب دیوبندی:** مولوی صاحب آخری طبقہ کے فارغ

Marfat.com

التحصیل حضرات میں سے ہیں۔فراغت علمی کے بعد آپ کسی جگہ نہیں گئے۔دیوبند ہی میں طلباء کو بطور معین المدرسین درس دیتے رہے کارکنان مدرسے نے ان کی لیاقت صلاحیت تحصیل کا اندازہ کر کے مناسب سمجھا کہ ان کو ابتدائی درجہ کا مدرس سوئم بنایا جائے۔ الحمدللہ کہ مولوی صاحب جو جس کام کے لیے منتخب کیا گیا تھا اس کے پورے اہل ثابت ہوئے۔اپ نہایت ہونہار اور جلد ترقی کرنے والے نہایت محنتی و جفاکش مدرس ہیں۔طلباء ان سے بہت خوش رہتے ہیں۔والحمدللہ علیٰ ذلک۔

(16) یہاں تک ہم نے ان حضرات کا ذکر کیا ہے جو دارالعلوم میں بعدۂ مدرسی مقرر ہیں لیکن یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم جن کے ہی زمانہ میں ان کی مساعی جمیلہ وتوجہات ظاہری و باطنی سے دارالعلوم نے اس قدر ترقی کی ہے جو برای العین مشاہد ہے۔ باوجود اس قدر مشغولی اور انہماک کے کہ شب و روز دارالعلوم کی فکر کے سوا اور کوئی فکر ہی نہیں آپ کے حالات سے واقف خوب جانتے ہیں کہ آپ اپنے ذاتی معاملات کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں فرماتے۔ جو کچھ فکر ہے جتنی مشغولی ہے جتنا انہماک ہے وہ مدرسہ ہی کے معاملات میں ہے۔مگر آپ نے خدمت درس کو بھی ترک نہیں کیا۔ آپ طبقہ ثانیہ کے فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اور آپ کا ایک زمانہ ہے۔آپ نے اپنے والد ماجد حضرت قاسم العلوم والخیرات قدس سرہٗ روحہ و نورضریحہ سے بھی چند سبق مختصر معانی وغیرہ کے پڑھے ہیں چند ماہ آپ نے حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی مدرس اول مدرسہ تغر باء مرادآباد کے پاس بھی تعلیم حاصل کی ہے۔آخر میں حضرت قاسم الخیرات کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کو خود تعلیم دیں۔مگر اسی سال مولانا کی وفات ہو گئی اور یہ خیال مکنون پورا نہ ہوا بعد وفات حضرت قدس سرہٗ آپ نے دارالعلوم ہی میں تمام علوم کی تکمیل کی۔اور حدیث میں مشکوٰۃ شریف کو تمام کر کے ترمذی شریف بھی دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کے یہاں شروع کر دی مگر 1300 کے ماہ صفر میں حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ حج سے واپسی کے وقت دیوبند میں تشریف

Marfat.com

لائے تو آپ نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حدیث کی کتابیں گنگوہ میں رہ کر پوری کریں۔ حضرت نے اس امر کو منظور فرمایا۔ اور بماہ ربیع الاول 1300ھ آپ گنگوہ حاضر ہوئے۔ اور وہاں ایک سال سے زیادہ مقیم رہے۔ وہاں پر صحاح ستہ بیضاوی شریف جلالین شریف پڑھیں۔ جناب مہتمم صاحب کی بدولت مجھ احقر کو بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت قاسم العلوم والخیرات کے یہاں چند سبق پڑھکر بلا واسطہ تلامیذ کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ اور پھر گنگوہ بھی آپ کے ہمرکاب حاضر ہوا۔ اور آخر تک آپ کے ساتھ رہ کر کتب مذکورہ کی تحصیل کی۔

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں اس وقت دورۂ حدیث کی جماعت اس شان سے قائم نہ ہوتی تھی۔ قبل از حج جو طلباء حاضر رہتے تھے ان کے اسباق وحدیث اور دیگر علوم کے متفرق طور پر رہتے تھے۔ مثلاً مولانا محمد حسن مرادآبادی مولوی حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی مدرس وطبیب دارالعلوم مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ خلیفہ خاص حضرت مولانا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہ حضرت مولانا مولوی اللہ رکھا صاحب مرحوم ساکن انبیٹہ نے اسی طرح آپ کی خدمت میں اکثر علوم حاصل کیے قبل از حج حضرت مولانا قدس سرہ نے علاوہ کتب دینیہ فقہ حدیث وتفسیر کے معقول کی کتابیں بھی پڑھائیں۔ لیکن اس سال ایک رویا صالحہ دیکھنے کے بعد حضرت قدس سرہٗ کی توجہ صرف تعلیم علم حدیث کی طرف مبذول رہی اور اس کی ابتداء حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے ہوئی ابتداً بماہ ربیع الاول 1300ھ ترمذی شریف شروع ہوئی۔ اس وقت کل سات طلباء تھے علاوہ حضرت مہتمم کے یہ احقر اور مولوی حکیم محمد جمیل الدین صاحب نگینوی، مولوی ممتاز علی صاحب نگینوی، مولوی محمد یحییٰ صاحب غزنوی مولوی کمال الدین صاحب پنجابی، مولوی حکیم محمد صادق صاحب کاندھلوی شریک تھے۔ لیکن اسی سال جماعت بڑھ کر 30-35 تک نوبت آگئی۔ اور پھر تو 60-70 طلبا کا مجمع ہونے لگا۔ اس وقت 1312ھ تک ہر سال دورۂ حدیث بڑی بڑی جماعتوں کا ہوتا رہا ان بارہ تیرہ سال میں کئی سو تشنگان علوم حدیث تمام اقطار وامصار کے سیراب ہو کر گئے۔ اور ممالک قریبہ وبعیدہ میں علم حدیث کے سلسلہ میں ان کے ذریعہ سے قائم کیے گئے۔ 1301ھ

Marfat.com

کے آخر میں مہتمم صاحب اور یہ احقر گنگوہ سے دیوبند حاضر ہوئے چونکہ حضرت مولانا کے یہاں رہ کر حدیث کا حاصل کرنا اسی درجہ میں تھا خود دارالعلوم میں رہ کر حاصل کرتے اس لیے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم نے ہم دونوں کو دارالعلوم کے امتحان سالانہ میں شریک کیا۔ (ملاحظہ ہو روداد 1301ھ)

اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے بقیہ کتب دارالعلوم میں رہ کر پوری کیں۔ اور بعد ازاں مدرسہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں بجائے مولوی انوار احمد صاحب کے مدرس ہو کر تشریف لے گئے وہاں سے واپس ہو کر 1303ھ میں دارالعلوم کے اندر مدرس مقرر ہوئے دس سال یعنی 1313ھ کے ماہ جمادی الاولیٰ تک برابر مدرس رہے۔ اور تمام فنون و منقول کی کتابیں مکرر پڑھائیں۔ نہایت محنت و جانفشانی سے کام کیا۔ طلباء آپ کے طرز تفہیم سے عموماً خوش رہتے تھے۔ 1313ھ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ نے آپ کو دارالعلوم کو مہتمم مقرر فرمایا۔ لیکن آپ نے زمانہ اہتمام میں بھی کبھی سلسلہ تعلیم کو نہیں چھوڑا۔ ایک دو گھنٹہ برابر اس میں مشغول رکھا۔ اور سوائے اس زمانہ کے کہ آپ بضرورہ مدرسہ سفر پیش آیا یا خاص ضروریات میں مشغول رہے۔ برابر سلسلہ جاری رکھا۔ کبھی دورۂ حدیث کا کوئی سبق مثل مسلم شریف، ابوداؤد شریف، یا مشکوٰۃ شریف یا فقہ کا کوئی سبق مثل ہدایہ کے یا تفسیر کا سبق مثل جلالین شریف کے آپ کے متعلق رہا غرض سلسلۂ تعلیم بھی آپ کے ساتھ وابستہ رہا۔ اور اس وجہ سے علاوہ مہتمم دارالعلوم ہونے کے آپ کا شمار مدرسین دارالعلوم میں بھی رہا ہے اور اسی وجہ سے ہم نے آپ کا تذکرہ اس موقع پر ضروری سمجھا۔

معین المدرسین درجہ عربی

علاوہ حضرات مدرسین مذکور الصدر کے مسائل زیر بحث میں حضرات ذیل بطور اعانت درس دینے میں مشغول رہے۔ یہ وہی حضرات ہیں جن کو بعد فراغت تحصیل علوم دارالعلوم میں قیام کی اجازت دی گئی۔ اور کار درس ان کے سپرد کر دیا گیا۔ ان میں سے اکثر حضرات کو

Marfat.com

دارالعلوم کی جانب سے بداعانت خدمت بھی کی جاتی ہے۔

(1) مولوی محمد صدیق صاحب نجیب آبادی چند سال دارالعلوم میں درس دیا اور 1334ھ میں ان کو مدرس مقرر کر کے گنگوہ بھیجا گیا اور آج کل خانقاہ رشیدی میں بمقام گنگوہ مدرس ہیں۔

(2) مولوی محمد ادریس صاحب سکروڈوی چند سال سے خدمت معین المدرسین انجام دیتے ہیں۔اور ہنوز دارالعلوم میں ہی خدمت انجام دیتے ہیں۔

(3) مولوی محمد اسماعیل صاحب بارہ بنکی آپ بھی کئی سال سے یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔اور اب بھی دارالعلوم میں مقیم ہیں۔

(4) مولوی محمد ادریس صاحب ساکن کمرلا ملک بنگال۔آپ نے کچھ عرصہ تک دارالعلوم میں قیام کر کے درس دیا۔نہایت مستعد وفہمیدہ ہیں۔اب آپ اپنے ملک میں ہیں۔

(5) مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ہزاروی نہایت لائق مستعد خاص علم ہئیۃ وریاضی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں دارالعلوم میں خدمت معینی انجام دیتے ہیں۔ان کو مدارس اسلامیہ گلاوٹھی، راندیر وغیرہ میں معقول تنخواہ پر بلا لیا گیا۔مگر دیوبند سے جدا ہونا پسند نہیں کیا۔ دارالعلوم نے بھی ان کو علیحدہ کرنا نہیں چاہا۔1334ھ میں ان کو جدید مدرسین میں لے لیا گیا۔

یہاں تک ہم نے درجہ عربی کے مدرسین ومعین المدرسین کا ذکر کیا ہے۔لیکن دارالعلوم کی تعلیمی حالت کو ظاہر کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے درجات کے مدرسین کا تذکرہ بھی کر دیا جائے۔

درجہ قرائۃ وتجوید

دارالعلوم میں زمانہ دراز تک اس خاص فن کی تعلیم ومشق کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ حضرت حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم میں ایسے نہایت ضروری فن کی ترویج وتعلیم کا خیال پیدا ہوا۔1312ھ میں یہ درجہ قائم کیا گیا۔مولوی حافظ قاری عبدالوحید خاں صاحب تلمیذ خاص جناب حافظ قاری عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی مدرس مدرسہ الٰہ آباد برادر خورد

Marfat.com

شاگرد جناب حافظ قاری عبداللہ صاحب مکی مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔ اس درجہ کے مدرس قرار دیے گئے۔ قاری صاحب موصوف اس فن میں نہایت باکمال ہیں۔ آپ جس وقت دارالعلوم میں مدرس درجہ تجوید مقرر ہوئے تو کتب درسیہ آپ کی ناتمام تھیں۔ دارالعلوم کی جانب سے دو گھنٹہ آپ کو اس غرض کے لیے دیے گئے کہ درجہ تجوید کے طلباء کو تعلیم دے ساتھ اپنی تحصیل کو پورا کریں چنانچہ کئی سال میں آپ نے درسی کتب سے فراغت حاصل کی اور اس وقت سے سارا وقت درجہ تجوید کی تعلیم میں صرف فرماتے ہیں۔

دارالعلوم میں درجہ تجوید کے قائم ہونے سے اس فن کا چرچا بہت زیادہ ہو گیا۔ اکثر مدارس اسلامیہ میں یہ درجہ کھل گیا۔ بہت سے مدارس میں دارالعلوم کے تعلیم یافتہ مدرس مقرر ہو گئے۔ یہاں تک کہ علی گڑھ کالج میں بھی یہ درجہ کھل گیا۔ اور وہاں بھی دیوبند کے تعلیم یافتہ حافظ قاری محمد میاں مدرس ہیں۔

مدرسین درجہ فارسی و ریاضی

درجہ فارسی و ریاضی ابتدائے قیام سے قائم ہے۔ اور اس سے زیادہ تر مقصود قصبہ کے باشندوں کو تعلیم دینا ہے۔ خواہ وہ اسی درجہ کی تعلیم پر قناعت کریں۔ یا اس کے نصاب کو پورا کر کے درجہ عربی میں داخل ہو جائیں۔ اس درجہ کی خواندگی اس انداز پر رکھی گئی ہے کہ فارسی میں پوری استعداد ہونے کے ساتھ ریاضی و ہندسہ کی تعلیم بھی اس حد تک ہو جائے کہ پرائیویٹ طور پر مڈل اردو کا امتحان دے سکیں۔ چنانچہ بہت سے طلباء اس درجہ کے امتحان دے کر سند اردو مڈل حاصل کر چکے ہیں۔

اس درجہ میں ایک مدرس فارسی دوسرے مدرس ریاضی ہیں۔

(1) مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس اول درجہ فارسی و ریاضی۔ مولوی صاحب موصوف قدیم تعلیم یافتہ دارالعلوم کا نصاب حاصل کیے ہوئے با استعداد شخص ہیں۔ فارسی و

Marfat.com

ریاضی میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔تقریباً تیس سال سے اس درجہ میں مدرس ہیں۔

(2) منشی منظور احمد صاحب مدرس درجہ ریاضی۔آپ بھی دارالعلوم کے تعلیم یافتہ مدرس اول فارسی کے برادر خورد ہیں۔ مڈل اور پٹوارگری کا امتحان پاس کیے ہوئے ہیں۔ ریاضی و ہندسہ میں پورے ماہر ہیں۔طرز تعلیم بہت اچھا ہے۔25 سال سے اس مدرسہ کے مدرس ہیں۔

درجہ فارسی میں زائد مدرسین کی ضرورت ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ایک یا دو مدرس کا تقرر عمل میں آئے گا۔

درجہ حفظ قرآن مجید

یہ درجہ بھی دارالعلوم کے ساتھ ساتھ جاری ہوا۔اور اس عرصہ 50 میں کئی سو حافظ اس درجہ میں تیار ہوئے اس میں بھی بالفعل دو مدرس ہیں۔

(1) حافظ نامدار خاں صاحب۔حافظ صاحب موصوف بڑے معمر بزرگ اور نہایت عمدہ حافظ ہیں آپ ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں۔نوعمری میں آپ کا قیام تھانہ بھون میں رہا۔اور اس زمانہ میں آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب قدس سرہما کا فیض صحبت حاصل کیا۔

دیوبند کے چند ایک بزرگوں نے اپنی اولاد کی تعلیم کی غرض سے آپ کو دیوبند بلا لیا۔ اور کئی ایک لڑکوں نے آپ سے قرآن مجید حفظ کیا۔پھر جب دارالعلوم کی بنیاد قائم ہوئی تو آپ اس میں مدرس مقرر ہوئے۔اور بحمد اللہ اب تک ہیں۔دیوبند کا اکثر حصہ آپ کا یا آپ کے شاگردوں کا شاگرد ہے۔

(2) حافظ نور محمد خاں صاحب ساکن گمتلہہ ضلع انبالہ آپ نے رائے پور ضلع سہارنپور کے مدرسہ میں قران مجید حفظ کیا۔ اور 1327ھ میں مدرس دوئم دارالعلوم مقرر ہوئے۔آپ کا طرز تعلیم نہایت عمدہ ہے۔

Marfat.com

واعظین ردِّ نصاریٰ

تعلیم کے ساتھ دوسرے شعبوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دارالعلوم کی جانب سے اس کے مدرس وواعظین نے ملک کے دور دراز حصوں میں جا کر اپنے مواعظ سے خلق خدا کو مستفیض کیا اور ردنصاریٰ کر کے دین الٰہی کی حیثیت بتا کر ہندوستانیوں کو اپنے دین اور دھرم کے بدلنے سے روکا۔

دارالعلوم کے مناظرین میں حضرت مولانا قاسمؒ کا نام نامی بھی موجود ہے۔ جنہوں نے ہندوستانیوں کو آزادی کا سبق دیا۔ اور انگریزوں کے ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے عیسائیوں سے مناظرے کیے۔ دارالعلوم کے مناظرین میں دو ہستیاں اور بھی مشہور ہیں حضرت العلامہ مولانا اعزاز علی صاحب اور مولانا سراج احمد صاحب دیوبندی ایڈیٹر القاسم والرشید اور یوں تو آج تک ہزاروں علماء جو دیوبند سے نکلے انہوں نے انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اور انگریز کے مذہبی جنون کا علاج قلم اور تلوار دونوں طریقوں سے کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مولانا شرف الحق مولانا ثناء اللہ پانی پتی اور مفتی کفایت اللہ بھی اسی مدرسے کے کامیاب مناظر ہیں اسی مدرسے کے اساتذہ کی تعلیم کے طفیل جگادھری میں پادریوں سے معرکے کیے۔ اور ان کو سرِ محفل قائل کیا اور منوایا کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے۔

بچوں کا گھر

دارالعلوم میں عرصہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ جو یتیم بچہ آیا اس کی حفاظت ونگرانی کی اور بچوں کو مہتمم مدرسہ یا مدرسین کے انتظام میں دے دیا۔ اور اب تو حالت ہے کہ مقامی اور ہندوستانی بچے ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے بچے بھی داخل ہونے کے لیے آتے ہیں اور اس کا معقول انتظام ہے۔

Marfat.com

رسالے

دارالعلوم کے پروپیگنڈہ کرنے اوراس کے کارناموں کوعوام کے سامنے لانے کے لیے رسالے جاری ہوئے۔(1)القاسم(2)الرشید

القاسم اورالرشید کے ایڈیٹر مولانا حبیب الرحمٰن تھے جو قاسمی پریس دیوبند میں چھپتا تھا۔القاسم 1818ء میں نکلا اور دس بارہ سال تک چلا۔الرشید 1335ھ میں نکلا اور پانچ چھ سالوں سے زیادنہیں چل سکا۔القاسم مولانا قاسم کی یادگار تھا جس کے سرپرست حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مرحوم تھے۔

الرشید مولانا رشید احمد گنگوہی کے خیالات واصول پھیلانے کا مدعی تھا۔مولانا عبدالرحیم صاحب حافظ محمد ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ اس کے سرپرست تھے۔

یہ دونوں پرچے علمی، مذہبی، اخلاقی، تاریخی تنقیدی مضامین شائع کرتے تھے۔زیادہ تر مولانا اعزازعلی اور مولانا اشرف علی کے مضامین شائع کیے جاتے تھے۔

مولوی مناظر حسن صاحب اور مولانا سید اصغر علی صاحب رسالہ الرشید کے مدیر کے مددگار تھے۔منشی انعام الحق اور کالے خاں اس دفتر کے محرر اور ملازم تھے۔(روئداد 1336ھ، صفحہ:36)

مولانا محمد احمد صاحب ان رسالوں کے جو مقاصد ہیں ان کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ان کی اشاعت کا مقصد علمی فیوض کی تعلیم ہے۔کیونکہ وہ طبقہ جو علم حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم نہیں آتے اور نہ ان کو اس کا موقع ملتا ہے کہ صحیح مسائل یا صحیح معلومات حاصل کرسکیں ان کے لیے اپنے مقامات پر بیٹھے ہوئے یہ رسالے ایک معلم اور ایک عالم حقانی کا کام دیتے ہیں۔ان دونوں رسالوں میں اس امر کا التزام کیا ہے کہ کوئی مسئلہ اہلِ سنت کے مسلک کے خلاف نہ لکھا جائے۔تاریخی حالات بھی وہی درج کیے جائیں جن سے اسلامی طبقہ کی معلومات میں قابل قدر اضافہ ہونے کے ساتھ اسلام کی حقیقی محبت اور مستحکم رسوخ ہو جائے۔(روداد 1333ھ)

Marfat.com

کتب خانہ

1330ھ میں دارالعلوم دیوبند کی جتنی کتابیں اس سال ملی ہیں سابقہ کئی ایک سال کے اندر ایسی قابل مطالعہ اور نادر کتابیں کتب خانہ میں داخل نہیں ہوئیں۔

دیوبند میں وہ لوگ کتابیں زیادہ داخل کرتے ہیں جو خاندان میں فرد واحد ہیں۔ اور ان کی اولاد نہ ہو۔ ایسے لوگ یقیناً سمجھداری اور دانشمندی سے کام لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی وفات کے بعد دیکھا گیا ہے کہ نااہل رشتہ دار اس کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یا ان کتابوں کو کوڑیوں کے بھاؤ ردی سے بھی کم قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مرزا حیرت کے کتب خانہ کی یہی درگت بنی۔

مدرسہ کی گزشتہ روئدادوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب عابد حسین صاحب مرحوم، رئیس جونپور، مولانا سکندر علی، مرحوم خالص پوری، کنور لطافت علی خان صاحب رئیس سعد آباد، شاہ احسان اللہ صاحب رئیس غازیپور، مولوی نظام الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنرز رئیس مچھلی شہر اور محمد جمال شاہ صاحب تحصیلدار مرحوم اپنے بیش بہا علمی ذخائر مدرسہ کے کتب خانہ میں داخل کر چکے ہیں۔

1330ھ میں دو حسب ذیل کتب خانہ مدرسہ دارالعلوم کو حاصل ہوئے تھے۔

(1) جناب مولوی وکیل احمد صاحب سکندر آبادی کا کتب خانہ باعتبار جامعیت فنون اور باعتبار کتب نادر قلمی و مطبوعہ درسی وغیرہ کامل و مکمل ہیں۔ یہ مولانا کا خاندانی کتب خانہ رہا ہے لیکن آپ نے اپنے زمانہ میں ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے مصری وغیر مصری کتابیں جہاں سے جس قیمت پر ملیں خرید لیں۔ اس میں بعض کتابیں ایسی نادر ہیں جو ہزاروں جتن کرنے کے بعد بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔ اور کتب طب کا تو عجیب ذخیرہ اس میں ہے۔ الغرض آپ کا کتب خانہ ہر طرح مکمل تھا۔ مولانا کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مولوی حکیم جمیل صاحب نے اس تمام کتب کو دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ کے حوالے کر دیا۔ یہ کتب خانہ جس میں ایک ہزار چھ سو کتابیں اور جلدیں ہیں مع چھ سو عدد

Marfat.com

الماریوں کے رمضان المبارک 1330ھ میں پہنچ گیا تھا۔

(2) مولوی محمد جمال الدین صاحب مقیم ممبئی نے وصیت فرمائی کہ ان کا عام کتب خانہ جس میں تقریباً تین سو کتابیں دارالعلوم میں بھیج دیں۔ (روداد۔ دارالعلوم دیوبند 1330ھ، صفحہ:44)

دارالکتب

1322ھ میں نواب یوسف علی خاں نے دارالعلوم میں ایک وسیع مکان کتب خانہ کے لیے تیار کرایا تھا۔ اور اس کے بعد دو کمرے اور بھی تیار ہوئے۔ ایک منشی رحمت اللہ صاحب خورجوی، اور دوسرا شیخ ضیاء الحق رئیس راجو پور کی توجہ سے تعمیر ہوئے۔ لیکن کتب خانے کی روزافزوں ترقی کی وجہ سے یہ سب مکانات کتب خانہ کے لیے کافی نہیں ہے۔ دارالکتب کی عمارات کی توسیع کی ضرورت ہے۔ (روداد 1336ھ، صفحہ:25)

1333ھ میں مولوی احمد حسن مرحوم لکھنوی، ڈپٹی انسپکٹر مدراس پنشنر عطیہ صاحبزادگان موصوف مولوی محمد اسحاق صاحب و منشی سید صادق حسین صاحب نے پانچ سو کتب منجانب مولوی عطاء الحق صاحب مرحوم سان کاٹھ تحصیل باغبت ضلع میرٹھ نے 150 اور مولوی حافظ ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن نے پچاس جلدیں دارالعلوم کو نظر کیں 150 کے قریب اور دس دس بیس بیس کتابوں کی شکل میں دارالعلوم دی گئیں۔

1336ھ میں مولانا اشرف علی صاحب تھانہ بھون نے تقریباً پچاس جلدیں قاضی عبد الباقی صاحب ملا کا تیار ضلع حیدرآباد سندھ سے 75 جلدیں غلام محمد شمش الحق مالیگاؤں محلہ قلعہ ضلع ناسک نے 75 متفرق تین سو جلدیں مدرسہ کو دیں۔

زیادہ حساب پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ 1333ھ میں بیس ہزار کتب تھیں۔ 1942ء میں پچاس ہزار سے زائد کتابیں کتب خانہ میں موجود تھیں۔ آج جبکہ 33 سال گزر چکے ہیں دیوبند کے کتب خانہ میں کتنی کتابیں ہوں گی اس کا اندازہ مشکل ہے۔

ان کتابوں کو کتب خانہ کے اندر تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

(1) وہ کتابیں جو طلباء کو مستعار دی جاتی ہیں وہ ان کو لے کر پڑھنے کے بعد واپس کر دیتے ہیں۔ اس مستعار لینے والوں کے لیے کوئی شرط نہیں۔ مدرسہ میں جب طالب علم کو کوئی کتاب پڑھنے کی اجازت مل جاتی ہے تو وہ اس کتاب کو لے سکتا ہے ان کتابوں کی تعداد بھی ہزاروں ہے۔

(2) وہ مطبوعہ کتابیں جو درسیات کے شرح و حواشی ہیں یا اس کے علاوہ دوسرے سلسلہ کی کتابیں جس میں اساتذہ دارالعلوم وغیرہ بصورت مطالعے اور رعایت مستفید ہوتے ہیں۔

(2) قلمی کتابیں جو نہایت قیمتی اور سلف کی یادگار ہیں ان کو شیشے کی الماریوں میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ قلمی کتابیں شکستہ حالت میں کتب خانے کے اندر آتی ہیں تو ان کی اہمیت کے اعتبار سے عمدہ جلدوں میں محفوظ کر دیا جاتا ہے اس صورت میں سلف کی وہ یادگار باقی رہ جاتی ہیں جو بیشتر اوقات پسماندہ کی ناداری یا دوسری وجوہ سے بہت جلد ختم ہونے کی کی حالت میں ہوتی ہیں۔ تو ان کتابوں کو بجز خاص خاص صورتوں کے کتب خانہ سے باہر نہیں دیا جاتا ہے۔

تعداد طلباء

تعداد طلباء 1333ھ

نام درجہ تعلیم	اہل دیوبند	بیرون جات	میزان
عربی	43	385	409
فارسی	53	40	93
کلام مجید	45	8	53
قرأت تجوید	2	5	7
میزان	124	438	563

Marfat.com

تعداد طلبا 1344ھ

نام درجہ تعلیم	اہل دیوبند	بیرون جات	میزان
درجہ عربی	22	562	582
درجہ فارسی وریاضی	46	15	97
درجہ قرآن شریف	76	34	110
فن تجوید وقراۃ	2	4	6
میزان کل	146	649	795

طلباء کے ساتھ سلوک

1333ھ کے سن کو چھوڑ کر صرف 1344ھ کے سن کے سلوک سے اندازہ لگا لیجیے کہ مدرسہ کے ذمہ دار حضرتا کیسا سلوک طلباء کے ساتھ کرتے ہیں۔

مدرسہ میں آخر سال پر کل 795 طلباء ہر قسم کے موجود تھے۔ ان میں سے 341 کو مدرسہ سے کھانا ملتا ہے۔ 10 طلباء کو اہل شہر کھانا دیتے ہیں۔ 34 کو نقد وظیفہ خوراک کے لیے مدرسہ دیا جاتا ہے۔ 146 طلباء دیوبند کے ہیں وہ خود اپنے گھروں میں کھاتے پیتے ہیں باقی طلباء اپنے کھانے اور مصارف کا خود انتظام کرتے ہیں۔

تمام خوراک پانے والے طلباء خواہ ان کو اہل شہر سے کھانا ملتا ہو یا مطبخ سے یا نقد وظیفہ ملتا ہو ان سب کو سال بھر میں چار جوڑے پارچہ تیار شدہ مع کلاہ و کمر بند اور ایک چادر اور دو جوڑے جفت پاپوش اور موسم سرما میں ایک صدری، ایک لحاف مدرسہ سے تیار کر کے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ اصلائی پارچہ اور مکانات کے لیے روغن تلخ دیا جاتا ہے۔ بیمار طالب علم کا علاج مدرسہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ طلباء کی اکثر ضرورت کا انتظام بھی مدرسہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً موسم گرما میں گرم پانی کرانا روزانہ استعمال کے لیے مٹے کے ڈھیلوں کا ایک ڈھیر رکھا جاتا ہے۔ (روداد 1342ھ، صفحہ: 38-37)

Marfat.com

دارالعلوم کی شاخیں

مدرسہ اسلامیہ کی معقول تعداد جس کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے ہے نظم ونسق امور انتظامیہ کے سالانہ امتحان حضرات مدرسین دیوبند ہی لیتے ہیں۔اور ایسے مدرس ماہ رجب اور بعض اوائل شعبان میں ممتحن صاحب متعلقہ خطوط لکھتے ہیں۔اور سالانہ امتحان کے دوران میں ممتحنوں کی روانگی کی تاریخیں مقرر کی جاتی ہیں۔اور ممتحن حضرات اور متعلقہ مدارس کو بھی اطلاع دی جاتی ہے۔

ریاست بھوپال سے کتب امتحان کی فہرست آجاتی ہے۔اور یہاں سے سوالات مرتب کر کے روانہ کر دیے جاتے ہیں۔وہاں سے جوابات آجاتے ہیں۔حضرات مدرسین دارالعلوم دیوبندان کو دیکھ کر نمبر دیتے ہیں۔

بعض مدرسین ایسے بھی ہیں جن کے لیے سوالات تحریر کرنا ان کو طبع کرانا ہر ایک کتاب کے سوالات کو جدا کیے جاتے ہیں۔

بھاشا اور سنسکرت کی تعلیم

16/ذی الحجہ 1346ھ کو مولوی ابورحمت حسن میرٹھی کو پچاس روپے کی تنخواہ پر ماہوار و کھانے پر رکھا گیا کہ وہ دارالعلوم کے طلباء کو بھاشا کی تعلیم دیں۔چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے اس تعلیم کے سلسلہ کو شروع کیا۔کچھ دنوں کے بعد ہی یکم محرم 1342ھ سے مولانا غلام محمد صاحب سیتاپوری کو بھاشا کی تعلیم کے لیے رکھ دیا۔آپ نے بھاشا کی تعلیم انگریزی مدرسہ سے مڈل تک حاصل کی ہے۔آپ مدرسہ دارالعلوم کے فارغ التحصیل بھی ہیں۔

اول الذکر افسوس 41ء میں فوت ہو گئے۔اس کے بعد ڈاکٹر غلام سنسکرت کے ماہر تھے۔21/ذی الحجہ کو انہیں ساٹھ روپے ماہوار پر بھاشا پڑھانے کے لیے رکھا گیا۔طلباء کی تعداد 100 سے زیادہ ہوگئی تھی۔مذکورہ حضرات نے پورتوجہ دی جس میں کامیابی حاصل ہوئی۔

اس کے علاوہ 3/محرم 1342ھ کو دارالعلوم دیوبند کے دو فارغ التحصیل جناب مولوی

Marfat.com

سید احمد صاحب دیوبندی اور جناب مولوی محمد اشفاق صاحب سنبھلی سنسکرت کے حصول کے لیے، مدرسہ کے مصارف پر ڈھاکہ میں مولانا مشہد اللہ کے ہاں بھیجا۔ (روداد 1342ھ، صفحہ:9)

مظاہر العلوم سہارنپور

1866ء میں مولانا سعادت علی صاحب مفتی سہارنپور کے ذہن میں ایک دینی مدرسہ بنانے کا خیال آیا۔ چنانچہ انہوں نے یکم رجب کو محلّہ قاضی میں اس کی بنیاد رکھی۔ مولوی سخاوت علی صاحب انبیٹوی جو 23 روپے ماہوار پر مدرسی کے لیے ملازم رکھا۔ مولوی عنایت علی صاحب اور حافظ قمر الدین صاحب کو جو مولانا سعادت علی صاحب سے عربی پڑھتے تھے مدرسے کے ابتدائی طالب علم بنے جن کو مولوی سعادت نے نحو میر شروع کرائی۔ اور خود مولانا نے بلا تنخواہ مدرسہ کی ہر خدمت کو انجام دیا۔ پھر مولانا احمد علی صاحب نے اعانت فرمائی۔ اور تین ماہ بعد شوال 1283ھ میں مولانا مظہر صاحب اس مدرسہ سے صدر مدرس بنا دیے گئے۔ مولانا سخاوت علی مدرس دوئم ہوئے۔

قاضی محلّہ میں جو مکان تھا اور جس میں مدرسہ قائم تھا وہ مدرسہ کے لیے ناکافی ہوا۔ کوشش کی گئی کہ اس محلّہ میں مدرسہ کے لیے مکان بنایا جائے۔ چند سال بعد حافظ فضل حق صاحب جو مولانا قاسمؒ سے بیعت اور مولانا مظہر صاحب کے مخلص دوست تھے کو خیال ہوا کہ مدرسہ کو اپنے محلّہ میں منتقل کر لیں۔ یہ مکان جس میں اس وقت مدرسہ ہے۔ حافظ صاحب کا ذاتی مکان تھا۔ اس کو انہوں نے توڑ کر مدرسہ کی موجودہ حالت پر تعمیر کرایا۔ اور مدرسہ کے نام بیعنامہ کر کے مدرسہ اس میں قائم کیا۔ اثناء تعمیر میں مولانا سعادت علی صاحب فقہ اور بانی مدرسہ کا انتقال ہو گیا۔ اس تعمیری سال میں مدرسہ کا تاریخی نام مظاہر علوم تجویز ہوا۔ اس وقت مدرسہ کے ممبران سردست صرف تین حضرات تھے۔ مولانا مظہر صاحب قاضی فضل الرحمٰن اور حافظ فضل حق صاحب۔

1295ھ میں جب اکابر کا مشہور قافلہ حج کے لیے روانہ ہوا۔ تو مولانا مظہر صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مدرس دوئم تھے۔ یہ حضرات اور ان کے ساتھ مولوی عنایت

Marfat.com

صاحب بھی ہمرکاب ہوئے۔ ان کی جگہ پر مولانا احمد علی صاحب محدث اور ان کے صاحبزادے مولوی حبیب الرحمٰن اور ایک بنگالی مولوی امین الحق عارضی طور پر رکھے گئے۔ ان حضرات کی آمد کے بعد ہٹا دیے گئے۔

24 رذی الحجہ 1302ھ کی شب 8 بجے مولانا مظہر نے انتقال فرمایا۔ مولانا کی وفات کے بعد قاضی فضل الرحمٰن صاحب نے مدرسہ کی کمیٹی کے لیے ممبران کا اضافہ اور قاضی ابوسعید، مولوی ناظر حسین وکیل، خواجہ احمد حسن، میر لونگر علی، مولوی مشتاق احمد وغیرہ کو ممبر منتخب کیا۔ اور 1314ھ میں ممبران کے رائے سے حضرت العلامہ امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو سرپرست بنایا گیا۔ اور مولانا خلیل احمد صاحب صدر مدرس مامور ہوئے۔ اس تقرر نے کچھ چپقلش کی صورت اختیار کر لی۔

چونکہ ممبران کو نہ مولانا سے کوئی انس و تعلق تھا اور نہ حضرت امام ربانیؒ سے کوئی عقیدت تھی۔ مولانا کو صرف پڑھانے کا کام سونپ رکھا تھا۔ نہ آپ سے کوئی مشورہ کیا جاتا اگر کسی بات میں مشورہ بھی دیتے تو ٹھکرا دیا جاتا تھا۔ آپ نے خاموشی کامل پانچ میں سال گزارے اپنے پڑھانے کے کام سے واسطہ رکھتے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ممبران کی کثرت حضرت گنگوہی کی مخالفت میں ہے اور حضرت کی سرپرستی کے مولانا کی صداقت بھی دل سے ناگوار ہے تو آپ نے امام ربانی سے مشورہ کیا۔ تو حضرت نے استعفیٰ دے دیا وہ منظور کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد پانچ آدمیوں کی کمیٹی بنا کر مولانا خلیل کو برطرف کر دیا گیا۔ یہ معاملہ فساد کی شکل اختیار کرنے لگا۔ اس کی اطلاع پولیس کو ملی علاقہ انچارج نے مداخلت کی اور عام ممبران کی منظوری سے مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی اور مولوی عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کمیٹی بنا دی۔ اور فیصلہ دیا کہ مولانا خلیل بے قصور ہیں۔

مدرسہ کے لیے یہ کمیٹی نعمت ثابت ہوئی مدرسہ باہمی جھگڑوں میں پڑا ہوا تھا۔ اب صحیح حالت پر آیا۔ طلباء کی کثرت ہوئی۔ مدرسین کا اضافہ ہوا۔ چندہ میں توسیع ہوئی۔ نایاب کتابیں بذریعہ وقف خریدی گئیں۔ عالیشان کتب خانہ جدید بنایا گیا۔ خالی چھتوں پر درسگاہیں تعمیر

Marfat.com

ہوئیں۔ ماہر تجوید قاری کا تقرر ہوا، مفتی رکھے گئے۔ فتویٰ نویسی کا مستقل انتظام ہوا۔ واعظین ردِ نصاریٰ ملازم رکھے گئے۔ ان کے دورہ کے پروگرام کا نقشہ بنایا گیا۔

جب مدرسہ ترقی کرنے لگا اور طلباء کثیر تعداد میں داخل ہونے لگے تو مدرسہ کا مکان ناکافی ہوگیا۔ مدرسین بھی پریشان۔ ان کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ طلباء شہر کی مسجدوں میں مقیم اور مختلف محلوں میں ان کی روٹیاں مقرر تھیں ہر معطی ان پر حکومت جتلاتا تھا۔ اس رلانے والی خستہ حالت کو دیکھ کر مولانا خلیل بے تاب ہوگئے۔ توکل علی اللہ ایک وسیع زمین خرید کر عالیشان تعمیر کی بنیاد ڈالی کہ اوپر کے حصہ میں جدا جدا متعدد درسگاہیں ہوں اور نیچے کے طبقہ میں طلباء کی رہائش کے لیے کافی مقدار میں حجرے ہوں۔

خلیل الٰہی آواز امداد کے لیے بلند ہوئی پہلے سال 475 روپے دوسرے سال 8664 روپے آئے۔ 1327ھ میں اس یادگار خلیل کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اور تعمیر جاری ہوئی۔ 1337ھ میں مدرسہ کی یہ عمارت مکمل ہوئی۔ اس کے متصل خوشنما مسجد تیار کی گئی۔ نادار طلباء کے کھانے کا بھی مدرسہ کی طرف سے انتظام کیا گیا۔ 1614ھ میں جب مدرس اول بن کر آئے تو طلباء کی تعداد 145 تھی مگر 44ء میں جب آپ مدرسے سے حج کے لیے گئے تو 502 تھی۔

آج تک مظاہر العلوم سے ہزاروں عالم دے فارغ التحصیل ہو کر جا چکے ہیں۔ 1339ھ تک چارسو کے قریب علماء کو فراغت کی سندیں دی گئی ہیں۔ جو درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ اور عالم بنانے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ جن میں کچھ مشاہیر کے نام حسب ذیل درج ہیں پہلے گیارہ حضرات مظاہر العلوم کے اساتذہ ہیں۔

مولانا حافظ عبد اللطیف ناظم، مولانا محمد ذکریا صاحب شیخ الحدیث، مولانا عبد الرحمٰن صاحب، صدر المدرسین، مولوی اسد اللہ صاحب رامپوری، مولوی محمد ذکریا صاحب قدوسی، مولوی منظور احمد صاحب سہارنپوری، مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی، مولوی مسعود علی صاحب راجپوری، مفتی ضیاء احمد صاحب گنگوہی، قاری عبد العزیز صاحب، اور قاری سعید احمد صاحب وغیرہم۔

Marfat.com

مولوی عبدالکریم صاحب مدنی نواسہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر، اور مولوی عبد الحق صاحب مدنی، مولوی علیم اللہ صاحب مدرس کنز العلوم ٹانڈہ، مولوی اشفاق الرحمٰن خان صاحب کاندھلوی مدرس فتحپوری دہلی، مولوی محمد مبین صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ چھاؤنی، مولوی عبدالرحمٰن صاحب اورنگ آبادی مدرس مدرسہ وسطانیہ (دکن) مولوی سید میر جہاں شاہ مدرس اسلامیہ عدن کیمپ، مولوی شمس الحق صاحب مدرس موضع اجراڑہ، مولوی حامد صاحب مدرس کالج پشاور، مولوی بدر عالم صاحب مدرس مرسہ ڈابیل ضلع سورت، مولوی محمد عادل گنگوہی مترجم (حیدرآباد دکن) مولوی عتیق احمد صاحب دیوبندی مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا تھانوی، مولوی حافظ عبدالعزیز سہارنپوری، مولوی لطف الرحمٰن کاندھلوی، حضرت مولانا صدیق احمد، مولوی فیض حسن صاحب، حکیم ایوب صاحب سہارنپوری، مولوی لطف لرحمٰن صاحب کاندھلوی، مولوی طبیب صاحب رامپوری، مولوی محدم الدین کشمیری، مولوی غلام الرحمٰن صاحب تبتی، مولوی عبدالرحیم صاحب غزنوی، مولوی غلام حیدر صاحب بخاری، مولوی روشن دین صاحب بہاولپوری، اور مولوی محمد عرفان صاحب ہزاروی وغیرہم۔

مظاہر العلوم کا فیض ہر چار طرف شمال ومغرب وجنوب تمام اکناف واطراف ہند کے بڑے شہروں میں بالواسطہ پہنچا ہوا ہے۔ ہزارہ، پشاور، دریاں خاں، غزنی، بخارہ، کابل و سیالکوٹ، جموں، راولپنڈی، ملتان، گوجرانوالہ، جہلم، امرتسر، فیرو پور، جالندھر، کوہاٹ، مظفرگڑھ، ڈیرہ غازی خاں، بھاولپور، جیند ھ، دہلی، میرٹھ پٹیالہ، علی گڑھ، مرادآباد، لکھیم پور فیض آباد، اعظم گڑھ، سیتاپور، منگیر، آرہ، بردوان، چاٹگام، نواکھالی، باریساں، فرید پور، کمرلا، لورینہ، میمن سنگھ، مالاہ، سلہٹ، ڈھاکہ، سندھ اور دکن میں کوئی بڑا ایسا ضلع نہیں جہاں مدرسہ کے علم کی روشنی نہ پہنچی ہو۔

1314ھ سے 1342ھ تک کے سالوں میں کتنی فارغ التحصیلی کی سندیں ملیں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

☆1314ھ میں 4 طلباء کو سند فارغ التحصیلی کی دی گئی۔ ☆1315ھ میں 5 طلباء کو۔

Marfat.com

☆1316ھ میں 7 طلباء کو۔ ☆1317ھ میں 7 طلباء کو۔ ☆1319ھ میں 7 طلباء کو۔ ☆1320ھ میں 10 طلباء کو۔ ☆1321ھ میں 5 طلباء کو۔ ☆1322ھ میں 8 طلباء کو۔ ☆1323ھ میں 10 طلباء کو۔ ☆1324ھ میں 9 طلباء کو۔ ☆1325-26-27-28ھ میں 43 طلباء کو۔ ☆1329-30-31-32ھ میں 52 طلباء کو۔ ☆1333-34-35-36ھ میں 39 طلباء کو۔ ☆1337-38-39-40ھ میں 63 طلبا کو۔ ☆1341-42-43-44ھ میں 120 طلباء کو۔

1322ھ میں حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب نے وصال فرمایا۔ تو آپ کی جگہ آپ کے لخت جگر اور دنیا کے نور نظر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب مدرسہ کے سرپرست قرار پائے۔ اور پھر حضرت محمد احمد صاحب رامپوری اور سر رحیم بخش پریزیڈنٹ بھاولپور کا سرپرستوں میں اضافہ ہوا۔ اور آخر میں تمام سرپرستان کے اصرار رمولانا خلیل کا اسم گرامی سرپرستوں میں شامل ہوا۔

اس طرح مدرسہ مظاہر العلوم دنیا کے چیدہ برگزیدہ افراد کی ہمت وسعی سے چلا۔ اور اس اسٹیج پر پہنچا کہ دیوبند، سہارنپور، اور رائے پور کے مقتدر مدرسہ کے نظام کو اپنے خدام کے حوالہ فرما کر عالم مقدس کا سفر اختیار کر گئے۔ اور مدرسہ اسی شان کے ساتھ اہل دل کے قلوب کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور دیکھنے والا کہتا ہے۔

زفرقِ تا بقدم ہر کجا مے نگرم!
کرشمہ دامن مے کشد کہ جا اینجا است

انجمن حمایت اسلام لاہور

انجمن کے مقاصد ہی صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ ردِ نصاریٰ کے لیے قدرتی طور پر بنائی گئی ہے۔ چنانچہ حسب ذیل مقاصد سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(1) مخالفین مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری وتقریری تہذیب کے ساتھ اور اس غرض کے واسطے واعظوں کا تقرر اور رسالے کے اجراء وغیرہ وسائل کو عمل میں لانا۔

Marfat.com

(2) مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا تا کہ وہ غیر مذہب کی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں۔

(3) اہلِ اسلام کو اصلاح معاشرت وتہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی ودنیوی اور باہمی اتحاد واتفاق کا شوق دلانا۔

انجمن نے اپنے مذکورہ مقاصد کا پروپیگنڈہ کرانے اور ردِّ نصاریٰ کو کامیاب کرنے کے لیے حسب ذیل مناظرہ واعظ ملازم رکھے جن کے اسماء گرامی یہ ہے:

(1) مولانا سید احمد علی صاحب دہلوی
(2) منشی شمس الدین صاحب سکریٹری انجمن
(3) مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی
(4) مولانا غلام محی الدین صوفی
(5) مولوی عبداللہ دہلوی
(6) مولانا محمد ابراہیم صاحب
(7) میاں اللہ دیا صاحب
(8) سید محمد شاہ صاحب گیلانی
(9) خلیفہ عبدالرحیم صاحب لاہور
(10) مولوی مبارک علی صاحب
(11) مولوی ولی الدین واعظ ردنصاریٰ.

مولوی سید احمد علی صاحب

واعظ ردنصاریٰ نے انجمن کے قائم ہوتے ہی اس کی خدمت کرنی شروع کردی۔ آپ مدت سے اپنے دلی شوق کے ساتھ وعظ کرتے ہیں۔ اور غیر مذاہب خاص کر عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے اور ان کے عقائد کے بطلان میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

1884ء میں جب کہ انجمن اپنے ابتدائی دور سے گزر رہی تھی اس وقت آپ نے انجمن کی اشاعت کرنے کے لیے لاہور شہر کے ہر حصہ میں ردنصاریٰ کیا۔ انارکلی میں ہر ہفتہ پادریوں کے اعتراضات کے جوابات کے لیے مقرر تھا۔

محمڈن ڈبیٹنگ کلب کی طرف سے اس میں جو ہفتہ واری جلسے ہوتے تھے آپ اپنی تقریر دلپذیر سے اس کی شان دوبالا کرتے تھے۔ آپ نے اس کلب کے اغراض و مقاصد بتائے کہ یہاں اسلام کی موجودہ اور گزشتہ حالت کا خاکہ کھینچ کر بتایا جاتا ہے۔ جن ضروری باتوں سے مسلمانوں کو دینی و دنیوی عزت حاصل کر سکتے ہیں ان کی ترغیب دی جاتی ہے علیم یافتہ نوجوانوں کو عام مجمعوں میں بولنے اور خیالات ظاہر کرنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اس جلسہ میں فاضل اشخاص تحریراً ی تقریراً مستفید کرتے ہیں۔ اور انہیں مضمون لکھنا اور تقریر کرنا سکھاتے ہیں۔

مولانا نے انجمن میں پانچ چھ سال کام کیا اور شب و روز یہی پیغام دیا کہ مسلمانوں نادار، یتیم، لاوارث بچوں کا انتظام کرو جو ماں باپ کی تربیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جن کے پالنے والے انہیں بے بسی کی حالت میں چھوڑ جاتے یہیں۔ اور جو آخر کار پادریوں کے دامن کی تربیت میں پل کر اپنے باپ دادا کے مذہب کے مخالف بن کر وعظ کہتے پھرتے ہیں۔ ان کو اپناؤ۔ ان کو زکوٰۃ کا حصہ دو۔

مشن کی ایسی عورتیں میمیں اور مسیں ڈولیوں میں بیٹھ کر گلی گلی کوچہ کوچہ گھر آتی ہیں۔ کہیں دستکاری سکھانے کا بہانہ بناتی ہیں کہیں تعلیم دینے کا ترانہ گاتی ہیں کہیں مفلس و غریب کی خیر خواہی جتا کر انہیں روپے سے مدد دیتی ہیں۔ کہیں یورپ کی عجیب و غریب چیزیں اور نفیس نفیس تصویریں دکھاتی ہیں۔ اور ایسے ہی ذریعوں سے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ جاتی ہیں۔

اے اپنے رسول کے محبو! اس کی صداقت پر گواہی دینے والے راست بازو! جانتے ہو عورتوں میں راہ پا کر انہیں کیا سکھاتی ہیں اور کیا کچھ بتاتی ہیں وہ ان عورتوں کو جنہیں اسلام نے

Marfat.com

پردے کا اچھا طریقہ بتایا۔ آزادی کی ترغیب دیتی ہیں۔ پردے کو قید خانہ، انہیں قیدی بتاتی ہیں۔ کبھی ان کو خدا کے سچے مذہب اسلام سے پھیرتی ہیں اور ان کے دلوں میں گمراہانہ خیال بٹھاتی ہیں۔ کبھی کلام اللہ کی بے حرمتی کرتی ہیں کبھی ہمارے مقدس پیشوا پر بناوٹی عیب لگاتی ہیں۔ کبھی بزرگانِ اسلام کی توہین کبھی ارکانِ اسلام کی تحقیر غرض جس صورت بنتا ہے ان کے دلوں سے اسلام کی بیخ کنی کرتی ہیں۔

منشی شمس الدین

عرصہ سے دہلی دروزاہ وغیرہ مقامات پر ردِ نصاریٰ فرماتے ہیں۔ یہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے ہر شام شہر کی کسی نہ کسی مسجد میں ردِ نصاریٰ نہ کیا ہو اور مختلف برادریوں میں جا کر اسلام کی موجودہ حالت اور اس کی اصلاح کے طریقے نہ بتائے ہوں۔ یہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے گرمی کے موسم میں عین دوپہر کے وقت ریلوے کارخانہ میں جا کر پادریوں کی شرارتوں سے آگاہ کیا۔ ان سے وعدہ لیا کہ اپنے محلوں میں نسوانی مدرس بنائیں گے۔ اور مشن کے مدرسوں میں سے اپنی لڑکیوں کو اٹھا دیں گے یہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے انارکلی کی جامع مسجد میں ماہ رمضان کے دنوں میں روزے کی حالت میں کھڑے ہو کر یتیموں کی بے بسی اور ان کے عیسائی بن جانے کی داستانیں سنائیں، نمازیوں کو رلایا اور آپ بھی روئے۔

یہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے انجمن کے ہفتہ وار جلسوں میں ''اسلام تلوار سے پھیلا ہے، قرآن مجید اسلامی کتاب نہیں ہے، حضور کی ازدواج زیادہ کیوں ہیں، پادریوں کے ان اعتراضات کے مدلل اور دندان شکن جوابات دیے۔ اور ثابت کیا کہ یہ سب غلط اور مہمل اعتراضات ہیں۔

مولانا عبدالمجید دہلوی

1885ء میں ہفتہ وار جلسوں میں تعلیم نسواں پر بھی آپ کے وعظ ہوئے۔ اور اس میں مستورات کی موجودہ تعلیم پر بحث ہو کر یہ قرار پایا کہ شاہی مسجد میں ایک جلسہ عام کیا جائے۔

Marfat.com

اوراس میں لاہور کے مسلمانوں کو کثرت سے شامل کر کے مستورات کی تعلیم کے موجودہ حالت کا بیان کیا جائے۔ چنانچہ مئی 1885ء کو شاہی مسجد میں عام عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس میں انجمن کے واعظوں کے علاوہ دہلی کے مشہور مناظر، دہلی کے پادریوں کو لاجواب کرنے والے ہر دلعزیز واعظ مولانا عبدالمجید دہلوی نے اس مضمون پر ایک نہایت مؤثر تقریر دلکش انداز میں فرمائی۔ کہا جو نقصان عیسائی عورتوں سے مسلمانوں کے گھروں میں آنے سے ہوتا ہے اس سے بچنے کے لیے لاہور کے مسلمانوں کو تدارک کرنا چاہیے۔ اوراس کا صحیح تدارک یہ ہے کہ ان کو اپنے گھروں میں نہ گھسنے دو۔ اور دوسرا قدم تدارک یہ اٹھائیں کہ اپنے خرچ سے اپنی لڑکیوں کے واسطے مدرسے قائم کریں۔ جو انہی کے محلوں میں ہوں۔

مئی 1885ء جب کہ تعلیم نسواں کے بارے میں خاص تحریک کے ذریعہ عملی قدم اٹھایا تو اس وقت بھی مولانا عبدالمجید صاحب مناظر نے ایک نہایت مفید تجویز اپنی مختلف تقریروں میں بیان فرمائی کہ ہر ایک مسلمان کہ خواہ وہ کسی حیثیت ہی کا کیوں نہ ہو گھر میں اس بات کی تاکید کر دے کہ آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی آٹے کی ایک ڈبہ میں ڈال دے، ہفتہ یا مہینے کے اندر وہ آٹا یا اس کی قیمت انجمن کو دیدے۔ انجمن اس سرمایہ سے آپ کے محلوں میں نسوانی اسکول کھولے گی۔ اس سے دو مفید نتیجے برآمد ہوں گے ایک یہ کہ محلّہ کی جو لڑکیاں مشن کے اسکولوں میں جاتی ہیں وہ اپنے محلوں کے اسکولوں میں جائیں گی۔ اور مشن کے اسکولوں میں ان کا جانا بند ہو جائے گا۔ دوسری چیز فائدہ کی یہ ہوگی کہ جب مشن کی مسلمان محلوں میں کے مدرسوں میں لڑکیاں نہیں جائیں ی تو لازماً ان کے مدرسے ٹوٹ جائیں گے اور وہ خطرناک وبا محلّہ سے تم ہو جائے گی۔

مولانا غلام محی الدین صوفی

آپ انجمن حمایت الاسلام کے ممبر ہیں اور انجمن کے کاموں میں بہت حصہ لیتے ہیں۔ 1885ء میں آپ نے مشن کی شرارتوں اور انجمن کے اغراض اور اس کے مقاصد پر مختلف مقامات میں دن رات جلسے کیے۔ اور اپنی مؤثر تقریروں سے لاہور کے مسلمانوں کو انجمن کی

Marfat.com

کارروائیاں سنائیں۔ جوانہوں نے یتیموں کو پادریوں کے پھندے سے نکالنے کے لیے کی تھیں۔اسی طرح جو مسلمان نصرانی بن گئے تھے یا جو عورتیں مشن والوں کے قبضہ میں چلی گئی تھیں ان کی دردناک داستانیں سنائیں۔اوران کو کس طرح مسلمان کیا، کیا کیا دقتیں پیش آئیں اس کو تفصیل سے بیان کیا۔1886ء میں بھی اسی طرح کام کررہے ہیں بلکہ اس سال انہوں نے لاہور سے نکل کر بیرون جات میں بھی انجمن کے مقاصد بیان کیے۔تثلیث اور کفارہ مسیح کی پول کھولی۔کئی دن تک مختلف مقامات پر انجمن کے مقاصد بتائے۔انہیں مسلمانوں نے پسند کیا اور تقریباً ساڑھے چار سو روپے کی رقم چندہ کی وہاں ملی اس کے بعد آپ جالندھر اور کپورتھلہ تشریف لے گئے۔وہاں کے لوگوں کو نسوانی مدرسہ بنانے کی تلقین کی۔چنانچہ آمادہ ہوگئے ہیں انہوں نے تیاریاں شروع کردی ہیں۔انجمن کے امداد کے واسطے چندہ ہورہا ہے۔

شملہ میں انجمن اسلامیہ کی خواہش تھی کہ یہاں ایک مناظر بھیجا جائے جو وہاں پادریوں سے مناظرہ کرے۔چنانچہ صوفی صاحب کو شملہ بھیجا گیا۔انہوں نے شملہ میں جا کر وہاں کی مختلف مساجد میں تقریریں کیں۔اور انجیل میں تحریف ہے اور بہت سی کتابیں انجیل سے نکال دی گئی ہیں اس پر سیر حاصل اور مدلل بحث کی۔کتاب مقدس کے حوالوں سے ثابت کیا۔پادری لوگ مقابلہ کے لیے تیار نہیں ہوئے۔مسلمانوں نے آپ کی تقریر کو بہت پسند کیا اور اچھی خاصی چندہ میں رقم دی۔ماہ شعبان میں شیخ صاحب ملتان تشریف لے گئے وہاں کے مسلمانوں کو مدرسہ بنانے کی صلاح دی اس کے فوائد بتائے مشن کے پادریوں اور میموں کی حرکات اور ہتھکنڈوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔انجمن کے اغراض بتائے۔انہوں نے پسند کیے۔چندہ دینے کے ساتھ وعدہ کیا ہم ملتان میں جلد جلسہ قائم کریں گے۔

مولوی عبداللہ دہلوی

ماہ شعبان 1333ھ میں مولوی عبداللہ صاحب دہلوی نے ماہ شعبان سے شوال تک لاہور میں جا بجا رد نصاریٰ کیا۔انجمن کے دو جلسوں میں شریک ہوئے۔اور وعظ فرمایا۔یہ دونوں جلسے

Marfat.com

بڑے بارونق تھے۔آپ نے ان جلسوں میں پادریوں کے اعتراضات ''اسلام تلوار سے پھلا ہے، قرآن مجید الہامی کتاب نہیں ہے'' اس کی تردید کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ الزام قرآن پر نہیں ہوتا بلکہ انجیل میں بہت سی آیتیں داخل کی گئیں ہیں اور انجیل کے بہت سے حصے الہامی نہیں ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم

29 رجنوری 1897ء کو انجمن حمایت الاسلام لاہور کا جلسہ ہوا اس میں مولانا ابراہیم نے تقریر فرمائی۔مولانا ابراہیم انجمن حمایت الاسلام گوجرانولہ واعظ اور ردنصاریٰ ہیں۔آپ نے اپنی تقریر میں سورہ صف کا اول رکوع پڑھا جس میں جناب رسالت مآب ﷺ کی تشریف آوری کی نسبت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیشنگوئی کی تھی اور پہلے کتب سماوی اور چند دیگر انگریزی کتب کے حوالوں سے حضور اقدس ﷺ کی نبوت کا ثبوت دیا اثناء تقریر میں مولانا صاحب نے مناظرہ اور مباحثہ کا ذکر کیا جو ان کے ڈیرہ غازی خان کے پادریوں سے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بارے میں ہوا۔جس میں مولانا موصوف غالب آئے۔

میاں اللہ دیا

آپ جلد سازی کا کام لدھیانہ میں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مولانا آل حسن، مولانا رحم اللہ کی تصنیفات کا فضل ہے کہ مسلمانوں نے خواہ کسی درجہ کا ہو پادریوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔چنانچہ ایک مثال میاں اللہ دیا کی ہے۔انجمن حمایت الاسلام لاہور کی سالانہ رپورٹ 31 رجنوری 1886ء میں سکریٹری صاحب اپنے رسالے ردِ نصاریٰ کے مضامین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس رسالے میں جو مضامین عیسائیوں کے اعتراضوں کی تردید یا ان کے عقائد پر نکتہ چینی کرنے کے متعلق چھپے ہیں ان میں سوائے ایک کے سب میاں اللہ دیاں صاحب جلد ساز ساکن لدھیانہ کی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ایک مضمون مولوی غلام نبی صاحب (مناظر) تاجر کتب امرتسر کی تالیفات سے ہے۔

Marfat.com

سید محمد شاہ گیلانی

آپ یکم دسمبر 1886ء میں انجمن حمایت الاسلام لاہور میں ملازم ہوئے۔ آپ اس سے بیشتر ممالک حصہ میں مختلف مقامات پر ردِّ نصاریٰ فرماتے تھے۔ انجمن نے آپ کو اپنا واعظ مقرر کیا ہے۔ آپ قاری بھی ہیں۔

مولوی محمد مبارک

سیالکوٹ میں جب 1897 میں پادری صاحبان نے زور پکڑا تو وہاں کے معزز لوگوں نے استدعا کی کہ اس علاقہ میں مستقل طور پر ایک ردنصاریٰ واعظ مقرر کیا جائے جو دیہات میں پھر کر اسلام کی حمایت کریں۔ اور موجودہ دین عیسوی کے عقل اور قیاس سے باہر مسائل کی قلعی کھول کر ناواقف لوگوں کو جو دھوکے میں آکر اپنے مقدس مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں بچاویں۔ انجمن نے اس کام کے لیے مولوی مبارک کو مقرر کیا۔ جنہوں نے اپنے فرائض بخوبی اور سرگرمی کے ساتھ انجام دیے۔ انہوں نے تحصیل پسرور اور قرب و جوار کے بہت سے گاؤں میں دورہ کیا۔ وہ جب موضع بدو تشریف لے گئے تو وہاں پادری کنگ صاحب کا ڈیرہ لگا ہوا تھا۔ مولانا موصوف نے ان سے مناظرہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہیں مانے۔ مولانا نے ایک بڑے جلسے میں بڑی شدومد کے ساتھ ردنصاریٰ کیا جس سے پادری صاحب اپنا ڈیرہ اٹھا کر لے گئے۔

ماہوار رسالہ

رمضان المبارک 1302ھ سے اس انجمن نے ایک ماہوار رسالہ بھی نکالنا شروع کر دیا ہے جس میں غیر مذاہب کے اعتراضوں کے جواب دینے، ان کے عقائد پر تہذیب کے ساتھ نکتہ چینی کرنے، اہل اسلام کو اصلاح طرزِ معاشرت اور اخلاق کی اصلاح کی ترغیب دینے کے مضمون اور انجمن کی کارروائی درج کی جاتی ہے۔

یہ رسالہ انجمن کے ممبروں پنجاب کی اسلامی انجمنوں ہندوستان کے اکثر مسلمان

Marfat.com

ایڈیٹروں کی خدمت میں بلا قیمت پہنچایا جاتا ہے۔ پہلے یہ رسالہ چھوٹی تقطیع پر چھپتا تھا لیکن ماہ رجب سے اب اس کا سائز بڑا کر دیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں ماہ ربیع الثانی 1303ھ و 1304ھ یعنی ایک سال میں جو مضمون شائع ہوئے اس کی تفصیل اس نقشہ سے ظاہر ہوتی ہے:

ربیع الثانی 1303ھ	انجمن کی سالانہ رپورٹ
جمادی الاول 1303ھ	انجمن کے سالانہ جلسے کی روداد
جمادی الثانی 1303ھ	مسلمانوں کی ترقی کا وسیلہ جہالت اور مسلمان مشنری اور انجمن کی کارروائی کی کیفیت
رجب المرجب 1303ھ	اسلامی یتیم خانے قائم کرنے کی ضرورت
شعبان المعظم 1303ھ	قرآن کا یہ دعویٰ کہ انجیل میں آنحضرت ﷺ کی خبر دی گئی ہے۔ صحیح ہے۔
رمضان المبارک 1303ھ	مضمون مندرجہ قرآن کا دعویٰ الخ، شعبان کا حصہ، عورتوں کے لیے پردہ کی ضرورت۔
شوال المکرّم 1303ھ	عیسائیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں کہ حضرت مسیح کا آسمان پر جانا ثابت ہو۔
ذی قعدہ وذی الحجہ 1303ھ	انجمن کی کارروائی کی کیفیت۔
ربیع الاول، ربیع الثانی 1303ھ	مضمون مسلۂ جہاد، انجمن کی کارروائی۔

اس رسالے کے مضمون مسلمانوں نے پسند کیے، ان سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا، خاص طور پر پردہ کے مضمون نے مسلمان عورتوں پر کافی اثر کیا، علاوہ مولانا غلام نبی کے مضمون کے رسالے میں ردِّ نصاریٰ پر جو مضمون لکھے گئے وہ اللہ دیا صاحب نے لکھے ہیں۔

انجمن حمایت الاسلام لاہور حقیقی معنوں میں 1884ء کو وجود میں آئی ان کے

Marfat.com

عہدیداروں اور مناظروں وواعظین کی شب وروز کی جدوجہد کا یہ ثمرہ ہے کہ 1886ء تک و سال کے بعد دس زنانہ اسکول قائم ہو گئے تھے۔

مدارس نسوانی

ان نئے جاری شدہ مدرسون میں ایک مدرسہ ایسا ہے جس میں انجمن کا کوئی خرچ نہیں ہوتا اسی مدرسہ کا نمبر 10 ہے۔ حکیم محمد علی صاحب مالک فیاضی شفاخانہ کی زوجہ محترم اس کا خرچ اٹھاتی ہیں انہی کے دولت کدہ میں یہ مدرسہ کھلا ہے۔ جون 1885ء کو موچی دروازہ میں دو مدرسے جاری کیے گئے۔ جن میں نمبر 10 کا مدرسہ خلیفہ حمید الدین کی نگرانی میں جاری ہوا۔ دوسرا مدرسہ مولوی غلام کی سپردگی میں کر دیا گیا۔ اگست 1885ء میں ایک مدرسہ جس کا نمبر 3 ہے شیخ فتح بخش صاحب نے اپنے گھر میں کوچہ تیر گراں میں جاری کیا۔ دوسرا مدرسہ جس کا نمبر 4 ہے محلّہ کی رضامندی پر خلیفہ عبدالرحیم کی زیر نگرانی انکے گھر میں جاری ہوا۔ جس میں انجمن معمولی اخراجات دیتی ہے۔ مدرسہ نمبر 5 اکتوبر 1885ء میں شروع میں مکی دروازہ کے مسلمانوں کی ہمت اور کوشش سے خصوصاً میاں افتخار الدین صاحب پریس مین مطبع کوہ نور کی سرکردگی سے جاری ہوا۔ اور اس مدرسہ کا اہتمام میاں فتح الدین صاحب کے سپرد ہوا۔ مدرسہ نمبر 6 مارچ 1886ء میں محلّہ چوڑی موری میں محلّہ والوں نے جاری کیا۔ مدرسہ نمبر 7 طویلہ شاہ نواز میں شال سے جاری ہوا۔ جو سید فضل شاہ صاحب کی مردانہ ہمت کا ثمرہ ہے۔ مدرسہ نمبر 8 پہلے شاہ نواز میں تھا بعد میں بارود خانے میں منتقل کر دیا گیا۔

مدرسہ نمبر 9 جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اس مدرسے کا اجر سب مدرسوں سے زیادہ ہے قابل قدر ہے اور انجمن کے لیے بھی باعث فخر ہے۔ اور اس کی کامیابی کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ اس مدرسہ کی معلّمہ پہلے مشنریوں سے تنخواہ پاتی تھیں۔ اور یہ مدرسہ عیسائیوں کا تھا جب اس محلے کے مسلمانوں کو مدرسے کی خرابیوں کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی لڑکیوں کو مدرسہ میں بھیجنا بند کر دیا۔

Marfat.com

آخر کار معلّمہ نے درخواست کی میں مجبوری میں اس کام کو کر رہی تھی میرا گزارہ اسی آمدنی پر تھا۔ اگر انجمن میری مدد کرے تو بخوشی قبول کرلوں گی۔ اور وہ گناہ جو مجھ سے اپنے گھر میں دین عیسوی کی اشاعت کی وجہ سے ہوا اس سے تائب ہوتی ہوں چنانچہ یہ درخواست اس کی منظور ہوگئی۔

ان نسوانی مدرسوں کے جاری کرنے کا مقصد انجمن کا یہی تھا کہ پادریوں کا زور ٹوٹے اور محلوں میں مشن کے مدرسے بند ہوں۔ چنانچہ مدرسے ٹوٹے دو مدرسے ٹوٹنے کی اطلاع آچکی ہے۔ انجمن کے مدرسوں سے مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا۔ کیونکہ پادریوں کے روافزوں مدارس کی تعداد بڑھنے سے کم ہوگئی۔ اگر توجہ نہ دی جاتی اور انجمن کے مناظر ردِ نصاریٰ نہ کرتے تو آج لاہور کی ایک گلی کوئی کوچہ بلکہ کوئی گھر ایسا نہ رہتا جس میں مشن کا اثر نہ پہنچتا۔ ذیل میں نسوانی مدرسوں کی رپورٹ درج کی جاتی ہے جس سے ہر ایک مدرسے کا مفصل حال معلوم ہو جائے گا کہ تعلیم کا کیا حال ہے کس قدر ان میں لڑکیاں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔

(سالانہ رپورٹ نسوانی مدارس 1385ھ انجمن حمایت الاسلام لاہور)

کل تعداد طلباء	اوسط حاضری	جماعت اول	جماعت دوم	جماعت سوئم	جماعت چہارم	جماعت پنجم	جماعت ششم
3	9	20	7	8	3	10	11
				8	3	8	1

اور جالی نکالنے کا کام سکھایا جاتا ہے اور ان کو نماز بھی پڑھائی جاتی ہے، چھوٹی لڑکیاں نماز سیکھتی ہیں جماعت ششم کی لڑکیاں گن بھی سکتی ہیں۔ یہ مدرسہ 21/اگست 1885ء سے جاری ہوا۔

کل تعداد طلباء		اوسط حاضری		جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں
20	0	16	0	9	0	10	0	6	0	1	30	2	1	0	0
13	0	16	0	10	0	6	0	1	2	2	1	2	1	0	0

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع عقب مسجد خاں زیر نگرانی مولوی غلام صاحب مدرس اسکول جماعت ششم کے طلباء قرآن شریف ختم کر چکے ہیں۔ اور چار کتابیں بھی پڑھ چکے ہیں۔ گنتی بھی کر سکتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتی ہیں چھوٹی لڑکیوں کو نماز سکھائی جاتی ہے۔ جماعت ششم لڑکیاں ازار بند بنانے کا کام سیکھتی ہیں اس مدرسہ کے چار طلباء فیل ہوئے۔ پڑھائی اچھی ہے۔ یہ مدرسہ 15/اگست سے قائم ہے۔

کل تعداد طلباء		اوسط حاضری		جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں
26	0	16	0	18	0	13	0	3	7	10	10	2	4	2	0
18	0	16	0	13	0	3	7	10	10	2	4	1	9	1	0

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع کوچہ بترگان، زیر نگرانی میاں فتح بخش صاحب جماعت ششم کے لڑکے قرآن ختم کر چکے ہیں اور کتابیں پڑھتے ہیں جماعت پنجم کے

Marfat.com

طلباء 26واں پارہ پڑھتی ہیں اور اردو کی پہلی کتاب بھی، ان کو جرابیں بنانی سکھائی جاتی ہیں۔

طلباء کی تعداد اس مدرسہ میں زیادہ ہے۔ یہ مدرسہ ستمبر 1885ء سے جاری ہوا۔

کل تعداد طلباء		اوسط حاضری		جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے
17	6	16	5	6	2	9	2	0	1	0	0	1	1	1	0
0	0	0	0	6	2	6	1	0	0	0	0	1	1	1	0

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع کوچہ تیر گراں، زیر نگرانی خلیفہ عبدالرحیم صاحب

جماعت ششم کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھ چکی ہیں۔ گلوبند وغیرہ بنانے بھی جانتی ہیں

جماعت پنجم کے طلباء 26واں پارہ پڑھتے ہیں۔ اور اردو کی پہلی کتاب پڑھتے ہیں۔ چار طلباء فیل، پڑھائی اچھی، دستکاری عمدہ۔ یہ مدرسہ 15؍ستمبر سے جاری ہے۔

کل تعداد طلباء		اوسط حاضری		جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے
2	30	1	27	1	16	9	15	5	10	5	0	0	0	0	0
0	0	0	0	1	16	0	6	1	5	0	0	0	0	0	0

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع مکی دروازہ، زیر نگرانی میاں فتح الدین صاحب

اس مدرسہ میں ابھی صرف تین جماعتیں قائم ہوئی ہیں جس کی پڑھائی اچھی ہے۔

Marfat.com

صرف تین لڑکیاں امتحان میں ناکامیاب ہوئیں جولڑکیاں بڑی ہیں ان کونماز بھی سکھائی جاتی ہےاور گنتی بھی، جرابوں کا کام بھی سیکھتی ہیں۔ یہ مدرسہ 1 ستمبر 1885ء سے قائم ہے۔

کل تعداد طلباء	اوسط حاضری	جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
		لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے
15	18	1	4	6	9	2	0	0	0	0	0	0	1
0	0	0	4	2	5	8	2	0	0	0	0	0	1

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع چوڑی موری، زیرنگرانی میاں وارث الدین صاحب

ایک لڑکی قرآن شریف ختم کر چکی ہے اور پہلی کتاب پڑھ لی ہے۔ نماز پڑھتی ہے گنتی جانتی ہے۔ جرابوں اور ازار بندوں کا کام سیکھتی ہیں۔ بڑی لڑکیاں بھی دستکاری سیکھتی ہیں نماز بھی پڑھتی ہیں۔ 6 طلباء فیل، اچھی پڑھائی۔ یہ مدرسہ 1886ء سے جاری ہے۔

کل تعداد طلباء	اوسط حاضری	جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
		لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے
0	18	0	15	0	2	0	25	0	5	0	2	0	4
0	0	0	4	0	1	0	5	0	3	0	2	0	4

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع طویلہ شاہنواز، زیرنگرانی سید فضل شاہ صاحب

یہ لڑکیاں قرآن شریف ختم کر چکی ہیں اور کتابیں پڑھتی ہیں جالی کا کام بھی سیکھتی ہیں۔

Marfat.com

پڑھائی اچھی ہے صرف دولڑکیاں امتحان میں ناکامیاب رہیں۔ یہ مدرسہ 28 ؍دسمبر 1886ء سے جاری ہے۔

کل تعداد طلباء	اوسط حاضری	جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
		تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع بارودخانہ، زیرنگرانی منشی الٰہ داد صاحب

یہ مدرسہ باردو خانہ میں جاری ہوا تھا۔ مگر معلّمہ کی کثیر غیر حاضری سے 22 ؍دسمبر 1886ء سے بند ہے۔ بعد ملاحظہ انسپکٹر پھر جاری ہوا ہے۔

کل تعداد طلباء	اوسط حاضری	جماعت اول		جماعت دوم		جماعت سوئم		جماعت چہارم		جماعت پنجم		جماعت ششم	
		تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0

مدرسہ کہاں ہے اس کا پتہ: واقع کوچہ سادھوان، زیرنگرانی ڈاکٹر محمد الدین صاحب

یہ مدرسہ 15 ؍اکتوبر سے جاری ہوا ہے۔ پڑھائی معمولی ہے۔ چونکہ یہ مدرسہ چند روز سے قائم ہوا ہے اس واسطے صرف دو جماعتیں قائم ہوئی۔ اس مدرسے میں بھی لڑکیاں چھوٹی

Marfat.com

ہیں۔اس لیے ان کو کوئی کام نہیں سکھایا جاتا۔

یہ 10 واں مدرسہ بھی یکم دسمبر سے جاری ہوا ہے۔ پانچ بچے ابھی آئے ہیں۔ پڑھائی معمولی ہے۔تھوڑے عرصہ سے قائم ہوا ہے اس واسطے کوئی کام شروع نہیں کرایا گیا ہے۔

دسوں اسکول میں طالب علموں کی تعداد کل 227، لڑکیاں 169 اور لڑکے 58 ہیں۔

مدرسۃ المسلمین

1886ء میں لڑکوں کے ایک مدرسہ انجمن نے قائم کیا جس میں پرائمری کی تعلیم دی ائے گی۔اس مدرسہ کے جاری کرنے کے واسطے ایک عالی شان جلسہ حویلی سید محمد شاہ میڈن واقع چوہٹہ مفتی باقر میں منعقد ہوا جس میں بہت سے مسلمان شامل تھے جنہوں نے عالی ہمتی اور حوصلہ کا ثبوت دیا انہوں نے ساڑھے چھ سو روپے لکھوائے۔غرض یکم محرم 1306ھ کو مدرسہ کا افتتاح ہو گیا۔ابتدا میں تیس کے قریب لڑکے داخل ہوئے اور مدرس کے واسطے مقرر کیے گئے۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد طلباء کے زیادہ داخلہ پر لوئر پرائمری کی تینوں جماعتیں قائم کی گئیں، مکان جس میں مدرسہ جاری کیا گیا تھا کافی نہ رہا مکان بدلتے بدلتے آخر سکندر خاں کی حویلی منتقل کیا گیا۔طالب علم اس قدر ہو گئے تھے کہ چھ ماسٹر اور ایک مانیٹر مقرر کرنے پڑے۔اس مدرسہ میں اردو فارسی انگریزی، جغرافیہ حساب وغیرہ کے ساتھ کلام اللہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ نماز بھی پڑھائی جاتی ہے۔اور جمعہ کے روز جامع مسجد میں طلباء کی نماز کی حاضری لی جاتی ہے۔ آخر دسمبر 1886ء میں اس کی پانچوں جماعتوں میں 191 طلباء تھے۔آخر دسمبر 1887ء تک 278 طلباء ہو گئے اور شروع دسمبر میں موچی دروازہ کا مشن اسکول ٹوٹ کر اس میں شامل ہو گیا۔ شروع سال 1887ء کو مدرسہ کی جماعتوں کو مڈل تک کر دیا گیا۔آخر دسمبر 1887ء کو مدرسہ میں 373 طالب علم داخل ہوئے۔ سال گزشتہ تک مدرسہ میں ہائی ڈیپارٹمنٹ کی صرف ایک جماعت 1888ء میں دوسری جماعت کھل گئی۔ ہوتے ہوتے 1892ء میں جبکہ مدرسہ اور اس کی شاخوں کے طالب علموں کی تعداد 653 تھی کالج کھول دیا گیا۔ دوسرے سال سیکنڈ ایر

Marfat.com

کلاس بھی کھول دی گئی۔1896ء تک مدرسہ وکالج کے امتحان کے نتیجے یہ ہیں: ایف اے میں 16 میں سے 10 پاس ہوئے، انٹرینس میں 52 میں سے 28، مڈل میں 25 میں سے 12 پاس ہوئے۔ پنجاب کے کل کالجوں کے مقابلہ اسلامیہ کالج کا نتیجہ ایف اے تیسرے نمبر پر رہا۔ انجمن ہذا کی طرف سے 44 وظائف طلباء اسکول وکالج کو 1896ء میں دیے گئے۔ جن پر 1000 روپے خرچ ہوئے۔ 76 طلباء کو سامان تعلیم اور 119 کو فیس کی مدد دی گئی۔ جس کے میزان سالانہ 1176 روپے ہوتے ہیں۔ کالج کے ساتھ بورڈنگ کا بھی انتظام تھا۔

یتیم خانہ

1884ء میں پادری اسلام کے خلاف جو کارروائیاں کر رہے تھے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے تھے اس میں ایک بیجا حرکت ان کی یہ تھی کہ وہ غریب ومفلس اور لاوارث یتیم بچوں کو اپنے قبضہ میں لے لیتے تھے۔ ان کی پرورش کرتے تھے۔ اور آخر میں ان کو عیسائی بنا لیتے تھے۔ مسلمان سرمایہ داران کی مدد نہیں کرتے تھے تو لاچار بہت سے غریب معاش کی تنگی کی وجہ سے عیسائیوں کے پاس جا کر روٹی کے بدلے ایمان فروخت کر دیتے تھے۔ کچھ یوں لاوارث اور یتیم بچے پیش کیے کوئی مسلمان ان کی پرورش کا کفیل نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے انہیں بھی پادری عیسائی بنا لیتے تھے اور پڑھا سکھا ہر روز صبح وشام اپنے باپ دادا کے پاک مذہب کی توہین کرتے پھرتے تھے۔

انجمن نے یہ حالت دیکھ کر انجمن کے ابتدائی زمانے سے یتیم خانہ بنوانے کی کوشش شروع کر رکھی تھی۔ یتیم خانے کے لیے کافی سالوں تک معقول چندہ نہیں ملا۔ 1885ء میں صرف چالیس روپے یتیم خانے کی مدد کے لیے ملے آخر دسمبر تک تیس روپے سوانو آنے ملے۔ 1886ء میں قربانی کی کھالوں سے ستانویں روپے پونے پندرہ آنے ملا کر 469 روپے جمع ہوئے۔ 1887ء میں انجمن نے اغراض کی تکمیل کے لیے قدم بڑھا ہی دیا۔ اور یتیم خانہ قائم کر لیا۔ اس سال یتیم خانہ کو بیس روپے صرفہ دینا پڑا۔ 1887ء میں یتیم خانے کی کل آمدنی 6509 ہوئی۔ 1888ء میں یتیم خانہ میں 9 نئے لڑکے داخل ہوئے۔ خرچ 581 روپے سالانہ

Marfat.com

ہوئے۔1889ء میں یتیم و مفلس ناداروں کی تعداد 118 تھی فنڈ سے وظیفہ فیس بانعام تعلیم کی مدد دی گئی۔ بڑھتے بڑھتے 1896ء میں یتیموں کی تعداد 52 تھی۔اس سال یتیم خانہ کے لیے یتیم خانہ بھی خریدا گیا۔

تصنیف تالیف

انجمن نے اپنے خانوں کے مطابق کتب کی تصنیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔اس زمانہ میں سرکاری مدارس کے جو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اس میں سوائے معلومات دنیوی کے دینوی نہیں ہوتی تھی۔ان میں اخلاقی اور دینی تعلیم کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔مگر مسلمانوں کو اس خطرناک زمانے میں دو قسم کی تعلیم جس میں مذہبی بھی ہو دینا ضروری ہے۔اس لیے انجمن نے ضروری سمجھا کہ مذہبی کتابیں تالیف کر کے شائع کرے جس میں دنیاوی معلومات بھی ہوتا کہ مسلمان بچے جس طرح دنیا کے کاروبار سے واقفیت حاصل کریں اس طرح دین کی خوبیوں سے بھی آگاہ ہوں اوزاس کے احکام کے پابند ہونے کے لائق بنیں چنانچہ انجمن نے 85ء میں اردو کی پہلی کتاب شائع کی۔دوسرے سال اردو کا قاعدہ چھاپا اسی طرح بتدریج کتب شائع کیں چنانچہ 1896ء میں انجمن حسب ذیل کتب شائع کر چکی تھی:

(1) اردو کا قاعدہ (2) اردو کی پہلی کتاب لڑکیوں کے واسطے (3) اردو کی پہلی کتاب لڑکیوں کے واسطے (4) اردو کی دوسری کتاب لڑکیوں کے واسطے (5) اردو کی تیسری کتاب لڑکیوں کے واسطے (6) اردو کی چوتھی کتاب لڑکیوں کے واسطے (7) حصہ نظم اردو کی پانچویں کتاب لڑکیوں کے واسطے (8) اردو میں دینیات کا پہلا رسالہ لڑکیوں کے واسطے (9) اردو میں دینیات کا دوسرا رسالہ لڑکیوں کے واسطے (10) اردو میں دینیات کا تیسرا رسالہ لڑکیوں کے واسطے (11) صرف اردو کا ابتدائی رسالہ لڑکیوں کے واسطے (12) فارسی کی پہلی کتاب لڑکیوں کے واسطے (13) فارسی کی پہلی دوسری لڑکیوں کے واسطے (14) فارسی کی تیسری کتاب لڑکیوں کے واسطے (15) فارسی کی چوتھی کتاب لڑکیوں کے واسطے (16) صرف فارسی

Marfat.com

کا ابتدائی رسالہ (17) عربی میں دینیات کی پہلی کتاب (18) عربی میں دینیات کی دوسری کتاب (19) عربی میں دینیات کی تیسری کتاب (20) عربی میں دینیات کی چوتھی کتاب (21) عربی میں دینیات کی پانچویں کتاب (22) منیۃ الراغب (23) عوامل عربیہ (24) کتاب الصرف (25) کتاب النحو (26) انگریزی کا قاعدہ (27) انگریزی انگلش پرائمر (28) انگریزی فسٹ ریڈر (29) انگریزی سیکنڈ ریڈر (30) گرامر (31) ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب (32) ابطال الوہیت مسیح علیہ السلام (33) اثبات اصول اسلام (34) قرآن شریف کی دنیا کو ضرورت (35) تقدیس الانبیاء (36) ازالۃ الشبہات (37) فطرۃ اللہ (38) لکچر گفت وشنید (39) توحید پر لکچر (40) آٹے نامہ (41) پنجابی نظم (42) مدامی جنتری (43) مسلمانوں کا نصاب تعلیم (44) لکچر (45) اسرار لتنزیل (46) انگریزی بول چال (47) تحریف قرآن کا جواب

کتب خانہ اور لائبریریاں

کتب خانہ لائبریریاں بنانے کی خواہش انجمن کی شروع سے رہی مگر جب اس کو 1889ء میں منشی گلاب سنگھ مالک مطبع مفید عام و پبلشر گورنمنٹ نے اپنے مطبع کی ہر ایک کتاب اور نقشہ کی ایک جلد انجمن کو دی جس سے ان کی ہمدردی اور بے تعصبی کا ثبوت ملتا ہے، کتب خانہ کی بنیاد پڑی۔

1891ء میں لائبریری اور کتب خانہ میں ترقی ہوئی گزشتہ سالوں سے زیادہ کتب و اخبار آئے۔ تبادلہ میں اخبارات حسب ذیل آتے تھے۔

☆ رفیق ہند ☆ صحیفہ فارسی ☆ اسلام ☆ سراج الاخبار ☆ الصدیق ☆ رسالہ اشاعۃ السنۃ ☆ حامی ہند ☆ الواعظ ☆ انگریزی اخبار ہیرالڈ مدراس

صبح سے 8 بجے تک کتب خانہ برابر کھلا رہتا ہے۔ جس سے ہر مذہب وملت کے لوگ فائدا اٹھاتے ہیں۔ کتب خانے میں 1892ء میں مختلف زبانوں کی تعداد 1305 اور اخباروں کی تعداد 41 تھی۔ 1893ء میں 1462 کتابیں ہوگئیں تھیں۔

Marfat.com

درجہ بدرجہ لائبریری اور کتب خانہ نے ترقی کی، 1895ء میں 1766 کتابیں ہو گئیں اور 54 اخبار آتے رہے۔

یتیم بچوں اور عورتوں کو

پادریوں کے پھندے سے نکالنا

علاقہ لدھیانہ کے دیہات کی ایک بال بچوں والی عورت مفلسی سے تنگ آ کر کسی کو اپنا کفیل و مددگار نہ پا کر پادریوں کے پاس چلی گئی۔ وہاں کیا تھا جھٹ عورت کو بچوں سمیت بپتسمہ دیا گیا۔ وہاں کے مسلمانوں میں سے مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانوی نے عورت کو سمجھانا شروع کیا۔ مولانا کی نیک نیتی کی وجہ سے قدرت نے ان کی مدد کی اور وہ عورت پھر مسلمان ہو گئی۔ اس نے پادریوں سے اپنے بچے مانگے، انہوں نے ان کے دینے سے انکار کر دیا۔ مولانا موصوف نے مقدمہ دائر کر دیا۔ لدھیانہ کی عدالتوں میں مولانا کی نہیں چلی اور کامیاب نہ ہوئے۔

مسلمانوں نے جو اس مقدمہ کے لیے چندہ کیا تھا وہ خرچ ہو گیا۔ اب چیف کورٹ میں جانے کے لیے روپیہ نہ تھا۔ مولانا نور احمد صاحب مدرس مدرسہ حقانی نے انجمن کو ان حالات کی اطلاع دی۔ اور امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ انجمن نے اس کو ضروری سمجھا اور عدالت عالیہ کے واسطے جن اخراجات کی ضرورت تھی انہیں دے دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ مولانا فتحیاب ہوئے۔ اور چیف کورٹ نے اس کے بچوں کو عورت کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔

اجراء ڈگری کے واسطے جب مولانا عبدالقادر صاحب ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں درخواست دی تو پادری نیوٹن نے عذر کیا میں اس مقدمہ میں درحقیقت مدعا علیہ نہیں ہے نہ بچے میرے پاس ہیں۔ قانون کی ناواقفیت کی وجہ سے مقدمہ کی پیروی کرتا رہا۔ مجھ پر ڈگری کی تعمیل نہ کرائی جائے۔ ڈسٹرکٹ جج نے اس عذر پر وہ فیصلہ چیف کورٹ میں بھیج دیا۔ چیف کورٹ نے اپنے سابقہ فیصلہ کو برقرار رکھا۔ چنانچہ دو بچے عیسائیوں کے قبضے سے ملے۔ تیسرے لڑکے کی

Marfat.com

نسبت انہوں نے کہہ دیا کہ وہ کہیں چلا گیا۔ ان بیکس یتیم بچوں کی حالت زار کا نقشہ جبکہ وہ پادری نیوٹن کے قبضہ میں تھے یتیم بچوں کی زبان میں نذیر لکھنوی شاعر نے کھینچا ہے۔ ملاحظہ ہو:

کھلی ہے قید مشن میں میری زباں نیوٹن	میں ظلمہائے مشن کیا کروں بیاں نیوٹن
دکھائی قید مشن ہم کو آب و دانہ نے	دگر نہ باپ کہاں، ماں کہاں، کہاں نیوٹن
ترے مشن کے نہ آتا میں زینہار قریب	نہ ہوتا باپ اگر خاک میں نہاں نیوٹن
نہ جبر سے ہمیں عیسائی کر خدا سے ڈر	نہیں پسند تری ہم کو روٹیاں نیوٹن
رہا نہ جب ایمان تو جان بھی جائے	زمیں سے ہم کو اب آسماں نیوٹن
اپیل سے ہمیں چھوڑا ہے چیف جسٹس نے	نہ کر غرور ہمیں چھوڑ مہرباں نیوٹن
پھریں گے دینِ محمد سے ہم نہ تادمِ مرگ	تمہاری جائے گی محنت یہ رائیگاں نیوٹن
خدا کا خوف تمہارے نہیں دلوں میں ذرا	جو اس فساد پر باندھی کمر میاں نیوٹن
چھڑا دے قیدِ مشن سے تو اے خدا ہم کو ہے ماں کے قدموں کے نیچے سنا، جناں نیوٹن	

ایک غریب و مفلس اور نادار و شریف بیوہ سیدہ زادی جو اپنے متعلقین کی طرف سے کافی گزارہ نہ ملنے کے باعث عیسائی ہوگئی تھی۔ اس کے بارے میں ہوشیار پور سے درخواست آئی اگر انجمن مالی امداد دے تو وہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ پھر اسلام قبول کر لے گی۔ انجمن نے بڑی خوشی سے یہ درخواست منظور کر لی وہ عورت پڑھی لکھی تھی۔ اس کو لاہور آنے پر نسوانی مدرسوں کی نگرانی پر مامور کر دیا گیا۔ اور اس کے بچوں کو پانچ روپے ماہوار دیا گیا۔ مکان بھی یتیم خانہ میں اسکو دیا گیا۔

شروع 1890ء میں کابل کی دو شہزادیوں کو جو پہلے عیسائی ہوگئیں تھیں اور پھر انجمن کے ذریعہ مسلمان ہوئیں دونوں کو دس روپے ماہوار وظیفہ ملتا رہا۔ آخیر سال ایک کا نکاح ہوگیا۔ اس لیے اس کا وظیفہ بند کر دیا گیا۔ دوسری شہزادی کو برابر وظیفہ مل رہا ہے۔

Marfat.com

انجمن حمایت الاسلام کی شاخیں

یوں تو انجمن حمایت الاسلام کی ہندوستان بھر میں سینکڑوں شاخیں ہوں گی لیکن جو ہمارے علم میں مستند طور پر ہیں وہ یہ ہیں جو 1896ء تک مرکز سے ملحق ہوئیں۔ انجمن پٹیالہ، انجمن امرتسر، انجمن کوچنوالہ، انجمن ہزک درہ بالاں، انجمن برما، انجمن حیدرآباد دکن۔

لیورپول مسلم انسٹی ٹیوٹ

مولانا محمد علی منگیری نے اس سوسائٹی کا ذکر اپنی کتاب پیغام محمدی میں حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:

یہ کہیے خدائے تعالیٰ نے ہمیں وہ مذہب عنایت کیا ہے جو اپنی ذاتی عمدگی کی وجہ سے مثل آفتاب خوب چمکتا ہے۔ یہ اس کی سچائی اور عمدگی کی کیسی روشن دلیل ہے۔ کہ جس مقام پر اس کے مخالفوں کی شان وشوکت ظاہری کا دریا موجزن ہے۔ وہاں بھی سچے دلوں میں یہ اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ اور اپنی خوبیوں سے ان کے دلوں کو بیتاب کر رہا ہے۔ لندن وغیرہ میں عیسائی مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ بعض ڈرتے ہیں مگر بعضوں کے دل میں ایسا جوش ہوا کہ انہوں نے اعلان کر دیا ہے چنانچہ لیورپول میں انہیں پر جوش نونہال مسلمانوں نے ایک انجمن قائم کی ہے۔ جس کا نام لیورپول مسلم انسٹی ٹیوٹ ہے۔ اس انجمن کی غرض اشاعت اسلام، تعمیر مسجد، تعلیم فارسی عربی ترکی عبرانی، موئید اسلام کتابوں کا مشتہر کرانا ایک کتب خانہ مہیا کرنا، غریب مسلمانوں کی مدد کرنا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمت و مستعدی سے اس انجمن میں شریک ہوں۔ اس کی مدد کریں۔ اس انجمن کے میر مجلس مولوی رفیع الدین صاحب سابق میر مجلس انجمن اسلامی ممبئی ہیں۔ اور مسٹر جی لسٹر صاحب آنریری سکریٹری ہیں جو صاحب چاہیں ان سے خط و کتابت کریں۔ (پیغام محمدی مطبوعہ 1308ھ، صفحہ:323)

Marfat.com

انجمن خادم علوم اسلامیہ

انجمن حمایت الاسلام لاہور کے بعد تین سال کے عرصہ میں یہ خادم علوم انجمن قائم ہوئی۔ پنجاب کے مسلمانوں میں ہمت پیدا ہوئی تو انجمن اسلامیہ پشاور، انجمن اسلامیہ امرتسر، انجمن اسلامیہ شملہ اور پنجاب کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں انجمن اسلامیہ اجمیر، انجمن اسلامیہ حیدرآباد، انجمن اسلامیہ مرادآباد 1888ء میں موجود تھیں۔ (رسالہ انجمن حمایت الاسلام لاہور رپورٹ 1886ء)

انجمن خادم علوم کے مقاصد تقریباً وہی ہیں جو انجمن حمایت الاسلام کے ہیں، عورتوں کو تعلیم دینا، ان کو دستکاری سکھانا اور مسلمانوں کے جو علوم ہیں ان کو زندہ رکھنا۔ اور یتیموں کی پرورش کرنا تاکہ وہ عیسائیوں کے قبضہ میں نہ چلے جائیں۔ انجمن حمایت الاسلام لاہور اور مذکورہ انجمن کے اصولوں میں تھوڑا فرق ہے۔ مذکورہ انجمن چاہتی ہے کہ مسلمانوں کے بچے پہلے اسلامی تعلیم پائیں ان کے لیے ایسے مدرسے قائم ہوں اس کے بعد خواہ وہ انگریزی مدرسہ میں چلے جائیں ان پر اسلامی اثر ہوگا۔ اور وہ مشن معلموں کے اثر میں نہیں آسکیں گے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ جو مسلمان طلباء سنٹرل موڈل اسکول میں تعلیم پا رہے تھے وہ ساتھ میں اسلامی تعلیم بھی پائیں جن کو انجمن کا مدرسہ علوم اسلامیہ دے۔ چنانچہ مذکورہ انجمن کے اغراض و مقاصد یہ ہیں:

(1) مسلمانوں کے اخلاق اور معاشرت کو درست کرنا۔

(2) علوم عربیہ اسلامیہ جو اس ملک (ہندوستان) میں کالعدم ہو گئے ان کو زندہ کر کے سرسبز کرنا جس کے لیے بالفعل ایک اعلیٰ دینیاتی تعلیم کا مدرسہ جاری کیا جائے۔

(3) اس مدرسہ میں اعمال شرعیہ کی تعلیم دینا ان کی پابندی کرانا۔

(4) لڑکیوں کی دینی تعلیم کا انتظام کرنا، دستکاری سکھانا مثلاً کشیدہ کاری اور ہوزری کا کام گوٹہ اور کناری بافی موزہ دستانہ اور گلوبند اور اونی سوتی اور ہر ایک طرح کے سلائی کا کام مدرسہ میں تعلیم کس نوعیت کی ہوگی اس کی شرح بھی 11 رنومبر 1894ء کے انجمن کے جلسہ میں

Marfat.com

حسب ذیل تجویز سے کردی گئی۔

فی الحال ایک مدرسہ ابتدائی تعلیم کے لیے رکھا جائے۔ طلباء قرآن خواں کو ابتدائی تعلیم اسی طریقہ سے دی جائے کہ قرآن شریف کے ختم اور ابتدائی دینیاتی مسائل پڑھائے جانے کے بعد اگر ان کے رشتہ داران کو کسی انگریزی مدرسہ میں داخل کرنا چاہیں تو وہ وہاں مناسب جماعت میں داخل ہو سکے۔ چنانچہ ایسی تعلیم کی ابتداء 1895ء سے کردی گئی ہے۔

یتیموں کا انتظام

یکم مارچ 1894ء کے انجمن کے اجلاس میں یہ طے ہوا کہ خاص طور پر یتیم مسلمان بچوں کی کفالت خود انجمن کرے۔ جو یتیم بچے ان کو ملیں نہایت نگرانی دینیات کی اعلیٰ تعلیم دلوا کر ان کو قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ تا کہ وہ ردنصاریٰ کر سکیں چنانچہ 1894ء میں 4 بچے انجمن کے ذریعہ پرورش ہو رہے ہیں۔ اور تعلیم پا رہے ہیں انجمن ہی ان کی خوراک اور پوشاک دیتی ہے اس سے قبل شروع زمانے میں حاجی شیخ چراغ الدین نے اور حافظ چراغ الدین اور حکیم مفتی سلیم اللہ نے ان کے اخراجات کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے رکھی تھی چونکہ یتیموں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے تو اس کے لیے دار الاقامہ (بورڈنگ) کی ضرورت ہے۔ (رپورٹ انجمن مذکور 1894ء، صفحہ:8)

واعظ ردِّ نصاریٰ

واعظ ردنصاریٰ مولانا مفتی سلیم اللہ اور حافظ چراغ الدین لاہور میں بھی گلی گلی کوچے کوچے تبلیغ کرتے اور پادریوں کو شکست دیتے پھرتے تھے۔ ان کام یہ بھی تھا کہ وہ اور دوسرے صوبوں وعظ ردنصاریٰ کرتے اور انجمن کے لیے زیادہ سے زیادہ چندہ لاتے تھے۔

چنانچہ وہ اپنی تقریروں میں صاف صاف یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کے بچوں کو انگریزی تعلیم دینے سے قبل ابتدائی اسلامی تعلیم دینا ضروری ہے۔ نیز علماء اور ردنصاریٰ کرنے والوں کی ضرورت ہے جن کا وجود ختم ہوتا جاتا ہے۔ اور قوم کی توجہ انگریزی کی طرف ہو گئی ہے۔ اس

Marfat.com

واسطے انتہائی ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینیات کے مدارس کھولے جائیں۔ اور قوم کو اس کی طرف متوجہ کیا جائے۔ انگریزی تعلیم کا انصرام کوئی قومی کام نہیں ہے جس کو عمل میں لایا جاوے۔ قومی کام کا مذہبی اعلیٰ تعلیم ہے اس کو رائج کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

مدرسہ علوم اسلامیہ لاہور

یہ مدرسہ 1888ء میں مسجد بکن خاں میں واقع موچی دروازہ پر قائم ہوا۔ اس مدرسہ میں ہر روز اور اتوار کو صبح و شام تعلیم دی جاتی ہے۔ اس میں لائق اور قابل استاد مقرر ہیں۔ اور اس میں اس وقت 150 سے زیادہ طلباء پڑھتے ہیں اس کے مہتمم منشی عبداللہ ٹونکی ہیں۔

اس انجمن نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ سنٹرل موڈل اسکول کے مسلمان طلباء کو جن کے بارے میں شک کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے مذہب سے منحرف ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انجمن نے ڈائرکٹر تعلیم پنجاب کو اسی غرض کے ماتحت حسب ذیل درخواست 14/مئی 1894ء کو دی۔

(1) یہ انجمن سات سال سے لاہور میں مسلمانان پنجاب کی دینی اور اخلاقی حالت درست کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے۔

(2) اس غرض کو حاصل کرنے کے لیے انجمن نے 1888ء سے ایک مدرسہ جاری کر رکھا ہے جس میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(3) انجمن نے ارادہ کیا ہے کہ دینی تعلیم کے فوائد سے مسلمانان طلباء سنٹرل موڈل اسکول لاہور کو بھی حسب منشا نمبر 449 و نمبر 1600 ایجوکیشن کوڈ پنجاب و نیز دفعہ 26 گورنمنٹ پنجاب ریزولیوشن نمبر 114 مورخہ 25/جولائی 1888ء جو گورنمنٹ گزٹ مورخہ 12/اگست صدر کے صفحہ 533 پر مندرج ہے۔ مستفید کرے۔

(4) انجمن نے ان طلباء کے لیے جو تعلیم تجویز کی ہے وہ نہایت سادہ ہے۔ اس کام کے لیے اپنے استاد رکھے گی۔ اور ہر قسم کے متعلقہ اخراجات کو خود ادا کرے گی۔

(5) انجمن صرف اس قدر چاہتی ہے کہ وہ طلباء کو اوقات مقررہ پر دینی سبق لینے کے لیے حاضر ہونے کی تاکید کر دیں۔

Marfat.com

(6) انجمن چاہتی ہے کہ ان کو مجوزہ تعلیم کے جاری کرنے کی اجازت دی جائے اور مہتممان مدرسہ کے نام ضروری احکام جاری کیے جائیں۔

اس چٹھی کا جواب مسٹر جے سائیم صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے 23/اپریل کو حسب ذیل دیا ہے۔ جس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

آپ کا خط ملا۔ جواب یہ ہے:

تجویز زیر بحث نمبر 449 پر مبنی ہے۔ کسی بورڈ اسکول میں مذہبی تعلیم نہیں دی جاسکتی ہے سوائے خارج وقت کے اگر اسکول کے وقت کے بعد مدرسہ کے مکان کے احاطہ میں مذہبی تعلیم دی جائے گی۔ تو ضرورت ہے کہ یہ تعلیم قواعد مرتبہ لوکل باڈی کے بموجب ہو۔ اور لوکل باڈی ایسا انتظام کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔ جس سے تمام فرقے رضامند رہیں۔ بورڈ اسکول کے کسی طالب علم کو مدرسہ کے احاطہ میں ایسی تعلیم نہیں دی جائے گی۔ علاوہ اس صورت کہ طلباء کے والدین یا سرپرست صاف طور پر اس کی خواہش ظاہر کریں۔ یہ لازمی یہ ہے کہ بورڈ اسکول کے کسی مدرس کو جب تک خود اس کی مرضی نہ ہو مذہبی تعلیم دینے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ اور نہ کوئی خرچ پبلک فنڈ سے مذہبی تعلیم کی وجہ سے دیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ خط کا جواب سررشتہ تعلیم کے ڈائرکٹر کو انجمن نے حسب ذیل دیا:

انجمن کو اس امر کے تسلیم کرنے میں تامل ہے کہ سنٹرل ماڈل اسکول میں علاوہ اوقات مدرسہ کے اور سرکاری مدد کے بغیر مذہبی تعلیم کا جاری کرنا حکومت کی مذہبی بے تکلفی کی پالیسی میں جارح ہوگا۔ 1854ء کی مراسلت درج ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو گورنمنٹ کبھی نہ کہتی۔ تعلیم سرکاری مدارس میں بھی جاری ہوسکتی ہے۔ 1882ء کے ایجوکیشن نے آپ کی فرمائی ہوئی پالیسی پر کبھی غور نہیں کیا۔ اس نے صرف اس پر توجہ دی کہ کیا یہ مناسب ہے کہ انگریزی مدارس میں معمولی تعلیم کے ساتھ اوقات مدرسہ کے دینی تعلیم کو جاری کیا جائے۔ دیکھیے دفعات 6-5 از چٹھی آف انڈیا نمبر 1/386 مورخہ 31/دسمبر 1887ء)

گورنمنٹ نے اس تجویز کو ناکافی سمجھ کر اسی چٹھی کے حصہ بارہ میں اور باتوں کے یہ

Marfat.com

تجویز ہوئی کہ اوقات مدرسہ سے خارج وقت طلباء دینی تعلیم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

طلباء کے والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے بارے میں یہ گزارش ہے کہ سنٹرل ماڈل اسکول کے بہت سے طلباء کے والدین اس انجمن کے حامی ہیں۔ اور یہ انہی کوششوں کی متحدہ کوشش کا نتیجہ ہے۔ لہذا یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ طلباء کے والدین کی مرضی کے بغیر انجمن نے یہ درخواست ارسال کی ہے۔

یہ خط و کتابت بالکل بیکار گئی حکومت کی جو پالیسی تھی وہی قائم رہی حالانکہ وہ اپنے مدراس میں دینی تعلیم یعنی عیسوی تعلیم دے رہی تھی۔

انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد دکن

یہ انجمن تبلیغ اسلام یعنی یعنی مذہب اسلام کو پھیلانے کی حامی ہے۔ اس انجمن کے اغراض و مقاصد بھی اسی اصول پر ہیں چنانچہ ملاحظہ ہوں:

(1) غیر مسلموں میں بذریعہ تقریر و تحریر کے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنا۔

(2) نومسلموں کے لیے تعلیم فرائض و سنن کا بندوبست معلموں کے ذریعہ سے کرانا۔

(3) نومسلموں کی حسب ضرورت دستگیری کرنا۔

تشکیل مجلس انتظامی

☆ جناب مولانا شاہ عبدالرحیم قاری (میر مجلس)

☆ جناب سید مرتضی صاحب قاری (معتمد خازن)

☆ جناب حاجی مولوی صفی الدین (شریک معتمد)

☆ جناب مولوی شرف الحق صاحب دہلوی (ممبر)

☆ جناب مولوی سید احمد صاحب قادری (ممبر)

☆ جناب حاجی مولانا میر انوار اللہ (نائب میر مجلس)

☆ جناب مولوی غلام احمد صاحب (شریک معتمد)

Marfat.com

☆ جناب مولوی سید احمد صاحب (مہتمم)

☆ جناب مولوی قمر الدین صاحب (ممبر)

☆ جناب مولوی سید ابراہیم صاحب (ممبر)

واعظ ردِّ نصاریٰ

یہ واقعہ ہے کہ حیدرآباد جیسی جگہ میں ردِّ نصاریٰ یا مناظر کا ملنا مشکل ہے انجمن کے نومسلمین دو آدمی مقرر تھے۔ ان کو مولانا ہادی مبلغ وردِ نصاریٰ کے ماتحت کر دیا۔ دو آدمی جو مقرر ہوئے ایک رحمت علی مرہٹی داں اور دوسرے محمد حسین تیلگو داں تھے۔ ان کا تقرر تین ماہ کے لیے ہوا۔ انجمن نے ان کے لیے طے کیا کہ ایک وقت مقررہ اسلامی اور عیسوی معلومات کا امتحان دیں تا کہ معلوم ہو کہ یہ کس قدر مناظرہ اور تبلیغ وردِ نصاریٰ کے لیے موزوں ہیں۔

نومسلموں کی خبر گیری کے لیے غلام محمد نامی نومسلم مقرر ہوا۔ تا کہ وہ نومسلموں کے خیالات سے وقتاً فوقتاً معتمد کو اطلاع کر دیتے۔ انجمن کے قیام کو ابھی چھ ماہ ہوئے ہیں۔ 1309ھ میں قائم ہوئی تھی۔ یہ خیالات ہم اُس وقت کے لکھ رہے ہیں۔

انجمن کی طرف سے فی الحال ایک واعظ ردِ نصاریٰ مولوی عبدالہادی اور ایک محمد حسین صاحب کارآموز واعظ وردِ نصاریٰ مقرر ہیں۔ ان کے علاوہ عبدالقادر صاحب بھی دعوت اسلام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

اور اس مدت میں دہلی کے مشہور ردِ نصاریٰ مولانا شرف الحق صاحب بھی دہلی سے حیدرآباد تشریف فرما ہوئے ان کو انجمن کے بانیوں میں سے سمجھنا چاہیے۔ انہوں نے اپنا تمام وقت انجمن کے پروپیگنڈے اور ردِ نصاریٰ کرنے میں لگا رکھا تھا۔ حیدرآباد کے کوچہ کوچہ میں ان کے وعظ ہوئے تھے پادریوں کا نام میں دم تھا پادری گولڈ اسمتھ جو حیدرآباد کے مشن کا انچارج تھا وہ ان کا نام سن کے بہت پریشان ہوتا تھا۔

ایلنڈا پاڑ کے مسلمانوں نے انجمن سے واعظ و مناظر طلب کیے۔ مولوی عبدالہادی

Marfat.com

وہاں روانہ کیے گئے ان کے وعظ و نصیحت سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ ان کے وعظ وہاں برابر ہوئے۔

اضلاع نلگنڈہ میں چونکہ پادریوں کا زور تھا۔ اور وہاں کے ہندوستانی اکثر عیسائی بنائے جارہے تھے۔ اس لیے واعظ اور رد نصاریٰ مولانا عبدالہادی کو اسلام کی حقانیت اور تثلیث کے ابطال کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں فرمایا: لاکھ لاکھ شکر ہے خدائے ذوالجلال والاکرام کا کہ اس نے ہم کو اس امت شمار کیے جانے اور اس کے پیروکار ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔ جس کی نسبت خود ہی فرمایا ہے۔ وما ارسلناك الا رحمة اللعالمين یعنی رحمۃ اللعالمین رسول خدا جس پر ہمارا دل قربان اور ہماری جان فدا جس نے ہم کو پاک دین کی جانب رہبری کی، جو خدا کا دین ہے۔ یعنی اسلام۔ خداوند رب العزت نے فرمایا ان الذين عند الله الاسلام وہ دین جس پر آپ اور اپنی اولاد قائم رہنے کے لیے حضرت اسماعیل نے ان الفاظ میں دعاء مانگی ربنا وجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا امة مسلمة لك وہ دین جس کی نسبت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ جتلا کر یہی دین ہے جس کو خدا نے تمہارے لیے پسند کر دیا ہے۔ اسی طرح ان الفاظ میں نصیحت کی ان الله اصطفىٰ لكم الدين فلا تموتن الا و انتم مسلمون وہ پاک مذہب جس کے خدا نے ابراہیم سے (اسلم) اور ابراہیم نے جواب کہا کہ اسلمت لرب العالمين وہ دین جس پر رہنے کے لیے حضرت عیسیٰ کے مقدس حواریوں نے خداوند تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اس طرح گواہی دی واشهد باننا مسلمون وہ دین جس نے توحید کا سبق دنیا کو دیا اور وحدانیت کا عالم میں چرچا کیا۔ وہ دین جس نے شرک کی بیخ کنی کی ایسے دین کا پھیلانا اور اس کے لیے مصائب جھیلنا اسی برگزیدہ ہستی کا حصہ تھا جو خاتم النبیین تھا۔ اور رحمت اللعالمین کا لقب پایا ہوا تھا۔ جس کو خدا نے اپنے بندوں کی دینی اور دنیوی بھلائی کے لیے مامور فرمایا۔ جس نے قل هو الله احد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد ، کا سبق پڑھایا۔ اور صاف آیات اللہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے نہیں ہیں اس کے پیروکار ہیں پر اس کی سنت کی اتباع لازم ہے، چنانچہ تبلیغ الاسلام بھی ایک مہتم بالشان

Marfat.com

عمل ہے۔ جوانسانی ہمدردی کے مترادف ہے۔ بقول شیخ ہادی کے خیر الناس من ینفع الناس اور نفع بھی کیسا دینی اور دنیوی اور لازوال اور دائمی۔ ہر مسلمان پر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ تبلیغ کرے۔ اور تبلیغی جماعتوں کی اعانت میں حصہ لے۔ اسی مبارک ومقدس کام کے لیے اور ردنصاریٰ کرنے کے لیے انجمن تبلیغ الاسلام حیدرآباد دکن میں قائم ہوئی ہے۔ مشن کے پادریوں سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ تم انجمن کے ممبر بنو، اور انجمن جو پروگرام ردنصاریٰ کا بتائے اس کو رائج کرو۔ یہ یاد رکھو کہ اپنے گھروں میں میموں اور مسوں کو داخل کروگے تو تمہاری عورتوں کا دین سلامت نہیں رہ سکتا ان سے بچو اور ان کو اپنے گھروں میں داخل مت ہونے دو۔

مولوی عبدالہادی شہر میں بھی سرراہ ردنصاریٰ اور وعظ فرماتے تھے۔ مولانا عبدالقادر سب سے زیادہ لائق تعریف ہیں انجمن کو آپ کی ذات سے بہت کچھ مدد ملی اس عرصہ ششماہی میں جو نومسلم ہوئے ان میں بہت بڑا حصہ آپ ہی کی تلقین ومناظرہ کا نتیجہ ہے۔

تعداد نومسلمین

مولانا شرف الحق مولانا عبدالہادی مولانا عبدالقادر صاحبین کی کوششوں واعظوں اور مناظروں سے چھ ماہ میں جو مسلمان ہوئے اس کا گوشوارہ حسب ذیل ہے:

سابق		حال		جملہ		کل	کیفیت
مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت		
75	31	18	12	92	43	136	
4	4	7	11	110	5	26	
0	9	12	12	2	21	41	
0	0	3	4	3	4	7	
جملہ	87	44	40	39	127	210	

اس گوشوارہ میں 9 انگریز اور 18 کرسٹان اپنے مذہب کو بدل کر مسلمان ہوگئے تھے۔

Marfat.com

ان نومسلموں میں بعض انتہائی مشہور خاندان کے فرد ہیں۔ یہاں ان کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

مسٹر سنو: اسلامی نام حامد، اس پر جوش نومسلم سے اشاعت اسلام میں بہت کچھ مدد ملی ہے۔ تلاش معاش میں حیدرآباد گیا ہوا ہے۔ لیکن خاموش نہیں بیٹھتا۔ محاسن اسلام اور ردنصاریٰ پر انگریزی میں مضامین شائع کر رہا ہے۔ یوریشین لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔

فضل مسیح: اسلامی نام محمود، ایک پنجابی مسلمان ہے۔ مذہب اسلام کی لاعلمی میں اور پادریوں کے حسن سلوک کے دام میں آکر مرتد ہوگیا تھا۔ حیدرآباد دکن کے انچارج پادری گولڈ اسمتھ کا یہ مددگار اور بڑا حامی تھا۔ حامیان اسلام پادری گولڈ اسمتھ سے جو مباحثہ کیا کرتے تھے۔ اس سے اسلامی حقانیت نے اس کے دل میں جگہ کی۔ اور اپنے باطل عقیدہ سے توبہ کر کے مشن کی تنخواہ پر لات مار کر پھر مشرف باسلام ہوگیا۔

مسٹر انٹوی: یہ شخص بھی فضل مسیح کی طرف پادری گولڈ اسمتھ کا مددگار تھا۔ اس نے بچپنا مرہٹواڑہ میں گزارا، مرہٹی زبان سے بخوبی واقف ہے۔ یہ تثلیث کے فلسفہ سے آکر مسلمان ہوگیا۔

مس کرولن، مس لیلیٰ آدم: یہ دونوں بہنیں ہیں انگریزی میں قابل ہیں اردو زبان سے واقف ہیں۔ ان سے محمد محسن محمد حسین نومسلموں کا نکاح پڑھوا دیا گیا ہے۔ مسائل اسلامی کی واقفیت میں اچھی ترقی کی ہے۔ عبادت الٰہی میں مصروف رہتی ہیں۔

کیخسر و فیروز شاہ: یہ دونوں بھائی ہیں قوم پارسی، دادا بھائی رستم جی نامی کے فرزند ہیں ان کے والد ایک مشہور سیٹھ کہلاتے ہیں ان کی عمر 22-20 سال کی ہے، محمد محسن، محمد حسین نام رکھا گیا۔ علاوہ گجراتی کے انگریزی اور اردو کی نوشت وخواندگی بھی آزادی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ 27 رمضان کو ان کے والد نے ان کے حالات سے واقف ہونے کے بعد ان کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ یہ بیچارے حیران وسرگرداں تھے کہ ایک باحمیت انجمن کے رکن نے ان کو مع ان کی بیویوں کے اپنے مکان میں لا کر رکھ لیا۔ پھر معتمد انجمن نے ان

Marfat.com

کی خاص امداد کے لیے انجمن کے ارکان سے چندہ کیا۔ سردست ماہانہ پچاس روپے ان کو دیے جاتے ہیں۔

اس چھ ماہ میں نومسلموں کی تعلیم اور سکونت کا ہنوز کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ بعض معتمد صاحب کے پاس رہتے ہیں اور وہیں ان کی مذہبی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اور بعضوں کی تعلیم کے فرائض مسجدوں کے پیش امام پوری کرتے ہیں۔ محمد محسن اور محمد حسین مولوی محمد غوث صاحب سعید کے پاس قرآن مجید پڑھتے ہیں۔

نومسلموں کو ٹھہرانے اور تعلیمی درسگاہیں قائم کرنے کے لیے سرمایہ کی انتہائی ضرورت تھی شروع کا کام، دقتیں ہزاروں پیدا ہوتی رہتی تھیں۔ آخر ترقی اور فراہمی چندہ کے اسباب فراہم کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے رکن مولانا شرف الحق صاحب دہلوی، مولوی عزیز مرزا صاحب، مولانا محمد عبدالغفور صاحب، مولوی سید احمد قادری، اور مرتضیٰ قادری معتمد اور مولوی غلام احمد شریک معتمد مقرر ہوئے۔

وکلاء کو مقرر کیا گیا۔ اشتہارات چھاپے گئے حساب و کتاب کے رجسٹر منگائے گئے۔

چندہ دہندوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ وصولیابی کے لیے ایک چپراسی ہے۔ وہ چندہ دہندگان کے پاس وقت پر نہیں جا سکتا اور وصول کنندہ کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

جناب مولوی محمد عبدالکریم ناظم پٹنہ نے بکمال حمیت جوش اسلامی اپنی مملوکہ زمین واقع کنڈ گوشہ محل سے ایک تخمیناً قیمتی دو ہزار روپے عطا کیے۔ انجمن نومسلموں کی بود و باش کے لیے وہاں پر ایک وسیع مکان اور ایک مسجد بنائے گئے۔ یہ عطیہ انجمن کے لیے ایک دائمی یادگار ہے۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

1886ء میں سرسید نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی محمڈن کالج کی حالت جب کسی قدر اطمینان کے قابل ہو گئی تو سرسید احمد کو خیال ہوا کہ اگر بالفرض یہ کالج ہر طرح مکمل ہو گیا تو بھی اس سے قومی تعلیم کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اور ایک کالج چھ کروڑ مسلمانوں کی تعلیم کی کفالت

Marfat.com

نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی قوم جو ہندوستان کے دردراز حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ سب ایک دورے کی حالت سے محض بے خبر ہیں اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے کہ مختلف صوبوں اور اضلاع کے لوگ کسی موقع پر آپس میں ایک جگہ جمع ہوں۔ اپنے اپنے خیالات قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت ایک دوسرے پر ظاہر کریں ہر حصہ کے مسلمانوں کی ترقی پر رہا منتزل کا حال تمام قوم کو معلوم ہو اور مسلمان جو باوجود ایک قوم ہونے کے بمنزلہ مختلف قوموں کی طرح ہو رہے ہیں ان میں قومی یگانگت اور ہمدردی پیدا ہو، اسی بناء پر جناب سرسید نے پہلے اجلاس میں بیان کیا تھا یہ کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ اور اس کا پہلا اجلاس 27 ردسمبر 1886ء کو علیگڑھ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں منعقد ہوا۔

اغراض ومقاصد

کانفرنس میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے:

(1) قرآن مجید کی تعلیم کو ترقی دینا۔

(2) مسلمانوں کے اوقاف کی طرف حکومت کو توجہ دلانا۔

(3) تمام شہروں اور قصبوں میں مقاصد کانفرنس کی تائید کے لیے کمیٹیاں قائم کرنا۔

(4) اور اسلامی انجمنوں سے اس کی تائید کی خواہش کرنا۔

(5) تمام اسلامی انجمنوں کا اس بارے میں کوشش کرنا کہ مسلمان طبقہ کی وظیفوں سے امداد کی جائے۔

(6) سرکاری مدرسوں میں مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کا موقع دینے کی گورنمنٹ سے درخواست کرنا۔

(7) تعلیم نسواں کے لیے مذہب اسلام اور طریقہ شرفاء اہل اسلام کے مطابق مدرسے جاری کرنا۔

(8) یورپ کے مؤرخوں نے جو غلط الزام مسلمانوں پر لگائے ہیں ان کی غلطیاں دور کرنے کے لیے رسائل لکھنا۔

Marfat.com

(9) مسلمانوں بادشاہوں کے قدیم فرامین جمع کرنے، ان کو محفوظ رکھنے کے لیے چھپوانا۔

(10) صاف اور سلیس اردو میں اخلاقی رسالے اور کتابیں لکھنا جو لڑکوں کی تعلیم میں کام آسکیں۔

(11) مسلمانوں کی قدیم اور مستند کتابوں کا جو نادر الوجود ہیں پتہ لگانا، حتی المقدور ان کو فراہم کرنا۔

(12) جو علوم مسلمانوں نے یونان وغیرہ ملکوں سے حاصل کیے تھے ان پر کس قدر اضافہ انہوں نے خود کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

1886ء سے لے کر 1896ء تک اس کے اجلاس برابر ہوتے رہے۔ مگر دوسرے سال گزشتہ سرکاری روک ٹوک کے سبب جو طاعون کے انسداد کے لیے ریل کے مسافروں کے ساتھ کی جاتی تھی اس کا اجلاس موقوف کیا گیا۔ منجملہ گیارہ کے اول کے پانچ اجلاسوں میں پنجاب اور شمالی مغربی اضلاع کے مختلف مقامات کی چھوٹی بڑی 35 رپورٹیں اسلامی انجمنوں اور خاص خاص شخصوں نے لکھ کر کانفرنس میں بھیجیں۔ یا خود آکر پیش کیں۔

ہر اجلاس کی تمام کارروائی ایک کتاب کی صورت میں چھپکر ممبروں کو تقسیم ہوتی رہی تھیں جس میں کیفیت انتظام کانفرنس فہرست ممبران و وزیٹران کی تعداد زرِ چندہ، رپورٹ سکریٹری متضمن حساب جمع و خرچ زرِ چندہ و کیفیت، تعمیل عدم، تعمیل تجویزات سال گزشتہ ریزولیوشن جو اجلاس میں پیش ہو کر پاس ہوئے۔ اور ان کے متعلق ممبروں کی تقریریں اور مباحثے و مناظرے رپورٹیں جو مختلف اضلاع سے موصول ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ درج ہوتی تھیں۔

کانفرنس کے فوائد

کانفرنس سے جو نتائج پیدا ہوئے وہ بھی امید اور توقع سے زیادہ تھے:

(1) سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہر مسلمان کی ایک جماعت کثیر جس کی تعداد بعض

Marfat.com

اجلاسوں میں ہزار ہزار سے تجاوز ہوگئی۔ نہ کسی سیر اور تماشے کی غرض سے نہ کسی حاکم کے حکم سے اور نہ کسی ذاتی منصب کے لیے بلکہ محض اس خیال سے کہ جو اجتماع قوم کی فلاح و بہبود کے لیے ہو رہا ہے اس میں شریک ہوں۔ دور دراز سے سفر کی تکلیف اور آمد و رفت کا خرچ برداشت کر کے کانفرنس کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ایک دوسرے سے ملتے تھے ایک جگہ کھانا کھاتے تھے ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ قومی معاملات پر گفتگو کرتے تھے۔ ہنستے اور بولتے تھے ناواقفوں سے تعلق پیدا ہوتا تھا۔ دوستوں میں خلوص بڑھتا تھا۔ اور اس طرح ایک مردہ پراگندہ قوم کے اجزاء میں روز بروز قوت پیدا ہوتی تھی۔

(2) اس کے سوا جب کانفرنس ہوئیں مسلمانوں میں تعلیم کا خیال زیادہ ہو گیا تھا۔ جس شہر میں کانفرنس ہوتی وہاں کے باشندوں پر اور بھی زیادہ اثر ہوتا تھا۔

(3) کانفرنس کی بدولت گزشتہ برسوں میں غریب مسلم طلباء کی بہت زیادہ امداد ہوئی۔ کانفرنس کے چندہ میں سے جس قدر روپیہ اخراجات سے بچتا وہ وظائف میں صرف ہوتا تھا۔

(4) پنجاب کی انجمنوں نے کانفرنس کی صلاح سے بہت سے طالب علموں کی امداد کی۔

(5) کانفرنس کی تحریک یا اقتضاء سے بہت عمدہ رسالے مضامین لیکچر ایسے تیار ہو گئے جس سے اردو لٹریچر میں ایک معقول اضافہ ہوا۔

(6) مباحثوں اور مناظرے کرنے سے بہت فائدہ ہوا۔

(7) اسی کانفرنس کی تحریک سے الٰہ اباد یونیورسٹی نے نمائش ہسٹری کو جس میں مسلمانوں کی توہین کے مضامین درج تھے ہائی اسکولوں کے کورس سے خارج کیا۔

(8) اور جبکہ یونیورسٹی مذکور میں نہایت زور و شور سے اس بات کی تحریک ہوئی کہ فارسی زبان یونیورسٹی کی تعلیم سے خارج کی جائے تو اسی کانفرنس کے ایجی ٹیشن کی وجہ سے اس کو مجبور ہونا پڑا۔ کانفرنس نے صاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ اگر فارسی زبان یونیورسٹی کے کورس سے خارج کی جالے گی تو اس سے مسلمانوں کی دل شکنی ہی نہ ہوگی بلکہ ہندوستان کی تہذیب اس کے علم مجلس اور اس کی زبان یعنی اردو کو سخت صدمہ پہنچے گا۔

Marfat.com

(9) نیز کانفرنس کی تجویز کے مطابق نواب وقار الملک کو گورنمنٹ میں اس بات کی تحریک کرنے کی جرأت ہوئی کہ سرکاری مدرسوں میں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کی اجازت دیجائے۔ چنانچہ گورنمنٹ اضلاع شمال مغرب نے بعض شرائط پر اس کی اجازت دے دی۔

مدرسہ امینیہ دہلی

یہ مدرسہ مولوی امین الدین صاحب نے 1899ء مطابق 1315ھ میں دہلی کی کوتوالی کے قریب سنہری مسجد میں قائم کیا۔ جس کی تاریخ گلزار رضواں ہوتی ہے۔ سنہری مسجد کی کوتوالی کے حصہ میں مولوی کرامت اللہ کے داماد مولوی حبیب بچوں کو پڑھاتے تھے۔ جب انہوں نے مدرسہ کا نام سنا تو ان کو اپنی فکر ہوئی۔ مولوی امین کو طرح طرح سے پریشان کیا اور مدرسہ کی مخالفت کی، وہ سمجھتے تھے کہ میرا حق چھین رہے ہیں اور چونکہ بچوں کو پڑھانے کے ساتھ امامت بھی کرتے تھے، سمجھے امامت بھی گئی۔ مولانا امین الدین اور حاجی محمد اسحاق، حاجی الف خاں سیاہی والے اپنے مدرسہ بنانے کے پاک مقصد میں منہمک تھے انہوں نے اس جھگڑے میں پڑنا پسند نہیں کیا۔ اور کشمیری گیٹ تھانہ کے پاس مسجد پانی پتیاں میں چاروں طرف مسجد کی وقف زمین پڑی ہوئی تھی وہاں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس جگہ مدرسہ قائم ہوا۔ اس مدرسہ کا بورڈنگ البتہ آخر (چار سال ہوئے سنہری مسجد سے اٹھالیا گیا تھا) وہیں رہا۔ مدرسہ کے پہلے صدر مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ تھے بعد میں مولانا امین الدین صاحب شاہجہاں پور سے مفتی صاحب کو لے آئے تھے جب کہ شاہ صاحب چلے گئے تھے۔ مدرسہ عین العلم میں مدرس تھے۔ مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب کی تنخواہ ماہوار بیس روپے تھی۔ 1338ھ میں مولوی امین الدین صاحب بانی مدرسہ کے انتقال کے بعد مفتی صاحب مدرسہ امینیہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ پر یہ ذمہ داری مقدس ہاتھوں نے یعنی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے سونپی تھی اس وقت سے لے کر آپ نے آج تک جس کو تقریباً 35 سال ہوئے بحسن وخوبی انجام دیا۔ اس مدرسہ کا انتظام بڑی دیانتداری سے اپنے ہاتھ میں رکھ رکھا ہے۔ مدرسہ کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہ مدرسہ دنیائے

Marfat.com

اسلام میں مفتی صاحب کی فتویٰ نویسی سے مقبولیت کا سہرہ لیے ہوئے ہے۔ مفتی صاحب کا دم ہے کہ اس معمولی مدرسہ کو ایک بڑا مدرسہ بنا دیا ہے جو اسلام کی بڑی خدمت کر رہا ہے۔

ردِّ نصاریٰ

مدرسہ امینیہ کے ستاد مولوی خدا بخش رد نصاریٰ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں پادری احمد مسیح آپ سے مناظرہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔ آپ کو دین عیسوی سے بڑی واقفیت ہے۔ اسی طرح مفتی صاحب بھی مدرسہ امینیہ کے فارغ التحصیل عالم مولانا احمد سعید کے مناظروں کے لیے تیاری کراتے تھے اور وہ مناظرہ میں مدد فرماتے تھے۔ مولانا احمد سعید نے پادریوں اور پنڈت رام چندر آریہ سماجی سے کافی مناظرے کیے اور آپ دہلی کے بہترین مناظر میں شمار کیے جاتے ہیں۔

ردِّ نصاریٰ کرنے والے اخبارات

عیسائی مشنریوں نے جہاں اسکول کالج یتیم خانے نصرانیت کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے جاری کیے تھے وہاں کتابوں کے ساتھ اخبارات و رسائل کے ذریعہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی رد نصاریٰ کرنے اور ان کے توہین آمیز اور بے نیاد الزامات کے جوابات دینے کے لیے اخبارات نکالے۔ بعض اخبارات ان کاموں کے لیے مخصوص تھے۔ اور بعض حسب ضرورت پادریوں کے جوابات دینے کے لیے تیار رہتے تھے ہر ایک اخبار کسی نہ کسی طریقہ سے ان کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ چنانچہ جن اخباروں نے خاص طور پر یہ فرض ادا کیا وہ حسب ذیل ہیں:

(1) اردو اخبار

یہ اخبار ہفتہ وار دہلی سے نکلتا تھا۔ یہ پہلا اردو کا اخبار ہے۔ جو انگریزوں کے بعد

Marfat.com

1843ء میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا محمد حسین آزاد کے والد دہلی کے ہر دلعزیز عالم علامہ باقر علی تھے۔ یہ اخبار مولانا کے ذاتی پریس میں چھپتا تھا جس کا نام اردو پریس تھا۔ یہ وہ اخبار ہے جو انگریز اور نصرانیت کے خلاف حقارت اور نفرت کے جذبہ کو بڑی ہوشیاری اور دانشمندی سے بے نقاب اور طشت از بام کرتا تھا۔ جس سے عیسائیوں کے مشنری حصوں میں ایک تلاطم برپا ہو جاتا تھا۔ خاص طور پو مشنریوں کا سردار ٹیلر جو دہلی کالج کا پرنسپل تھا اور جس نے اپنے شاعرانہ اخلاق و محبت سے چند طالب علموں کا مذہب تک بدلوا دیا تھا اس جادوگر کو مولانا کی تحریک کھٹکتی تھی۔ وہ اس تحریک کو اپنے مشن کے لیے اتنا ہی نقصان دہ سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مولانا ایسے مضامین لکھنا چھوڑ دیں۔ مولانا ایک اصول پرست باوضع ہستی تھی۔ وہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ وہ اپنے خیالات کو دبائیں۔ اور اعلانیہ کلمۃ الحق نہ فرمائیں۔ ٹیلر کو دشمن بننا تھا وہ بنا۔ اس کی دشمنی رنگ لائی غدر ہو گیا اور اس قتل و خونریزی کے زمانہ میں ٹیلر صاحب مع مہرہ ان کو ان کے گھر لے آیا محلہ والے بگڑے۔ مولانا نے محلہ کا مخالفانہ رخ دیکھا تو ٹیلر صاحب کو بچانے کے لیے ہندوستانی لباس پہنا کر گھر سے روانہ کر دیا۔ وہ راستہ میں شناحت ہونے کی وجہ قتل کر دیے گئے۔ مولانا پر آفت آئی ہمدردی کو دشمنی پر محمول کیا گیا۔ سازش قتل کے الزام میں مولانا کو پھانسی دے دگئی۔ گویا حق گوئی اور نصرانیت کی بیخ کنی کا انتقام قتل ٹیلر کے ذریعہ لیا گیا۔

(2) سید الاخبار

یہ اخبار بھی دہلی مے نکلتا تھا۔ اور اس کو سر سید احمد کے بھائی سید محمد نکالتے تھے۔ یہ بھی لگ بھگ 1838ء میں نکلا ہے۔ یہ اخبار بھی اس زمانہ کی رفتار کے مطابق چلتا تھا اس دور میں ردنصاریٰ کرنا لازمی امر تھا۔ اس لیے کہ انگریز طوفانی طور پر ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے پر پل گئے تھے۔ یہ اخبار بھی مجبور تھا کہ ردنصاریٰ کرے۔ اور عیسائی مشنریوں کے زور کو توڑے۔ مولانا سید محمد اس دور کی قابل فاضل شخصیت ہیں آپ کی علمیت کا معترف ہر شخص تھا۔

Marfat.com

(3) معراج الاخبار

یہ اخبار 1839ء میں نکلنا شروع ہوا ہے دتا سی 1853ء میں لکھتا ہے کہ یہ اخبار دہلی کا پرانا اخبار ہے۔ یہ بھی ردنصاریٰ میں مشہور اخبار ہے۔ اس کے ایڈیٹر مالک مولانا فقیر محمد تھے۔ یہ اخبار انجمن حمایت الاسلام کے مقاصف کا بہترین طریقہ سے پروپیگنڈہ کرتا تھا۔

(4) قطب الاخبار

قطب الاخبار آگرہ سے نکلتا تھا۔ جس میں مذہب اسلام کی حقانیث ثابت کی جاتی تھی۔ اور ردنصاریٰ کیا جاتا تھا اس میں احادیث، انبیا، شہدا، اور اولیاء کے حالات شائع کیے جاتے ہیں اور قدیم مصنفین کی کتابوں کے اقتباسات بھی درج کیے جاتے ہیں۔ (خطبات گارسان دتاسی)

(5) بنارس اخبار

دتاسی لکھتا ہے کہ سنا ہے کہ راجہ نیپال سے اس اخبار کو مدد ملتی ہے۔ بہر حال اس اخبار کے دو ایڈیشن نکلتے ہیں ایک ہندی دیوناگری میں دوسرا اردو میں۔ دونوں اخبار کا ایڈیٹر ایک پرجوش ہندو ہے۔ جو دونوں اخباروں میں عیسائی مشنریوں کے مخالف اور ہندو مذہب کی حمایت کرتا ہے۔

(6) شملہ اخبار

شملہ سے شائع ہوتا ہے۔ بہت اچھا اخبار ہے۔ جسے شیخ عبداللہ مرتب کرتے ہیں۔ جو انگریزی اور اردو کے ماہر ہیں۔ یہ بھی مشنریوں کی اچھی خبر لیتا ہے۔

Marfat.com

(7) نور علی نور

یہ مشہور دشمن نصاریٰ تھا لدھیانہ سے نکلتا تھا۔ اس کو مولانا محمد حسین نے جاری کیا۔ مولانا محمد حسین ایک اچھے اور مذہبی شاعر ہیں۔ احادیث رسول کو نظموں میں بیان کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی شہرت اور عزت ہے۔

(8) مارتنڈ اخبار

1846ء میں کچھ دنوں مولوی نصیر الدین یہ اخبار شائع کرتے رہے ہیں۔ جس کے پانچ کالم ہوتے تھے جو پانچ زبانوں میں شائع ہوتا تھا ہندی اردو بنگالی فارسی انگریزی۔ اس کی غرض یہ تھی کہ ان زبانوں سے لوگوں کو شوق ہو اور مشنریوں کے الزامات کی تردید میں ان کو مدد ملے۔

(9) منظور الاخبار

یہ اخبار سورت سے مئی 1860ء سے شائع ہوا تھا۔ ہفتہ وار اخبار ہے۔ اس کے ایڈیٹر منظور ہیں یہ مطبع قادری میں چھپتا ہے۔ اس اخبار کی تقطیع چھوٹی ہے 12 صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ہر اتوار کو شائع ہوتا ہے۔ دتاسی لکھتا ہے کہ اس کے سرورق پر اس مضمون کا ایک شعر ہوتا ''منظور الاخبار معلومات کا آئینہ اور گہوارۂ وعظ و ارشاد کا چمن ہے۔'' اس میں ہندوستان کی مختلف صوبوں اور مشرقی ممالک کی خبریں ہوتی ہیں اس میں نہایت دلچسپ تاریخی اور جغرافیائی مضامین ہوتے ہیں۔ ردنصاریٰ میں کبھی کبھی مضامین لکھتا ہے۔

(10) امین الاخبار

الٰہ آباد سے مولانا عزیز الدین کے زیر ادارت نکلتا ہے۔ موصوف مشہور حافظ واعظ و

Marfat.com

ردنصاریٰ ہیں اور ہندو مسلمانوں میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

(11) کشف الاخبار

ممبئی کا ہر دلعزیز اخبار ہے۔1882ء سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ ہفتہ وار بدھ کو شائع ہوتا ہے۔چھوٹی تقطیع پر آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے ایڈیٹر میر امان لکھنوی اس کے ہر ایک نمبر میں پہلے صفحے پر ایک چھوٹی سی نظم ہوتی جس میں اس نمبر کا پروگرام ہوتا ہے۔ یہ بھی ردنصاریٰ میں مشہور ہے۔مسلمانوں کا اچھا ناصح و مددگار ہے۔

(12) پنجابی اخبار

1870ء سے لاہور سے شائع ہوتا ہے۔اس اخبار کے مدیر محمد عظیم ہیں۔ان کے اخبار میں انجمن حمایت الاسلام کے اغراض و مقاصد پر تبصرہ کیے جاتے ہیں پادریوں سے بچانے کے لیے یتیم خانہ کے قیام اور اہمیت پر اس اخبار نے بہت مضمون لکھے ہیں اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ انجمن حمایت الاسلام کے یتیم خانے بنانے میں امداد دیں۔

(12) قاسم الاخبار

بنگلور سے بڑے چار ورق پر نکلتا ہے۔کاغذ اور خط و کتابت عمدہ ہے۔ یہ اخبار اسلامی مدارس میں خوب چلتا ہے۔اس کے مالک و ایڈیٹر محمد قاسم ہیں۔منشی صاحب لائق اور بیدار مغز ہیں اور اچھے شاعر ہیں۔ یہ اخبار پندہ سال پہلے یعنی 1861ء سے نکلتا ہے سب مدراسی اخباروں سے یہ اخبار بہتر ہے۔اس کا ایڈیٹر مولانا قاسم کا شاگرد ہے اور اس اخبار میں مشنریوں کی چالاکیوں کا بھی ذکر ہوتا ہے۔کہ وہ کس طرح یتیم بچوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

(13) خیر المواعظ

یہ ہفتہ وار اخبار اردو میں دہلی سے 8 صفحہ پر شائع ہوتا ہے۔اس کے پیش نظر یہ مقصد ہے کہ اصول اسلام کی نشر واشاعت اور مسیحی عقائد کا رد کرے۔

(15) مفید انام

یہ ہفتہ وار اخبار فتح گڑھ سے اردو میں نکلتا ہے۔اس کے مدیر شنکر سروپ ہیں۔اس اخبار میں عورتوں کو مسیحی مذہب قبول کرنے سے باز رکھنے کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔اور اس غرض سے ایک انجمن قائم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے چنانچہ چالیس ہزار روپے انجمن کے لیے جمع بھی ہو گئے ہیں۔(خطبات گارسان دتاسی)

(16) رہبر ہند

یہ اخبار لاہور سے ہفتہ وار 1887ء میں جاری ہوا۔اس کے مالک وایڈیٹر سید نادر علی شاہ صاحب سلفی ہیں۔جو نہایت قابل آدمی ہیں اور اصول اخبار نویسی سے بخوبی واقف ہیں۔ پہلے آپ اتالیق نکالتے تھے جو اب بند ہو گیا ہے۔اس اخبار میں اچھے مضامین ہوتے ہیں۔ عبارت نہایت سلیس اور کاغذ کتابت بھی پاکیزہ ہے۔مشنریوں اور عیسائی کتابوں کے جوابات دینے میں ماہر ہے۔

(17) ناصر الاخبار

یہ اخبار 1872ء میں دہلی سے جاری کیا گیا تھا۔جو مہینہ میں تین بار نکلتا تھا۔اس کے ایڈیٹر رد نصاریٰ کی کثیر کتابوں کے مصنف مولنا نصرت علی صاحب ہیں اس اخبار میں مولانا

Marfat.com

ابوالمنصور کے ردنصاریٰ کے سلسلہ میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ ایڈیٹر موصوف مولانا کے صاحبزادے ہیں۔ جن کا اپنا پریس نصرت المطابع فراشخانہ میں تھا۔ اس میں یہ اخبار چھپتا تھا۔ اس اخبار میں بے لگ تنقیدیں اخبارات پر کی جاتی تھیں اور بہت کم اخبارات کو اچھا کہا جاتا تھا۔ غریب اخبار خاموش رہتے۔

(18) مہر درخشاں

یہ اخبار پادریوں اور مشنریوں کے حامی اخبار نور افشاں ہفتہ وار کا جواب ہے۔ نور افشاں وہ اخبار ہے جو تعصب پھیلانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ ہندو مسلمانوں سے ذرا ذرا سی بات پر الجھتا تھا۔ حتیٰ کہ مشن لکھنؤ بھی اس سے نالاں تھی۔ مہر درخشاں کی طرح ردنصاریٰ میں ایک اخبار ناصر الاسلام نکلتا تھا جو ایسے معقول جواب واعتراض کرتا تھا کہ اس کا جواب مخالف نہیں دے سکتا تھا۔

(19) فتنہ

یہ اخبار ہفتہ وار حکیم برہم کی ادارت میں گورکھپور سے نکلتا تھا حکیم صاحب امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ آپ قصبہ فتح پور ضلع بارہ نکی میں پیدا ہوئے علوم عربی کے فراغت کے بعد آپ نے حکیم شیر محمد خان صاحب سے طب پڑھی۔ آپ شاعری اور انشا پردازی میں مشہور عالم ہیں۔ ہندوستان کے متعدد اخبارات میں آپ کے مضامین شائع ہوئے۔ آپ چند مشہور کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ بھوپال میں ایک عہدہ پر مامور بھی ہو چکے تھے۔ آپ فتنہ اور عطر فتنہ آب وتاب سے شائع کرتے تھے۔ آپ کا سلسلہ قندھاری افغانوں سے ملتا تھا۔ آپ ایک بہت اچھے واعظ اور ردنصاریٰ بھی تھے۔ (تاری التواریخ، صفحہ 12)

(20) دبدبہ سکندری

یہ ہفتہ وار اخبار زیر ادارت مولوی فاروق حسن رامپور سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کو

Marfat.com

مولوی محمد حسن مرحوم نے اپنے اہتمام اور ادارت میں جاری کیا تھا۔ان کے جد اعلیٰ شاہ محمد خاں ہند کو نواب رامپور نصیر اللہ خاں افغانستان سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ جب رامپور آباد کیا گیا تو آپ کے نام کا ایک محلہ آباد کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ گھیر شاہ محمد خاں کے نام سے ایک محلہ موجود ہے ان کے صاحب زادے نور محمد خاں، اور نور محمد خاں کے فرزند محمد حسن خاں تھے انہوں نے 1176ء میں رامپور کے اندر مطبع حسینی جاری کیا۔ 1283ء کو نواب کلب علی خاں کی فرمائش سے دبدبہ سکندری جاری ہوا۔

17 رشوال 1314ء یوم دوشنبہ کو مولوی صاحب ممدوح نے 84 سال کی عمر میں رحلت فرمائی اس کے بعد شاہ محمد حسین خاں صاحبزادے مولانا موصوف دبدبہ سکندری کے مہتمم وایڈیٹر قرار پائے۔ انہوں نے 29 رشعبان 1312ء کو انتقال کیا تو مولانا محمد فاروق حسن صابری نے ایڈیٹری کے فرائض انجام دیے آپ اخبار کو اسی شان سے چلا رہے تھے جیسے ابتدا سے نکل رہا تھا۔ سرکار رامپور اس اخبار کو اور مطبع کو بنظر اعزاز دیکھتے تھے۔

یہ اخبار ردنصاریٰ کا حامی تھا اور مشنریوں کے پنجوں اور جالوں سے یتیموں کو بچانے کے لیے اس اخبار نے بہت سے آرٹیکل لکھے۔ چنانچہ انجم حمایت الاسلام لاہور اپنی رپورٹ 1886ء میں لکھتی ہے: کہ دبدبہ سکندری نے بھی کمال مہربانی سے اس انجمن کے مقاصد کو اپنے اخبار میں شائع کیا یہ اخبار شکریہ کا مستحق ہے۔

(21) صحیفہ

یہ بجنور سے مولوی فیض الحسن کی ادارت میں نکلتا تھا۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ تثلیث کا ابطال کیا جاتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر لائق وفاضل اور باوضع انسان تھے۔

(22) ضیاء الاسلام

یہ رسالہ ماہنامہ ہے جو لاہور سے شیخ فضل الدین کی ادارت میں نکلتا تھا۔ اس میں

Marfat.com

مناسب اور سنجیدگی کے ساتھ مذہب پر بحث کی جاتی تھی۔ اور دلائل سے ردنصاریٰ بھی کیا جاتا تھا۔

(23) مسلم کرانیکل

یہ اخبار انگریزی میں ہفتہ وار کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔۔ اس کے ایڈیٹر مولوی عبدالجبار خاں صاحب رئیس شہر گاؤں (ضلع ملاقت آباد) کے صاحبزادے تھے جو لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں میر منشی کے عہدہ پر مامور تھے۔ 1874ء میں کلکتہ کے اندر پیدا ہوئے۔ ایم اے تک تعلیم پائی۔ ڈپٹی مجسٹریٹ کی ملازمت ملی۔ لیکن صحافت نگاری کو اس پر مقدم سمجھ کر ملازمت سے علیحدہ ہوئے آنریبل جسٹس سید امیر نے آپ کو نامہ نگار مقرر کیا۔ آپ نے اخبار کو معراج کمال پر پہنچا دیا تھا۔ مضامین بہت دلچسپ نکلتے تھے۔ اس کی آواز کو مسلمانوں کی آواز سمجھا جاتا تھا۔ بڑے بڑے انگریزی اخبارات لنڈن ٹائمز جیسے اس کے مضامین پر آرٹیکل لکھتے تھے۔ آپ کی علمی قابلیت اور دیگر فطری اوصاف ہر ساتھی کے زبان پر ہوتے تھے۔

اس اخبار کے ایڈیٹر و منیجر سید عثمان علی صاحب تھے۔ جنوری 1868ء کو قصبہ بلیا ضلع 24 پرگنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خاندان سادات عظام سے ملتا ہے۔ ایڈیٹر ہونے سے قبل آپ ریاست خیر پور کے نواب کے پرائیویٹ سکریٹری تھے۔ انگریزی میں آپ کو یدطولیٰ حاصل ہے۔ (تاج التواریخ، صفحہ:14)

(24) المستنصر

یہ اخبار سید مستنصر علی دہلی سے ہفتہ وار نکالتے تھے۔ اس میں مشہور ردنصاریٰ کے مناظر مولانا ابوالمنصور کے مضامین ردنصاریٰ اور تفسیر قرآن بھی شائع ہوتی تھی۔ اس کے مضامین مختصر اور دلچسپ ہوتے تھے۔

Marfat.com

(25) جبل المتین

یہ اخبار فارسی زبان میں سید جلال الدین ادیب ایرانی کی ادارت میں کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔ حکومت برطانیہ کی مشنری نواز پالیسی پر سخت نکتہ چینی کرتا تھا۔ سید صاحب موصوف جہاں فارسی دانی میں ملکہ رکھتے تھے وہاں عربی کے بھی ماہر تھے۔

(26) انجمن افتخار الاسلام

یہ ماہورا رسالہ انجمن افتخار الاسلام جاورہ سے نکلتا ہے۔ جو انجمن افتخار الاسلام کے حسب ذیل مقاصل کی اشاعت کے لیے جاری کیا گیا ہے:

(1) مسلمان بچوں کی ذہنی اور دنیوی تعلیم کا انتظام کرنا۔

(2) مفلس اور یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا تا کہ وہ عیسائی پادریوں کی دسترس سے محفوظ رہ کر اپنے قریم جدی آبائی مذہب پر قائم رہیں۔

(3) مسلمانوں کو تحصیل دینی اور دنیوی علم کا شوق دلانا۔

(4) معترضین اسلام (پادریوں) کے جوابات دینا۔

اسی طرح انجمن حمایت الاسلام کے نام انجمن کا رسالہ نکلتا ہے جس کا ذکر انجمنوں کے عنوان کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔

(27) اخبار الاخیار

یہ ہفتہ وار اخبار دہلی سے 1870ء میں منشی محمد دین کی ادارت میں نکلا تھا بڑی تقطیع پر چھپتا تھا۔ منشی محمد دین دہلی کے مشہور تاجر برادری جفت فروشاں کے مؤقر اور با اثر لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کا ایک علمی اور صحافتی طبقہ تھا۔ مولانا عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی

Marfat.com

اس طبقہ کے روح رواں تھے۔دوسرا طبقہ ناصر الاخبار کے ایڈیٹر مولوی نصرت علی کا تھا جس کے سرغنہ و رہنما مولانا ابوالمنصور تھے ان دونوں طبقوں کی علمی نوک جھونک ہوتی تھی جو بہت دلچسپ ہوتی تھی۔ ناصر الاخبار اور اخیار الاخیار کو پڑھ کر ایک لطف محسوس ہوتا ہے۔

منشی محمد دین بڑی جرأت و ہمت کے مالک تھے۔یہی وہ ہستی تھی جس نے بے باکانہ طور پر جامع مسجد کی منتظمہ کمیٹی کی بدعنوانیوں کو اپنے اخبار میں طشت از بان کیا یہ وہ وقت تھا جبکہ جامع مسجد کی منتظمہ کمیٹی حکومت کی نگاہوں میں بڑی عزت رکھتی تھی۔اس کے اشارہ پر حکومت ہر کام کرتی تھی۔مشہور تھا کہ ویسرائے اگر غسل میں بھی کرتا ہوا ہوتا تھا تو امام جامع مسجد کو اپنے پاس بلا کر ان سے ضرور دریافت کرتا اور فوراً تکمیل کے لیے حکم دیتا۔ایسے نازک اور خطرناک زمانہ میں منشی صاحب نے اخبار میں ہی آواز نہیں اٹھائی بلکہ منتظمہ کمیٹی جامع مسجد کے خلاف شیخ ذکاء اللہ ایڈوکیٹ کے ذریعہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت سے حساب فہمی طلب کرنے کی درخواست دی۔ یہ مقدمہ منشی جی نے مستقل مزاجی کے ساتھ تین سال تک لڑا۔ہائیکورٹ تک پہنچے،کبھی کسی وقت ہمت نہ ہارے۔ یہ اخبار جہاں مشنریوں کی پول کھولتا تھا وہاں حکومت برطانیہ کے نظام پر آزادنہ تبصرہ کرتا تھا۔نثر بھی بلا کی تھی۔نظم بھی آتش فشاں تھی۔غرض تنقیدی میزان کے مرد نے جس طرف قلم کا رخ کیا بڑے بڑے راز چاک کر دیتا تھا۔نظم کا حصہ ملاحظہ ہو۔

ایک مشاعرہ روس،انگلینڈ اور ہندوستان کا اس زمانے میں منعقد کیا جاتا تھا۔جبکہ غدر ہو چکا ہے اور ہندوستان انگریزوں کا غلام بن چکا ہے اور روس ہندوستان پر آنکھ لگائے بیٹھا ہے۔اس وقت کا منظر اخبار کے شاعر نے غزلوں کی زبان میں کھینچا ہے۔

غزل روس

توکل پر پڑا ہے ہند کی جانب قدم میرا ہے ہمسر چرخ اعظم کی بلندی پر علم میرا

Marfat.com

میری فوجوں کی جمگھٹ ہند کی سرحد پر ہوگی — دکھادوں گا کوئی دم میں اگر باقی ہے دم میرا
یہ فالِ نیک پائی میں نے انجیلِ مقدس سے — عرب اسلام کا حصہ ہے۔ حصہ ہے عجم میرا

اگر چہ نام میرا زآر ہے لیکن وہ رستم ہوں!
ہٹا سکتا نہیں صاحب قرآن بھی ایک قدم میرا

غزل انگلینڈ

جما ہے سرزمین ہند پر جب سے قدم میرا — نہیں اوجِ فلک سے کم بلندی میں علم میرا
جسے کہتے ہیں جادو وہ ہے میری حکمت عملی — جہاں میں سیف کے جوہر دکھاتا ہے قلم میرا
رئیس، ہندوستاں کے تابع ومحکوم ہیں میرے — مخالف بھی میرے اقبال سے بھرتے ہیں دم میرا
میرے انصاف کے میزاں کے پلے یوں برابر ہیں — جو کالوں پر ستم میرا تو گوروں پر کرم میرا

غزلِ ہندوستان

غنیمت جانتے ہیں سب وفاداری میں دم میرا — رہِ تسلیم سے باہر ہوا ہے اب قدم میرا
میں پابند وضعداری تہی دستی میں اتنا ہوں — قیامت تک رہیگا قومِ فاتح پر کرم میرا
مجھے غمگین کرتی ہے ہمیشہ میری غم خواری — کرم کرتا ہوں لیکن حصہ ہوتا ہے ستم میرا
میرا غم خوار کوئی بھی نہیں دنیا میں اے ہمدم — میں غم کا ناشتہ ہوں رزق ہے رنج والم میرا
ہزاروں مٹ گئے بن بن کے نقشے سامنے میرے — ہوا کی طرح اڑتا ہی رہا نقشِ قدم میرا
میرے آباد گلشن کا عجب ایک پھوٹ میوہ ہے — کیا برباد جس نے سب کا سب جاہ وحشم میرا

سیہ بختِ ازل ہوں نام میرا ہند ہے ہمدم
کرم غیروں کی قسمت میں ہے حصہ ہے الم میرا

نظم میں یوں چٹکیاں لیں، نثر میں بھی، اسی طرح حکومت اور ان کے حکام کی بداعمالیوں کے طفیل بوچھار کرتے تھے۔ چنانچہ اس اخبار کے ایک آرٹیکل جس کا عنوان ہے "غافل حکام کے لیے

Marfat.com

عبرت" اس میں دھڑلے کے ساتھ انہوں نے خبر لی ہے۔ ہائے افسوس ہمارے بعض حکام کو کیا ہو گیا ہے وہ اپنے فرائض منصبی کو کیا انجام دیتے ہیں وہ تو بیکار پھرتے ہیں۔ ہم جہاں تک ایسے حکاموں کی خراب حالتوں کا سبب دریافت کرتے ہیں تو وہ صورتوں سے خالی نہیں معلوم ہوتی یا تو وہ عیش پرست بے پرواہ اپنے ڈیوٹی سے ناواقف محض غافل ہوتے ہیں یا حرام مال سے جیبیں بھرتے ہیں۔ اور حفاظت کرنے کے عوض ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں۔ (اخبارالاخیار ستمبر 1887ء)

یہ پرچہ مجموعی اعتبار سے سچا قوم کا نمائندہ تھا۔ اس کی آواز پر قوم بھی توجہ دیتی تھی اور اس کے انتظار میں رہتی تھی۔ یہ پرچہ تقریباً دس سال تک چلا۔

(27) دلگداز

1887ء میں جاری ہوا۔ اس میں ادبی تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے۔ اور خاص طور پر ردنصاریٰ میں اور رسالوں کے مقابلہ میں سب سے پیش پیش تھا۔ انجمن حمایت الاسلام کے مقاصد کا پروپیگنڈہ کرتا تھا اس کے یتیم خانوں کی اسکیم کی تائید کرنا اس کے ردِ نصاریٰ کے بارے میں جو بیانات ہوتے تھے اس کو شائع کرنا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس رسالے کے ایڈیٹر مشہور ردِ نصاریٰ مولانا عبدالحلیم شرر تھے۔ جو ایک مشہور افسانہ نگار بھی تھے۔ ان کی ایک تصنیف فلورافلورنڈہ ردِ نصاریٰ کے موضوع پر کامیاب تصنیف اور شاہکار ہے۔

(28) نورالاسلام

شہر سیالکوٹ سے شائع ہوتا ہے۔ مہینہ میں دو مرتبہ نکلتا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد ردِ نصاریٰ کرنا اور اسلام کی حقانیت ظاہر کرنا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ مقصد اس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے۔ یہ رسالہ 1900 سے جاری ہوا۔

Marfat.com

(29) منشور محمدی

یہ اخبار عشرہ وار اردو میں بنگلور سے مولوی شریف کے اہتمام میں نکلتا تھا۔ اور انہی کے پریس بحر الاسلام میں چھپتا تھا۔ یہ اخبار 1871ء مطابق 1287ھ سے جاری ہوا۔ اور 84ء میں پندرہ سال کے عرصہ میں بند ہو گیا۔ اس اخبار کے ٹائٹل کی پیشانی پر یہ رباعی لکھی ہوئی ہے:

منشور رسولاں ہمہ محتاج بخانم　　باخاتم و مہر آمدہ منشور محمد

توریت بلا توریت انجیل وتجمیل　　گوپال صفت و سیرت مبرور محمد

اور اسی پیشانی کے نیچے لکھا ہوا ہے یہ اخبار عشرہ وار بمھامین تردید مذہب عیسوی چھپتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس اخبار نے بڑی خستہ حالی میں عیسائیوں کے رو میں اپنے آپ کو کمر بستہ کیا۔ اس نے شہنشاہیت کے پالک مشنریوں کے چھکے چھڑائے۔ اس کے مضامین عیسائی دنیا میں تہلکہ مچانے والے ہوتے تھے۔ یہ اسی کا کام تھا کہ اس نے جھلاؤ کو عیسائی کی رو میں پھنسنے سے بچایا۔ اس کے ایڈیٹر مرزا موحد تھے۔ اس اخبار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے بہت سی وہ کتابیں جن کے مصنف غربت کی وجہ سے چھاپ نہیں سکتے تھے۔ اپنے ہاں قسط وار شائع کیں۔ اور ان کو محفوظ کیا۔ نیز اس کے مضامین بھی مدلل اور محققانہ ہوتے تھے۔ اگر ان کو چھاپا جائے تو خاصی ایک ایک کتاب ایک ایک مضمون کی بن سکتی ہے۔ ایسے مضامین ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

صیانة الایمان، بترجم القرآن الٰھی۔ ترجمها اصل الشرك و الطیقال طقیاله

رابرٹس ری ٹن سس نامی انگریز نے سب سے پہلے متولی خانقاہ کلکنی جرمن کی استدعاء پر اور ہربائی نس، المانہ ولنذر 1133ء کو قرآن مجید کا لاطینی ترجمہ کیا یہ 1543ء میں چھاپا گیا۔ اس کے ساتھ قرآن مجید کی تردید بھی شائع کی گئی۔ اس ترجمہ کے مذکورہ عنوان کے ماتحت جوابات لکھے گئے۔

Marfat.com

زینت وزید اور حضور کا معاملہ

تو 23 ستمبر 1886ء کے نور افشاں نمبر 38 جلد 14 میں آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اور زید و زینت زوجہ محترمہ کے سلسلہ میں حفوات بکی گئی۔ اس مضمون کا جواب ''زید و زینت اور محمد ﷺ کا معاملہ'' کے عنوان کے ماتحت قسط وار کافی ہفتہ شائع ہوا ہے۔ 36 صفحہ پر چھپی ہے۔ تنویر الالقان لصاحب وحیہ الایمان۔ ایک پادری نے لدھیانہ کے پریس میں ایک رسالہ حضور کی نبوت کے اتصال میں نکالا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا محمد غفور نے مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت جواب دیا۔ یہ جواب بھی اگر چھپے تو ایک رسالہ بن سکتا ہے۔

دفع الالیط فی تحقیق الفارقلیط

ایک پادری نے اپنے مضمون میں یہ تاثر کرنے کی کوشش کی ہے کہ فارقلیط سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ اس پر مذکورہ عنوان کے ماتحت قسط وار مضمون شائع ہوا ہے۔

ازالۃ الاوہام ترجمہ واقع الاقسام

مولانا نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی لدھیانہ نے مولانا رحمت اللہ علیہ کی کتاب کا جو 1669ھ میں فارسی زبان میں شائع ہو چکی ہے ترجمہ کیا ہے۔ اس کو منشور محمدی نے قسط وار چھاپا ہے۔ اس ترجمہ کا نام مترجم موصوف نے واقع الاقسام رکھا تھا۔

جواب شملہ ازلٹھ

منشی عنایت اللہ کاسپل پرعیسوی نے ایک پرچہ مطبع پیٹنٹ پریس کلکتہ میں شائع کر کے تقسیم کیا۔ جس کا عنوان تھا شملہ ازلٹھ عیسوی، جس کا جواب عبدالعظیم صاحب نے دیا ہے جو کافی طویل مضمون ہے۔

Marfat.com

اثبات نبوت آنحضرت ﷺ میں

خلیل الرحمٰن عیسائی سے گفتگو

12/اگست 1886ء سے 15/اگست تک خلیل الرحمٰن عیسائی سے گفتگو۔ اثبات نبوت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے عنوان پر مولوی تفضل حسین نے جو بحث کی اور اس بحث کے نتیجہ میں خلیل الرحمٰن عیسائی مسلمان ہوا۔ وہ بحث بھی بڑی دلچسپ اور معلومات دلائل سے پر ہے وہ منشور محمدی میں بالاقساط شائع ہوئی تھی۔

ریویو رسالہ عدم ضرورت قرآن ،

یہ ریویو جو بہت طویل ہے پادری ٹھاکر داس صاحب کی کتاب پر ہے۔ جس نے قرآن مجید کے بارے میں اپنی کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ انجیل کی موجودگی میں قرآن کی ضرورت نہیں تھی۔ منشور محمدی میں اس پر 15/جمادی الاول سے بالاقساط لکھنا شروع کیا۔ اور 15/شوال 1305ھ میں ختم ہوا۔

جواب نور افشاں

اخبار نور افشاں نمبر 49-45 جلد 12۔ مسٹر ڈیوی محی الدین نے ایک مضمون ناتمام مذہب آزادی اور کانشینس کے حقوق درج کیا تھا۔ جس میں انہوں نے مذہب اسلام پر گستاخانہ حملے کیے تھے۔ اور باوجود ادّعائے تہذیب کے باہر قدم رکھا تھا۔ جس کا جواب منشور محمدی نے دندان شکن دیا۔ دس بارہ قسطوں میں یہ مضمون ختم ہوا۔ جب یہ اخبار بند ہوا ہے تو مسلمانوں کے تمام اخباروں نے اس کا افسوس کیا۔ اور خاص طور پر مناظرین کے طبقہ میں اس کا ماتم کیا گیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحق حقانی نے اس اخبار کے بند ہوتے ہی حسب ذیل توجہ نما اپیل شائع

Marfat.com

کی کہ روسا کو اس کی امداد کرنی چاہیے۔اس اپیل کا اقتباس یہ ہے:

''یہ ایک دینی اخبار ایک فرض کفایہ ادا کر رہا تھا۔اسی نے پر آشوب زمانہ میں اس سچے اسلام کے آفتاب کے سامنے سے (جس نے فاران کی چوٹیوں پر طلوع ہو کر تمام عالم کو ظلمات سے نجات دی تھی) مخالفین کے شکوک وشبہات کے گرد وغبار کو ہٹا رہا تھا مخالفین اسلام کے بیشمار دینی اخبار کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کر رہا تھا۔تقریباً چودہ پندرہ برس تک یہ شمع روشن رہی مگر جب مسلمانوں نے اپنی امداد و ہمت تو کیا اس کے واجب الادا روپیہ کا اس کے سر پر فانوس نہ رکھا تو حوادث و دہر کی باد صرصر سے یہ مشعل ٹمٹما کر گل ہو گئی۔جس سے دشمنان اسلام کا دل ٹھنڈا ہوا۔ اور سچے مسلمانوں کے دل پر غم کا شعلہ بھڑکنے لگا۔

کہاں ہیں بہ مخیّران اسلام جو ہر ایک کار خیر میں سبقت فرما کر سعادت دارین حاصل کیا کرتے ہیں ان کو اس شمع ہدایت کے دوبارہ روشن کرنے سے اور کون سا کار خیر اہم بالشان دکھائی دیتا ہے۔جو ادھر توجہ نہیں فرماتے۔عیسائیوں کی ہمت کی طرف نظر کرو کہ ان کے ایسے پرچے ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں کتنے نکلتے ہیں۔جنہیں نہ صرف مذہب عیسوی کی تائید اور دیگر مذاہب اور خصوصاً اسلام کا رد بھرا ہوتا ہے۔جاگو! خواب خرگوش سے باز آؤ اپنے دینی کاموں خصوصاً منشور محمدی کے اجراء میں دامے درمے قدمے کوتاہی نہ کرو۔

حَسَن

یہ رسالہ حیدر آباد دکن سے 1889ء میں جاری ہوا۔یہ ماہنامہ مطبع حسن ہی میں چھپتا ہے۔اس کے ایڈیٹر بھی محمد حسن ہیں۔اس کے صفحات اسّی ہوتے ہیں۔اس میں علمی اور تاریخی مضامین اور رد نصاریٰ پر مضمون شائع ہوتے ہیں۔اس کی جلد چہارم نمبر 4 ماہ جولائی 1891ء میں ایک محققانہ مضمون ''واعظان مسیحی کی ناکامیاں'' کے عنوان سے ایک غیر مسیحی کے قلم سے شائع ہوا ہے۔جس میں مسیحی تبلیغ پر تبصرہ کرتے ہوئے مشورہ دیا ہے کہ مشرقی ممالک میں آپ اپنے مقصد میں ناکام ہوئے ہیں یہاں اپنا مشن اور تبلیغ کو ختم کر دو۔

Marfat.com

مواعظ حسنہ اور خیر المواعظ کا دوسرا دور

سید مولانا عبداللہ دہلوی ایڈیٹر رسالہ خیر المواعظ یکم صفر 1289ھ میں اپنے اخبار کے اجراء کی وجہ سبب ذیل کے الفاظ میں فرماتے ہیں۔ جس میں ان دونوں اخباروں کی حیثیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ عرصہ چند مدت کا گزرا کہ دہلی میں پادری صاحبان کی طرف سے ایک پرچہ مواعظ عقبیٰ اسلام کے رد کے لیے نکلا۔ جس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے الطاف حسین نے پرچہ مواعظ حسنہ اور مولانا ہاشم پرچہ خیر المواعظ میں پادری عماد الدین کی کتاب تحقیق الایمان کا جواب ایک مدت تک لکھتے رہے۔ لیکن اب چند روز سے دہلی میں عیسائی کی طرف سے پھر چھیڑ چھاڑ شروع ہونے لگی ہے۔ جس کا جواب دینا ضروری ہے۔ ان کے جواب میں اور شہر کے معترض عیسائیوں کے جواب میں یہ رسالہ خیر المواعظ جاری کرتے ہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ 24 صفحہ پر نکلتا تھا۔ مطبع اکمل المطابع میں زیر نگرانی محی الدین صاحب کی چھپتا تھا۔ اس کے پہلے پرچہ میں بحث اثبات نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور ان اعتراضات کا جواب ہے جو کتاب میزان الحق اور رسالہ دلائل نبوت اور رسالہ تحقیق الایمان میں کیے گئے ہیں۔ (رسالہ خیر المواعظ دہلی، صفحہ:3)

(30) نسیم آگرہ

یہ ہفتہ اخبار آگرہ سے نکلتا ہے۔ پرانا اخبار 1558ء سے نکلتا تھا۔ اپنی روش پر قائم رہا۔ کبھی بدلہ نہیں۔ رد نصاریٰ میں نام پیدا کیا۔ اور آگرہ کے مشنریوں کے لیے عذاب جان بنا۔

(31) نور الانوار

1895ء میں نکلتا تھا۔ اس قدر معقول تھا کہ تمام اخبارات اس کے دلچسپ تاریخی مذہبی

Marfat.com

اور ردنصاریٰ کے مضامین نقل کرتے تھے کانپور سے یہ ہفتہ وار اخبار 16 صفحات پر نکلتا تھا۔

(32) قیصر اخبار

یہ رامپور سے ہفتہ میں ایک بار نکلتا تھا۔ قیصر پریس میں چھپتا تھا۔ مشنریوں کی خوب خبر لیتا تھا۔ اور ان کو بیکار محض ثابت کرتا تھا۔ مسلمانوں کو مشورد یتا تھا۔ بار بار اسی پر زور دیتا تھا کہ اپنی لڑکیوں کو مشنری اسکولوں میں مت داخل کرو۔ یتیم خانے اپنے بناؤ۔ تا کہ یتیموں عیسائی قبضہ نہ کر سکیں۔

(33) برق خاطف

ممبئی سے 1868ء میں زیر ادارت مولوی ظفر حسین جاری ہوا۔ یہ اخبار ہفتہ وار تھا۔ یہ ردنصاریٰ کرنے والے عالموں کا حامی اور مشنریوں کا مخالف ہے۔ چنانچہ اس نے مولانا ابوالمنصور کی ردنصاریٰ کی خدمات کا ذکر ان الفاظوں میں کیا ہے ''مولوی ابوالمنصور مناظر جن کا ذکر پیشتر اخبار میں کیا جا چکا ہے، یہ مولانا موصوف وہ ہستی ہیں جنہوں نے مہینوں تک الٰہ آباد میں رہ کر عام اعلان کیا کہ کوئی عیسائی عالم میرے سوالوں کا جواب دے گا جو کہ عام پسند ہو اس کو فی سوال دس روپے دوں گا اس اعلان کے پادریوں نے مناظرہ کا رخ تک نہیں کیا۔ پادری ڈیوڈ جب مولانا سے مناظرہ کرنے آئے تو دو روز کے بعد صاحب نے فرمایا کہ میں سال بھر آپ کے پاس اسی طرح حاضر رہ سکتا ہوں۔ (22 ستمبر 1869ء)

(34) مفید الانام

یہ اخبار 1858ء میں جاری ہوا۔ یہ ہفتہ وار ہے۔ یہ اخبار بھی ردنصاریٰ کے لیے جاری ہوا ہے۔ چنانچہ اپنے اخبار مورخہ 9 ستمبر 1868ء جلد نمبر 10 نمبر 36 میں ان عیسائیوں کا

Marfat.com

تذکرہ ہے جو دولت اسلام سے مستفید ہوئے۔

(1) بلدیو مسیح حوالیڈر مسیح کا داماد ہے اور فتح گڑھ کے گرجا کی خدمت میں سرفراز تھا جامع مسجد چوک میں بعد نماز جمعہ مسلمان ہوا۔ اس کا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔

(2) عبداللہ پسر مراد علی عیسائی عرف عبداللہ واعظ عیسائی اپنے باپ کی حیات بلدیو مسیح کے مسلمان ہونے کے چند روز بعد مسلمان ہو گیا۔ اب وہ روزانہ بلاناغہ عیسائیت کی تردید سر بازار کرتا ہے۔

(3) دلاور خاں جو مع زن و بچہ مشن فتح ڑھ میں عیسائی ہوا تھا۔ اور ایک مدت دراز تک پادری صاحب کی تربیت میں رہا اور مشن کی خدمتوں میں ممتاز وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

(4) فضل علی ٹیکہ لگانے والا ڈاکٹر اکبرآبادی جو فتح گڑھ میں ڈاکٹر اسکاٹ کے پاس بہت عزت کے ساتھ عیسائی ہوا تھا وہ عیسائی مذہب کو ترک کر کے مسلمان ہو گیا ہے۔

(35) اخبارات ردِّ نصاریٰ

اسی طرح کوہ نور 1870ء میں سید نادر علی شاہ سیفی کی ایڈیٹری میں اور سیف ممبئی 1875ء میں اور لوح محفوظ مرادآبادی 1874ء میں مولوی مہدی حسن کی ایڈیٹری میں اور روزگار مدراس 1876ء میں جاری ہوئے۔ یہ سب کے سب ردِّ نصاریٰ کے مضامین شائع کرتے تھے۔ اور اسی غرض کے لیے نکلے تھے۔

(36) اخبار انجمن پنجاب

یہ اخبار ہفتہ وار ہے اور 1870ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اس میں زیادہ تر مضامین بیوہ عورتوں کی شادی کی حمایت کے اور رد نصاریٰ میں ہیں۔ اس میں تاریخی ادبی علمی مضامین شائع ہوتے ہیں اور ہندوستان وغیر ممالک کی خبریں دی جاتی ہیں۔

Marfat.com

(37) راجپوتانہ

یہ اخبار ہفتہ وار ہے۔ 1864ء سے جاری ہوا۔ اس کے قابل و لائق اور مناظر واعظ ایڈیٹر مولانا محمد علی مراد ہیں۔ یہ بڑی تقطیع پر نکلتا ہے۔ اس اخبار میں 1876ء میں دو تبدیلیاں ہوئیں ایک ایڈیٹر وزیر علی مقرر ہوئے اور یہ اخبار ناگری اور اردو میں الگ الگ شائع ہونے لگا۔ (ناصر الاخبار یکم مارچ 1876ء)

(38) خیر خواہ عالم

یہ رسالہ دہلی سے ماہانہ نکلتا ہے۔ پرانا اخبار ہے جو 1871ء میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے ایڈیٹر مولوی امیر حسن صاحب ہیں۔ چھ روپے سالانہ چندہ ہے۔ اس میں ردنصاریٰ کے علماء کے حالات خبریں اور مضامین اور خاص طور پر ریاستوں کی خبریں نکلتی ہیں۔

(39) روہیل کھنڈ اخبار

بریلی سے ناگری میں ہفتہ وار نکلتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر منشی عبدالعزیز ہیں جن کو صحافت نگاری کا اچھا تجربہ ہے۔ یہ اخبار 1865ء میں جاری ہوا۔

(40) آگرہ اخبار

یہ پرچہ ہفتہ وار ہے۔ اس کے ایڈیٹر خواجہ صدیق حسین صاحب مولوی خواجہ یوسف علی پروفیسر عربی آگرہ اور مالک آگرہ اخبار کے تیسرے فرزند ہیں۔ مولوی صاحب موصوف اکبرآباد کے ایک مشہور بزرگ اور مشرقی علوم کے عالم تھے صدہا گریجویٹ جس میں بڑے بڑے عہدہ دار انگریز شامل ہیں ان کے شاگرد ہیں۔ 1868ء میں آپ نے آگرہ اخبار جاری کیا۔ اور سرسید احمد خاں کے جواب میں رسالہ تیرہویں صدی جاری کیا جن میں مشہور سخن طرازوں اور مشہور مقبول انشاء پردازوں کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ 1897ء میں مولانا

Marfat.com

فوت ہو گئے۔اس وقت سے ان کے صاحبزادے خواجہ صاحب موصوف آگرہ اخبار کے ایڈیٹر اور مطبع آگرہ کے مالک ہیں۔ یہ اخبار 1871ء میں جاری ہوا۔لکھائی چھپائی اور مجموعی حیثیت بہت اچھی ہے۔اس اخبار کا تخیل ہے کہ انگریزی پڑھنے سے نوجوان لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ اسی تخیل کے مطابق اس اخبار میں مضامین چھپتے ہیں اور ردِ نصاریٰ کیا جاتا ہے۔

(41) میوگزٹ، اخبار نوبہار

میوگزٹ 1872ء میں جاری ہوا۔اور اخبار نوبہار ملتان سے 1872ء میں جاری ہوا۔ دونوں پرچے ہفتہ وار ہیں اور بڑے سائز پر نکلتے ہیں۔(عین الیقین، صفحہ:40)

(41) چشمۂ علم

یہ اخبار مدراس سے نکلتا ہے۔اور ہفتے وار ہے۔ بڑی تقطیع پر شائع ہوتا ہے۔اس میں عیسائیوں کے مسلمان ہونے کی خبریں برابر شائع ہوتی ہیں۔ یہ مولانا شرف الحق کا بہت مداح ہے۔ان کے علمی کارناموں اور ردنصاریٰ کی انتھک کوششوں پر روشنی ڈالتا ہے۔

(42) کارنامہ ہند

یہ اخبار سوہند ضلع گوڑگانوہ سے نکلتا ہے۔اس کے قابل ولائق اور واعظ ومناظر ایڈیٹر خواجہ محمد ہاشم تھے۔1866ء میں یہ اخبار نکلا تھا۔

(43) ریاض الاخبار

یہ اخبار گورکھپور سے نکلتا تھا۔ اس کے سرورق ٹائٹل پر لکھا رہتا تھا۔ ریاض الاخبار میمنت اساس۔ یہ اخبار ہفتہ وار تھا۔ چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا۔اس کے ایڈیٹر فارسی اور عربی کے ماہر تھے۔

Marfat.com

(44) جامع الاخبار

مدراس سے نکلتا تھا دوشنبہ کوشائع ہوتا تھا۔اس کے صفحات سولہ ہوتے تھے ہر صفحہ دو کالم کا ہوتا تھا۔اس کے ایڈیٹر مولوی رحمت اللہ تھے۔

(45) احسان الاخبار

یہ اخبار ہفتہ وار تھا۔ بریلی سے نکلتا تھا۔ بڑی تقطیع پر، ایڈیٹر کا نام مولوی احسان محمد ہیں جو بریلی کے مشہور ادیب ومؤرخ ہیں۔(دتاسی)

(46) مظہر العجائب

یہ اخبار اردو میں رڑکی سے نکلتا تھا۔ یہ ہفتہ میں ایک مرتبہ شائع ہوتا تھا۔اس کے ایڈیٹر مولانا نجف علی صاحب تھے جو رڑکی میں قابل عزت سمجھے جاتے تھے۔

(47) مطلع خورشید اور مجمع البحرین

اس کے ایڈیٹر محمد شفیع تھے جن کا ذاتی پریس ان کے نام پر تھا یہ اخبار مطلع خورشید میں چھپتا تھا۔کراچی سے شائع ہوتا تھا۔مجمع البحرین لدھیانہ سے نکلتا تھا اور اس کے ایڈیٹر محمد ناصر خان اور مالک محمد شاہ تھے جونپور سے نسیم جونپور شائع ہوتا تھا۔اس کے ایڈیٹر سید منظر الدین واعظ ومناظر تھے۔

(48) اخبار حیدری اخباری حسینی

دونوں اردو کے اخبار میں پہلے کے ایڈیٹر مرزا علی حسینی حیدری تھے۔اور دوسرے کے

Marfat.com

مولوی حسین علی تھے۔ جو دہلی کالج کے پروفیسر تھے۔ اور جنہوں نے الف لیلہ کا ترجمہ کیا ہے۔

(49) جام جمشید

یہ اخبار قاضی جمشید علی کی ایڈیٹری میں ہفتہ وار مراد آباد سے نکلتا ہے۔ آپ مراد آباد کے سید ہیں۔ جن کا نسب حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ مولانا محمد صالح بادشاہ عالمگیر کے اتالیق تھے جن کو سلطان نے پرگنہ حسن پور ضلع مراد آباد میں سات آٹھ موضوعات دیے تھے۔ جاگیر کا رقبہ ایک لاکھ بیگھے کے قریب تھا۔ بغاوت کے الزام میں 1840ء میں گورنر نے ضبط کر لیا۔

(50) ذوالقرنین

یہ اخبار ہفتہ وار بدایوں سے مولوی نظام الدین حسین کے ادارت میں نکلتا تھا۔ اس میں ردنصاریٰ پر دلچسپ اور معلومات سے پر مضامین شائع ہوتے تھے۔ اور دیگر مضامین میں نئے طرز اور انوکھی روش کے لکھے جاتے تھے۔ (تاج التواری)

(51) سرمۂ روزگار

یہ اخبار سید عزت حسین رضوی کے اہتمام سے آگرہ سے ہر ہفتہ نکلتا تھا۔ مضامین کا انتخاب اور اس پر فاضلانہ نوٹس ایڈیٹر کی قابلیت کا مظاہرہ کرتے تھے۔

(52) مخبر دکن

یہ اخبار سید عبدالقادر کی ایڈیٹری میں ہر مہینہ مدراس سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا لٹریچر بڑے پایہ کا ہوتا ہے۔ بڑے قابلانہ آرٹیکل اس کے قابل و فاضل ایڈیٹر ہر عنوان پر لکھتے ہیں۔

Marfat.com

(53) ہمدرد

یہ اردو کا رسالہ تین ماہ کے بعد شیخ جمال الدین کی اڈیٹری میں شائع ہوتا ہے۔ یہ پرچہ مسلمانوں کے قومی ہمدردی میں شائع کیا گیا تھا۔ اس میں ممتاز اہل قلم کے مضامین چھپتے تھے۔ جو قوم اور قومی امور سے دلچسپی رکھتے تھے۔

(54) وطن

یہ اخبار لاہور سے ہفتہ وار مولوی انشاء اللہ نے جاری کیا تھا۔ آپ ہی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ آپ کے آباء واجداد شیخ صدیقی تھے جو عہد ہمایوں میں ہندوستان آئے۔ اکثر بزرگ اسی خاندان میں اتالیقی خدمت پر مامور تھے۔ آپ مولوی انعام اللہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع گوجرانوالہ کے حلف اکبر میں ولادت 11/اپریل 1170ء میں ہوئی۔ 1895ء سے لے کر آخر 1900ء تک وکیل اخبار کے ایڈیٹر رہے۔ اس کے بعد اخبار وطن شائع کیا۔ جو کثیر اشاعت اور مقبول پرچہ تھا۔ (تاج التواریخ)

(55) رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور

یہ ماہوار رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور کی جانب سے نکلتا تھا۔ اور انوار محمد پریس لاہور میں چھپتا تھا۔ 1881ء میں جاری ہوا۔ اس رسالہ میں علاوہ مدرسے کی رپورٹ کے پادریوں کے رسالے کتابوں مضامین اور اعتراضات کے جوابات بھی مدلل شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ جلد دوم صفحہ 2 تا 19 تک لارڈ پشپ لاہور کے مضمون نبی معصوم کا جواب جو مولوی شفیق الرحمٰن نے دیا چھاپا ہے۔ اسی طرح اس رسالہ کی جلد دویم 109 میں اعجاز قرآن، مولوی ابوالفیض کا ایک عالمانہ مضمون ہے۔ جس میں قرآن مجید کی خوبیاں کی گئیں ہیں۔ اس کے اور رسالوں میں اسلام کی حقیقت نبوت ضرورت علم ادب، علماء اسلام کے فرائض جیسے عنوانات پر مضامین شائع ہوتے تھے۔

Marfat.com

(56) رفیق ہند

یہ اخبار ہفتہ وار ہے۔ جو منشی محرم علی صاحب چشتی کی ایڈیٹری میں لاہور سے شائع ہوتا تھا۔۔ چشتی صاحب پنجاب کے بااثر علماء میں سے تھے جن کی زندگی کا تمام وقت قوم کی خدمت میں گزرتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ اخبار پنجاب میں خاص شہرت کا مالک تھا۔ اور تثلیث ابن عبداللہ کے عقائد کی مدلل تردید کرتا تھا۔ تحریف انجیل پر بھی اس میں مضامین شائع ہوتے تھے۔

(57) رسالہ عصمت دہلی

استادی مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری 1869ء میں دہلی میں پیدا ہوئے آپ کے جد اعلیٰ مولانا ابوالخیر خیر اللہ صاحب شاہجہاں کے زمانہ میں عرب سے دہلی آئے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے نام کے ساتھ خیری کا لفظ لکھا کرتے تھے۔ اور سارا خاندان بھی خیری لکھتا تھا۔ ان کے پیر دادا مولوی عبدالحق صاحب تھے۔ جس کا ذکر سر سید احمد خاں صاحب نے اپنی مشہور کتاب آثار الصنادید میں لکھا ہے۔ منادی 7 رفروری 36ء)

مولانا راشد الخیری صاحب شمس العلماء مولانا نذیر احمد مرحوم کی بیوی کے سگے بھتیجے تھے مولانا لڑکپن کے زمانہ میں ہی سایہ پدری سے محروم ہو گئے تھے۔ مولانا اس وقت دہلی کے عربی اسکول میں تعلیم پاتے تھے۔ باپ کا سایہ اٹھنے پر مولانا کے چچا جو اورئی ضلع جالون میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ یتیم بھتیجے کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور گورنمنٹ اسکول میں داخل کر دیا۔ شفیق چچی نے باپ کا غم بھلا دیا اور مولانا ہمیشہ آپ کی شفقت اور محبت یاد کرتے تھے۔ ضلع ہالون سے ضلع اناؤ میں تبادلہ ہوا تو مولانا ساتھ آئے اور یہاں محکمۂ بندوبست میں معقول تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور یہیں مولانا نے اپنی پہلی تصنیف صالحات کی ابتدا اور تکمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ملازمت کے لیے پیدا نہیں کیا تھا۔ دہلی میں شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹری پاس کر کے آئے اور رسالہ مخزن بھی دہلی لے آئے۔ مولانا اس رسالہ کے جوائنٹ ایڈیٹر اور پھر ایڈیٹر ہو گئے۔ اور شیخ

Marfat.com

صاحب ''مخزن'' مولانا کے حوالہ کر کے لاہور تشریف لے گئے۔ مولانا کو مخزن سے خاص لگاؤ تھا۔ اس کے سامنے عیسائی مشنریوں کے میموں کی حرکتیں تھیں۔ وہ معصوم اور بھولی بھالی عورتوں کو عورتوں کی آزادی کے نام پر اور پردے کو لعنت بتا کر مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتیں۔ جب کچھ لڑکیاں ان کے پھندے میں پھنس گئیں تو مولانا نے ایک مدرسہ ''تربیت گاہ بنات'' کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ آپ نے رسالہ عصمت کو اپنے سعادت مند صاحبزادے رازق الخیری کے سپرد کر دیا جس نے رسالہ کو چار چاند لگائے۔ یہ رسالہ بھی مولانا نے مشنری عورتوں کے فریب سے مسلمان لڑکیوں کو بچانے کے لیے نکالا تھا۔

عورتوں کی اصلاح کرنے اور تعلیم نسواں پر زور دینے کے لیے آپ کے بزرگ شمس العلماء مولانا نذیر احمد نے مراۃ العروس ''نبات النعش'' وغیرہ تصنیفات فرما کر درماندہ قوم کی مستورات کی تعمیر کی بنیاد رکھی۔ مذکورہ کتابوں کے بعد ملک اور قوم کو مفید تصانیف کی از حد ضرورت تھی جس کو علامہ راشد الخیری نے پورا کیا۔

شبِ زندگی، شامِ زندگی، صبحِ زندگی اور طوفانِ حیات جیسی معرکۃ الآرا تصانیف اور عروسِ کربلا جیسے دلچسپ ناول، سیدہ کا لال اور آمنہ کا لال جیسی مقبول میلاد النبی کی کتابیں لکھیں آپ کی مفید اور اصلاح کن کتابوں کی تعداد 70 تک پہنچی ہے۔

آج خواتین ہند کو آپ کی تصنیفات پر ناز ہے وہ مطمئن ہیں کہ سالہا سال یہ کتابیں آئندہ اور موجودہ نسلوں کی اصلاح کے لیے کافی ہیں چنانچہ ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد بہت سے خاندان تباہ ہونے سے بچے۔ بہت سے میاں اور بیویوں کے تعلقات خوشگوار بنے اور میاں بیوی کی ضدیں اس کتاب کی طرز تحریر نے ختم کیں۔ ان کتابوں کا اثر یہ ہے کہ بڑے سے بڑا سنگدل انسان ان کو پڑھنے کے بعد آنسو بہائے نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں ماں باپ اپنی بچیوں کے پڑھانے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور تقریباً یہ کتابیں ہر گھر میں نظر آئیں گی۔ اور ہر عورت کے زبان پر ان کتابوں کے افراد کا ذکر پایا جائے گا۔

استاذی مولانا علیہ الرحمہ نے 3/فروری 1936ء کو میرے والد ماجد مولانا شرف الحق

Marfat.com

کے وفات کے بعد انتقال فرمایا۔ ایک صدمہ کے بعد دوسرا صدمہ ایک سرپرست کے بعد دوسرے سرپرست کا سایہ اٹھنا بہت شاق ہوا۔

ہندوستان بھر میں مولانا کی وفات پر ماتم کیا گیا۔ ہر اخبار نے آپ کا نوحہ لکھا۔ شاعروں نے نظم کی صورت میں مرثیے کہے۔ شاعروں نے جہاں نظمیں لکھیں وہاں نسوانی دنیا کی شعر و شاعری کی دنیا میں کھلبلی مچی چنانچہ خواتین دہلی کے ماتمی جلسے منعقدہ 12 رفروری 1936ء محترمہ رابعہ صاحبہ نے دردانگیز نظم سنائی۔ جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الٰہی آئی یہ کیسی! خبر — ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے قلب و جگر

راشد الخیری دریغا حسرتا — ہو گئے رخصت سوئے دار البقا

لٹ گئی باغ وطن کی پھر بہار — ہو گیا تاریک صحنِ لالہ زار

پھر چمن پر آ گیا دورِ خزاں — ہو گیا برباد ویراں گلستان

آہ خالی ہو گئی بزمِ سخن! — غم سے ہیں بیتاب اہلِ علم و فن

درد میں ڈوبا ہوا تھا جس کا ہر کلام — سوز سے لبریز تھا جس کا پیام

طبقۂ نسواں ہے ممنونِ کرم — محسنِ اعظم تھے اس کے محترم

Marfat.com

مجاہدین ردِّ نصاریٰ کے حالات زندگی

(1) مولانا شاہ عبدالزیز صاحب محدث دہلویؒ

(2) مولانا آل حسن صاحب

(3) مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی

(4) ڈاکٹر وزیر خان صاحب اکبرآبادی

(5) مولانا شرف الحق صاحب صدیقی

(6) مولانا محمد علی صاحب مونگیری

(7) مولانا ابوالمنصور صاحب دہلوی

(8) مولانا ابوالقاسم صاحب نانوتوی

(9) سرسیّد احمد صاحب مرحوم

(10) شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالؔی

(11) علامہ سید امیر حسن صاحب

(12) مولانا سید عبدالباری صاحب

(13) مولانا محمد علی صاحب تحصیلدار

(14) مولانا عبدالحلیم صاحب شرؔر

Marfat.com

(15) مولوی حکیم محمد حسن صاحب

(16) مولوی حافظ ولی اللہ صاحب

(17) مولوی حکیم عبدالرشید صاحب

(18) سید محمد حامد علی صاحب

(19) مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی

(20) مولانا عبدالوہاب صاحب

(21) مولانا عنایت رسول صاحب

(22) مولوی امان علی حیدر آبادی

(23) مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب

(24) مرزا غلام احمد قادیانی

(25) مولوی اکرام اللہ اکبرآبادی

(26) محمد جہاں گیر خان صاحب اکبرآبادی

(27) مولوی نواب مرزا اکبرآبادی

(28) مولوی سید محمد صاحب

(29) مولانا سید محمد موئید الدین خان صاحب

(30) مولانا مظفر علی صاحب

(31) ڈاکٹر محمد نفیس صاحب

(32) چودھری مولا بخش صاحب

(33) مولوی سلیم اللہ صاحب

(34) مولانا غلام نبی امرتسری

Marfat.com

(35) مولوی عبیداللہ صاحب

(36) مولوی محمد علی مرادآبادی

(37) مولوی محمد فیروالدین صاحب

(38) مولوی محمد شاہ لکھنوی

(39) مولوی غلام دستگیری قصوری

(40) مولانا احمد الدین لاہوری

(41) مولانا احمد علی صاحب

(42) حکیم مرزا مغل بیگ صاحب

(43) خواجہ عبدالعزیز محدث لکھنوی

(44) حاجی مولوی محمد یوسف راندھیری

(45) مولوی اشرف علی سلطانپوری

(46) مولوی رحم الٰہی بخش

(47) مولوی سید احمد حسین

(48) مولوی محمد غوث گورکھپوری

(49) مولوی شیخ احمد صاحب

Marfat.com

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

آپ کی ولادت 1159 میں دہلی کے اندر ہوئی۔ آپ کا نسب نامہ چوبیس واسطوں سے جناب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم جناب عمر ابن الخطابؓ تک سلسلہ وار پہنچتا ہے۔ رسم زمانہ کے موافق آپ کے والد ماجد نے اول قرآن شریف کی تعلیم شروع کرائی۔ چونکہ قدرت نے ازل سے ہی آپ کو بلا کا ذہین اور طباع پیدا کیا تھا بہت تھوڑے عرصہ میں کلام الٰہی کی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔

آپ نے اپنے والد شاہ ولی اللہ جیسے مقدس اور متجر عالم و فاضل متبع شریعت کے آغوش میں پرورش و تعلیم پائی۔ آپ کی تعلیم کے لیے کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ آپ کی کم عمری کے لحاظ سے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس وقت جناب مولانا مدرسہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے تو نہایت فرط محبت سے اپنے لخت جگر کو آغوش میں بٹھا کر دینی مسائل بتایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ نہایت ذکی اور فہیم اور زود فہم تھے جو کچھ پدر بزرگوار سے سنتے تھے سب یاد کر لیا کرتے تھے جب آپ کو کچھ شرعی احکام و مسائل اس طرح معلوم ہوئے تب شاہ صاحب نے باقاعدہ تعلیم شروع کی۔ اور خلفاء میں سے ایک ذہین و عقیل نکتہ رس شخص انتخاب کر کے صاحبزادے کو اس کے سپرد کر دیا۔ تھوڑے عرصے میں جملہ کتب فقہ و اصول و منطق کلام و عقائد وغیرہ کے ماہر ہو گئے۔ جب آپ مختلف علوم میں بخوبی کامیابی حاصل کر چکے تو اپنے والد بزرگوار کی درسگاہ تشریف لے جانے لگے۔ اور دیگر طلباء کے ساتھ حدیث

Marfat.com

کا سبق لیا کرتے تھے۔ جب آپ نے والد بزرگوار سے سند علمیہ حاصل کر لی تب درس و تدریس کی طرف شوق پیدا ہوا۔ اکثر طلباء کو آپ پڑھایا کرتے تھے۔ والد ماجد کی موجوگی میں یہ جرأت نہیں کرتے تھے۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد مجبوری میں آپ کو پدر بزرگوار کی درسگاہ کو آباد کرنا پڑا۔ آپ عبرانی زبان بھی جانتے تھے جو آپ نے ایک عبرانی عالم سے پڑھی چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے ملفوظات میں خود ہی لکھا ہے ''فاضلے از اکابر علماء از و تحقیق توریت بلسان عبرانی می کردم''۔ (ملفوظات عزیزیہ 27)

جس روز سے آپ نے پدر بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے انتقال کے بعد طلباء کی خدمت کا بیڑہ اٹھایا۔ دیگر امور کے انجام دہی کی بہت کم فرصت ملتی تھی۔ ان کا بہت کم حصہ فتاویٰ اور وعظ وغیرہ کے لیے مقرر تھا۔ ملاقاتیوں سے ملاقات کرنے کا کم موقع ملتا تھا۔ آپ کی علمیت کا بھی سکہ آپ کے والد ماجد کی طرح دنیائے اسلام نے مان لیا بیرونجات کے اکثر علماء فخریہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہوئے۔ کسی مخالف مذہب والے کو جرأت نہ تھی کہ آپ کے سامنے کسی قسم کی چون وچرا کر سکے یا کسی عقلی ونقلی دلائل پر لب کشائی کرے۔ آپ کی حاضر جوابی کا سکہ تمام مخالفین کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کا سحر بیان ایسا مؤثر تھا کہ ہر مخالف و موافق سرِ تسلیم خم کر دیتا تھا۔

ہمیشہ آپ متمول اور مالدار لوگوں سے متنفر رہے۔ کبھی ان کی صحبت کو اپنے لیے مفید نہ سمجھا۔ بلکہ جہاں تک ہو سکا ان سے اجتناب کیا۔ اکثر اوقات آپ کی مجلس میں متمول اصحاب زیادہ شامل ہوتے تھے۔ مگر آپ سوائے معمولی بات کے جو ضروری معاملات سے متعلق ہو کوئی اور بات نہیں کرتے تھے۔

صرف آپ کا ایک یہی کام تھا اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب کی جماعت کو منظم کر کے اس کے اصول و مقاصد کو پھیلانا۔ شاہ والی اللہ نے 5 رمئی 1831ء کو جو جماعت بنائی اس کا نام جمعیۃ مرکزیہ یعنی سنٹرل کمیٹی تھا اور اس کے مقاصد یہ تھے: (نیا ہند الہ آباد اکتوبر 1946ء)

(1) خدا پرستی (2) انصاف (3) تربیت نفس (4) ضبط نفس

Marfat.com

اس جماعت کی بہت سی شاخیں قائم کی گئیں۔ان شاخوں میں نجیب آباد کا مدرسہ بریلی میں شاہ علم اللہ کا تکیہ اور سندھ کے شہر ٹھٹھ میں ملا محمد معین کا مدرسہ خاص تھا۔ان شاخوں کے ذریعہ سارے ملک میں شاہ ولی اللہ کے خیالات کی تبلیغ ہوتی تھی۔شاہ صاحب کے خاص پیرو مولانا محمد حسین محلی ومولانا نوراللہ برہانوی اور مولانا محمد امین کشمیری نے تبلیغ کی ذمہ داری خود لے رکھی تھی۔کچھ مسلمانوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ جب سکھ اور مرہٹے مسلمان حکومت پر حملہ کر رہے ہیں اور انہوں نے ایک مذہبی جنگ چھیڑ رکھی ہے،اس وقت حکمراں کی مخالفت کہاں تک درست ہے۔اس اعتراض کا جواب شاہ صاحب نے دیا۔کوئی بھی حکومت صرف اس لیے اسلامی حکومت نہیں ہو جاتی کہ اس کا بادشاہ مسلمان ہے۔آہستہ آہستہ نظام اس قدر مضبوط ہو گیا تھا۔مولانا عبداللہ سندھی کے لفظوں میں کہ شاہ صاحب کی اس جماعت نے باقاعدہ ایک عارضی حکومت قائم کر لی تھی۔اس وقت شاہ صاحب کے شاگردوں نے حکومت سے جنگ کرنے کی تلقین کی۔تو شاہ صاحب نے منع فرمایا اور سمجھایا کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ نے تیرہ سال تک عدم تشدد پر عمل کیا اسی طرح ہمیں خاموش رہ کر اپنی تنظیم مضبوط کرنا چاہیے۔اس احتیاط کے باوجود حاکم وقت نجف علی خاں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔شاہ صاحب کے پہنچے اتروالیے۔دونوں بیٹوں کو شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز کو جلاوطن کیا۔

اس جماعت کے عملی اصول جس کو وہ چلانا چاہتے تھے تین تھے۔

پہلا یہ کہ وہ ہندوستان کو ایشیا کا ایک طاقتور ملک بنانا چاہتے تھے۔ان کی رائے میں یہ جب ہی بن سکتا تھا۔جب یہ پورا ملک کسی ایک حکومت کے ماتحت ہو۔انہوں نے اپنی کتاب بدوباز غہ میں لکھا ہے کہ ملک میں چھوٹے چھوٹے خودمختار راجے کیوں نہ ہوں لیکن اس کا ایک فیڈریشن ہونا چاہیے جس سے کسی بھی مسئلے پر پورے ہندوستان کا فائدہ ونقصان نگاہ میں رکھ کر غور کیا جا سکے۔فیڈریشن کے لیے انہوں نے لفظ ارتفاق استعمال کیا ہے۔انہیں اکبر کے زمانے کا ہندوستان اچھا لگتا تھا۔لیکن ان کا منشاء اکبری سامراج کو پھر سے زندہ کرنا نہیں تھا۔وہ سارے ملک میں ایک الٰہی جمہوری حکومت چاہتے تھے جس میں چھوٹے بڑے امیر وغریب

Marfat.com

سب برابر حصہ لے سکیں۔

دوسرے وہ تمام ہندوستان کے لیے ایک ہی قسم کا قانون چاہتے تھے جس کی پابندی ہر مذہب کے لوگ کر سکیں۔ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے اس کو نکاح کی مثال سے سمجھنا آسان ہوگا۔ نکاح کی رسم کا مطلب صرف یہ ہے کہ سماج کو ایک عورت اور ایک مرد کے درمیان شوہر اور بیوی کا تعلق پیدا ہو جانے کا پتہ چل جائے۔ یا کسی قاضی کے سامنے رسم پوری کی جائے۔ نکاح کا مقصد دونوں ہی طرح سے پورا ہو جاتا ہے۔ راج کو صرف اس کی پابندی سے مطلب ہے۔ رسموں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

تیسری بات جس پر انہوں نے زیادہ زور دیا ہے یہ تھی کہ جنم کے مزدور پیشہ اور کاریگر لوگوں کو ان کے صحیح حق دلائے جائیں اور ان پر کم سے کم بوجھ رکھا جائے۔ وہ ایسی حکومت کے حامی تھے جس میں کبھی بھی آدمی کو اپنی زندگی کی ضروریات کے لیے محتاج نہ رہنا پڑے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، الغرض انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے اقتصادی توازن ایک ضروری بات ہے۔ ہر انسانی جماعت کو ایک ایسے اقتصادی نظام کی ضرورت ہوتی ہے جو لوگوں کی زندگی کی سب ضرورتوں کا کفیل ہو۔ جب لوگوں کی اقتصادی ضرورتوں سے اطمینان نصیب ہوتا ہے تو پھر کہیں وہ اپنے خالی وقت میں جو ان کے مابین کسب معاش کے بعد بچ جاتا ہے زندگی کے ان شعبوں کی ترقی اور تہذیب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو انسانیت کے اصلی جوہر ہیں۔

سو سال پہلے جب کمیونسٹ مینی فیسٹو وجود میں بھی نہیں آیا تھا اور نہ کارل مارکس ہی پیدا ہوا تھا اور نہ شوشلزم کی تحریک چلی تھی۔ جمعیۃ مرکزی کے بانی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ان خیالات کا اظہار کر کے اپنی جماعت کی بنیاد رکھی تھی۔

اگر کسی قوم میں دولت کی لگاتار ترقی جاری ہے تو اس کی صنعت و حرفت اعلیٰ کمال تک پہنچ جاتی اس کے بعد اگر حکومت کرنے والی جماعت آرام و آرائش اور زینت و تفخر کی زندگی کو اپنا معمول بنالے تو یہ بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ سوسائٹی کا بڑا حصہ

Marfat.com

حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی چیز سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جائے۔ اس لیے لوگ گدھوں اور بیلوں کی طرح صرف روٹی کمانے کے لیے کام کریں گے۔ اور جب انسان پر ایسی مصیبت آتی ہے تو خدا انسانیت کو اس خصلت سے نجات دلانے کے لیے کوئی راستہ ضرور اختیار کرتا ہے یعنی ضروری ہے کہ قدرت الٰہیہ انقلاب کے سامان پیدا کر کے قوم کے سر سے اس غلط حکومت کا بوجھ اتار دے۔

جلا وطنی کی مدت ختم کرنے کے بعد شاہ صاحب پھر دہلی آئے یہاں مسلمانوں کی اخلاقی حالت بہت گری ہوئی تھی۔ نااہل لوگ پیری مریدی کے ذریعہ لوٹ رہے تھے۔ دہلی میں انگریزی ریزیڈنٹ کا راج تھا جو من مانی کارروائی کرتا تھا۔ بادشاہ انتہائی کمزور ہو چکا تھا۔ کمپنی لوگوں پر ظلم کرتی تھی۔ لاکھوں مظلوم انسان ان کی حوس پرستی کا شکار ہوتے تھے۔ تمام ریاستوں کا انگریزی حکومت کی طرف جھکاؤ تھا۔ خوشامدی ٹٹو بنے ہوئے تھے۔ یہ حالت ناقابل برداشت تھی۔ عمل کا وقت تھا شاہ صاحب نے اپنا فرض پورا کیا اور جہاں جہاں اسلامی شعار کی بے حرمتی ہو رہی تھی ان ان مقامات کو دارالحرب قرار دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا وہاں کے رہنے والے مسلمان یا حکومت کے خلاف تلوار اٹھائیں یا ہجرت کریں۔ شاہ صاحب نے یہ صرف زبانی حکم ہی نہیں دیا بلکہ انقلابی فوج بنانے کی تیاری کی۔ ایک بورڈ کی تشکیل ہوئی۔ جس کے صدر شاہ صاحب کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید احمد بریلوی اور قائم مقام شاہ صاحب کے بھتیجے شاہ اسماعیل اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحی بنائے گئے۔ اس بورڈ نے وہابی تحریک کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے ملک کا دورہ کیا اور فوج کی بھرتی کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا۔ چونکہ یہ بزرگان دین خود علم جہاد لے کر نکلے تھے۔ جوق در جوق فوج کی بھرتی ہوئی۔ سپاہ ان حضرات کے مرید ہو جاتے تھے اور ان کے ہاتھ جان دینے کی بیعت کر لیتے تھے۔ گشت لگاتے لگاتے یہ بورڈ رامپور پہنچا۔ سید احمد کو اطلاع ملی کے سکھ انگریزوں سے مل کر مسلمانوں پر ظلم توڑ رہے ہیں۔ سید صاحب سکھوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ نتیجہ ظاہر تھا جنگ

Marfat.com

ہوئی اوراسی جنگ میں مولانا سید احمد شہید ہوئے۔ جماعت بد دل ہوکر منتشر ہوگئی۔اسی سال 1824ء میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا بھی انتقال ہوگیا۔شاہ عبدالعزیز نے شاہ اسحاق صاحب کو اپنا جانشین بنایا جو تیسرے امام اس جماعت کے کہے جاتے ہیں۔ (نیا ہند الہ آباد اکتوبر 47ء صفحہ:327)

آپ نے عمر کا تمام حصہ تعلیم و تلقین و تربیت کتب میں صرف فرمایا۔آپ کے علم کے فیض کا ڈنکا تمام اسلامی دنیا میں بج رہا ہے۔آپ کے شاگردوں میں مولانا شاہ رفیع الدین حقیقی برادرخورد، شاہ اسحاق صاحب مہاجر حقیقی نواسہ مفتی صدرالدین، مولانا رشیدالدین خان صاحب دہلوی، حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب، مولانا مخصوص اللہ، فرزند شاہ رفیع الدین صاحب اور آپ ک حقیقی بھتیجے مولوی عبدالحی اور مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی، مولانا حسن علی صاحب لکھنوی، مولانا حسین احمد صاحب ملیح آبادی وغیرہ ہیں۔

آپ کا علم وفضل و تجر مسلم تھا۔مگر یہ ضروری نہیں کہ جو شخص عالم وفاضل و متجر ہو وہ ذہین و مطین وحاضر جواب بھی ہو مگر آپ میں یہ خوبیاں درجہ اتم بیک وقت موجود تھیں۔

دہلی کے باہر شادی کی تقریب میں مولانا کی دعوت تھی۔ دو گاڑیاں کرایہ کی منگا کر تشریف فرما ہوئے۔ ایک گاڑی میں سید حسن علی عرف شاہ جی صاحب اور حضرت مولانا صاحب سوار تھے اور دوسری گاڑی میں بڑے بڑے فاضل چنانچہ اس میں ایک مولانا حیدر علی رامپوری تھے۔اس گاڑی کا گاڑیبان ہندو تھا۔اسنے ان چار فاضلوں سے سوال کیا۔کہ حضرت فرمایئے تو خدا ہندو ہے یا مسلمان کیونکہ ہندو اسکو ہندو کہتے ہیں اور مسلمان اسکو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحیح حال نہیں معلوم ہوتا ان فاضلوں نے کہا۔ارے بیوقوف یہ کیا کہتا ہے خاموش ہو تجھ کو ان باتوں سے کیا کام۔ یہ گفتگو کہیں مولنا صاحب نے سنی فرمایا وہ تو اچھی بات پوچھتا ہے اس کو جواب دینا چاہئے۔ نہ کہ جھڑکنا۔پھر گاڑیبان نے کہا مولانا صاحب آپ ہی بتا دیجئے۔یہ سنکر مولانا اپنی گاڑی سے اتر کر اس گاڑی میں تشریف لائے اور اس گاڑیبان سے فرمایا کہ خدا مسلمان ہے۔ اسکی دلیل ہم سے سنو کہ تمہارے ہاں گائے کا مارنا پاپ کیسا برا

Marfat.com

ہے۔گاڑیبان کہ ہمارے یہاں اس سے برا کوئی کام نہیں۔ تب مولوی صاحب نے فرمایا۔دیکھو خدا ہندو ہوتا تو گائے کا پاپ نہ ہونے دیتا۔یعنی گائے کا ذبح ہونا بالکل موقوف کر دیتا۔بس اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہے۔یہ سنکر وہ گاڑیبان بہت خوش ہوا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز کے زمانہ میں انگریز نئے نئے آئے تھے۔ہندو مسلمانوں میں انکا خوف بے انتہا طاری تھا۔عیسائی نصرانیت کا پروپیگنڈہ اور تبلیغ کرنے میں بے لگام تھے۔کسی کو جرأت نہیں تھی کہ فرنگیوں کہ سامنے کچھ بول سکے۔چنانچہ مولانا صاحب کا ہی جگرہ تھا کہ وہ منہ توڑ جواب دیتے تھے اور انکے باطل عقائد کی بیخ کنی کرتے تھے۔تاریخی اعتبار سے انگریز فرنگی کے مہمل اعتراضات کا مدلل ومعقول جواب دینے والے مولانا موصوف ہی ہیں۔فرنگیوں کے حاکمانہ دور میں انہون نے عیسائیوں سے بے باکانہ طریقہ سے مناظرہ کیا۔اور انکے حاکمانہ رعب دبدبہ سے مرعوب نہیں ہوئے۔چنانچہ ہم مناظرین کا تذکرہ آپ کے نام نامی ہی سے شروع کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور وہ مناظرے ومقابلے جو مولانا موصوف کے پادریوں اور عیسائیوں سے ہوے ہیں انکو بیان کرتے ہیں۔جو اپنی نظیر آپ ہیں۔

دو ہزار روپے پادری سے جیتنا

مسٹر مٹکلف گورنر کے پاس ایک پادری مولانا سے مباحثہ کرنے آیا۔گورنر نے کہا کہ یہ مولوی بڑا فاضل ہے تم اس سے کبھی نہ جیت سکو گے اسنے کہا کہ میں ضرور لاجواب کردوں گا گورنر نے کہا کہ اچھا شرط مقرر کرو۔جو شخص دونوں میں ہار جائیگا اس سے دو ہزار روپے لئے جائیں گے اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں اس کی طرف سے دوں گا۔کیونکہ وہ تو فقیر ہے اور پادری کو حضرت مولانا کی خدمت میں لایا۔اور سب حال بیان کیا۔بعدہٗ پادری نے کہا۔ہم سوال کرتے ہیں اور جواب اسکا معقول چاہتے ہیں منقول نہ ہو۔جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر حبیب اللہ ہیں؟ آپنے فرمایا کہ ہاں۔پادری نے کہا تمہارے پیغمبر صاحب نے بوقت قتل حضرت امام حسین فریاد نہ کی حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ محبوب ہوتا ہے۔خدا ضرور

Marfat.com

اپنے محبوب کی سنتا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صاحب فریاد کے لئے تشریف لے گئے تو خدا نے فرمایا کہ تمہارے نواسے پر اشقیا نے ظلم کر کے شہید کر ڈالا لیکن اس وقت ہم کو اپنے بیٹے عیسیٰ کا صلیب پر چڑھنا یاد آ رہا ہے۔ یہ سن کر ہمارے پیغمبر صاحب خاموش ہو گئے کہ واقعی اکلوتے بیٹے سے بڑھکر میرے نواسے نہیں ہو سکتے جب بیٹے کی مدد خدا نے نہیں کی۔ تو میرے نواسے کی کیوں کرے گا پادری قائل ہوا۔ اور دو ہزار روپے شرط کے ادا کئے۔

دہلی کے عیسائی ریذیڈنٹ کو دندان شکن جواب

اسٹین ریذیڈنٹ دہلی مولانا کی ملاقات کو آیا عند التذکرۃ بیان کیا کہ ایک بات پوچھتا ہوں کہ کوئی اس کا جواب نہیں دیتا مثلاً ایک مسافر راستہ چلتے چلتے بھول گیا۔ اور راہ میں ایک شخص سوتا اور ایک بیٹھا ہے تو یہ گمراہ کردہ راستہ کس سے پوچھے۔ مولانا نے فرمایا راستہ تو چلنے کے واسطے ہے نہ بیٹھنے کے واسطے۔ اس تیسرے شخص کو لازم ہے کہ وہ بھی بیٹھے۔ جب وہ سونے والا جاگے تو دونوں راستہ پوچھ کر چلے جائیں۔ یہ جواب سن کر ریذیڈنٹ بہت خوش ہوا۔ کیونکہ اس کی مراد بیٹھے ہوئے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سوتے ہوئے سے پیغمبر خدا ﷺ تھے۔ (حکایات صالحات از عبداللہ نقشبندی صفحہ: 364)

ایک فرنگی اپنے خانساماں سے کہا کرتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہ بات بہت آشکارا ہے گو تم مسلمانوں کو اس کا اعتقاد نہیں ہے بلکہ انکار کرتے ہیں۔ وہ خانساماں غریب بے علم مسلمان سن کر چپ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا تھا۔ ایک روز مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ ایک انگریز اس طرح کہتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم اس سے کہو کہ مجھے تو علم نہیں جو تم سے بحث کروں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے محاورے میں تین قسم کا بیٹا ہوتا ہے پوت، سپوت، کپوت۔ پوت وہ ہے جو کمالات میں باپ کے ہمسر ہو اور سپوت وہ ہے جو کمالات میں باپ سے بڑھکر ہو اور کپوت وہ ہے جو ابتر ہو۔ کہ باپ اس کا ناراض رہے۔ اب بتاؤ کہ تمہارے اعتقاد کے مطابق عیسیٰ کس قسم کے بیٹے ہیں اگر پوت ہیں تو بتاؤ کہ خدائے تعالیٰ نے تو یہ زمین و آسمان اور چاند و سورج پیدا کیے ہیں۔ عیسیٰ کے پیدا کیے ہوئے چاند اور سورج کہاں ہیں اور جو سپوت ہیں تو یہ

Marfat.com

دکھاؤ کہ خدا نے تو ایک چاند اور ایک سورج پیدا کیا ہے انہوں نے دو دو یا تین تین پیدا کیے ہوں گے تو دکھاؤ کہاں ہیں۔ اگر کپوت ہیں تو ہم ان سے راضی نہیں کیونکہ خود خدائے تعالیٰ اس کا جب خوش نہ ہو تو ہم کس طرح ان کو مانیں۔ اس خانساماں سے چند روز کے بعد جب اس فرنگی نے پھر سوال کیا تو اس کو یہ جواب دیا سن کر چکرا گیا اور نہایت شرمندہ ہوا کہ ایک جاہل خانساماں نے خاموش کر دیا۔

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں ایک انگریز آیا اور سوال کیا کہ جناب ہماری قوم کے سو دو سو آدمی کسی جگہ پر جمع ہوتے ہیں تو سب ایک رنگ کے سرخ و سفید ہوتے ہیں برخلاف آپ لوگوں کے کہ ہر ایک نئی طرح رنگ کا، کوئی کالا کوئی گورا ہوتا ہے اس کا سبب کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا ایک طرح کا ہونا کوئی بزرگی اور فخر کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ سو گدھوں کو ایک جگہ جمع کیجیے تو سب ایک ہی رنگ کے جمع ہوں گے۔ برخلاف گھوڑوں کے کوئی کمیت، کوئی سرنگ، کوئی سبزہ، کوئی نقرہ کوئی سمد ہوتا ہے اور ان کی خوبیاں بھی مختلف ہی ہوتی ہیں۔ طاقت و جواں مردی، دلیری و ملک گیری یہ کمال گدھوں میں کہاں ہیں۔ یہ جواب سن کر انگریز بہت شرمندہ ہوا کہ خوب گدھے بنے۔

تصنیفات

☆تفسیر فتح العزیز: اس تفسیر کی دو جلدیں ہیں۔ اول جلد میں الحمد شریف سے لے کر سیقول کے ربع پارہ تک کی تفسیر ہے دوسری جلد میں سورہ ملک سے آخر قرآن مجید تک پچھلے دو پاروں کی تفسیر ہے۔

☆تحفہ اثنا عشر: اس کتاب میں اہل تشیع کے عقائد باطلہ کی قلعی کھولی گئی ہے۔ آج تک علماء شیعہ اس کا جواب نہ دے سکے۔

☆بستان المحدثین: اس کتاب میں تمام کتب حدیث اور اس کے مصنفین و مؤلفین کے مشرح حالات درج ہیں۔

☆سر الشہادتین: یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس میں تمام کربلا کے درد انگیز واقعات کا بیان ہے۔

Marfat.com

☆ میزان البلاغۃ: یہ کتاب علم بلاغت میں ہے۔اس میں دریا کوکوزہ میں بھرا گیا ہے۔

☆ ملفوظات شاہ عبدالعزیز: اس میں آپ کے ملفوظات ہیں۔جس کوآپ کے ایک مرید نے جمع کیا ہے۔آپ کا انتقال 1239ھ 7رشوال صبح یکشنبہ کوواقع ہوا۔ایک قطعہ تاریخ جس کے چنداشعار یہ ہیں۔حکیم مومن خاں مومنؔ نے کہا:

انتخاب نسخۂ دیں مولوی عبد العزیز　　بےعدیل وبےنظیروبےمثال وبےمثل

جانب ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے　　آگیا تھا کیا کہیں مردوں کے ایماں میں خلل

دستِ بیدارِ اجل سے بے سروپا ہو گئے　　فقرودیں، فضل وہنر، لطف وکرم، علم وعمل

Marfat.com

امام فن مولانا رحمت اللہ

مولانا محلّہ دربار کلاں قصبے کیرانہ ضلع مظفرنگر میں رہتے تھے۔ کیرانہ قدیم مردم خیز خطہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ شیخ عبد الرحمٰن کازرونی تھے جو سلطان محمد غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے اور پانی پت میں مقیم ہوئے وفات بھی وہیں ہوئی۔ زیر قلعہ مدفون ہوئے۔ چند پشت کے بعد اسی خاندان میں کبیر الاولیاء حضرت مخدوم جلال الدین پیدا ہوئے۔ ان کے صاحبزادے کا نام عبد الکریم عرف شیخ حتا تھا۔ وہ کتاب خلاصہ تنافی کے مؤلف تھے۔ اکبر بادشاہ کے مقرب تھے ان کا خطاب شاہی شیخ الزماں تھا ان کا مقبرہ بھی پانی پت میں ہے۔ شیخ صاحب کے فرزند کلاں مقرب خاں تھے۔ جن کو جہاں گیر کے دربار میں رسائی تھی۔ بمبئی کے صوبیدار بنائے گئے تھے۔ انہوں نے دانشمندی اور حکمت عملی سے سات جہاز جو بسالہا سال سے غرق تھے سمندر سے برآمد کیے۔ علاوہ ان چیزوں کے ان جہازوں میں ستون کسوٹی بھی تھا۔ جب برآمدگی اشیاء کی اطلاع جہاں گیر کو ہوئی تو اس نے تمام سامان ان کو دیدیا۔ اس کے بعد مقرب خاں نے اپنے رہنے کے لیے مکان بنوایا جس میں دو تالاب پختہ بنوائے۔ تالاب کے وسط میں ایک بنگلہ تعمیر کیا۔ اس پر چبوترہ بنوا کر ستون کسوٹی لگوایا۔ ایک گھڑی بنوائی۔ دکھن سے بیج منگوا کر پانچ باغ لگائے۔ سولہویں جلوس میں جہانگیر کیرانہ آیا۔ چنانچہ تزک جہانگیری میں جہانگیر لکھتا ہے: "مخلص وعمدہ محبّ علی الخصوص یار وفادار مقرب خاں ملتجی تھا کہ میں اس کے ہاں آؤں میں نے اس گھر کو قدوم میمنت لزوم سے

Marfat.com

رشک کے قابل بنادیا۔ اوراس خیرخواہ قدیم کواسباب قیمتی جواہرات، تین لاکھ روپے ایک باغ اورایک وسیع مکان دیا۔ بہادرشاہ کے عہد تک یہ اشیاء بہادرشاہ مقرب کے قبضہ میں رہیں۔ لیکن 1274ھ کوانگریزوں نے اس کواپنی ضرورت کے واسطے نیلام کردیا۔ یہ جگہ محلّہ نواب زادہ کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ (تذکرہ اولیاء جلد دوم)

ایک معتبر راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز جہانگیر بادشاہ سے کسی نے کہہ دیا کہ مقرب خاں کے پاس ایک شے ایسی ہے جوحضور کے پاس بھی نہیں ہے دریافت کیا وہ کیا چیز ہے، عرض کیا کہ ''ستون کسوٹی''، حکم ہوالکھوکہ ''حضور کی خدمت میں بھیج دو'' مقرب خاں کے وکیل نے اسی وقت اطلاع دی۔ مقرب خاں نے ستون مذکورہ اپنے مکان سے اکھڑواکر راتوں رات پانی پت کی خانقاہ میں لگوادیا۔ تیسرے روزفرمان شاہی آیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ آپ کا فرمان آنے سے قبل کسوٹی خانقاہ کے لیے بھیج دی ہے۔ اگرحکم ہوتو وہاں سے اکھڑواکر بھیج دوں۔ فرمان آیا ضرورت نہیں۔ کسوٹی جلدی میں لگ گئی تھی۔ اس لیے اس پر کچھ لکھوانہیں سکے تھے۔ مقرب خاں کے صاحبزادے رزق اللہ نے اس پر ذیل تاریخی کتبہ لگوایا:

مظہر نور جمالست و جلال ہمچوں عیسیٰ مردہ بخشند رواں
بو علی چوں بو چلی سیناش کرو زاں سبب کیست آں ارسطوئے عرفاں
تابنا فرمود ایواں چوں خلد ہر ستوں سنگ محک در زیر آں
از خرد چشمے غبار ساں چوں طلائی کیمیا کرد عیاں
سال و تاریخ آبنایش در حساب سدبو الاجاہ رزق اللہ خاں

(1874ء)

جومسجد سرخ خانقاہ میں موجود ہے وہ بھی رزق اللہ نے تعمیر کرائی ہے۔ اور اس میں سرمایہ رزق اللہ خاں ہی کا لگا ہے انہوں نے کسی سے چندہ وغیرہ نہیں لیا۔ (تذکرۃ الاولیا، جلد دوم)

جہانگیر کے دربار کا یہ بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک تاجر ایک انگوٹھی دربار میں لایا۔ اس نے جہانگیر کو دکھائی۔ کوئی شناخت نہ کرسکا کہ بھید کیا ہے۔ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ سالم ہیرے

Marfat.com

کی انگوٹھی ہے۔ مقرب خاں نے دیکھ کر عرض کی کہ پانی میں ڈالی جائے پانی میں ڈالی گئی تو تاجر کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ وہ مصری سفید سے تراشی گئی تھی۔

برادر دوئم عبدالرحیم شیخ حنا کا مکان محلّہ نواب زادہ میں ہے۔ پچاس برس سے وہی اس کا کرایہ بحکم شاہجہاں لیتے ہیں اور دیوان خانہ نامزد عدل گڑھ میں ہے۔ جس کو عوام ناول گڑھ کہتے ہیں۔ اپنی زندگی میں انہوں نے مکان اور دیوان خانہ شیخ حسینی اور اللہ دیا کو دے کر اپنے رہنے کے لیے دوسرا مکان بنوایا۔ اور نام اس کا دربار کلاں رکھا۔ اور شیخ فضل پسر سوئمی کے ساتھ اس میں سکونت اختیار کی۔ کچھ عرصہ بعد شیخ فضل مصاحبان درگاہ شاہی میں رہنے لگے چنانچہ مسجع مہر یہ تھا: فضل شد بدل و جان غلام شاہجہاں۔

شیخ عبدالرحیم معروف شیخ قطب الدین کے خلف شیخ حبیب اللہ تھے حبیب اللہ کے فرزند نجیب اللہ اور نجیب اللہ کے صاحبزادے خلیل اللہ اور خلیل اللہ کے بیٹے مولانا رحمت اللہ تھے۔ مولانا جمادی الاول 1233ھ کو پیدا ہوئے آپ کی ولادت سے قبل مولانا رحمت اللہ کی ہمشیرہ نے یہ خواب دیکھا کہ تیرے ہاں مثل چاند کے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کی روشنی عالم میں پھیلے گی۔

آغاز طفولیت میں صلاحیت کا اظہار ہونے لگا تھا۔ مولانا رحمت اللہ نے بارہ برس کی عمر میں فارسی کی درسی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ اور علوم حاصل کرنے کے لیے اپنے خالہ زاد بھائی فردین سکنہ قصبہ ٹہرولی ضلع مظفرنگر اور مولوی احمد علی کیرانوی کے ہمراہ شاہجہاں آباد گئے۔ مدرسہ مولوی حیات میں مقیم ہوئے۔ اور مولانا حیات سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ 1250ھ میں آپ کے والد ماجد نے راجہ ہندو راؤ بہادر مرہٹہ کے ہاں منشی گیری پر ملازم ہوئے۔ اور ترولین گنج بیرون لاہوری دروازہ جانب غرب متصل پہاڑی دھیرج مقیم ہوئے۔ جب مولانا کے والد ماجد یہاں آ گئے تو آپ انہیں کے ساتھ رہنے لگے۔ دن میں مدرسہ مولانا مدرسہ حیات میں تعلیم پاتے تھے اور رات کو اکبر نامہ راجہ موصوف کو سناتے تھے اور والد کا ہاتھ بٹانے کے لیے خطوط نویسی کی ذمہ داری خود لے لی۔ اس کو خوبی و لیاقت کے ساتھ انجام دیا تو

Marfat.com

راجہ موصوف نے ان کی بھی تنخواہ مقرر کردی۔ چند ماہ کے بعد راجہ نے مولانا کے والد کو موقوف کر دیا مگر مولانا کو اپنے پاس خطوط نویسی کے لیے رکھا۔ جلد جواب نہیں دیا۔ تین چار ماہ بعد ان کو بھی موقوف کر دیا۔

ملازمت سے علیحدگی کے بعد آپ نے لکھنؤ کی شہرت سنی تو علم کے حصول کے لیے چند طلباء کے ساتھ لکھنؤ روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ نے مفتی سعد اللہ صاحب سے مسلم الثبوت میر زاہد پڑھی۔ اس کے بعد کیرانہ اپنے وطن چلے گئے۔

مولانا محمد حیات جن کا تذکرہ سر سید مرحوم نے لکھا ہے ان سے اور مفتی سعد اللہ سے ابتدائی تعلیم پائی اور حسب ذیل حضرات سے بقایا کتب کا درس لیا اور تلمذ کی عزت حاصل کی۔

(1) مولانا علی احمد صاحب ساکن ضلع مظفر نگر جو آخر میں ریاست پٹیالہ میں وزیر ہو گئے تھے۔

(2) مولانا حافظ عبد الرحمٰن چشتی جو علاوہ فاضل بے بدل ہونے کے صاحب دل اور صاحب عمل بزرگ تھے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کے استاد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن صاحب چشتی استاد شاہ وقت تھے جو تمام علوم پڑھاتے تھے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کے ہم سبق تلامذہ میں مولانا عبد الرحمٰن پنجابی اور مولانا سید محمد علی صاحب بھی تھے۔ جو اپنے وقت کے فاضل اور صاحب فیض بزرگ مانے جاتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن چشتی کے استاد مولانا محمد حیات تھے جو علوم ظاہری و باطنی اور علوم شریعت و طریقت کے جامع بزرگ گزرے ہیں یہ دونوں استاد شاگرد زبدۃ الاولیاء حضرت سلیمان صاحب تونسوی رحمت اللہ کے خلیفہ تھے دونوں بزرگوں کے پختہ مزارات بستی نظام الدین اولیاء میں موجود ہیں۔

سر سید مرحوم نے مولانا حیات کے متعلق جو اظہار خیال کیا وہ یہ ہے۔

”آپ پنجاب کے رہنے والے ہیں انہی مقامات پر تحصیل علم کیا کچھ عرصہ ہندوستان

Marfat.com

میں تعلیم پائی اور پھر شاجہان آباد (دہلی) میں تشریف لے آئے اور شاہ سید صابر علی معروف بہ شاہ صابر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مقیم ہوئے۔ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ طلباء کو پڑھانا شروع کر دیا۔ چونکہ آپ کا علم وفضل قابل مثال اور لائق رشک تھا۔ اس لیے طلباء اطراف واکناف سے علم حاصل کرنے کے لیے خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی تعلیم کے فیض سے بڑے رتبہ پر پہنچے۔ آپ کا معمولی طالب علم اس وقت کے فضلاء سے بہتر و بدتر گنا جاتا تھا۔ آپ کے چند شاگرد آپ کے فیض سے یکتائے زمانہ ہوگئے۔ خصوصاً حافظ عبدالرحمٰن صاحب۔ آپ کے علم وفضل کی تعریف خیر مقالی اور حیطۂ گفتگو سے باہر ہے۔ باوجودیکہ یہ بزرگ نابینا ہیں۔ آنکھوں کی بصارت جا چکی ہے۔ جب بھی علم ہیئت اور ہندسہ اس بے باکی سے پڑھاتے ہیں۔ اگر موجودہ اس فن کے ماہرین ہزار آنکھوں سے شب وروز مطالعہ کریں تو جیسی انہوں نے اس فن پر قدرت حاصل کی ہے وہ کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور جس طرح وہ طلباء کو دلنشیں کرا دیتے ہیں اس طرح وہ اپنے شاگرد کو نہیں کر سکتے۔ ایک ترک جو بہت عرصہ سے آپ کے مزاج پر قبضہ رکھتا تھا اس کو آپ نے اس قابل کر دیا کہ ان علوم پر وہ درس دے سکے۔ اور طلباء کو سمجھا سکے۔

آپ نے درس وتدریس کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ذکر واشغال کی طرف مائل کیا اور اکمل فقراء اور عظمائے مشائخ سے فیض باطن اور کسب معنوی حاصل کیا۔ اور سفر کی تکلیف کو برداشت کر کے پاک پٹن شریف پہنچے اور حضرت شاہ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل کی اور رخصت کی اجازت لے کر پھر شاہجہاں آباد تشریف لے آئے۔ ان ایام میں خانقاہ صابر بخش میں قیام نہیں کیا۔ بلکہ ایک اور مسجد میں قلعہ مبارک کے قریب ہے سکونت اختیار کی اور آج تک وہیں تشریف فرما ہیں آپ کے قدم کی برکت سے اس مسجد کی ہر سال مرمت ہو جاتی ہے اور ایسی آباد ہوگئی ہے کہ اس کو عبادت کی کثرت کی وجہ سے خیر المساجد اور افضل المعابد کہا جاتا ہے۔

آپ کی عمر تقریباً 70 سال کی ہے۔ خدائے عزوجل آپ کی عمر دراز کرے کہ طالبان

Marfat.com

صادق کو آپ کے فیض سے کثیر فائدے اور ہدایت موفودہ حاصل ہو۔ (آثار الصنادید جلد دوئم صفحہ:41 تا43)

ان اساتذہ کے علاوہ حسب ذیل اساتذہ سے بھی آپ نے ریاضی اور طب پڑھی:

(5) مولوی امام بخش صہبائی سے.....فارسی

(6) مصنف لوکارنم سے.....ریاضی

(7) حکیم محمد فیض صاحب سے.....طب

حکیم محمد فیض کا اس زمانہ میں مشہور و معروف مقبول با کمال اطباء میں شمار ہوتا تھا۔

ہندوستان میں حضرت مولانا کے درس و تدریس کا خانہ بہت محدود ہے۔ زمانہ کی گوناگوں مشکلات اور ہندوستان میں مسیحیت کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو روکنے کی فکر میں حضرت مولانا کو اس کا موقع نہ ملا کہ جم کر علوم وفنون اور درس و تدریس کا فیض جاری ہوتا۔ 1270ھ میں اکبر آباد اور آگرہ کے فیصلہ کن اور عظیم الشان مناظرے سے قبل مولانا نے کیرانہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ کے سینکڑوں تلامذہ میں سے تحقیق و جستجو کے بعد جس قدر نام معلوم ہوئے۔ ان میں سے چند اصحاب کے نام یہ ہیں ان میں وہ نام بھی ہیں جنہوں نے ہندوستان سے جا کر مکہ معظمہ میں فیض حاصل کیا:

(1) مولانا شرف الحق صدیقی (مکہ معظمہ)

(2) مولانا عبدالسمیع رامپوری مصنف حمد باری

(3) مولانا شاہ ابوالخیر، غدر کے زمانہ میں مکہ گئے وہاں علوم حاصل کیے

(4) مولانا احمد الدین چکوالی

(5) مولانا نور احمد امرتسری

(6) مولانا قاری شہاب الدین نے علوم وفنون کی مکہ معظمہ جا کر تکمیل کی۔

(7) مولانا حافظ الدین صاحب دوخانوی

(8) مولانا امام علی عثمانی کیرانوی مولانا کے پاس مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

(9) مولانا عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ

(10) مولانا بدرالاسلام کیرانوی مہتمم کتب خانہ شاہی استنبول

مولانا محمد سعید صاحب ناظم اول دارالعلوم حرم صولیتہ مکہ میں مولانا کی خدمت میں رہ کر تکمیل علوم کے ساتھ مرحوم کے فیض تربیت سے بھی بہرہ ور ہوئے اور مولانا کے آپ جانشین قرار پائے۔

مسجد حرم میں مولانا کا حلقہ تدریس سینکڑوں طلباء اور علماء وقت پر مشتمل ہوتا تھا۔ مکہ معظّمہ حضرت میں مولانا کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں بعض خاص تلامذہ کے نام یہ ہیں:

(1) شریف حسین ابن علی سابق امیر حجاز و بانی حکومت ہاشمیہ

(2) شیخ احمد نجار صاحب مرحوم (قاضی طائف)

(3) مولانا قاری عبداللہ صاحب مدرس شعبہ تجوید قرآن در العلوم صولیتہ مکہ معظّمہ

(4) شیخ القرا حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی

(5) مولانا عبداللہ غازی صاحب مرحوم مہتمم کتب خانہ دارالعلوم حرم صولیتہ مکہ معظّمہ

(6) مولانا حکیم اسماعیل نواب صاحب افغانی مرحوم۔ مکہ معظّمہ کے مشہور طبیب و عالم

(7) شیخ محمد حسین خیاط صاحب مرحوم بانی مدرسہ خیریہ مکہ معظّمہ

(8) شیخ احمد ابوالخیر صاحب مرحوم مفتی احناف مکہ معظّمہ و شیخ العلماء

(9) شیخ عبدالرحمٰن ربانی صاحب مرحوم صدر مدرس مدرسہ دالعلوم حرم صولیتہ مکہ معظّمہ

(10) شیخ محمد حامد الجد اوی مرحوم قاضی جدہ

(11) شیخ محمد سعید احمد صاحب ابوالخیر مرحوم مدیر اوقاف محکمہ سفوف

(12) شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرحمٰن سراج صاحب مرحوم۔ قاضی القضاۃ و مفتی احناف وزیر اعظم

(13) مولوی عبدالسبحان صاحب مرحوم بنگالی حکومت ہاشمیہ (حجاز)

(14) مولوی عبدالرحمٰن صاحب بنگالی مکہ معظّمہ بقید حیات ہیں اور گوشہ نشین ہیں متجر عالم ہیں۔

Marfat.com

(15) عبداللہ ابن احمد ابوالخیر صاحب مرحوم۔قاضی مکہ معظّمہ و مدرس مسجد حرم محترم

(16) شیخ حسب اللہ صاحب مرحوم مدرس مسجد حرم واز مشاہیر علماء مکہ معظّمہ

(17) شیخ محمد علی ابن زید العابدین صاحب مرحوم مدرس مسجد حرم محترم

(18) شیخ صالح کمال صاحب مرحوم از مشاہیر علماء طائف

(19) شیخ محمد علی کمال مرحوم از مشاہیر علماء طائف

(20) شیخ درویش عجیمی صاحب مرحوم امین الفتویٰ مکہ معظّمہ و مدرس مسجد حرم

(21) سید عبد اللہ زواوی صاحب مرحوم مدرس مسجد حرام و مدارس عالیہ جزائر مشرقی ہندوستان

(22) سید عبداللہ وخلان صاحب مرحوم از مشاہیر علماء حرم

(23) محمد بصیل صاحب مرحوم از مشاہیر علماء حرم و مسجد حرم محترم

(24) محمد عابد مالکی صاحب مرحوم مدرس مسجد حرم

(25) مولانا فیض اللہ صاحب خراسانی مرحوم۔حضرت مولانا سے فیضیاب ہوکر چند سال مکہ معظّمہ میں مشغول درس تدریس رہے پھر نجار چلے گئے

(26) مولانا نذیر امد مرحوم بنگالی مہاجر حضرت مولانا کے خاص تلامذہ میں تھے تمام عمر خانہ نشیں رہے مطالعہ کتب میں عمر صرف کی انتقال سے قبل اپنا کتب دار العلوم حرم صولیتہ کو دیدیا۔

(27) مولوی عبدالحق صاحب اسلام آبادی مرحوم بانی مدرسہ اسلامیہ مکہ معظّمہ

(28) شیخ محمد صالح مرحوم خانہ نشیں رہے۔شریف عون مرحوم امیر مکہ کو ان سے دلی تعلق تھا اور بہت قدر کرتا تھا تاریخ مکہ پر بڑی نظر تھی مطالعہ بہت وسیع تھا اور کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔

مولانا نے 1256ھ میں اپنی خالہ کی لڑکی سے شادی کی۔ 1257ھ میں پھر راجہ نے مولانا اور ان کے والد کو بلایا اور مولانا کے والد ماجد کو اپنی جائداد کی دیکھ بھال کے لیے کاکل بھیج دیا۔اور مولانا کو خطوط نویسی کے لیے مقرر کرلیا۔اس اثناء میں 1270ھ کے اندر مولانا کا ایک

Marfat.com

سالہ لڑکا فوت ہو گیا اور لڑکے کے فوت ہونے کے عرصہ کے بعد مولانا کی زوجۂ محترم بعارضۂ دق مبتلا ہو کر انتقال فرما گئیں۔ دوسری شادی کے لیے اقرباء نے اصرار کیا چند سال تک نہیں کی ایک مصیبت اور سانحہ سے چھٹکارا نہیں ملا تھا کہ دوسری مصیبت سر پر آ پڑ گئی۔ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنی جگہ پر اپنے چھوٹے بھائی منشی محمد خاں کو ملازم رکھ کر ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مولوی حیات سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ وہ بھی فوت ہو گئے۔ وطن کی راہ لی۔ کیرانہ پہنچ کر ردِّ نصاریٰ میں مصروف ہو گئے اور طلباء کو پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ نے شاہ عبدالغنی ساکن خانقاہ غلام علی شاہ کی فرمائش پر ازالۃ الاوہام لکھنی شروع کی۔ ابھی یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ مولانا بیمار پڑ گئے اور ایسے سخت بیمار ہوئے کہ بیٹھنے اٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے۔ چار پائی پر ہی اشاروں سے نماز ادا کرتے۔ ایک روز نماز پڑھنے کے بعد رونے لگے۔ ایک بھائی سمجھے زندگی سے مایوس ہونے کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ نے کہا بھائی! بخدا کوئی علامت صحت کی نہیں ہے۔ لیکن انشاء اللہ صحت ہو گی۔ رونے کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ حضرت صدیقؓ کا قول نقل فرما رہے ہیں یا فتی الزجی هلك رسول اله قال كذا كذا اے جوان خوش خبری ہو تیرے حق میں رسول نے کہا ایسا ایسا ''اگر تالیف اوہام مرض کی وجہ سے ہے تو وہی باعث شافی ہو گی۔'' میں رنجیدہ نہیں مسرور ہوں۔ مسرت میں یہ آنسو نکل گئے۔ تھوڑے عرصے ہی میں آپ کو صحت ہو گئی اور اپنے منتشر ازالۃ الاوہام کے ورقوں کو ایک جگہ کر کے سات ماہ بعد لکھنا شروع کر دیا۔ مکمل ہونے کے بعد حاشیہ پر آپ نے مولانا آل حسن کی کتاب استفتاء کو چھاپا۔

مولانا نے دیکھا کہ ہندوستان مسیحی علماء کا کعبہ و مرکز بنا ہوا ہے۔ مذہب اسلام کے خلاف کتابیں شائع کر کے پادری شہروں میں عام لوگوں کو تقسیم کرتے ہیں تقریروں میں اسلام اور بانیِ اسلام کا تمسخر اور مخول اڑاتے ہیں اور عوام میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ تب آپ نے بیڑہ اٹھایا کہ وہ اس شیطانیت کا جواب دیں گے۔ چنانچہ آپ کے دور میں پادری فانڈر تھا۔ جس نے اپنی تصنیف میزان الحق اور اپنی دلشکن تقریروں سے اودھم مچا رکھی تھی۔ مولانا

Marfat.com

مرحوم نے اسی پادری کا زور توڑنے کے لیے مناظرہ کرنے کی ٹھانی چنانچہ آپ نے اس سے خط وکتابت کی جس میں طے پایا کہ مسلمانوں کی جانب سے مولانا رحمت اللہ اور ان کے مددگار ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب اور عیسائیوں کی جانب سے پادری فانڈر اور اس کے معاون پادری فرنچ مناظرہ کریں۔

مولانا نے دعویٰ کیا کہ جس مذہب کی طرف تم بلا رہے ہو اور جس کتاب کو تم آسمانی کہہ رہے ہو وہ کتاب اپنی اصلی حالت میں نہیں ہے۔ اور تم ایسے پیشوایان مذہب عیسوی نے اپنی کتاب انجیل میں بہت کچھ تحریف کر دی ہے۔ اس لیے آج دنیا میں دین عیسوی کی بنیاد کھوکھلی ہے۔

مناظرہ میں یہ شرط خاص اہمیت رکھتی تھی کہ اگر مولانا مرحوم پادری فانڈر کے ان اعتراضات کا جو صداقت اسلام پر عائد کرے گا جواب نہ دے سکے تو مولانا مرحوم مذہب عیسوی اختیار کر لیں اور اسی طرح پادری فانڈر مولانا کے سوالات کا جواب نہ دے سکے تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔

موضوع بحث میں جو معرکۃ الآراء مسائل مولانا مرحوم کے ذمہ تھے وہ رسول مقبول ﷺ کی رسالت کو ثابت کرنا اور کلام پاک کا آج تک تحریف وتغیر سے بالکل محفوظ اور آسمانی کتاب ہونا اور ابطال تثلیث کے ساتھ تحریف انجیل کا مدلل ثبوت پیش کرنا تھا۔ اس کے مقابلہ میں پادری فانڈر کو اثبات تثلیث کے ساتھ یہ امر ثابت کرنا تھا کہ موجودہ انجیلیں جو آج کل پادریوں کے ہاتھ میں ہیں وہی صحائف آسمانی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں اور ان میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔

مولانا پہلے ہی سے مذہب عیسوی کی کتب از بر یاد کیے ہوئے تھے ان کا اصول تھا کہ اسی کی ڈھال سے اسی پر وار کرتے تھے۔ اسی کے ساتھ چند ایسے سراپا درد و اخلاص مدد و معاون مل گئے جنہوں نے اس مہم میں مولانا مرحوم کا ہاتھ بٹایا یعنی ڈاکٹر وزیر احمد خان صاحب جو آگرہ کے بڑے انگریزی شفاخانہ میں ایک اچھے عہدہ پر مامور تھے انگریزی اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے

Marfat.com

ترجمہ میں مولانا مرحوم کے دست و بازو بن گئے۔ جس کا خود مولانا مرحوم کو اعتراف تھا کہ وہ ان کے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے۔

ان تمام ابتدائی مراحل کے طے ہو جانے کے بعد مناظرہ تین روز نہیں بلکہ دو روز پیر و منگل 10/و 11/اپریل 1854ء صبح کے وقت کٹرہ عبدالمسیح اکبرآباد آگرہ میں ہوا۔ جو مذہب اسلام و عیسائیت کی صداقت کے درمیان فیصلہ کن اور تاریخ ہندوستان میں سب سے پہلا واقعہ اور عظیم الشان مناظرہ ہے۔ اس مناظرہ میں مسٹر اسمتھ صدر دیوانی مسٹر کرسچن صدر بورڈ، مسٹر ولیم مجسٹریٹ فوج، مسٹر ایڈلی و جناب مفتی حافظ ریاض الدین، جناب مولوی فیض احمد سررشتہ دار صدر بورڈ مولوی امیر اللہ مختارِ کار راجہ بنارس، جناب مولوی فخر الاسلام خطیب امام جامع مسجد آگرہ نے شمولیت فرمائی۔ (مناظرہ آگرہ 1854ء) جس میں عوام نے بیحد دلچسپی لی۔ اور اس مناظرہ کے نتیجہ کا تمام ہندوستان میں گھر گھر میں چرچا ہوا۔

مولانا مرحوم اپنی خداداد قابلیت اور تبحر علمی سے دو روز کے جلسے میں اس امر کو ثابت کر دیا کے موجودہ انجیل جس پر آج عیسائیوں کو ناز ہے تحریف شدہ ہے (ندائے عام) فاضل مسیحی پادری نے اقرار کیا لیکن تبدیلی مذہب کے لئے تیار نہ ہوا بلکہ تحریر لکھنے پر بھی آمادہ نہ ہوا جلسہ برخاست ہوا ۔اسکے بعد 11/اپریل کو پادری مذکورہ نے اپنی خفّت مٹانے کے لئے مولانا رحمت اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آپنے مناظرہ میں جن عبارتوں کے حوالے دئے آپ کے کہنے پر میں نے سمجھ لیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن میں حل الاشکال بھیج رہا ہوں۔ اس میں ملاحظہ کیجئے وہ مقصد نہیں ہے جو جناب نے بیان کیا ہے۔ مولانا نے اس گریز کا مدلل و معقول جواب دیا۔ یہ خط و کتابت مولانا مرحوم اور پادری موصوف کی 23/اپریل 1854ء تک جاری رہی۔ اس کے بعد 5/مئی 1854ء سے تحریری مناظرہ درمیان ڈاکٹر وزیر محمد خانصاحب و پادری فانڈر کے ساتھ ہوا۔ خط و کتابت آگرہ میں ہوئی۔

اس مناظرہ کی پوری ''کیفیت البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف'' کے نام سے وزیرالدین ابن شرف الدین صاحب نے مرتب کی۔ جو حافظ عبداللہ صاحب کے اہتمام سے

Marfat.com

1270ھ میں فخر المطابع شاہجہاں آباد میں کتاب کی شکل میں چھپی۔ مولانا رحمت اللہ میزان الحق کے حاشیہ صفحہ 5 پر لکھتے ہیں کہ ولی عہد مرزا فخر الدین اور سراج الدین بہادر شاہ سلطان دہلی کے حکم سے چھپی اور انہی کے حکم سے ہندستان کے اطراف واکناف میں اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ یہ کتاب صرف اکبرآباد آگرہ اور مولانا مرحوم اور پادری فنڈر کے آخری خطوط کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب 60 صفحات پر مشتمل ہے۔

اس مناظرہ کو چھوٹی تقطیع پر حصہ اول مباحثہ مذہبی اور دوسرا حصہ مباحثہ مذہبی کے نام سے سید عبداللہ اکبرآبادی نے منشی محمد امیر کے اہتمام میں مطبع منعمیہ محلّہ جھلی اینٹ اکبرآباد 1271ھ میں چھپوایا پہلا حصہ زبان فارسی میں روئیداد مناظرہ تقریری اور مناظرہ کے بعد تحریری مناظرہ کا ہے 178 صفحات ہیں دوسرا حصہ مابین اسسٹنٹ سرجن محمد وزیر خانصاحب اور پادری فانڈر صاحب کے تحریری خطوط کا ہے یہ حصہ اردو زبان میں ہے اس کے صفحات 102 ہیں۔

ان مناظروں اور کتب مشنری سے مولانا کو انگریزوں سے خوب واقف کرا دیا تھا۔ جوں جوں انگریزوں کے حربے تیز ہوتے جاتے تھے۔ ووں، ووں زندہ دل لوگ بھی تیار ہونے لگے تھے چنانچہ جب ایام غدر میں تحصیل شاملی لٹا جو کیرانہ کے بالکل قریب ہے تو مولٰنا کو اور ایک تھانہ بھون کے عالم کو اسکا ذمہ دار ٹھہرایا۔ مولٰنا مرحوم اسکے قائل نہیں تھے کہ چھپا یا بچا جائے آپ کا وارنٹ ہوا۔ آپ تیار ہو گئے مجاہدوں کی طرح مردانہ وار گرفتار ہونے کے لئے۔ لیکن آپ کے بزرگوں نے منع کیا چنانچہ کیرانہ کے قریب گاؤں پنجیٹھ میں آپ کو روانہ کر دیا گیا ان گاؤں والوں نے اس وقت جب کہ باغی کو حفاظت میں رکھنا گولی کا نشانہ اور موت کا لقمہ بننا ہوتا تھا۔ ان کو اپنی حفاظت میں رکھا۔ مولٰنا مرحوم اس حالت میں کبھی کبھی جاٹ واہیر مویشی چرانے والوں کے ساتھ کیرانہ آجاتے تھے۔ مولٰنا گرفتار نہ ہوئے تو آپ پر فوجداری مقدمہ چلایا گیا۔ آپ کو مفرور قرار دیکر آپ کی گرفتاری کے لئے انعام مقرر کیا۔ اور آپ کی اور آپکی چچاو (تایا) شیخ ولی اللہ، شیخ شکر اللہ کی جائیداد پانی پت ضلع کرنال جسمیں حسب ذیل ساتھ آٹھ

Marfat.com

سرائیں اور قطعات تھے) کو مخبر کمال الدین کی شناخت پر قرق کر کے نیلام کر دیا۔ جائداد کا فیصلہ ڈپٹی کمشنر کرنال نے 30 رجنوری 1862ء میں کیا۔

(1) سرائے کھجور: جس کی قیمت سرکاری طور پر ڈپٹی کمشنر کرنال کے کاغذات میں پانچسو روپے ہے۔ (2) سرائے چوراہے: جس کی قیمت سرکاری طور پر ڈپٹی کمشنر کرنال کے کاغذات میں پانچسو روپے ہے۔ (3) سرائے معروف شیخ فضل الٰہی (4) سرائے قصابان (5) سرائے نوآباد (6) سرائے مالیان۔

یہ سرائیں اور قطعات 1420 روپے میں نیلام ہوئیں۔ جن کی لاکھوں روپے کی قیمت تھی۔ سرائیں کن بولیوں پر چھوٹیں وہ بھی ملاحظہ ہو:

☆ سرائے کھجور: 2 4 روپے ☆ سرائے نو آباد: 5 1 روپے ☆ سرائے چوڑے: 56 روپے ☆ سرائے قصابان: 14 روپے۔

چنانچہ ان کاغذات جائداد نیلام شدہ میں انڈکس مشمولہ کا یہ عنوان ہے جس میں مولانا رحمت اللہ کو باغی کا خطاب دیا گیا ہے۔ (تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند یہ 675)

انڈکس مشمولہ مثل فوجداری مقدمہ عرضی کمال الدین ساکن کیرانہ حال پانی پت مولوی رحمت اللہ باغی۔ اسی زمانہ میں جب کہ علماء ہندوستان کا ممتاز اور باخبر حلقہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی جیسے باغی ہجرت فرما رہے تھے اسی دوران میں حضرت مولانا مرحوم بھی جے پور، جودھپور کے مہیب وخطرناک جنگلوں کو پاپیادہ طے کرتے ہوئے سورت پہنچے۔ سورت سے بھی جہاز کا سفر آسان نہ تھا۔ ریلیں اور پختہ سڑکیں دخانی جہازوں اور وسائل راحت کا نام و نشان نہ تھا۔ بادبانی جہاز چلا کرتے تھے سورت سے جدہ تک تین مہینہ کی مدت میں بحری سفر طے ہوا کرتا تھا اور سال بھر میں صرف ایک جہاز ہوا کی موافقت کے زمانہ میں سورت جاتا اور اسی طرح جدہ سے آیا کرتا تھا۔ ایک خط کا محصول چار روپے تھا۔ جو لوگ ہجرت کے ارادہ سے ترک وطن کرتے وہ ساتھ ہی دنیاوی تعلقات اور باہمی خلائق کو زندگی میں ہی دل سے نکال دیا کرتے تھے۔ ان بزرگوں کا ہی جگرہ تھا جو انہوں نے یہ سفر برداشت کیے۔ (رسالہ ندائے

Marfat.com

عام) مولانا کس درجہ کے باغی تھے مولانا ذکاءاللہ سے سنیے:

''سب سے اول مولوی رحمت اللہ کیرانہ سے ٹوہ میں آئے کہ دہلی میں جہاد کی کیا صورت ہے۔ وہ بڑے عالم فاضل تھے۔ عیسائی مذہب کے رد میں صاحب تصنیف تھے۔ وہ قلعہ کے پاس مولوی محمد حیات کی مسجد میں اترے اس دانشمند مولوی کے نزدیک دہلی میں جہاد کی کوئی صورت نہیں تھی بلکہ ایک ہنگامہ فساد برپا تھا۔ وہ یہ سمجھ کر اپنے وطن چلے گئے۔۔

مولانا رحمت اللہ کا علماء کرام کی نظر میں کیا درجہ تھا وہ ایک واقعے سے معلوم ہو جاتا ہے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

غدر کے زمانہ میں ایک مجذوب صاحب تھانہ بھون میں تھے۔ جب مولوی رحمت اللہ صاحب کی گرفتاری کا حکم ہوا اور ان کا ارادہ ہجرت کا ہوا تو لوگوں نے کہا کہ مجذوب صاحب سے مشورہ لینا چاہیے چنانچہ ان کی خدمت میں گئے اور عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا ''جاؤ کچھ نہیں ہوگا'' اس کے بعد مزید اطمینان کے لیے مولوی رحمت اللہ صاحب ان کے پاس آئے۔ تب مجذوب صاحب نے فرمایا۔ چلا جا یہاں نہیں رہ سکتا فاضل ہو کر۔ اور اپنے والد کا نام لے کر تین روپے ان کی طرف سے اور چھ روپے میری طرف سے پیچھے ملتے رہیں گے''۔ جب سے مولوی رحمت اللہ صاحب نے ہجرت کا قصد کیا اس تاریخ سے 10 روپیہ ماہوار ان کو برابر ملتے رہے۔ ان میں کبھی فتور واقع نہیں ہوا۔ (تذکرہ رشیدیہ حصہ دوم)

پادری فانڈر ہندوستان سے انگلینڈ گیا۔ وہاں سے وہ قسطنطنیہ پہنچا۔ سلطان عبدالعزیز کا عہد تھا ٹرکی اور انگلستان کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ اس نے سلطان سے بیان کیا کہ ہندوستان میں میرا ایک مسلمان عالم سے مذہبی مناظرہ ہوا جس میں عیسائیت کی فتح اور اسلام کی شکست ہوئی۔ سلطان عبدالعزیز کو مذہبی معاملات سے کافی شغف تھا ان کی خواہش ہوئی کہ پادری کے اس قول کی واقعیت اور صحت معلوم کریں اس لیے انہوں نے شریف مکہ کے نام فرمان روانہ فرمایا۔ کہ اس سال زمانہ حج میں ہندوستان سے علماء اور باخبر حجاج جو مکہ معظمہ آئیں اس مناظرہ کی کیفیت وحقیقت معلوم کر کے اطلاع دیں۔ شریف مکہ عبداللہ کو اس مناظرہ کی

Marfat.com

پوری کیفیت بذریعہ رئیس العلماء معلوم ہو چکی تھی۔ اس لیے مولانا مرحوم پر بہت مہربان تھے۔ اس فرمان کے صادر ہونے پر امیر مکہ نے فوراً بارگاہ شاہی میں مناظرہ کی مختصر کیفیت کے ساتھ اطلاع دی کہ وہ عالم جن سے ہندوستان میں یہ مناظرہ ہوا ہے مکہ معظمہ میں موجود ہیں۔ امیر سلطان عبدالعزیز خاں نے مولانا مرحوم کو مناظرہ کے مفصل حالات معلوم کرنے اور ہندوستان میں جدید دور حکومت اور انقلابات کے چشم دید واقعات سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے قسطنطنیہ طلب کیا۔ مولانا مرحوم خاص اعزاز و اکرام کے ساتھ سرکاری طور پر مکہ مشرفہ سے قسطنطنیہ گئے اور شاہی مہمان کی حیثیت سے وہاں ٹھہرائے گئے۔ سلطان بکمال التفات شاہانہ روزانہ نماز عشاء کے بعد مولانا کو شرف باریابی عطا فرماتے تھے۔ اس وقت خاص میں اکثر خیرالدین پاشا تونسی صدر اعظم اور شیخ الاسلام وغیرہ اکابر سلطنت بھی شریک صحبت رہے۔ فاضل مسیحی کو جب مولانا کی آمد کی اطلاع پہنچی تو وہ قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ سلطان نے ان ملاقاتوں میں مناظرہ کے پورے حالات نہایت دلچسپی کے ساتھ سنے اور نتیجہ سے بیحد خوش ہوئے۔ مولانا مرحوم کی اس جلیل القدر دینی خدمت کی یہ قدر افزائی فرمائی کہ واپسی کے وقت خلعت فاخرہ کے ساتھ تمغہ مجیدی درجہ دوئم اور گراں قدر وظیفہ کی امداد سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح دو مرتبہ سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے قسطنطنیہ میں طلب فرمایا تمغہ مذکور کے ساتھ مرصع تلوار، اور علمی مرتبہ "پایہ حرمین" عطا فرمایا۔

خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالعزیز خاں کی خواہش اور امام المحدثین سید احمد بن زینی دحلان کی تحریک پر پادری فانڈر سے اکبرآباد اور آگرہ میں مناظرے کی کیفیت اور تمام مسائل کا نہایت بسط و تشریح کے ساتھ کیا۔ اظہار حق قسطنطنیہ میں لکھی۔ 1280ھ میں سب سے پہلے قسطنطنیہ میں چھپی صدر اعظم موصوف کے حکم سے۔ ایک ترک عالم نے عربی سے ترکی میں اس کا ترجمہ کیا اور ابرار الحق کے نام سے مکمل ترکی ترجمہ شائع ہوا۔ نیز یورپ کی متعدد زبانوں میں حکومت عثمانیہ کی طرف سے اس کے ترجمے شائع کیے گئے۔ جسے پادریوں نے خاص اہتمام اور کوشش سے تلف کیا۔ مصر میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ مولوی سلیم اللہ صاحب مرحوم نے اردو

Marfat.com

میں اس کا ترجمہ کیا تھا۔ جس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ مولوی غلام محمد صاحب بھانجا راندی نے بڑی محنت و جانکاہی سے گجراتی میں ترجمہ کیا جو شائع ہو چکا ہے۔ آج سے 65 سال قبل کا ذکر ہے کہ اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کے بعد ٹائمز آف انڈیا نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ لوگ اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔

قسطنطنیہ سے مکہ معظمہ واپسی کے بعد مولانا نے اسلام کے اس دینی مرکز میں اہم ضرورتوں پر غور کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی کہ ایک ایسے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جائے جس میں درس و تدریس ضابطہ میں انجام پائے۔ مخصوص نصاب تعلیم ہو جس سے طلباء میں قابلیت پیدا ہو۔ آپ نے وہاں کی تعلیم میں سب سے بڑا نقص یہ پایا کہ اساتذہ خود ہی کتاب کی عبارت پڑھتے تھے اور خود ہی اس کا مطلب سمجھا دیتے تھے۔ تلامذہ کا استاد سے سوال کرنا یا کچھ پوچھنا بے ادبی پر محمول کیا جاتا تھا۔ نیز باوجودیکہ نحو، فقہ، تفسیر، حدیث پڑھنے کے بعد کوئی قابلیت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ غضب خدا کا تفسیر جلالین سات سال میں ختم کرائی جاتی تھی۔ غرض کوئی معقول انتظام نہ تھا اور نہ قیام وطعام اور دیگر ضروریات تعلیم کی کوئی صورت تھی۔

ان تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد مولانا مرحوم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مٹی ہوئی درسگاہ کا زمین حرم پر پھر احیاء کا ارادہ کیا۔ شب و روز اپنے اس ارادہ اور خیال کی ادھیڑ بن میں رہتے تھے۔ کہ 1291ھ میں کلکتہ کی ایک بیوہ مگر عالی ہمت اور مخیّر خاتون صولت النساء اپنے بھائی کی معیت میں بارادہ حج مکہ معظمہ حاضر ہوئیں اور کسی ذریعہ سے مولانا کے حالات اور ارادہ کا علم ان کو ہوا۔ چونکہ ازل سے علم الٰہی میں یہ سعادت اور فخر اس بیوہ خاتون کے حصہ میں تھا۔ اس لیے صولۃ النساء بیگم مولانا سے ملی اور مکان مدرسہ کی تعمیر کے لیے تیس ہزار روپیہ جو اس وقت ان کے پاس تھا مولانا کے سامنے پیش کر دیا جس سے مدرسہ کی قدیم عمارت مکہ معظمہ میں خدا کے گھر کے زیر سائے تیار ہوئی۔ مولانا مرحوم نے اس مخیّر خاتون کے نام مدرسہ کا نام صولتیہ ہند یہ رکھا۔ (ندائے عام)

Marfat.com

مولانا مرحوم کو ابتداء میں علاوہ مالی مشکلات کے جو اس قسم کے کاموں میں ہر ایک کام کرنے والے کو آتی ہیں دو نئے امر سدِ راہ ہوئے جن کا وہم و گمان بھی آپ کو نہ تھا۔

اول انگریزی کونسل متعینہ جدہ آپ سے خوف زدہ رہا کہ مولانا پر بھی دوسرے علماء کی طرح بغاوت اور غیر وفاداری کا الزام لگایا گیا تھا اور اس کی وجہ سے ترک وطن پر مجبور ہو کر مکہ معظمہ آئے۔ مبادا کہیں مولانا اس درسگاہ کی آڑ میں انگریزوں کے خلاف پروپیگنڈہ اور کوئی باغیانہ سازش نہ کرتے ہوں۔ اس لیے مدرسہ کے قیام میں اس نے ہر ممکن رکاوٹ پیدا کرنے میں دریغ نہ کیا۔

دوسری طرف حجاز کے مقامی و ناواقف حکام کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ زمین حرم پر مدرسہ کی ابتداء ہندوستان کے مسلمانوں کی کوشش سے ہو رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ درسگاہ انگریزی اقتدار کے ساتھ بیرونی مداخلت کا کسی وقت میں ذریعہ نہ بن جائے۔ اس میں شک نہیں کہ ترکوں کا بدگمان ہونا ایک حد تک درست تھا کیونکہ وہ اپنے ملک میں مشن اور پادریوں کے خیراتی اور رفاہ عام کے کاموں کا تلخ تجربہ کر چکے تھے باوجود ان تمام مشکلات اور زیردست مخالفوں کے بانی مدرسہ نے ہمت و پامردی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ان کا مقابلہ کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان شک و شبہات کے بادل چھٹ گئے اور مولانا مرحوم اپنے خلوص و استقلال کی بدولت آئندہ کے لیے راستہ صاف کر لیا۔

اس وقت مدرسہ میں 24 مدرس 12 دیگر ملازمین ہیں۔ جن کا تعلق مدرسہ کے انتظامی اور دفتری شعبوں سے ہے۔ مدرسہ کی طرف سے پچاس پچاس لائق اور ہونہار طلباء کو وظائف امداد لیاقت دیے جاتے ہیں۔ 1350ھ سے مدرسہ میں طلباء کی تعداد چھ سو سات سو کے درمیان ہوتی ہے۔

صولت النساء بیگم کی مالی اعانت سے مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت 1291ھ میں تیار کرائی وہ زمانہ کی محدود ضروریات کے مطابق پانچ بڑے کمرے اور تین چھوٹے کمروں پر مشتمل تھی۔ مدرسہ کی نئی عمارت دارالتدریس میں جو نظام دکن کے 25 ہزار روپیہ سے مدرسہ

Marfat.com

کے ہال کی تعمیر ہوئی جس کا نام سلطان العلوم ہال رکھا گیا۔ اس سہ منزلہ عمارت میں سلطان العلوم ہال کے علاوہ پندرہ کمرے بڑے اور چھ کمرے متوسط ہیں۔ مدرسہ کا دار الاقامۃ (بورڈنگ) ہے۔ مدرسہ کے دارالطلباء میں پچاس کے رہنے اور قیام کی کافی گنجائش ہے اس مدرسہ کا کتب خانہ ہے اس میں اس وقت تقریباً 8 ہزار کتابیں مختلف علوم وفنون کی موجود ہیں۔ 1354ھ میں دارالمطالعہ کا افتتاح ہوا۔ جو طلباء اور عوام کے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔

اس مدرسہ کا مالی انتظام مولانا کی حیات میں مولانا کے ہاتھ میں رہا۔ مولانا مرحوم اپنے اثر ورسوخ اور اپنی ذات خاص سے مدرسہ کے اخراجات پورے کیا کرتے تھے۔

مدرسہ کے کام کے بعد مولانا ردِّ نصاریٰ کو انتہائی اہم اور ضروری فریضہ سمجھتے تھے اور اس کام میں اس قدر منہمک رہتے تھے کہ دنیائے اسلام کے علاوہ ممالک یورپ پر بھی آپ کی نگاہ تھی۔ آپ نے مکہ معظمہ سے بیٹھ کر یورپ اور ہندوستانی ملکوں پر پورا کنٹرول کر رکھا تھا اور آپ کی تصانیف ہر چہار طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ کا ہر مقام سے تعلق تھا اور ہر جگہ کے واقعات سے باخبر رہتے تھے۔ جہاں اور مشنریوں کے اعمال سے آگاہ بھی رہتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد سعید صاحب عزیز قریبی مولانا رحمت اللہ علیہ مولانا شرف الحق صاحب مرحوم کو خط لکھتے ہوئے حضرت مولانا کے ارشاد کا ذکر کرتے ہیں۔

ابھی چند روز ہوئے میں نے ایک اخبار میں آپ کی نیویارک روانگی کا حال پڑھا تھا۔ مجھے اب تک مولانا رحمت اللہ علیہ کے وہ کلمات یاد ہیں جو بوریوں کے نومسلموں اور وہاں کی اشاعت اسلام کی نسبت فرمایا کرتے تھے۔

مولانا کا انتقال رمضان المبارک 1308ھ مطابق 1891ء میں ہوا۔ آپ کا مزار جنت المعلیٰ میں ہے۔ آپ کے ہم پہلو حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی کا مزار مقدس بنا۔ جن کا انتقال 12 یا 13 جمادی الاول 1310ھ کو مولانا مرحوم کے ڈیڑھ سال کے بعد ہوا۔ یہاں بھی دونوں مخلصوں نے ساتھ نہ چھوڑا۔

مولانا کے انتقال کے بعد حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی و مدنی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

مدرسہ کے سرپرست بنائے گئے۔اور مدرسہ کی مالی وحسابی نگرانی کی خدمت حاجی صاحب قبلہ کے برادرزادے حافظ امین الحجاز کے سپرد کی گئی نظامت کی ذمہ داری مولانا مرحوم کے بعد حکیم اکبر کے پوتے مولانا محمد سعید نے انجام دی آکل مولانا محمد سعید کے صاحبزادے مولانا محمد سلیم نظامت کے فرائض ادا کررہے ہیں۔مدرسہ کے ہندوستانی دفتر کے معتمد عمومی مولانا مرحوم کی حقیقی ہمشیرہ کے نواسے اور مولانا کے حقیقی چچا کے پوتے مولانا ضیاء الدین صاحب ہیں۔اور ایک رسالہ ماہواری ندائے حرم قزولباغ سے نکالتے تھے تقسیم ہند کے زمانہ میں جب دہلی میں فسادات کا سلسلہ زوروں پہ تھا اور لوٹ مار ہورہی تھی یہ دفتر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور کافی عرصہ نقصان اٹھانے کے بعد کراچی منتقل ہوگیا۔چنانچہ رسالہ اب کراچی سے نکلتا ہے اور مولانا ضیاء الدین صاحب ہی اس رسالہ کے ایڈیٹر ہیں جو مدرسہ صولتیہ کا ترجمان ہے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں 1310ھ میں کیا خدمات انجام دے رہا تھا اس کا تذکرہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اپنے خط مورخہ 14 رجب 1310ھ میں جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو لکھا گیا تھا ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اکثر احباب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ عزیزم مولوی قاری احمد مکی صاحب کا مدرسہ کس قسم کا ہے اس لیے لوگوں کی اطلاع کے لیے یہ تحریر لکھی گئی۔یہ مدرسہ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی شاخ ہے جناب مولانا مرحوم کی ہمت اور توجہ سے یہ مدرسہ قائم ہوا۔اور اس کا اہتمام قاری حافظ احمد مکی صاحب موصوف کے ذمہ کیا گیا۔اس میں علوم دینیات پڑھائی جاتی ہس۔لیکن مدرسہ میں مولانا مرحوم کی زیادہ تر توجہ علم تجوید اور حفظ قرآن کی طرف ہے ماشاء اللہ ان مدرسوں سے فائدے عظیم ہوئے ہیں۔ہندیوں کو اس فن میں عرب وغیرہ بہت حقیر سمجھتے تھے۔بلکہ بعض عرب ہندی علماء کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔مگر بفضلہٖ تعالیٰ ان مدارس کے ذریعہ بہت سے کامل قاری ہوکر نکلے ہیں۔اور حرمین شریفین میں بعض ہندی قاری تعلیم یافتہ ان مدرسوں کے اب استاد عرب ہیں۔قاری حافظ احمد مکی کا مدرسہ محلہ جیاد میں ہے۔ 65 طلباء بالفعل عربی ترکی ہندی وغیرہ مختلف قوموں کے پڑھتے تھے۔حافظ صاحب نے اپنے حب

Marfat.com

ایمانی وتدوین وتورع کی وجہ سے اس کا انتظام بہت عمدگی کے ساتھ کر رکھا ہے بالفعل اس میں ایک قاری اور ایک حافظ ہیں۔ اور مولوی حافظ صاحب موصوف خود ایسی محنت اور مستعدی سے دینیات اور علم تجوید پڑھاتے ہیں جو کئی مدرسہ کے برابر ہے۔ ہر مسلمان پر مدد دینی فرض ہے۔ خصوصاً تعلیم قرآن حواصل دین اسلام ہے۔ خاص کر مکہ معظمہ جیسا مقدس مقام ہے جو دین کا مرکز مسلمان ہے۔ جہاں کی خیرات میں ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب ہے۔ اور مکہ معظمہ میں علم دین کو مدد دینے کا کچھ حد وحساب نہیں ہے مسلمان آخرت ہی کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ تھوڑا سا خرچ کر کے بے حساب منافع آخرت اور زادِ عقبیٰ حاصل کریں۔ وما توفیقی الا باللہ۔''

اظہار الحق

عربی زبان میں 1290ھ کے اندر قسطنطنیہ اور 1294ء میں دو مرتبہ مصر میں اور چوتھی مرتبہ 1305 میں استانبول، فرانسیسی، جرمنی، انگریزی، ترکی زبانوں میں ترجمہ ہو کر یورپ میں شائع ہوا۔ اس کتاب کا ابھی تک کسی نے جواب نہیں دیا۔

ازالۃ الاوھام

یہ کتاب فارسی زبان میں 1269ھ میں بڑی تقطیع پر دہلی میں چھپی ہے ردِ نصاریٰ کے اکثر مباحث کا مسکت جواب ہے اس کتاب میں پادری فانڈر کے میزان الحق ے اعتراضات دندان شکن جوابات بھی ہیں۔

ازالۃ الشکوک

یہ کتاب عیسائیوں کے 49 سوالوں کا جواب ہے جو 1269ھ میں تصنیف ہوئی اور دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور جس میں نبوت محمد اور تحریف بائبل کے مدلل ثبوت ہیں کل 1053 صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا مرحوم کے شاگرد رشید مولانا عبدالوہاب صاحب ویلوروی بانی مدرسہ باقیات الصالحات مدارس نے اپنے اہتمام اور صرفہ سے مدارس میں پہلی جلد چھپوائی تھی۔ دوسری جلد مولانا موصوف کے خلف ارشد مولوی ضیاء الدین صاحب مہتمم مدرسہ مذکور نے چند سال قبل اپنی نگرانی میں طبع کرائی ہے۔

Marfat.com

اعجاز عیسوی المقلب بمقعله تحریف

اس کتاب میں مولانا مرحوم نے کامل طور پر انجیل کا غیر معتبر ہونا ثابت کیا ہے۔ 600 صفحات پر پہلی بار آگرہ مطبع رضوی میں چھپی اس پر اول پادری عمادالدین نے کچھ یاوہ سرائی کی تھی جسے خود عیسائیوں نے نہایت ناپسند کیا۔اس کی تاریخ ''ذلك هدى الله يهدى به من يشاء'' 1271ھ نکلتی ہے۔

اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث

یہ رسالہ جس میں عقلیہ اور نقلیہ سے تثلیث کو باطل ثابت کیا ہے مطبع رضوی دہلی میں 64 صفحوں پر 1292ھ میں چھپا ہے۔

بروق لامعه

رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا مدلل اثبات اور براہین ساطعہ سے خاتم المرسلین پر ختم رسالت کو ثابت کیا ہے۔(غیر مطبوعہ)

معدل الموجاح المیزان

یہ کتاب میزان الحق پادری کا جواب ہے پادری صفدر علی نے نور افشاں نمبر 30 جلد 12 مطبوعہ 24/جولائی 1884ء میں بیان کیا کہ اس کتاب کا اصلی نسخہ ان کے پاس ہے۔(غیر مطبوعہ)

تقلیب المطاعن

تحقیق دین حق مؤلفہ پادری لاسمندر کا کاروکا جواب غیر مطبوعہ۔

معیار التحقیق

کتاب تحقیق الایمان مؤلفہ پادری صفدر علی کا دندان شکن جواب۔

Marfat.com

حضرت العلامہ مولانا آل حسن مرحوم

آپ کا نیشاپور کے سادات سے تعلق ہے۔ سید محمود نیشاپوری آپ کے جد اعلیٰ موہان میں مقیم ہوئے کئی پشتوں کے بعد سید وجیہ الدین تشریف لائے یہ تمام خاندان شیعہ تھا۔ لیکن سید وجیہ الدین کا رجحان صوفیت کی طرف ہونے کی وجہ سے وہ دہلی کے مشہور و معروف ولی سید حسن رسول نما کے مرید ہوئے اور سنی طریقہ اختیار کیا۔ محنت و جفاکشی عبادت گزاری کی بدولت پیر نے اپنی خلافت کی سند عطا کی۔ سنیوں میں بھی آپ تفصیلی عقائد کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے رسالہ ردِ تبرا کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ کی افضلیت میں بھی رسالہ لکھا۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ خلافت دو حصوں پر مشتمل ہے عمارت اور امامت، امامت کے اعتبار سے حضرت علیؓ افضل تھے لیکن عمارت اور امارت دونوں کے لحاظ سے ہر سہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ موزوں اور افضل تھے۔

نام وخاندان

آل حسن نام خلف مولوی سید غلام سعید خاں منصب ار سلطنت اودھ قصبہ موہان ضلع اناؤ ملک اودھ کے رہنے والے تھے آپ کے والد بعہد نواب سعادت علی خاں بہادر شاہ اودھ تمامی عدالتوں کے افسر تھے اور مقربین خاص شاہ اودھ موصوف تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کا قیام خاص لکھنؤ میں تھا۔ عالم جوانی اور اسی عہد سلطنت میں مولوی سید غلام سعید خاں کا انتقال ہو

Marfat.com

گیا۔خان صرف خطابی تھا۔

مولوی غلام سعید خان کے والد کا اسم گرامی حضرت سعید شاہ وجیہ الدین ہے اسی طرح نسب حضرت امام علی موسیٰ رضاؓ تک اس سلسلہ سے پہنچتا ہے۔مولوی سید آل حسن بن مولوی سید غلام سعید خاں بن مولوی سید شاہ وجیہ الدین محمد بن سید محمد حنیف بن سید غلام علی بن سید عبد الرؤف بن سید جمال بن سید حافظ بن سید سعد اللہ بن سید گدن بن سید الہ داد عرف سید اوہن بن سید منتجب ولایت نژاد بن سید محمود نیشاپوری بن سید محمد بن سید احمد بن سید حسین بن سید ابا بکر سید یحییٰ بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید محمود بن موسی الرفع بن سید ابو الفضائل امام علی نقی بن حضرت سید ابو جعفر امام محمد نقی سید واسط بن حضرت امام علی موسی رضا بن حضرت امام موسی کاظم بن امام جعفر صادق بن حضرت محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین علی اوسط بن حضرت سید الشہداء امام حسینؓ بن حضرت سیدنا فاطمہ وسیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔سید محمود صاحب نیشاپور سے ترک وطن کر کے قصبہ موہان میں آ کر متوطن ہوئے۔مولانا مرحوم کی صحیح تاریخ ولادت معلوم نہیں قیاسی سن ولادت 1202ھ مطابق 1807ء ہے۔

بوقت وفات مولوی غلام سعید خانصاحب مولانا کی عمر صرف دس سال تھی اور آپ سے چھوٹے بھائی مولوی اوصاف حسن صاحب کی عمر چار سال کی تھی۔عبد اللہ نامی ایک پروردہ کے سپرد گھر اور کل مال واسباب رہتا تھا۔ایک عالیشان مکان موہان میں تعمیر ہو رہا تھا۔تعمیر بند ہو گئی۔مال واسباب عبد اللہ و دیگر ملازمین لے کر معلوم نہیں کہاں چمپت ہو گئے۔

عہدِ طفلی

ابتدأ بزمانہ قیام لکھنؤ معلوم نہیں سلسلۂ تعلیم کس طرح شروع ہوا۔اور اس کا پتہ معلوم نہیں کہ یتیمی کے بعد جب کہ اور کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں رہا تھا نیز والدہ اور چھوٹے بھائی کا بار مستزاد تھا۔تعلیم کس طرح اور کہاں حاصل کی سترہ سال کی عمر میں شادی قصبہ کسمنڈی ضلع لکھنؤ میں ہوئی اور بعد عقد زیادہ تر قیام قصبہ کسمنڈی میں رہنے لگا۔وہیں آخر میں مولوی جعفر

Marfat.com

علی صاحب کسمنڈوی سے بھی کچھ پڑھنے کا سلسلہ قائم رکھا۔ سنا ہے کہ لڑکپن میں دماغ میں چوٹ لگنے سے ذہن اچھا نہ تھا۔ ایک روز عالم رویا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چوٹ کے مقام پر اپنا لعب دہن لگایا۔ جس کے بعد ہی ذہن برق ہو گیا کہ کوئی طالب علم مقابلہ نہیں کر سکتا اساتذہ میں سوائے مولوی جعفر علی صاحب کے دیگر اصحاب کے نام تک معلوم نہ ہو سکے۔

ملازمت انگریزی

کچھ عرصہ کے بعد نوکری کی تلاش میں الہ آباد گئے وہاں اس زمانہ میں صدر عدالت دیوانی و دیگر محکمہ جات کے مقرر ہوئے۔ معلوم نہیں کہ کس محکمہ میں لیکن وہیں الہ آباد کے کسی دفتر میں محرری کی نوکری ملی جس کی تنخواہ بہت قلیل تھی۔ اس کے بعد ترقی ہو گئی یہاں تک کہ والدہ اور گھر کے لوگوں کو بھی وطن سے لے جا کر وہیں الہ آباد میں قیام کیا۔ چھوٹی صاحبزادی نیز مولوی انوار الحسن صاحب و مولوی لطف حسن صاحب وہیں الہ آباد میں تولد ہوئے چھوٹے بھائی موہان ہی میں اقامت گزار رہے۔ آپ ان کی خرچ سے مدد کرتے تھے۔ والدہ کا وہیں الہ آباد میں انتقال ہوا۔ اسی سلسلہ میں مولانا منصف بمشاہرہ سو روپے مقرر ہوئے۔ تعیناتی جہان آباد نواح فتحپور ہسوہ میں ہوئی وہیں چھوٹے صاحبزادے مولوی احمد سعید صاحب تولد ہوئے۔ دو صاحبزادے موہان ہی میں تولد ہوئے۔

کئی سال کے بعد جہاں آباد سے قصبہ بندکی میں تبادلہ ہوا اور تین چار سال وہیں قیام رہا۔ اسی زمانہ میں صدر عدالت الہ آباد سے آگرہ میں چلی گئی۔

وہاں بعض دوست احباب پر جو زمرۂ وکلاء ہائی کورٹ نیز ملازمین سرکار تھے مقدمات رشوت ستانی وغیرہ قائم ہوئے۔ مولانا سے سراغ ملنے کی امید تھی۔ لیکن مولانا دوستی کے پکے تھے۔ باوجودیکہ مولانا پر بہت سختی کی گئی۔ مسٹر موکسن ایک انگریزی عہدہ دار پادریوں کے مباحثات سے مولانا سے خاص پرخاش رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا پر سختی کے باعث وہی تھے۔ مولانا منصفی سے معطل کیے گئے۔ لیکن مولانا نے دوستوں کے خلاف کوئی حال نہیں بیان کیا۔ چند وکلاء وغیرہ سزایاب ہوئے مولانا بالآخر دس ماہ معطلی کے بعد بے قصور ثابت ہو کر بری

Marfat.com

ہوئے۔ معطلی کی تنخواہ سرکار سے یکمشت ملی۔ بری ہوکر جہان آباد آئے وہاں سے مستعفی ہوکر تینوں لڑکیوں کے عقد سے فراغت حاصل کی۔ تقریباً 14 سال سال بعد وطن اور زیادہ تر کسمنڈی ہی میں بحالت بیکاری مقیم رہے۔ سسرالی کچھ جائیداد از قسم آراضی و باغ تھی۔ اس میں بدقت تمام نہایت عسرت کے ساتھ بسر کی۔ بحالت بیکاری ممبئی کے شیخ چاند تاجر نے کبھی کبھی روپے سے مدد دی آخر میں باصرار سرسید احمد خاں مرحوم دہلی و مرادآباد میں چندروز انہیں کے پاس وکالت کی۔

علمی و مذہبی خدمات

مولانا کو مناظرہ مذہبی میں خاص ملکہ تھا۔ لیکن چونکہ آپ کو غصہ جلد آجاتا تھا لہذا زبانی مناظرہ سے محترز رہتے تھے۔ مشہور مناظرہ مسیحی و اسلام آگرہ میں جس میں مسلمان کامیاب اور مسیحی ناکام رہے مسیحیوں کی طرف سے پادری فانڈر صاحب اور مسلمانوں کی طرف سے مولانا آل حسن صاحب مناظرہ کے روح رواں تھے۔ اگر چہ مسلمانوں کی طرف سے مناظرہ زبانی مولانا رحمت اللہ علیہ مرحوم فرماتے تھے۔ مولانا کی زیادہ تر تصانیف مناظرہ ہی میں ہیں۔ جن میں کتاب استفسار و استبشار خاص شہرت رکھتی ہیں یہ کتاب ہندوستان میں مسیحیوں کے مقابلہ میں اب تک بے مثل ولاجواب ہیں۔

گرفتاری

عیسائی مولانا کو ردِّ نصاریٰ کی وجہ سے اپنا دشمن اور اپنے دین کا مخالف سمجھتے تھے اور اس مذہبی مخالفت کو بغاوت سے تعبیر کرتے تھے کوئی معقول ثبوت ہاتھ نہ لگا تو بلا الزام کے ہی گرفتار کرلیا اور جیل میں ڈال دیا۔ ہزار جتن کیے قانونی شکنجے میں کسنے کی بیحد کوشش ہوئی لیکن حکومت ناکام و نامراد ہوئی اور کوئی معقول و غیر معقول ثبوت مہیا نہ کرسکی آخر ڈیڑھ ماہ کے بعد حکومت مولانا کو رہا کرنے پر مجبور ہوئی۔ (بقول مولانا حسرت موہانی)

Marfat.com

سرکار نظام کی ملازمت

مذہبی خدمات سے باوجود ڈاک اور تار کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اسی زمانہ میں مولانا کا شہرہ تمام ہندوستان میں ایک کونے سے لیکر دوسرے کونے تک ہو گیا تھا۔ سرکار نظام حیدرآباد میں نواب محمد یار خاں محی الدولہ اول کا بعہد نواب فضل الدولہ بہادر مرحوم نظام خامس خاص اقتدار تھا۔ نظام الملک خامس مرحوم کے مزاج میں محی الدولہ مرحوم کا سب سے زیادہ رسوخ تھا۔ انتہا یہ ہے کہ سر سالار جنگ اول مرحوم وزیر اعظم تک کو ان کی مزاج داری کرنی پڑتی تھی۔ محی الدین مرحوم ایک مذہبی آدمی تھے۔ علماء وصلحاء کے بڑے قدردان تھے۔ مولانا کی شہرت سن کر کوشش کی کہ مولانا حیدرآباد آجائیں۔ سفر خرچ کے لیے اپنے پاس سے ایک معقول رقم موہان بھیجی اور بہت اشتیاق کے ساتھ حیدرآباد آنے کی ترغیب لکھی۔ شاید بُعد مسافت کی وجہ سے مولانا نے باوجود عسرت سفر خرچ شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ نواب صاحب موصوف نے دوبارہ سفر خرچ بھیج کر بہت اصرار سے اشتیاق ظاہر کیا۔ اس زمانہ میں مولانا کا دہلی میں وکالت کا شغل تھا۔ اس نوبت پر دوستوں کی رائے سے حیدرآباد کے لیے دہلی سے قصبہ کسمنڈی آئے اور کسمنڈی سے حیدرآباد گئے۔ حیدرآباد میں مولانا نواب محی الدین مرحوم ہی کے مہمان رہے اور بہت جلد بمشاہرہ ملازم ہو گئے اس کو ایک سال کا عرصہ گزرا تھا کہ وطن میں مولانا کے گھر کے لوگوں اور ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے مولوی انوار الحسن کا انتقال ہو گیا۔ جن کو نواب صاحب موصوف نے سفر خرچ بھیج کر زمرۂ اطباء میں ملازمت کے لیے طلب کیا تھا۔ مولانا پریشان ہو کر حیدرآباد چھوڑ کر وطن واپس آ گئے۔ چند دنوں موہان میں رہنے کے بعد نواب صاحب موصوف نے تیسری مرتب سفر خرچ بھیج کر مولانا کو طلب کیا۔ مولانا ناظم صدارت العالیہ حیدرآباد بمشاہرہ 60 روپیہ مقرر ہوئے۔ مولانا بہت جلد کسی بہت ہی جلیل القدر عہدہ پر مقرر ہونے والے تھے اور بہت بڑی جاگیر ملنے کو تھی کہ دفعتاً بعارضہ تپ ولرزہ محی الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ مولانا خدمت متذکرہ صدر ہی پر آخر تک رہے۔ ایک زمانہ کے بعد بوجہ پیرانہ سالی ترک ملازمت کر کے موہان ہی میں آ کر رہنے لگے اور وہیں بتاریخ 17 ربیع الثانی

Marfat.com

1287ھ تخمیناً 85 سال بعارضہ فالج انتقال فرمایا۔ اور قصبہ موہان ہی میں خاندانی قبرستان میں بمقام محلّہ پکرا مدفون ہوئے۔

حلیہ

پیشانی کشادہ گورا رنگ بہت کھلا ہوا، بہت بڑی بڑی نہایت خوبصورت آنکھیں بھنویں گھنی ہوئی، لیکن بیچ میں فاصلہ تھا بینی بلند اور دراز قد کسی قدر آگے کو جھکی ہوئی۔ ڈاڑھی بڑی اور گھنی نیچی۔ قد متوسط ہاتھ پیر چھوٹے گداز بہت ہی خوبصورت ونرم۔ آنکھوں کا ایک خاص وصف تھا کہ عاشق رسول قال رسول تھیں۔ رسول خدا ﷺ یا اہل بیت کے نام لینے پر فوراً اشک بار ہوتیں۔ دل ہمیشہ اسی محبت سوزاں وگداز رہا۔

خصائص

مولانا بالکل بھولے بھالے تھے۔ خانگی امور میں شاید اسی وجہ سے کہ خیالات اعلیٰ علمی اور مذہبی امور کی طرف رکھتے تھے بالکل توجہ نہ تھی۔ گھی اور تیل میں امتیاز نہ کر سکتے تھے۔

حکایت

میرے والد مرحوم مولوی احمد سعید کی پیدائش کے بعد ایک انّا دودھ پلانے کو رکھی گئی قدو قامت بمقابلہ عام عورتوں کے زیادہ تھا۔ مولانا گھر میں آکر پوچھنے لگے یہ کون ہے۔ گھر کے لوگوں نے کہا کہ دودھ پلانے کو ملازم رکھی گئی ہے۔ مولانا لڑکیوں سے کہنے لگے کہ اس عورت پر مجھے شبہ ہے کہ کہیں یہ مرد نہ ہو اور یہاں عورت کے بھیس میں آئی ہو۔ لڑکیوں کو اس سے احتیاطاً پردہ کرنا چاہیے۔ گھر کے لوگوں نے کہا کہ حضرت دودھ پلا رہی ہے ایسا شبہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لاحول پڑھ کر ہنسنے لگے کہ اس کا خیال ہی نہ کیا۔

مولانا کی طبیعت کا خاص خاصہ تھا کہ بدصورت اور سیاہ فام آدمیوں سے نفرت تھی راقم الحروف کے والد جب جہاں آباد میں پیدا ہوئے تو والد کا رنگ سانولا تھا لڑکے کو دیکھ کر برسوں

Marfat.com

افسوس کرتے رہے کہ میرا لڑکا کالا پیدا ہوا۔

مولانا کے سامنے کھانے کے وقت یکا یک بدصورت شخص آجاتا تو مولانا کو فوراً استفراغ ہو جاتا۔

مولانا وفور محبت اہلِ بیت میں آخر میں بالکل ہی اہلِ بیت کے لیے رہ گئے تھے کسی بزرگ کا اہلبیت سے نام لیتے یا سنتے ہوئے مولانا کی بڑی بڑی خوبصورت (نرگس شہلا) آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو جاتا تھا۔ باوجود انتہائے زہد وتقویٰ عشرۂ محرم میں اختیار سے کسی قدر باہر ہو جاتے۔ تعزیہ رکھنے کو بدعت وگناہ سمجھتے تھے۔ لیکن تعزیہ دیکھ کر اختیار میں نہ رہتے تھے قصبہ کسمنڈی میں نویں محرم کو عوام الناس کا گروہ ایک تعزیہ سے دوسرے تعزیہ پر ماتم کرتا ہوا نکلتا تھا۔ بہت سے آدمی ان کے پاس کھڑا ہونا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن مولانا تمام شب اس گروہ کے پیچھے زاروقطار روتے ہوئے ان کے ساتھ پھرتے تھے۔

مولانا کی تصانیف میں ایک کتاب ذکر ولادت حضرت پیغمبر ﷺ میں ہے کتاب مذکور اس شعر سے شروع ہوتی ہے:

امرز شاہاں مہماں شدہ است مارا جبریل باملائک درباں شدہ است مارا

اکثر مجالس میلاد میں مولانا اپنی کتاب پڑھا کرتے تھے آخر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ اپنے گھر میں سال میں ایک مرتبہ ضرور مجلس میلاد نبوی منعقد کرتے اور خود ہی ممبر پر پڑھنے بیٹھتے۔ بیت متذکرہ کے پہلے ہی مصرعہ پر ہچکیاں لگ جاتیں اور گھنٹوں رہتیں مولانا پڑھنے سے مجبور ہو جاتے اور کسی دوسرے شخص کو پڑھنا پڑتا تھا۔

مولانا کو بیعت ارادت مولانا انوار الحق قدس اللہ سرہٗ لکھنوی فرنگی محلی سے تھی۔ جن کو آپ ''میاں'' کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات بقول مولانا حسرت موہانی کے کثیر التعداد میں زیادہ تر عقائد میں ہیں۔ بقایا ردنصاریٰ میں ہیں۔ ردنصاریٰ میں آپ کی مشہور تصنیف استفسار ہے جس کے

Marfat.com

معقول دلائل نے عیسائیت اور پادریوں کی دنیا میں تہلکا مچا دیا تھا۔ اور اسلام کی حقانیت ثابت کی تھی۔ ''علمائے اسلام کا جہاد'' کے عنوان میں تفصیلات کتاب میں بارے میں پڑھیے۔

اس کے علاوہ آپ کی تصنیف جس میں عیسائیت کے کیرکٹر کا نام ہرزا بیگ اَور مسلم کیرکٹر کا نام سنجیدہ بیگ رکھ کر سوال و جواب میں عیسائیت کے پرخچے اڑائے تھے۔ بے انتہا دلچسپ کتاب تھی۔ حاضر جوابی کا شاہکار اس کو کہنا چاہیے۔

مناظرہ مُراسلات

خطوط کے ذریعہ پادری فانڈر سے مولانا نے جو مناظرے کیے وہ پادری فانڈر نے اپنی کتاب حل الاشکال آخری حصہ میں ساتھ شائع کیے تھے۔ مولانا حیات الحسنین نبیرہ مولانا موصوف نے جو کتابیں مولانا کی جمع کی تھیں یہ تھیں:

(1) کتاب مرغوب درما خذ جوابات ردّ نصاریٰ (2) رسالہ اردو وحدت وجود (3) تقریر در بحث لاتناہی۔ (4) مولد نامہ مصطفوی (5) وامغہ علویہ (6) انتخاب ترجمہ ارشادات عیسویہ (7) تنقیح العبادات (8) مجمع النورین در بیان الوہیت و رسالت (9) رسالہ نجاتِ اخروی (10) استفسار (11) استبشار (12) تذکرہ شہادت سید الشہدا۔ تذکرۃ المولیٰ (13) فوائد مثنوی مولانا روم (14) تقاریر در بحث لاتناہی (15) ترجمہ بعض آیات قرآنی در باب اعتقادات (16) الجاث مختلفہ (17) تنقیہ العبادات۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد وزیر خاں

ڈاکٹر صاحب کے والد کا نام شرف الدین تھا جو شرفائے افاغنہ عظیم آباد پٹنہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں آپ نے فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ 1832ء میں ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے انگلینڈ گئے۔ انگلینڈ جانے کا مقصد ڈگری کے ساتھ ساتھ انجیل کی معلومات اور اس کے متعلق تحقیقی لٹریچر حاصل کرنا بھی تھا۔ چنانچہ آپ عیسائیت کے سلسلہ میں بہت سی کتابیں اپنے ساتھ لائے اور اسسٹنٹ سرجن کی سند بھی حاصل کی۔ آپ نے وہیں یونانی زبان سیکھی۔ یہ سفر گورنمنٹ کے خرچے اور گورنمنٹ کی ایماء پر کیا گیا۔ چنانچہ انگلینڈ سے آنے کے بعد آپ محکمہ کاغذیاں تاج گنج آگرہ میں ڈسپنسری کے انچارج مقرر کیے گئے۔

1835ء سے 1840ء تک ردِ نصاریٰ کے لیے مواد فراہم کیا اور مولانا رحمت اللہ مرحوم کو نصاریٰ انگریزی لٹریچر سے واقفیت کرائی۔ چنانچہ آپ ہی کی وہ ذات گرامی ہے جو اس تاریخی مناظرہ میں جو 1854 میں آگرہ کے اندر پادری فانڈر سے ہوا۔ مولانا موصوف کے مشیر و شریک کار تھے اور پادری فانڈر کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ آپ نہ بول سکیں چنانچہ آگرہ کے مناظرے میں پادری نے آپ کو تین چار بار بولنے سے روکا۔ اس مشہور مناظرے کے بعد 15/مئی 1854ء کو پادری فانڈر نے اسپرنگر صاحب کی تصنیفات جن میں سرور عالم ﷺ اور قرآن مجید اور احادیث نبوی کے بارے میں غیر مناسب اتہام اور ناروا بہتان لگائے گئے

Marfat.com

ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجیں۔اس کے قبل ڈاکٹر صاحب سے پادری کے مابین کوئی خط وکتابت نہیں تھی۔اس چھیڑ خانی کو برداشت کرتے ہوئے انہوں نے اس سے گریز کرنا چاہا۔ اور اس کو کتابیں واپس کیں۔اور پادری صاحب کو ان کتابوں کے مطالعہ کی فرمائش کی۔جو تامس بائین اور ڈاکٹر استراس صاحب کی تصنیف کردہ تھیں۔یہ وہ کتابیں ہیں جن میں عیسائیت کے عقائد کا بطلان کیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے مؤخرالذکر اعتراضات پادری کو لکھ بھیجے جس میں متی کے باب اول کی غلطیاں بیان کی گئی تھیں۔ان اعتراضات کا پادری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ڈاکٹر صاحب نے اور حواریوں کی غلطیاں ظاہر کیں۔وہ اس پر چراغ پا ہو گیا چنانچہ آخری خط جز بز ہو کر لکھتا ہے۔

''میں نے اپنے پچھلے خط میں اس بات کا اشارہ دیا اور اب صاف لکھتا ہوں کہ اس سے نہ کوئی خط قبول کروں گا نہ ان کو بھیجوں گا۔کیوں صاحب موصوف بیجا بات لکھنے سے دست بردار نہیں ہوئے طعن و بہتان کیا۔اس لائق نہ ٹھہرے کہ ان سے خط و کتابت جاری رہے۔لہذا آپ کا خط بے کھولے اور بے پڑھے واپس دیتا ہوں تا کہ صاحب ممدوح خط میرے پاس نہ بھیجیں میں اس کو قبول نہ کروں گا۔اگر وہ صاحب چاہیں اور کچھ لکھیں تو لکھ کر چھپوا دیں۔اگر جواب کے لائق ہوگا تو میں بھی چھپوا کر جواب دیدوں گا۔کیشش فانڈر 16/اگست 1054ء

یہ تحریری مناظرہ کئی ماہ تک ہوتا رہا۔پادری کے گیارہ خطوط اور ڈاکٹر صاحب کے چودہ خطوط ایک شاندار فاضلانہ مناظرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔علی الخصوص ڈاکٹر صاحب کے خطوط ایک معلومات کا ذخیرہ اور ردِ نصاریٰ میں بے مثل چیز مواد یہ مجموعہ فارسی میں اور اردو میں سید محمد عبداللہ صاحب اکبرآبادی نے درمیانی تقطیع پر 1271ھ میں محلہ چھلی اینٹ اکبرآباد میں چھاپا ہے۔فارسی کے صفحات 188 ہیں اور اردو کے 204 ہیں۔

ان جرأتوں کو حکومت نے گستاخی اور بغاوت پر محمول کیا۔1857ء کے ہنگامے دارو گیر میں شریک ہونے کا الزام لگایا اور آپ کی گرفتاری کے لیے وارنٹ جاری کیے گئے۔آپ وہاں سے فرار ہو کر مولوی فیض احمد بدایونی پیشکار دہلی آئے۔بادشاہ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

Marfat.com

اسی زمانہ میں جنرل بخت کا دور دورہ تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو اودھ کا گورنر مقرر کیا۔ بادشاہ ظفر نے اس کی منظوری دی۔ ڈاکٹر صاحب اس کے بعد سے تمام سیاسی تحریکوں میں شامل رہے۔ چنانچہ شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ لکھتے ہیں اودھ کا صوبہ دار ڈاکٹر وزیر خان کو مقرر کیا تھا۔ جو آگرہ کا اسسٹنٹ سرجن تھا اور باغی ہو کر دہلی میں آیا تھا اور بخت خاں کا بڑا دوست تھا۔

ڈاکٹر وزیر خان مردانہ وار نکل آئے۔ آگرہ میں جو فوج فدائیوں کی آئی اس کی سرپرستی ڈاکٹر صاحب نے کی انگریز قلعہ بند ہو گئے۔ یہ مولوی فیض احمد بدایونی کو ساتھ لے کر دہلی پہنچے۔

دہلی کی جامع مسجد میں جہاں بعد نماز جمعہ علامہ فضل خیر آبادی نے علماء کے مجمع میں تقریر کی اور فتویٰ جہاد پیش کیا۔ وہاں ڈاکٹر اور بخت خان بھی موجود تھے۔ اور اسی مجلس میں سید مبارک شاہ خان آزردہ بدایونی، مولانا عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی کے ساتھ اس فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے والوں میں آپ بھی تھے۔ اس فتوے کے شائع ہونے سے شورش ہو گئی تھی اور دہلی میں 90 ہزار سپاہی جمع ہو گئے تھے۔

جنرل بخت خاں نے 14 ستمبر 1857ء میں جب دہلی میں مرزا مغل کی بیوقوفیوں کی بناء پر فوج کی حالت ناقابل اعتماد دیکھی۔ اور آخر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو اس وقت جنرل بخت دہلی چلے آئے۔ اس وقت ان کے ساتھ مولوی فیض اللہ اور ڈاکٹر وزیر خان وغیرہم تھے۔ (ثورۃ الہند مولانا شاہد)

یہ سب لوگ لکھنؤ پہنچ کر احمد اللہ شاہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ مقابلہ ہوا جس کی روئداد یہ ہے:

لکھنؤ کے عالم باغ پر جب کہ انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا اس وقت 2 دسمبر کے دن ہندوستان کے باغیوں کے مشہور و معروف اور ہر دلعزیز انقلابی رہنما مولوی احمد اللہ داہ اور ڈاکٹر وزیر خان وغیرہ نے اپنی دانشمندانہ تدبیروں سے حملہ کیا۔ کہ انگریزی فوج کے قبضہ کا خاتمہ ہو جائے۔ ایک طرف لشکر کے قریب توپیں لگا کر لشکر پر گولے پھینکے دوسری طرف 22 دسمبر کو چار

Marfat.com

ہزار پیدل اور چار سو سوار اور چار توپیں گہان اور مدروپ کے راستہ سے بنی بھیجیں تا کہ کانپور سے انگریزوں کی آمدورفت بند ہو جائے۔

انگریز یہ کوشش کرتے رہے کہ عالم باغ ان کے قبضے سے نہ نکلے اور کانپور کا راستہ بھی مسدود نہ ہو۔ چنانچہ کانپور جو مختصر فوج اور چھکڑے جا رہے تھے وہ گئے اور باغیوں کی فوج اس کو نہ روک سکی۔

12 رجنوری کو تیس ہزار کے قریب باغیوں نے انگریز کی فوج پر حملہ کیا۔ انگریزوں کے پاس زیادہ توپیں نہ ہوتیں تو باغی کامیاب ہوتے۔ لیکن کم توپوں کی وجہ سے مسلسل حملہ نہ کر سکے اور 15 رفروری تک خاموش رہے 15 فروری کو لڑنے کا قصد کیا۔ اس کے بعد کئی حملے کیے۔ 27 رجنوری کو باغیوں کے لشکر کی کیا قوت تھی اس کی تفصیل ذیل ہے۔

37	رجمنٹس آئینی سپاہی	27550
14	رمنٹس بھرتی کی	5400
106	رجمنٹس.	55150
26	رجمنٹس سواروں کی	7100
	سانڈنی سواروں کی رجمنٹ	800
	کل میزان	96000

پہلی آئینی سپاہ تیس ہزار تھی مگر دہلی فتح ہونے کے بعد تگنی ہو گئی یہ لشکر عالم باغ پر چاروں طرف سے حملہ کرتا تھا۔ عرصہ تک حملے ہوتے رہے۔

6 رمارچ کو انگریزوں نے گومتی کے بائیں کنارے توپوں سے مشرقی اور شمالی مورچوں سے حملہ کرنے کے لیے فوج متعین کی اور دو پلوں کے پار پیدلوں اور سواروں کو اور توپوں کے بتیریوں کو بھیج دیا جہاں انہوں نے پیپوں کو رسیوں سے باندھ کر دو تین دن میں تختے لگا کے پل بنائے اور چند دن کے بعد باغیوں پر حملہ کیا۔ غرض سکندر باغ انگریزوں نے فتح کیا۔ بیگم کی کوٹھی پر سخت مقابلہ ہوا۔ آٹھ نو گھنٹے تک گولہ زنی رہی یوں ایک دراڑ پڑی جس کی وجہ سے

Marfat.com

انگریزوں نے شورش کر کے اسے کو لے لیا۔ غرض 12 / مارچ کو قیصر باغ انگریزوں نے فتح کیا میس ہوس و تارکی کی کوٹھی و موتی محل چتر منزل کو انگریزوں نے اپنے قبضہ میں کیا۔ اس میں 900 انگریز مقتول و مجروح ہوئے۔ اور لہوسٹرن صاحب دوسری دنیا کو سدھارے۔

ابھی انگریز فوج چین بھی نہ لینے پائی تھی کہ 21 / مارچ مولانا احمد اللہ شاہ صاحب مع اپنے ساتھیوں کے پھر لکھنؤ آئے اور شہادت گنج میں مقیم ہوئے۔ انگریزی فوج ان کو نکالنے کے لیے بھیجی گئی۔ باغی فوج نے بڑی بہادری سے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا کافی انگریز واصل جہنم کیے اور بہت سے انگریزوں کو زخمی کیا۔ قبضہ سے بالکل باہر تھے چھ میل تک ان کا تعاقب کیا گیا لیکن ہاتھ نہیں آئے۔ فوج کی تعداد چار ہزار تھی۔ پھر باغیوں کی فوج نے کرسی میں جو فیض آباد کی سڑک پر لکھنؤ سے 25 میل کے فاصلے پر تھی قیام کیا۔ مقابلہ ہوا کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر قبضہ میں نہ آئے۔

ان حضرات نے پھر اپنا ہیڈ کوارٹر ماری میں جو لکھنؤ سے 29 میل کے فاصلے پر تھا بنایا۔ انگریز فوج 11 / اپریل کو لکھنؤ سے مقابلہ کے لیے چلی۔ یہ پہلے ہی انگریزی فوج کے حالات سے آگاہ ہ چکے تھے انہوں نے انگریزوں کے عقب پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس میں چھ ہزار چھکڑے باربرداری کے ساتھ آئے تھے۔ مگر ان سواروں نے جب انگریزوں کے مقدمۃ الجیش کو دو توپوں کے ساتھ دیکھا تو انہوں نے ان توپوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا اس سے انگریز چراغ پا ہو گئے دو مرتبہ مقابلہ ہوا۔ آخر فوج نے باڈی گارڈ کو بلا کر ایک گولی چلائے بغیر خالی کر دیا انگریز دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ (تاریخ ذکاء اللہ)

شاہجہاں پور کے حملہ میں 6 / مئی کو جب خان بہادر خاں نے شکست پائی تو انگریزوں نے سنا کہ مولوی شاہ احمد اللہ کے ماتحت جن میں نانا صاحب ڈاکٹر وزیر خاں مولوی عظیم اللہ شاہزادہ فیروز شاہ ہیں۔ ایک بڑا لشکر شہر کے چار میل کے فاصلہ پر آ گیا ہے جیل خانہ میں کرنل ہیل اپنے خیمے لگائے ہوئے تھے۔ اس وقت انہوں نے خیموں کے اکھیڑنے احکم دیا اور سارا اسباب اپنے دمدمے میں لے گئے۔ باغیوں نے کنہٹ ندی عبور کر کے جیل خانہ پر گولی باری

Marfat.com

شروع کردی۔ (غدر دہلی، ذکاءاللہ)

سرکولن نے شاہجہاں پور کی خبر سنتے ہی حکم دیا کہ وہ سفر کر کے ہیل صاحب کو بچائیں جولش صاحب تین دن سفر کر کے 8 رمئی کو ندی کے کنارے پر اترے۔ باغیوں کی فوج سواروں کو اترنے کو روکنے کے لیے پہلے سے موجود تھی۔ انگریزی فوج نے گولے برسائے تو سپاہ مقابلہ نہ کر سکی اور شہر میں ہلچل مچ گئی۔

لیکن ان حضرات کو نئی کمک جمع کرنا مشکل کام نہ تھا کیمپ میں پہلی لڑائیوں کے بھاگے ہوئے باغی اور بہت سے باغی زمیندار اور لکھنؤ کی بیگم اور مرزا فیروز شاہ کے آدمی نانا کے بھیجے ہوئے سپاہی جمع ہوئے۔ 15 رمئی کو اس فوج نے ایک بڑا حملہ کرنے کا قصد کیا۔ نہوں نے انگریزی فوج پر حملہ کیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی انگریز ایک انچ بھی زمین نہ لے سکے۔ 22 رمئی تک مولانا انگریزوں کے قبضہ میں نہیں آئے۔ لیکن 24 رمئی کو توپوں کے شدید حملہ نے فوج کو اس مقام کے خالی کرنے پر مجبور کر دیا جس میں باغیوں نے وہاں کی شاندار عالیشاں عمارتوں کو غارت کر دیا اور اودھ واپس چلے گئے۔

مولانا اس اثناء میں گرفتار ہو گئے شکست پر شکست ہو رہی تھی۔ جمعیۃ منتشر بقایا لوگ نیپال چلے گئے۔ جنرل بخت لاپتہ ہو گئے لیکن ڈاکٹر صاحب ایران ہوتے ہوئے حجاز پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ جا کر مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے پاس مقیم ہو گئے وہیں اپنا مطب کھولا۔

وہاں آپ کی ایک سردار عبداللہ اسمینی سے ملاقات ہوئی جس کی بیوی بیمار تھی اس کا علاج کیا تو وہ تندرست ہو گئی جس کی بناء پر وہ آپ کا بہت احسانمند ہوا۔ اس نے چاہا کہ آپ کو انعام واکرام دے لیکن آپ نے منظور نہیں کیا۔ اور کہا کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد سلطان عبدالحمید خاں سے حکومت برطانیہ نے ڈاکٹر صاحب کو طلب کیا کہ ڈاکٹر صاحب ہمارے باغی ہیں ان کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجدو۔ انہوں نے شریف مکہ کو لکھا۔ شریف مکہ سے آپ کے تعلقات تھے۔ وہ آپ کی قابلیت ولیاقت کا مداح تھا اور نصرانیت کا سخت دشمن۔ اس نے ڈاکٹر صاحب کو بلا کر طلبی سے آگاہ کیا۔ اور

Marfat.com

مشورہ دیا کہ میں تو کچھ نہیں کرسکتا اور میرا کچھ کرنا بھی زیادہ مناسب و معقول نہ ہوگا۔ بلکہ آپ اس عرب سردار سے مشورہ کریں جس کی بیوی کا آپ نے علاج کیا ہے۔ آپ سردار عرب سے ملے اور واقعہ سے آگاہ کیا سردار عرب بیچین ہوگیا اس نے کہا کہ یہ عرب کے دستور کے خلاف ہے کہ کوئی مہمان کسی کے سپرد کیا جائے۔ جس وقت تک میرے بیس ہزار کا قبیلہ نہیں کٹ جائے گا ڈاکٹر نہیں جا سکتا اور اس کو کوئی نہیں لیجا سکتا۔ اس جواب سے عرب سردار نے شریف مکہ کو مطلع کیا۔ چنانچہ شریف مکہ نے یہی جواب حکومت ہند کو بھیج دیا کہ میرا کوئی دخل نہیں ہے عرب قبیلہ میں بدامنی اور قتل و خونریزی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے ڈاکٹر صاحب کو نہیں بھیجا جا سکتا۔ سلطان کی جانب سے جب حکومت برطانیہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو لاچار خاموش ہوگئی۔ چنانچہ آپ نے آخری زندگی کا حصہ مکہ شریف میں اپنے ساتھی مولانا رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ گزارا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (غدر کے چند علماء)

Marfat.com

حالات زندگی

مولانا شرف الحق صاحب مرحوم ومغفور

شرف الحق نام والد کا نام عاربی حافظ جلال االدین جن کو غدر میں انگریزوں نے باغیوں کا سرغنہ سمجھ کر گرفتار کرلیا تھا آپ موقع پا کر بچ کر نکل آئے اور اس وقت تک روپوش رہے جب تک وہ پر آشوب زمانہ ختم نہ ہو گیا۔ آپ کے دادا مولوی عبدالغنی اور پر دادا شیخ عبدالکریم تھے۔اور اس ان کے والد شیخ بڈھن سرہند شریف (پٹیالا) میں رہتے تھے۔دربار پٹیالا میں خاص رسانی تھی۔ کچھ ناچاقی ہونے کی وجہ سے وہ معہ اپنے خاندان کے سرہند شریف کو خیر باد کہ کر لاہور آ گئے۔ کچھ عرصے وہاں رہنے کے بعد ہی دہلی چلے آئے۔

شجرہ خاندانی

آپ نسلاً شیخ صدیقی ہیں آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے چنانچہ شجرہ خاندانی حسب ذیل ہے۔

شیخ بڈھن ابن شیخ داؤد ملتانی ابن شیخ ابوموسیٰ ابوالمکارم ملتانی ابن شیخ عبدالوہاب کرمانی ابن شیخ ابی سعید کرمانی ابن علی بن اسمٰیل۔ابن یوسف بغدادی۔ابن عبدالواحد ابن عبدالعزیز

Marfat.com

ابن احمد ابن اسماعیل۔ابن عبداللہ مکّی۔ابن القاسم۔ابن عبدالجبار۔ابن خالد ابن عبدالرحمٰن ابن شہاب الدین۔ابن موسیٰ ابرہیم ابن سفیان ثوری۔ابن عنیہ ابن ابی القاسم احمد۔ابن عبد الرحمٰن۔ابن محمد صدیق ابن قاسم۔ابن عبدالرحمٰن ابن امیر المومنین عبداللہ کنیت ابوبکر صدیق بن عثمان کنیت ابی قحافہ۔(تاریخ تنویر الاخیار ملوک الاخیار)

آپ بچپن میں انتہائی شوخ تھے تین برس کی عمر ہوگی کہ آپ کے والد کے دوست دہلی کے کوتوال والد کی دوکان چاؤڑی بازار میں ملنے آئے وہ غریب کچھ لنگ کر کے چلتے تھے۔ آپ ان کو دیکھتے ہی لنگڑے بن کر چلنے لگے۔والد نے دیکھا تو ڈانٹا۔خفت میں مارنے دوڑے تو کوتوال نے آگے بڑھکر گود میں اٹھالیا اور پیار کیا۔

ولادت

آپکی ولادت 1867ء گلی جوتے والی محلّہ چوڑی والان میں ہوئی آپکو دو برس کی عمر ہی سے صاحب دل اور بابرکت مقدس ہستی حضرت مولٰنا شاہ رحیم بخشؒ سے روحانی فیض حاصل تھا شاہ صاحب موصوف حضرت ابوالخیر کی خانقاہ چتلی قبر میں سکونت رکھتے تھے جہاں اب شاہ موصوف کا اسی خانقاہ میں مزار ہے شاہ موصوف نے ہی آپ کی پرورش فرمائی۔

تحصیل علوم ظاہری

آپکی والدہ ماجدہ مولٰنا رحیم بخش سے بیعت تھیں پیر روشن ضمیر کے ہاں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ایک مرتبہ آپ کیلئے دعا کرائی۔دم کرایا تو آپنے فرمایا کہ بچہ کی پرورش احتیاط سے کرنا۔ اور صبح اور شام میرے پاس بھیجدیا کرو چناچہ پانچ برس کی عمر تک یہی عمل جاری رہا۔اسکے بعد سارا وقت شاہ صاحب کی خدمت میں کٹنے لگا۔شاہ صاحب نے ہی قرآن مجید پڑھایا اردو لکھنی پڑھنی سکھائی اور شاہ صاحب کے معتقد، پنڈت درگا پرشاد نے ہندی و سنسکرت میں تکمیل کرائی۔

1877ء میں اینگلو عرب اسکول دہلی میں داخل ہوئے مڈل پاس کیا اور انگریزی کے مضمون میں فرسٹ آئے۔

Marfat.com

1881ء میں مولانا الطاف حسین حالی پانی پتی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حالی کو جب کسی شاگرد پر غصہ آیا کرتا تھا تو اس کو وہ ''کودن،، کہہ کر پکارتے تھے یہ انتہائی غصہ کے عالم میں آپکا تکیہ کلام تھا 1883ء میں فتحپوری مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل میں بیٹھے اور تمام پنجاب میں اوّل رہے۔ منشی کے امتحان سے فارغ ہوکر عربی کی ابتدائی تعلیم صرف ونحو مدرسہ الاسلام میں حاصل کی۔

اس زمانہ میں مذہبیت کا زور تھا محلّہ درمحلّہ گلی درگلی پادری نصرانیت کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے محکوم ہندو اور مسلمان قوموں کو اپنے مذہب کی فکر تھی۔ وہ بھی پوتھیاں دبائے گلوں میں حمائل ڈالے ہوئے اپنے دھرم اور اپنے مذہب کی عظمت کا ڈنکا بجانے میں مستغرق نظر آتے تھے۔ کوئی دن ایسا گزرتا ہوگا جس میں باہمی بدکلامی یا مناظرہ نہ ہو جاتا ہو اور ایک دوسرے پر پھبتیاں نہ کسی جاتی ہوں ہر روز لسانی اکھاڑے جمتے تھے ہزاروں کا مجمع کسی مناظرہ میں ہونا معمولی بات تھی۔

جس کی حکومت ہوتی ہے اسی کے مذہب کو عروج ہوتا ہے۔ یہ بات عام ہے حکومت اپنے ہم مذہب کے مبلغین کی سہولتیں بہم پہونچاتی ہے جو آسانیاں انکو حاصل ہوتی ہیں وہ حکومت کے غیر مذہب والوں کو حاصل نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ یہی شکل عیسائی پادریوں کی تھی حکومت انکا خاص خیال رکھتی تھی۔ محکوم قومیں ان مراعات سے بدکتی تھیں اور ہر وقت مذہبی خدمات کے لئے مستعد رہتی تھیں۔

پادری سے جھڑپ

اس ماحول نے آپ پر بھی اثر کیا مناظرہ کا شوق ہوا جس کا آغاز اسطرح ہوا۔ گھنٹہ گھر دہلی پر ایک پادری صاحب مزاحیہ اور تمسخرانہ لہجہ میں فرمارہے تھے کہ مسلمانوں کے پیغمبر حبیب اللہ کہلاتے ہیں۔ لیکن جب انکے پیغمبر کے نواسوں کو مخالفین نے قتل کیا تو اس وقت پیغمبر صاحب نے خدائے تعالے سے فریاد نہ کی حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ محبوب ہوتا ہے اگر پیغمبر

Marfat.com

صاحب فریاد کرتے تو خدائے تعالیٰ انکی ضرور سنتا۔

آپ بھی اس مجمع میں پادری کی تقریر سن رہے تھے۔ جب اسنے یہ کہا تو آپکو برداشت نہ ہوسکا۔ تقریر سے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔ شاہ عبدالعزیز کا جواب یاد تھا آپ سیدھے سادے الفاظ میں پادری سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ غلط کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے خدائے تعالی سے فریاد نہیں کی۔ فریاد کی اور ضرور کی۔ نواسوں پر ظلم ہوئے انکو تمام وکمال بیان کیا مگر جواب ملا بیشک تمہارے نواسے کو مخالفین نے شہید کر ڈالا اور اس پر نہایت ظلم ہوے ہیں۔ لیکن اس وقت مجھے اپنے اکلوتے بیٹے یسوع مسیح کا صلیب پر چڑھنا یاد آرہا ہے اور اس کا غم بیچین کئے ہوئے ہے۔ اس جواب سے پیغمبر صاحب خاموش ہوگئے کہ واقعی اکلوتے بیٹے سے بڑھکر میرا نواسہ نہیں ہوسکتا۔ جب بیٹا نہ بچ سکا تو میرا نواسہ کس گنتی میں ہے۔ اس جواب سے مجمع میں جان پڑ گئی اور خوشی کی لہر دوڑ گئی ہندو ہو خواہ مسلمان سب مسرور ہوگئے۔

اس واقع کے بعد سے مناظرہ کا شغل بڑھتا گیا۔ وقت کافی خرچ ہونے لگا اور تعلیم میں فرق پڑنے لگا تو مولانا الطاف حسین حالؔی نے آپ کو مشورہ دیا کہ پہلے تعلیم کی تکمیل کرو اس کے بعد مناظروں میں الجھنا مناسب ہے چنانچہ مولانا نے دہلی کو خیر باد کہا اور مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں جا کر داخل ہوگئے وہاں عربی کی درمیانی کتابیں پڑھیں جب دورہ کا زمانہ آیا تو اس وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی قابلیت وعلمیت کا چرچا تھا اور خاص طور پر کتب احادیث کے اسباق مولانا کے ہاں بڑے معرکہ کے ہوتے تھے۔ دیوبند کے طلباء گنگوہ کھنچے چلے جارہے تھے آپ کو بھی شوق ہوا اور گنگوہ تشریف لے گئے اور دورہ میں شرکت کی۔ سال بھر میں صحاح ستہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، نسائی، ابوداؤد، جامع ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، مولانا گنگوہیؒ سے پڑھیں اور سند حاصل کی۔

مناظرہ کا شوق تھا پھر شروع ہوا۔ اس مرتبہ مولانا گنگوہی کا حکم تھا کہ ردِ نصاریٰ کر کے تبلیغ اسلام کرو چنانچہ ردِ نصاریٰ اور باطل مذاہب وعقائد کی بیخ کنی میں مصروف ہوگئے۔

Marfat.com

عبرانی و یونانی کا حصول

پادریوں سے مناظرے ہونے لگے طبیعت نے محسوس کیا کہ ان مناظروں کے لیے عبرانی و یونانی جاننا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے عبرانی اور یونانی حکیم عبدالمجید خاں مرحوم کے زیر علاج ایک یہودی عالم سے پڑھی۔ اس نے آپ کو تحریری سند دی یہ تحریری سند عبرانی زبان میں ہے جس کے نیچے اس کا اردو ترجمہ حکیم اجمل خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے بھی عبرانی میں اس یہودی عالم کے تصدیقی دستخط ہیں۔ پشتو آپ نے مولانا عبدالحمید افغانی سے پڑھی اور ترکی مولانا ابوالخیر سے سیکھی۔

الغرض آپ 30 برس کی عمر میں عربی، فارسی، انگریزی، سنسکرت، عبرانی، یونانی، پشتو، ترکی وغیرہ آٹھ زبانوں کے ماہر ہو گئے تھے۔

ان تمام علوم کے باوجود آپ کو ایک کامل فن مناظرہ کی تلاش تھی۔ آپ کے کان مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی مدنی بانی مدرسہ صولتیہ کا نام نامی سن چکے تھے۔ چنانچہ 1305ھ میں آپ عازم حج بیت اللہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کی زیارت بابرکت سے فیضیاب ہوئے اور تین ماہ شب و روز خدمت میں حاضر رہے اور مختلف مسائل کو سمجھا اور بہت سے شبہات دور کیے۔ چنانچہ مولانا رحمت اللہ مرحوم نے آپ کی خداداد قابلیت کو دیکھ کر مناظرہ کرنے کی عام اجازت فرمائی۔ اور جب تک مکہ معظمہ میں قیام و انتظام اپنے ہاں رکھا۔ دوسری جگہ کھانے نہیں دیا رخصت ہوتے وقت مولانا نے آپ کو ایک نباتی پاجامہ جو سلطان عبد الحمید خاں نے خلعت میں دیا تھا اور اپنی تصانیف اظہار عیسوی ازالۃ الشکوک اور اظہار حق زبان عربی و فرانسیسی تبرکاً عنایت فرمائیں اور ردِّ نصاریٰ کی اجازت فرمائی۔ جو حسب ذیل ہے:

"میرے پاس عالم و فاضل ماہر و کامل مولوی شرف الحق صاحب قاری جلال الدین صاحب دہلوی کے فرزند تشریف لائے مجھ سے اجازت طلب کی حالانکہ میں اس لائق نہیں ہوں اور اس سے بہت دور ہوں۔ کیونکہ مجھ جیسا شخص اہل عرفان کی موجودگی میں اس قابل نہیں

Marfat.com

کہ اس سے اجازت کا سوال کیا جائے۔ نیز یہ کہ وہ علماء اور مشاہیر وفضلاء کی اجازت سے پہلے ہی آراستہ و پیراستہ ہیں اور ان کے علوم کے سائے میں پناہ گزیں اور ان کے لطائف کے پھولوں کو چنے ہوئے ہیں۔ خاص کر دو صاحبان علم و فضل جو موجزن سمندر ہیں اور عالم ظاہر و باطن کے جامع ہیں اور جن کی شہرت و نیک نامی کے ساتھ ہر ملک میں ضرب المثل ہے یعنی حضرت فقیہ و محدث قاری و مولوی عبدالرحمٰن اور حضرت فقیہ و محدث مولوی رشید احمد صاحب مگر چونکہ ان کو میرے ساتھ حسنِ ظن ہے تو میں نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ان کی خواہش کو پورا کیا اس امید پر کہ ان علماء کے سلسلہ میں میں بھی منسلک ہو جاؤں۔ سو میں کہتا ہوں کہ رحمت اللہ ابن خلیل الرحمٰن کہ میں نے ہر اس چیز کی روایت کی اجازت دی جس روایت کی مجھ کو روایت حاصل ہے جو کچھ میں نے اپنے شیوخ سے (اللہ تعالیٰ ان کو اجر عطا فرمائے) روایتاً یا درروایتاً حاصل کیا ان شروط پر جو علماء حدیث کے نزدیک معتبر ہے نیز چونکہ مولوی صاحب مذکور کو دیکھا کہ وہ نصاریٰ کے فریب سے واقف اور آگاہ ہیں اور اس کے اسرار سے آشنا ہیں اس لیے میں نے ان کو اجازت دی کہ وہ اس کے متعلق تہذیب و شائستگی کو مدنظر رکھتے ہوئے وعظ کرتے رہیں اور نصرانیت کی تردید فرماتے رہیں اور یہ کہ وہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں خواہ جلوت یا خلوت میں ہوں نہ بھولیں اور اللہ سے التجا کرتے رہیں کہ میرا بھی اور ان کا بھی نیک اعمال پر خاتمہ ہو اور امیدوں میں کامیاب کرے۔ وآخرھم دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔'' رحمت اللہ 13 ربیع الثانی 1306ھ

علوم باطنی کا حصول

آپ نے جہاں مکہ معظمہ میں علوم ظاہری کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا وہاں آپ نے علم باطنی کی بھی راہ طے کی اور حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی و مدنی سے وہیں بیعت ہوئے جہاں حضرت حاجی صاحب نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور سلسلۂ چشتیہ و صابریہ میں مرید کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

سلسلۂ نقشبندیہ کی اجازت مولانا انوار اللہ ابن مولوی شجاع الدین نقشبندی اور حضرت

Marfat.com

مولانا محمد سلیم مکی نے مرحمت فرمائی۔

طریقہ قادریہ وہاشمیہ کی اجازت حضرت سید صالح محمد مرتضٰی الجیلانی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ سے حاصل کی۔

طریقۂ مجددیہ کی اجازت حضرت فدا محمد صاحب نے مرحمت فرمائی۔

طریقۂ شاذلیہ وظافریہ کی اجازت حضرت شیخ ابوالحسن طاہر مکی نے عطا فرمائی۔

شادی

آپ کی پہلی شادی 20 برس کی عمر میں ہوئی۔ دوسری شادی 3/اگست 1902ء مطابق 28/جمادی الاول 1302ھ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مشہور مرید حاجی شجاعت علی صاحب رئیس جوالاپور کی صاحبزادی سے ہوئی۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکی اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا یہ راقم الحروف 25/ذیقعدہ 1331ھ مطابق 16/اکتوبر 1914ء روز جمع بوقت صبح تولد ہوا۔

تین حج

آپ نے پہلا حج 1305 میں کیا اور دوسرے حج کے لیے 1321ھ میں روانہ ہوئے اور دوسرے حج کے بعد ڈیڑھ سال تک ممالک اسلامیہ قسطنطنیہ، قاہرہ، قونیہ، طرابلس، شام، حمص، بعلبک، بیروت، یافہ، بیت المقدس، مصر، کوفہ، نجف اشرف، کربلا، دمشق، بغداد اور فلسطین کی سیاحت کی۔

پہلے حج میں جب تشریف لے گئے تو آپ کی مصروفیات فرائض حج کے علاوہ حضرت حاجی صاحب اور مولانا رحمت اللہ مرحوم ومغفور کی خدمت وصحبت میں رہنے کے اور کوئی نہ تھیں چنانچ آپ اس دلچسپ مصروفیات کی کیفیت سفرنامہ حج کے اوراق میں ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

قبلہ حاجی صاحب کی محفل

ہماری مکہ میں اترتے ہی یہ قرار پائی کہ پہلے حضرت حاجی صاحب کے حضور میں حاضری دوں اگر وہاں گھر کا بندوبست ہو گیا تو خیر ورنہ اور کہیں تلاش کیا جائے گا۔ محمد امین دلال کے ہمراہ حاجی صاحب کے مکان پر پہنچا، خطوط پیش کیے۔ اپنا عرض حال کیا۔ حاجی صاحب ہم سے مربیانہ خوش خلقی سے پیش آئے۔ بعد میں داخل سلاسل اولیاء اللہ ہوا۔ یعنی حضرت حاجی صاحب کا غلام مرید ہوا۔ حضرت حاجی صاحب نے تبرکات بھی عنایت فرمائیں ایک جوتی دوسرا حضور کے بیٹھنے کا غالیچہ جانماز اور کرتا۔

مثنوی کا درس

میں نے اندازہ لگایا کہ حاجی صاحب اپنے زمانہ کے کامل صوفی ہیں۔ مثنوی دانی میں مکہ میں کیا دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ایسی تسکین کرتے ہیں کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا اور ہر شعر کے لیے آیت حدیث سند پیش کرتے ہیں یہی نہیں کہ زبانی جمع خرچ ہو بلکہ صاحب حال ہیں اور حال وارد کر کے بھی سمجھا دیتے ہیں کمترین نے کم از اکم دس اسباق میں حضرت کے ہاں شرکت کی ہوگی میں نے بھی کوشش کی کہ میرا بھی سبق شروع ہو جائے لیکن کثرت مریدین کی آمد کی وجہ حضرت کو فرصت نہیں لیے دیتی تھی۔ بیسوں خطوط ہندوستان سے روزانہ آتے۔ بہت سے عالم و فقیر خدمت میں حاضر ہوتے کوئی امانت رکھتا کوئی کسی کا دیا ہوا کس مصرف کے واسطے روپیہ دیتا۔

حضرت حاجی صاحب کو مثنوی شریف سے انتہائی لگاؤ ہے۔ میرے پاس مولوی نور اللہ صاحب مرحوم شارح مثنوی کا ایک نسخہ تھا۔ حاجی صاحب کو دکھایا تو حضرت نے دیکھنے کے واسطے رکھ لیا۔ اور اس کی بہت تعریف کی۔ جب کمترین مکہ معظمہ سے رخصت ہونے لگا وہ نسخہ حضرت کی نذر کر دیا۔ اس لیے کہ وہ ہی اس کے اہل تھے۔ حضرت حاجی صاحب کا مثنوی کا یہ درس عرصہ سے جاری ہے۔ اور اس کے کئی دوسرے دورے ختم ہو چکے ہوں گے۔ میں حاجی صاحب کے ہاں مثنوی کے درس میں جو صبح ہوتا تھا مستقل شریک ہوتا۔ حاجی صاحب کے علاوہ

Marfat.com

حضرت کے ہاں مولانا سورتی بھی مثنوی شریف کا درس دیتے تھے۔ اسی طرح ظہر کے بعد مولانا رحمت اللہ کے ہاں جواز الۃ الاوہام اور اظہار حق کے درس دیے جاتے تھے اس میں بھی برابر شرکت کرتا تھا اس کے علاوہ حج سے پہلے اور بعد میں چند روز یہ ناچیز مصلی خیلی کے پاس جہاں حاجی صاحب بیٹھتے تھے وہاں بیٹھتا اور اکثر حاجی صاحب کی خدمت میں مغرب وعشاء کے وقت حاضری دیا کرتا تھا۔ حاجی صاحب کا یہ دستور تھا کہ وہ ایام گرما میں مصلی خیلی کے پاس آ کر حرم شریف میں بیٹھتے تھے اور موسم سرما میں عصر کے وقت۔ وہاں بھی علماء کرام اور فقراء کا جھگڑا رہتا ہے اور آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں میں نے مصر کے چند علماء کو دیکھا کہ وہ ضیاء القلوب عربی زبان میں مسودہ لینے آئے حضور نے ان کو دیا۔ حضرت کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ سلسلہ میں بھی داخل ہونے کی اجازت لے گئے ہیں۔ مکہ سے چلتے وقت بھی کمترین نے حضرت حاجی صاحب کی حضور میں ایک مصری عالم کو دیکھا جس کا مقصد ردِّ نصاریٰ کے سلسلہ میں نصرانیوں کے طبقہ فرامسن کے خلاف ایک رسالہ لکھنا تھا اس نے بتایا کہ فرامسن کے پادریوں نے مصر میں بہت زور بڑھالیا ہے۔

مولانا رحمت اللہ کے ہاں اظہار الحق کے درس

حاجی صاحب نے حافظ عبداللہ سے فرمایا: مولوی شرف الحق کو مولوی رحمت اللہ کے یہاں پہنچا دو ان کے ہمراہ مولوی صاحب کے مدرسہ میں پہنچا۔ مولانا ایک چھوٹے سے تہ خانہ میں بیٹھ تھے۔ پہلے سلام کیا، خط دیا، مولانا نے پڑھوایا۔ بہت مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور خط سن کر فرمایا کہ تم اپنا اسباب یہاں لے آؤ میں نے عرض کیا کہ میرے ہمراہ اور لوگ ہیں غرض کھانا اس روز مولانا کے ہمراہ ہی کھایا۔

مولانا رحمت اللہ کے ہاں بھی لوگ حافظ عبداللہ کی معرفت امانتیں رکھتے تھے۔ مولانا کی بصارت جا چکی تھی اس وجہ سے اس کام سے معذور ہیں۔ کتب ردِّ نصاریٰ ہندوستان سے بڑی تعداد میں ن کے پاس پہنچتی تھیں۔ مولانا محمد علی منگیری کی دو کتابیں میرے سامنے آپ

Marfat.com

کے پاس آئی تھیں۔ مولان رحمت اللہ صاحب مغفور کتب ردِّ نصاریٰ کے بہت شائق تھے مجھ سے ان کتب کے بعض مقامات مولانا نے سنے تھے۔ مولوی دین خان صاحب اور حاجی احسان اللہ نے ازالۃ الاوہام شروع کر رکھی تھی وہ تہ خانہ میں پڑھائی جاتی تھی۔ اظہار الحق بھی مولانا کے ہاں ہوتی تھی۔ اکثر واقعہ آگرہ کے مناظرہ کا خوب وضاحت اور تفصیل سے فرماتے تھے اور مولانا صاحب اپنے پوتے کو بھی سبق دیتے تھے ان صاحبزادے کا نام سعید ہے نام کا ہی سعید نہیں بلکہ افعال میں بھی سعید ہے اپنے ماں باپ کا ایک ہی لڑکا ہے۔ مشن کے مدرسہ انبالہ میں پڑھتا تھا۔ مولانا کے بھائی کا بیٹا ہے۔ مولانا نے مشن کے اثر نصرانیت کی تعلیم سے بچانے کے لیے ہند سے حجاز بلا لیا تھا۔ محنتی اور نیک بخت ہے۔ خدا اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

کتب اظہار الحق اور ازالۃ الاوہام کا سبق مولانا کے ہاں صبح و شام ہوتا تھا۔ علمی گفتگو ہوتی تھی میں بھی ان کے کلام سے مستفید ہوتا تھا۔ مسلمانوں کی مجبوری اور بہتری کی باتیں ہوتی تھیں مولانا ہمیشہ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں یہ کام منادی و نصیحت کرتے ہوئے کبھی کسی وقت حاکم وقت کی مخالفت مت کرنا، حاکم اور اس کے روپے کا کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا تم ایسا کرو گے تو مسلمانوں کو اس سے فائدے کے بجائے نقصان ہوگا۔ میں نے اس بات کو پلہ باندھ لیا۔ علاوہ ردِّ نصاریٰ مولانا کی اور علوم پر بھی تقریریں ہوتی تھیں۔ اور مجھ پر مولانا کی ایک خاص عنایت تھی۔ خدا ان کو خوش رکھے۔

مولانا صاحب اب بھی کتب ردِّ نصاریٰ کے مشتاق ہیں۔ اگر ان کی بصارت پھر آجائے تو وہ اب بھی ایک جامع کتاب لکھنے کو تیار ہیں۔ میں بعض وقت مدرسہ میں سوتا۔ حج سے پہلے دن کا کھانا مولانا ہی کے ہاں کھاتا تھا۔ خانہ کعبہ میں اکثر جب تک میں رہا مولانا صاحب کے حضور میں رہا۔ مولانا رحمت اللہ نے تو کھانے کے واسطے گھر میں کہلوا رکھا تھا کہ دونوں وقت کا کھانا شرف الحق کے لیے تیار رہے۔ مکہ معظمہ سے چلتے وقت جو راتیں گزاریں وہ مولانا کے ہاں کٹیں۔ مولانا کے ہاں چند روز پہلے اسباب لے گیا تھا اور مولانا کے پاس ہی بستر لگتا۔ مولانا چارپائی کے واسطے اصرار فرماتے تھے میں اس کو بے ادبی سمجھ کر قبول نہیں کرتا۔

Marfat.com

معرکۃ الآرا مناظرے

یوں تو آپ نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مناظرے ہندوستان کے چیدہ چیدہ پادری، پشپ فرنچ، پادری پٹر ونیرہ، پادری ڈپوردھن، پادری ہومر، پادری ویکٹ، پادری دیون، پادری لمبرڈ، پادری ڈنٹر، پادری ڈبیٹ، پادری ہونکب، پادری رائٹ، پادری رمزی، پادری جانسن، پادری وٹرلی، پادری ولوئنگ، پادری ڈیوئن، پادری وکارلائن وغیرہ سے کیے لیکن دسمبر 1891ء میں پادری روفس اور پادری اے پٹرک سے غازی پور میں جو مناظرے ہوئے وہ آپکی جامع قابلیت کا بین ثبوت ہیں اور خاص طور پر دہلی اور غازی پوری کے لائق یادگار اور تاریخی مناظروں نے آپ کی علمیت کا سکہ تمام ہندوستان میں بٹھا دیا تھا۔

جس موضوع تحریف انجیل پر یکم اپریل 1854ء میں آپ کے استاد مولانا رحمت اللہ نے پادری فانڈر کو مناظرہ میں لاجواب کیا تھا اسی موضوع پر آپ نے 1891ء میں دہلی کی مسجد فتحپوری کے اندر لارڈ پشپ جے اے لیفرائے سے مناظرہ کیا۔

دہلی اور دہلی کے اطراف کے اضلاع میں اس مناظرے نے ایک ہلچل مچادی تھی جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ پادری صاحب اور مولانا میں یہ طے ہوا تھا کہ جو شخص ہار جائے گا وہ عام مجمع میں اپنی شکست کا اعتراف کرے گا اور شکست نامہ لکھ کر دے گا نیز ہارنے والا مقابل کے مذہب کو اختیار کرے گا۔

اس مناظرہ میں آگرہ، علی گڑھ، میرٹھ، دیوبند، سہارنپور کے معززین اور مشاہیر وعلماء مسیح الملک اجمل خان صاحب اور ان کے خاندان کے بزرگ حکیم احمد سعید خان صاحب، حکیم غلام محمود خان صاحب، مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی مصنف تفسیر حقانی، ڈپٹی سید ہادی حسین خان صاحب اسسٹنٹ کمشنر، سید سلطان مرزا مجسٹریٹ آنریری، حافظ عزیز الدین ایڈوکیٹ وغیرہ نے شرکت کی، عیسائی حضرات بھی ان اضلاع سے آئے۔ مناظرہ تین دن

Marfat.com

ہوا۔ان ایام میں مجمع 20و25 ہزار سے کس طرح کم نہ تھا۔ بحث چھ سات گھنٹے جاری رہی لیکن ناتمام دوسرے دن پھر ہوئی۔ پہلے روز کی عالمانہ وفاضلانہ بحث نے شہر میں اور آگ لگادی تھی دوسرے روز مناظرہ میں قریب تمام شہر امنڈ آیا۔ مناظرہ شروع ہوا ایک گھنٹہ نہ گزرا تھا کہ فیصلہ ہوگیا اور مولانا رحمت اللہ کے شاگرد رشید نے اپنے مقابل لیفرائے کو شکست فاش دی۔ اس جمِ غفیر میں اس نے اپنے مذہب کو نہ بدلا لیکن تسلیم کیا کہ واقعی انجیل شریف میں تحریف ہوئی ہے اور حسب ذیل تحریر لکھ کر حوالہ کی:

میں اقرار کرتا ہوں کہ لوقا کی انجیل شریف کے ترجمہ اور علاوہ اس کے اصلی نسخوں میں جو اس وقت موجود ہیں چند آیتیں غلط ہیں اور بھول سے داخل کی گئی ہیں یہ بات سب سے قدیم نسخوں وٹریکٹوں کے ملانے سے معلوم وظاہر ہوئی وہ آیتیں ان میں نہیں۔ لہذا میں وہی اصلی انجیل کی باتیں سچی مانتا ہوں۔ چند مستشرقین شعراء کے قول انجیل شریف میں ملے ہوئے ہیں۔ دستخط۔ جی اے لیفرائے۔

غازی پور مشن اسکول میں 8/مارچ 1885ء یکشنبہ کو دن کے تین بجے پادری روفس سے مباحثہ ہوا۔ پادری صاحب نے تین گھنٹہ کی بحث کے بعد لاجواب ہوکر آخر میں تین ہزار کے مجمع میں اعتراف شکست ان الفاظ میں کیا:

''کہ ہم میں اتنا علم اور لیاقت نہیں ہے کہ مولانا موصوف صاحب سے مقابلہ کرسکیں۔ مولانا صاحب نے ہمارے مذہب میں ایسی تحقیق اور وسیع معلومات حاصل کی ہے کہ اس پر مولانا صاحب کو صد آفریں ہے۔''

مناظرہ کا ڈھنگ

آپ کا مقابل کو شکست دینے کا یہی طریقہ تھا کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں مقابل کی کتابوں کے حوالے پیش کرتے تھے۔ اور اسی کی ڈھال کو اس کے لیے خطرناک بنادیتے تھے جس سے اس کا عاجز ہونا لازمی تھا۔

آپ کے لیکچر اور مناظرے عامیانہ رنگ سے بالکل پاک وصاف ہوتے تھے اور ایک

Marfat.com

محققانہ اور عالمانہ شان رکھتے تھے۔ آپ کی قابلیت اور لیاقت کی تعریف وتوصیف میں غیر مذاہب کے ذمہ دار اور سنجیدہ اور متین حضرات نے بھی حصہ لیا ہے اور جنہوں نے آپ کے لیکچر سنے ہیں انہوں نے بھی آپ کی ذہانت کا سکہ مانا ہے اور ان کی قلم ان کی مداحی وتعریف کرتی تھی۔ چنانچہ مولانا کے بارے میں حکومت کے سول اور ملٹری گزٹ کے افسروں کی جو رائے ہے وہ ملاحظہ ہو:

(1) گورنمنٹ آف انڈیا کے فورن سکریٹری ایچ ایس بانیس فرماتے ہیں:

''مجھے مولانا شرف الحق جو اسلامی مبلغ ہیں ان سے گفتگو کر کے انتہائی مسرت ہوئی، وہ ایک دلچسپ اور ہر دلعزیز عالم ہیں اور اپنے تبلیغی کام میں ہر وقت مستعد ومنہمک رہتے ہیں۔'' (30/نومبر 1901ء)

(2) گورنمنٹ آف انڈیا کے ملٹری ڈیپارٹمنٹ کے رجسٹرار مولاناؒ کی تقریر سننے کے بعد حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:

''میں نے مولوی شرف الحق کی تقریر شملہ کے سکریٹریٹ کی بلڈنگ 28/ستمبر 1901ء میں سنی اس جلسہ میں 3 و 4 ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ بڑی خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ تقریر سن رہا تھا۔ مجمع پر خاص اثر تھا۔ ان کے وعظ بہت پسند کر رہا تھا۔ اس مجمع میں یورپین حضرات بھی تھے جنہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مولانا کا یہ مذہبی کام مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہے۔ وہ ہندوستان کے کثیر علاقوں میں کام کرتے ہیں۔''

(3) چھوٹا ناگپور کے راجہ مولانا سے ملاقات کے شائق ہوتے ہیں اور ملاقات کرنے کے بعد مولانا کے متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

''مولانا شرف الحق دہلوی کے بارے میں جب میں نے یہ سنا کہ بہت اچھے عالم اور فاضل ہیں اور لہردگہ اور رانچی میں تقریر کر رہے ہیں تو میں نے ان سے ملاقات کرنے کی خواہش کی۔ وہ تشریف لائے۔ تبادلۂ خیالات کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ وہ فاضل اور قابل مولوی ہیں۔ وہ اے مافی الضمیر کو سنسکرت، عربی، فارسی، عبرانی میں بخوبی ادا کر سکتے

Marfat.com

ہیں۔وہ ان زبانوں کے ماہر ہیں۔مولانا صاحب نہ صرف ایک اعلیٰ خاندان کے ہیں بلکہ ایک معزز شہری ہیں اور ایک شریف انسان ہیں۔(22/دسمبر 1899ء)

(4) شملہ کے سی ایم ڈی جے او آئی مسٹر ڈبلیو اے بلیمی جنہوں نے آپ کی تقریر سنی جلسہ کا ذکر تے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا شرف الحق ایک مشہور اسلامی مبلغ ہیں۔جن کو میں نے گورنمنٹ آف انڈیا کے سکریٹریٹ میں جلسہ کرنے کی اجازت دی۔میں ان کے جلسہ میں شریک ہوا۔جلسہ رات کے ایک بجے تک رہا۔سامعین کی تعداد تین چار ہزار کے قریب تھی۔کسی نے ہوں تک نہیں کی۔اور خاموشی کے ساتھ تقریر سنتے رہے۔اس جلسہ میں مسلمانوں کے علاوہ یورپین حضرات بھی شامل تھے۔''

(5) روڑکی کے میجر آر ای مسٹر ایف جے بونڈ فرماتے ہیں کہ:

''مولانا شرف الحق ایک وسیع معلومات کے مالک ہیں۔ان کی زبان میں اس قدر تاثیر ہے کہ ہر دل و ذہن پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ان کے سمجھانے کی زبان بڑی سہل اور سادہ ہوتی ہے۔اپنے مقصد کو بڑے مؤثر انداز سے دل میں اتار دیتے ہیں۔''

(6) سنبل پور کے کپتان 43 مسٹر آر پی جیکسن کی رائے ہے:

میں مولانا حاجی مولوی شرف الحق صاحب دہلوی سے گفتگو کر کے بہت خوش ہوا۔وہ تبلیغ اسلام کے لیے ملک کے اندر دورے کر رہے ہیں۔وہ اعلیٰ قابلیت کے مالک ہیں اور ایک روشن خیال عالم ہیں۔جو کونہ کونہ میں وحدانیت کو پھیلا رہے ہیں۔

(7) ایس پی پی مسٹر ایچ ایچ مسٹر بکرم پرکاش راجہ ناہن کے ارشادات:

مولوی شرف الحق ناہن کے لوگوں میں چند مہینوں سے تبلیغی کام کر رہے ہیں انہوں نے کافی لیکچر ان لوگوں میں دیے ہیں۔ان مجلسوں میں بڑے بڑے افسران بھی شامل ہوئے ہیں۔

(8) اے ایلاوٹ اسسٹنٹ کمشنر کسولی لکھتے ہیں:

کسولی میں کچھ عرصہ مولانا شرف الحق نے اسلام کی تبلیغ کی ہے۔آپ کی تبلیغ کا کسولی

Marfat.com

میں بہت اثر ہوا ہے۔ وہ غلط فہمیاں جو اسلام کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں تھیں آپ نے ان کو دور کیا تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد میری یہ رائے کہ آپ بہت معزز خاندان کے فرد اور قابل ولائق اور شریف ہستی ہیں۔

(9) سلطان محمد خان پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی رائے:

مولوی شرف الحق مبلغ اسلام نے مدارس کے اندر تین ماہ رہ کر تقریریں کر کے اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ ان جلسوں میں ہندوستان کے تقریباً ہر مذہب کے لوگ شامل ہوئے۔ انہوں نے دلچسپی کے ساتھ ان کی تقریریں سنی۔

(10) جگن ناتھ ناظم جے پور فرماتے ہیں:

مولوی شرف الحق دہلوی جے پور میں چند دنوں سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ وہ ایسے انداز سے تقریر کرتے ہیں کہ ہر مذہب کا آدمی ان کی تقریریں باوجود اعتراضات کے سنتا ہے اور کچھ نہیں بولتا۔

تبلیغ اسلام

آپ مناظروں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اخلاقی حالت کو بھی درست کرتے اور ان کو مشرع بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ نے پنجاب، سندھ، بہار، بنگال، یوپی کا کوئی ضلع نہیں چھوڑا جہاں آپ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم نہ دی ہو اور احیاء شریعت نہ کی ہو سینکڑوں ایسے دیہات تھے جن میں خدا کا نام لیوا تک نہ تھا اور بہت سے ایسے گاؤں تھے جو خدا کے گھروں سے خالی تھے۔ ان میں مسجدیں تعمیر کرائیں اور پنجگانہ باجماعت نمازی پیدا کیے۔ اور مشرع کر کے نصرانیت کے پھندوں سے بچایا اور پھنسے ہوؤں کو نکالا۔

نصرانیت کے پھندے سے ایک دوشیزہ کو چھٹکارا دلانا

بڑے بازار ہزاری باغ میں ایک دو منزلہ مکان، پر پہلی منزل میں عبدالغنی بنگالی رہتے تھے۔ دوسری منزل پر پادریوں کے مشن کا دفتر تھا۔ قریب کی وجہ سے عبدالغنی کی لڑکی قمر النساء

Marfat.com

جس کی عمر 12 سال تھی۔ پادریوں سے تعلیم پانے لگی۔ پادریوں نے اپنا رنگ چڑھایا اور پانچ چھ برس اس کے ذہن پر نصرانیت کی فوقیت جمائی۔ نوعمر لڑکی تھی پھندے میں پھنس گئی۔ جب پادریوں نے دیکھا کہ اب شکار جال میں آ گیا ہے تو انہوں نے اس کو گھر سے نکال کر گرجا میں پہنچا دیا۔

عبدالغنی کو جب اس شرارت کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے ہمسائے اور جگری دوست پوسٹ ماسٹر عباس بہاری سے ذکر کیا انہوں نے پولیس میں اطلاع کرائی اس وقت مسٹر گاٹی (کرسٹان) سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا۔ جو پادریوں کے مشنری کاموں سے دلچسپی اور ہمدردی رکھتا تھا۔ اس نے رپورٹ پر کوئی عملی کارروائی نہیں کی۔

عبدالغنی کو کسی نے بتایا کہ اٹکی میں مولانا شرف الحق صاحب آئے ہوئے ہیں جن کے نام سے پادریوں کی اور عیسائی مشن کی روح قبض ہوتی ہے۔ ان کو بلا لاؤ۔ لڑکی وہی پادریوں کے قبضہ سے نکال سکتے ہیں۔ عبدالغنی اٹکی گیا۔ اس کی درخواست مولانا نے منظور کر لی۔ مولانا ہزاری باغ آئے۔ سیدھے گرجا پہنچے وہاں ڈاکٹر ہیرل، مس میری اور مس جیلٹ مشنری کام کی انچارج تھیں ان سے ملے اور ان کو اس زیادتی پر تنبیہ کی۔ اور اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم کو بھی اپنے مذہب میں شامل کرو۔ ورنہ مذہب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اس فیصلہ کے لیے مناظرہ ہوا طے پایا کہ لڑکی بھی مناظرہ سنے گی۔

مناظرہ ہوا۔ ہزاری باغ کے ہزاروں عیسائی مسلمانوں کے جلسے میں آئے آخر دلائل سے مجبور ہو کر پادریوں کو لاجواب ہونا پڑا۔ اور ماننا پڑا کہ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس فضا سے لڑکی کو بھی کچھ جرأت ہوئی اس نے اپنے خیالات کے مطابق سوالات کیے۔ جوابات اطمینان بخش ملنے کے بعد وہ بھی اس جلسہ میں مسلمان ہوگئی۔

مسلمان ہونے کے بعد شادی کا مسئلہ سامنے آیا۔ اس وقت وہ 18 یا 19 سال کی تھی۔ قرعہ اندازی ہوئی جس میں ایک شخص کریم الدین احمد لائن کانسٹبل ہزاری باغ کا نام بھی دوستوں نے مذاقاً دیا تھا۔ قدرتی بات اسی کا نام قرعہ میں آ گیا۔ شادی ہوگئی۔

Marfat.com

یہ تمام کارروائی دو دن اور دو رات میں ہوئی۔ آخری دوسری رات کو تین بجے پادری نے ہار مانی اور یہ حق دار ہوا اس وقت کریم الدین احمد کے والد مولوی مدار بخش تھانہ مانڈو ضلع ہزاری باغ میں جمع دار تھے۔ مسٹر گائی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ صبح کو تھانہ مانڈو کے ملاحظہ میں آیا اور سخت روش اختیار کی۔ بس نہ چلا تو ملاحظہ میں ان کے خلاف ریمارکس کر گیا۔ یہ بھی انہوں نے کلکتہ پولیس ہیڈ آفس کو تمام واقع سے آگاہ کیا جس کے نتیجہ میں دونوں کا تبادلہ دور دراز مقامات پر ہو گیا۔

اللہ رب العزت کو یہ رشتہ اتنا پسند آیا کہ گھر پر رحمت و اکرام کی بارش ہونے لگی۔ کانسٹبل تھوڑے ہی عرصہ میں ہیڈ کانسٹبل، اسسٹنٹ سب انسپکٹر، سب انسپکٹر سے انسپکٹر بنا دیے گئے۔ اس وقت کریم الدین اور قمر النساء کا انتقال ہو چکا ہے لیکن ان کی اولاد میں معین الدین، امین الدین دو لڑکے ہیں اور سائرہ خاتون لڑکی حیات ہیں۔ معین الدین رانچی میں کاروبار کرتا ہے اور امیر الدین پرولیا میں۔ یہ واقعہ 1900ء کا ہے۔ کریم الدین مولانا کا محبوب مرید انتہائی عقید تمند تھا۔

لوہر دگہ ضلع رانچی میں محمد علی صاحب عرف ممدو اور ان کے صاحبزادے منشی عبد القادر صاحب ایک معزز و مقتدر حیثیت کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ یہ زمانہ 1900ء ہی کا ہے۔ مولانا کے لوہر دگہ میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین شروع کر رکھی تھی۔ آپ کی جادو بھری اور والہانہ مدلل اور مبسط تقریروں کا پورے قصبے میں چرچا تھا۔ علی صاحب موصوف نے اپنے صاحبزادے کو ہدایت کی کہ وہ بھی مولانا کا وعظ اپنے ہاں کرائے۔ مولانا کو دعوت دی گئی۔ آپ نے جب منظور فرما لیا تو واقف کار اور معتمد لوگوں نے آگاہ کیا کہ جس کے ہاں دعوت اور وعظ ہے۔ کلال کا پیشہ اختیار کیے ہوئے ہے اور ضلع بہار کے شراب کی بھٹیوں کا ٹھیکہ دار ہے۔ مولانا دعوت میں پہنچے اور وعظ شروع کیا۔ لیکن جب منشی عبد القادر عطر کی شیشی لے کر مولانا کے لگانے کے لیے بڑھے اور چاہتے تھے کہ ان کے عطر لگائیں۔ اور ارادہ ہی کیا تھا، ہاتھ کی جنبش ہی ہوئی تھی۔ کہ مولانا نے پر جلال اور رعب دار لہجہ

Marfat.com

میں فرمایا خبردار ہاتھ آگے مت پڑھو عطر کی صورت میں میرے لباس کو شراب کی غلاظت سے غلیظ کرنا چاہتے ہو۔ ان فقروں سے جلسہ گاہ میں حیرت وتعجب کا عالم چھا گیا۔ منشی عبدالقادر اور ان کے والد خاموش تھے۔ دو منٹ کے بعد ان لوگوں نے توبہ کی مولانا نے اور حاضرین نے مسرت وشادمانی کے ساتھ عطر لگایا۔ اسی وقت محمد علی صاحب نے شراب کی بھٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ تین ماہ ٹھیکے کی مدت تھی۔ جس میں آمدنی نفع نفع تھا ٹھوکر ماری۔ اور اس کے بعد آج تک اس فعل شنیعہ کی طرف رخ نہیں کیا۔

آپ کا آج کل چمڑے کا کاروبار ہے۔ عبدالقادر صاحب اپنی جمعیۃ العراقین برادری کے صدر ہیں۔ لوہردگہ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آنریری مجسٹریٹ بنائے گئے اور لوہردگہ میونسپل کمیٹی کے پچاس سال تک چیئرمین رہے۔ لوہردگہ کی مشہور ومعروف انجمن کے بھی مسلسل پچاس سال صدر منتخب ہوئے۔

قصبہ انکی کی پوری آبادی بھی کلال پورہ بن ہوئی تھی۔ ہر مسلمان شراب فروخت کرتا تھا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالتا اور تن پوشی اسی روزی اور کمائی سے کرتا تھا۔ مولانا وہاں پہنچے تو آپ نے تلقین کی۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور تمام قصبہ نے توبہ کی اور ایک ایک آدمی نے بھٹی کو توڑ ڈالا۔ اور حلال کاروبار کی طرف توجہ دینی شروع کی۔ چنانچہ اس وقت وہاں تقریباً جتنے گھر ہیں۔ وہ سب مولانا کے مرید ہیں اور تقریباً مشرع ہیں۔

موضع پنڈولی کا ایک دیہاتی مشہور بے نمازی تھا اور جس نے مسجد میں اپنے بیل گھسنے پر ملا جی سے کہا تھا کہ ''ملا جی یہ سرا بیل بڑا باؤلا ہے جو مسجد میں گھس آیا بھلا تو نے ہمیں بھی کبھی مسجد میں دیکھا ہے۔''

وہ الڑھ اور اجڈ دیہاتی اگر کسی کے قبضہ میں آیا تو آپ کے۔ جھکا تو آپ کی تعلیم کے آگے اور ایسا باپند صوم وصلاۃ ہوا کہ مسجد کا ہو گیا۔ مرتے مرتے مر گیا۔ لیکن مسجد کی دو وقتی جھاڑو پنج وقتی اذان اور نماز نہ چھوڑی۔ لوگ اس کو ''باؤلا بیل'' کہہ کر چھیڑتے تھے اور وہ یہ سن کر ہنستا ہوا مسجد میں گھس جاتا تھا۔

Marfat.com

ایک دوسرے تاجرانہ ذہنیت والے دیہاتی سے آپ کا واسط پڑا جن کے بارے میں مشہور تھا کہ کسی دن آپ نے نماز پڑھ لی تھی رمضان کا مہینہ تھا روزہ بھی رکھ لیا تھا۔ قضاء عند اللہ اسی دن اس کی بھینس کی کٹڑی مرگئی تب بیٹے نے اطلاع دی تو بولے:

''لے رے ہم رُجہ رکھیں اور نماج پڑھیں اور ہماری کٹڑی ماردی۔ یہ کہہ کر روزے میں گنے کی پوری منہ میں لے کر چوس لی نلے یہ تیرا رُجہ اور سام کو تجھے نماج پڑھواؤں گا۔

چنانچہ جب یہ ذات شریف آپ کی صحبت میں کچھ دن رہے تو نماز پڑھنے کی جون میں آگئے۔ اپنی غلطی پر نادم ہوئے توبہ استغفار کی حج کو گئے۔ حاجی کہلائے۔ اور گاؤں میں بہت سی بیوہ عورتوں کی شادی اپنے خرچ پر کرائی اور گاؤں میں ایک شاندار کنواں بھی کھدوایا۔ آپ کو دیہاتی اپنی زبان میں ''مولوی لٹھ'' کہتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ پہلے گاؤں کے چودھری کو نمازی بناتے تھے۔ چون و چراں کرنے پر گوشمالی اور ڈانٹ ڈپٹ سے بھی باز نہ رہتے تھے۔

پیری مریدی

آپ کے مریدوں کی ہندوستان میں تقریباً بیس پچیس ہزار کی تعداد تھی۔ جن میں کثرت سے اُجین، اندور، رانچی، حیدرآباد سندھ، بلسکرا، ہزاری باغ، اٹکی ضلع رانچی، کشن گنج، اجمیر، ناگپور، دہرہ دون، سہارنپور، روڑکی وغیرہ کے باشندے تھے۔

آپ کے ممالک اسلامیہ میں بھی کثرت سے مرید تھے۔

علی الخصوص ان مریدوں میں کثرت سے علماء کا طبقہ تھا۔ مثلاً مولوی محمد سعید، تکیہ مولویہ، مولانا شیخ ابوالخیر نائب مدرس مکتب اسلامیہ، مولانا سعید محمد نظر الدین آفندی گیلانی صاحب سجادہ حماہ شریف، مولانا الحاج محمود ہاشمی الحلبی، مولانا اویب آفندی گیلانی، مولانا شیخ محمد امین آفندی دمشقی وغیرہ وغیرہ۔

آپ اپنے ارادے کے مضبوط اور حق بات کہنے میں بیباک تھے۔ ظالم کے سامنے اس کے ظلم کو روکنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ کٹھن س کٹھن بات کو بلا پریشانی کے

Marfat.com

طے کر لیتے تھے۔ آپ نے 1888ء میں ہر کت پیڑی ہر دوار پر جہاں کسی مسلمان کا پر مارنا محال ہی نہیں ناممکن ہے وہاں آپ نے اپنا لکچر دھڑلے سے دیا۔

حکومت کی نظر عنایت

آپ کا وہابی جماعت یعنی دیوبندی حضرات سے تعلق تھا۔ جن کے بارے میں مشہور تھا کہ سرحد پر ان کی ایک پارٹی ہے اور ان کو علاوہ دیگر ممالک کے ہندوستان سے بھی مدد ملتی ہے اس پارٹی کے سرگرم معاون حضرات مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور روح رواں حضرت حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی خیال کیے جاتے تھے۔

اس طرح مولانا رحمت اللہ مرحوم مہاجر مکی بھی حکومت کی نظروں میں کھٹکتے تھے۔ جس کی بناء پر آپ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہی شبہات تھے جس نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو غدر کے زمانہ میں چھ ماہ حوالات میں مقید کرایا اور حضرت حاجی امداد اللہؒ اور مولانا قاسم العلوم کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ جس کے بعد حضرت حاجی صاحب قبلہ بھی ہندوستان سے مراجعت فرما گئے۔

آپ کا ان حضرات سے قریبی اور نزدیکی تعلق تھا بھلا حکومت کی نظروں میں کیوں نہ کھٹکتے۔ حکومت نے سخت نگرانی کی۔ سی آئی ڈی پیچھے پہنچنے لگی۔ عجب عجب انداز اختیار کیے۔ مرید کو جون میں اور کبھی عالم کی شان میں گھر پر مہمان رہے۔

1930ء میں ایک صاحب بہار کے مرید ہونے کے ناتے سے ٹاٹ کے کپڑے پہنے، پرہیزگاروں کی شکل بنائے شغل واذکار کے عادی بنے ہوئے گھر پر آئے، مہمان ہوئے اور آپ کے گھر کے چھوٹے کمرے پر ٹھہرے۔ آخری دنوں میں اتفاقیہ طور ان ٹاٹ پوش مرید کی عدم موجودگی میں راقم الحروف کا چھوٹے کمرے میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بستر کے نیچے ایک ڈائری کا کونہ نظر آیا۔ اٹھا کھولا۔ دیکھا تو روزانہ کے والد مرحوم کے قول وافعال قلمبند کیے ہوئے تھے اور جو لوگ والد صاحب کے ملاقاتی تھے ان کے نام بھی درج تھے اور ایک صفحہ پر یہ خاص ریمارک لکھا ہوا تھا:

Marfat.com

''مولانا بہت گہرے اور سازشی ہیں''

یہ ڈائری میں نے اپنے قبضہ میں کی، والد کو دکھائی تو آپ ہنس دیے اور کہا رکھ دو۔ جو کام اس کا ہے کرنے دو۔ میں نے ارشاد کے مطابق وہ ڈائری وہیں بستر کے نیچے رکھ دی۔ وہ حضرت کچھ دن اور رہے اور پھر چل دیے ان کا اس کے بعد کوئی پتہ نہ لگا۔

اسی طرح ایک دوسرے صاحب دراش اور چرب زبان بنگالی آئے۔ مناظر بن کر آپ کے ہمراہ رہے۔ ان کا بھانڈا آپ کے ایک مرید انسپکٹر پولیس بنگال نے پھوڑا۔ وہ جب آپ سے ملاقات کرنے آئے تو ان حضرت بنگالی کو دیکھ کر چوکنے ہوئے اور علیحدگی میں آپ کو راز سے آگاہ کیا۔

بعض مفسدوں نے یہ شکایت کی کہ حکومت ترکیہ سے مولانا رحمت اللہ کی معرفت آپ کی ساز باز ہے اور آپ ہندوستان میں ترکیہ حکومت کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

مقدمات میں پھانسنے کی کوشش

اس شکایت کا نتیجہ یہ نکلا آپ کے خلاف دہرہ دون میں تقریر کرنے کے سلسلے میں مقدمہ چلانے کی تجویز ہوئی تفتیش دہلی حکام نے کی۔ معززین شہر کی کوششوں سے یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اور مقدمہ پولیس نے واپس لے لیا۔

اسی طرح مصر کے ایک جہادی وعظ پر کچھ بس نہ چلا تو دفعہ 109 میں کارروائی کرنے کے لیے ہندوستان میں تفتیش کے واسطے کاغذات روانہ کیے۔ دہلی پولیس کے ہاتھ میں جب یہ کیس آیا تو معلومات بہم پہنچائیں اور مستند حضرات کے بیانات قلم بند کیے گئے جن میں عبدالحمید خاں صاحب بھی شامل تھے۔ تب دہلی پولیس نے یہ رپورٹ مرتب کی کہ:

مولانا پر 109 کا مقدمہ نہیں چل سکتا۔ مولانا ایک خاندانی آدمی ہیں۔ چنانچہ یہ مقدمہ بھی نذرِ فائل ہوا اور مفسدوں نے منہ کی کھائی۔

آپ تیز طبع، ذہین، اور نہائی خوددار تھے۔ سپاہیانہ، رندانہ اور آزادانہ وضع رکھتے تھے۔

Marfat.com

عالمانہ شان بھی قائم تھی اور تصوفانہ رنگ بھی جما ہوا تھا۔ قد و قامت میں بلند و بالا، رنگ گورا، آنکھیں بڑی بڑی، نگاہ تیز اور چہرہ بھاری بھر کم اور کتابی تھا اور بقول خواجہ حسن نظامی:

''ان کی خوش بیانی اور وعظ گوئی کی دھوم تھی وہ جسامت کے اعتبار سے مولانا شوکت علی سے کم نہ تھے۔ آواز بھی گرجدار تھی اور طرزِ بیان بھی فوجی تھا۔ جس طرح ایک فوجی افسر حکم دیتا ہے اسی طرح وہ تقریر کرتے تھے۔'' (منادی)

عالی حوصلگی

درگاہ حضرت سلطان غازی رحمۃ اللہ علیہ خلف سلطان شمس الدین التمش مہرولی سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جن کا عرس ہر سال 18 رذیقعدہ کو وہتا ہے۔ اس مزار پر مولانا شرف الحق مرحوم فاتحہ پڑھنے کے لیے اکثر جاتے تھے ایک مرتبہ آپ مولانا عبدالسلام صاحب دلی کے مشہور و مقبول صوفی عالم کے ہمراہ حسب عادت فاتحہ پڑھنے کے لیے گئے۔ راستہ بھول گئے اور ایسے راستے پر پڑ گئے جہاں سانپوں کا جنگل تھا اور زمین پر کثرت سے سانپ چل رہے تھے۔ آپ اس راستہ سے اطمینان و سکون سے ساتھ گزر گئے اور کوئی پریشانی محسوس نہیں کی۔ مولانا عبدالسلام صاحب زندہ ہیں ان سے اس واقع کی اصلیت معلوم کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح لہردگہ ضلع رانچی کا واقعہ ہے کہ آپ جنگل کا راستہ طے کر رہے تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ سامنے سے جنگل میں شیر نکل آیا ساتھی پریشان ہو گئے لیکن آپ نماز پڑھتے رہے۔ جب نماز ختم ہوئی تو شیر جا چکا تھا۔ آپ نے اطمینان کے ساتھ وہ راستہ طے کیا اور ساتھیوں کی ہمت بندھائی۔ یہ واقعہ بھی میں نے لہردگہ اور ضلع رانچی کے ذمہ دار حضرات اور والد صاحب قبلہ سے سنا۔

آخر میں آپ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ بڑھاپے نے عاجز کر دیا تھا۔ پاؤں لنگ رہنے لگا تھا۔ بینائی میں بھی معمولی سا فرق آ گیا تھا۔ لکھنے پڑھنے میں دقت ہوتی تھی مگر حافظہ اس قدر تیز تھا کہ ڈھائی تین ہزار کے کتب خانہ میں سے کوئی کتاب آپ کے سامنے نکال کر رکھ دیجیے یہ تک بتا دیتے تھے کہ فلاں صفحہ پر میں نے اس مضمون کا حاشیہ لکھا ہے۔

Marfat.com

انتقال

انتقال سے ڈیڑھ سال قبل لقوہ کا حملہ ہو گیا تھا جسم کا نصف حصہ اس کی زد میں آیا۔ علاج معالجہ ہونے پر افاقہ ہوا اور تندرستی کے آثار بھی نمایاں ہونے گلے۔ لیکن وہ سب وقتی تھے۔ حکیم نابینا صاحب، حکیم محمد احمد صاحب، حکیم ظفر صاحب اور حکیم عبدالغنی صاحب کلکتہ والے سے خاص تعلق تھے۔ وہ ادویات دیتے رہتے تھے۔ مگر وہ بے سود تھیں۔ پھر لقوہ ابھرا۔ ہوتے ہوتے تمام جسم پر چھا گیا۔ اعضاء نے جواب دے دیا اور آخر 70 برس کی عمر میں 28 رجنوری 1936ء مطابق 3 رذیقعدہ 54ھ بروز منگل بوقت 8 بجے شام گلی بدلیان محلّہ چوڑی والان والے مکان میں جب کہ شاہ جارج پنجم کی وفات پر تمام ہندوستان میں ہڑتال تھی۔ آپ نے جہان فانی سے رحلت فرمائی۔

رسم تدفین میں مفتی کفایت اللہ، ڈاکٹر ذاکر حسین جامعہ ملیہ اسلامیہ، حکیم محمد احمد خاں، حکیم ظفر خان صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب جیراجپوری، مولانا عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر مشن کالج دہلی، نواب سراج الدین احمد خان سائل، وحید الدین صاحب بیخود دہلوی، مولانا احمد سعید صاحب، پیر جی عبدالصمد صاحب، و دیگر معززین شہر اور علماء مشائخین واہالیانِ دلّی نے حصہ لیا۔

تصانیف و کتب خانہ

انتقال کے وقت ڈیڑھ لاکھ روپے کی جائداد۔ عبرانی، یونانی، پشتو، انگریزی، عربی، فارسی، ہندی، اردو کی ڈھائی تین ہزار قلمی و مطبوعہ کتابوں کا ذخیرہ اور حسب ذیل تصانیف چھوڑیں:

(1) دافع البہتان بہ تنزیہ الرحمٰن (2) استیصال دین عیسوی بمقابلہ دین محمدی (3) مناظرہ غازی پور (4) مناظرہ کالکا (5) مناظرہ حیدرآباد دکن (6) مناظرہ پونا (7) مناظرہ غازی پور (8) دینی مناظرہ (9) سفر نامہ حج: اس میں کئی مناظرے انگریزی زبان میں طبع ہو چکے ہیں۔ پہلے حج کا سفر نامہ بھی باتفصیل لکھا ہوا قلمی موجود ہے۔ اب تک طبع نہ ہو سکا۔ طبع کرانے کی کوششیں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔

Marfat.com

مولانا محمد علی مونگیری

آپ کی کنیت ابو احمد تھی۔ کانپوری مشہور ہوئے۔ لیکن دراصل صوبہ بہار مونگیر ضلع کے باشندے تھے۔ اور اصل خاندان محی الدین ضلع مظفر نگر کا۔ آپ نجیف الطرفین سید ہیں۔ آپ کی والدہ اور والد، دادی، دادا، نانا، نانی سب غوث پاک کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے:

(1) سید عبدالعلی	(2) بن سید غوث علی صاحب
(3) بن سید راحت علی صاحب	(4) بن سید امان علی صاحب
(5) بن سید شاہ محمد صاحب	(6) بن سید شاہ محمد عمر صاحب
(7) بن شاہ عاشق محمد صاحب	(8) بن حاجی الحرمین سید محمد
(9) بن شاہ عتیق اللہ صاحب	(10) بن شاہ قطب الدین
(11) بن شاہ ابوبکر چرم پوش	(12) بن شاہ بہاء الحق مخدوم حبیب اللہ ملتان
(13) بن سید حسن	(14) بن سید یوسف
(15) بن سید جمال الحق	(16) بن سید ابراہیم
(17) بن سید راجی احمد	(18) بن سید موسیٰ احمد شبلی
(19) بن سید علی	(20) بن سید محمد

Marfat.com

(21)بن سید حسن ثانی	(22)بن سید ابو صالح
(23)بن سید عبدالرزاق	(24)بن سید عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت مولانا شاہ فضل رحمان گنج مرادآباد رحمۃ اللہ سے بیعت تھے۔جن کی شہرت ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ عرب وعجم تک تھی آپ کو حضرت شاہ صاحب نے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔اور فرمایا تم سے جو شخص مرید ہونے کی خواہش کرے اسے بلالیا کرو۔

آپ کا شمار ندوۃ العلماء کو چلانے اور زندہ رکھنے والوں میں کیا جاتا ہے۔آپ نے ایک عرصہ تک ندوۃ العلماء کی مہتممی کے فرائض انجام دیے۔مولانا کا ہی مرتب کردہ عربی نصاب ندوۃ العلماء مین رائج ہے۔ندوالعلماء کی مہتممی سے قبل آپ مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس ہوئے۔

چودھری مولا بخش مولانا کے اسسٹنبٹ سمجھے جاتے تھے۔وہ مولانا کو انگریزی کتابوں کے ترجمے دیتے تھے۔مناظرہ کرنے اور پادریوں کو لاجواب کرنے کے لیے مولانا نے منشی نذیر احمد نقشہ نویس لکھنوی کو جو بعد میں بھوپال میں مہتمم محکمہ جنگلات بنادیے گئے تھے مقرر کیا تھا۔منشی نذیر احمد بڑے حاضر جواب تھے۔پادری ان کے جوابات سے چکرا جاتے تھے۔

مولانا نے آخر میں ردِّ نصاریٰ کے زمانہ میں رسالہ احمدیہ کا اجراء کرایا تھا۔جس کے ایڈیٹر مولانا احسن باری تھے۔

الزام بغاوت

ندوہ کے بعض سفراء کی وجہ سے مولانا پر حکومت ہند سے باغی ہونے کا الزام لگا۔جس پر مولانا کو مجبور کیا گیا کہ آپ ہجرت فرمائیں۔چنانچہ آپ نے تین سال مکہ میں قیام فرمایا اور مونگیر تشریف لے گئے جبکہ قادیانیت کی ابتداء بہار میں ہوئی تھی۔

Marfat.com

تحریک خلافت

تریک خلافت میں آپ نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ چنانچہ خلاف کمیٹی کا صوبہ بھر میں خانقاہ مونگیر مرکز تھا۔

مولانا ان لوگوں کو جو قومی کاموں میں حصہ لیتے ان کو انتہائی محبت سے دیکھتے تھے اور ان کے کاموں کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ اللہ کا کام کرتے ہیں۔ مولانا نے کانپور میں جس قدر زندگی گزاری وہ سب ردِّ نصاریٰ سے پُر تھی۔ کانپور کا زیادہ زمانہ مولانا نے دلارے کی مسجد میں گزارا۔

مولانا کو سرکاری نوکری سے نفرت تھی۔ سرکاری نوکر ہونا توہین سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ حیدرآباد دکن جب گئے تو عالم شباب تھا آپ کو حافظ عبد الکریم مرحوم جن کو سالار بہادر نے ہندوستان سے بلا کر میر مجلسی ہائی کورٹ دی تھی۔ اس وقت نئے نظام کے لیے منصفوں کی ضرورت تھی۔ ان منصفوں کا تقرر حافظ صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ حافظ صاحب نے مولانا سے اس جگہ فائز ہونے کی درخواست کی اور چار سو روپے تنخواہ پیش کی۔ اور کہا کہ یہ چھوٹا سا عہدہ اس لیے تجویز کیا جاتا ہے کہ آپ تجربہ حاصل کر لیں۔ بعد میں آپ کو ہائی کورٹ کا جج بنا دیا جائے گا۔ آپ نے اس نوکری سے انکار کر دیا۔

Marfat.com

مولانا ابوالمنصور

ناصرالدین آپ کا نام تھا۔ ابوالمنصور کنیت تھی اور آپکا لقب امام المناظر تھا۔ آپکا تعلق قصبہ سدآباد عرف رائے پورا مضاف قنوج کے خاندان سادات سے ہے جس میں پشت ہا پشت سے علم و فضل چلا آتا ہے۔ شجرہ نسب امام جعفر صادقؒ سے ملتا ہے آپ کے جدّ اعلی قاضی سیّد عبدالمغفور مرحوم بزرگان کبار میں سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد محمد علی مرحوم تخلص ناظر بھوپال ریزیڈنسی میں منشی ہونے کے بعد نواب صدّیق علی خان شوؔر والیِ بھوپال کے معتمد اعلیٰ بنے۔

یہ خاندان تمام کا تمام شیعہ ہے لیکن آپکا گھرانہ سنّی ہے۔ انکی خاندانی شاہی عطیات بھی وہاں ہیں۔ ناگپور میں آپکی ولادت 27 رمضان 1237ھ یوم شنبہ ہوئی۔ (دارالحکومت دوئم)

آپ غدر کے ہنگامہ میں عزیزوں سے برگشتہ ہوکر دہلی میں آئے۔ ہنگامہ کی وجہ سے سواری کا انتظام نہ ہوسکا دونوں بچّے ناصر علی نصرت علی اور خود میاں بیوی (مولانا منصور علی اور انکی گھر والی) نے پیدل سفر کیا۔ جب ہنگامہ ختم ہوا شہر میں امن امان قائم ہوا۔ تو مولنا نے میر مداری کی گلی میں ایک مختصر سے مکان کرایہ پر لے لیا اور وہی رہنے سہنے لگے۔ اوائل میں تنگی وترشی سے بسر ہوئی کچھ عرصے کے بعد حالات موافق ہوگئے۔

Marfat.com

تعلیم

آپ اپنے والد ماجد مولٰنا سید محمد علی صاحب وجد بزرگوار مولانا سید فاروق علی صاحب نا گپوری سے فخر تلمذ رکھتے تھے۔ آپ حضرت مولنا شاہ رحیم صاحب نقشبندی سجادہ نشین حضرت شاہ علی صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ مولوی محمد مہندی نزیل کانپور کی دختر سے آپکی شادی ہوئی۔

آپنے انجیل کی تعلیم پادری جے ایل مسکاٹ مفسر انجیل رومن کیرکٹر سے حاصل کی۔ اور پانچ چھ برس سے انکی صحبت میں رہکر عیسائیوں کے گُروں سے واقف ہوئے۔ چنانچہ 1864ء میں پادری مسکاٹ موصوف نے آپکو انجیل کی تعلیم حاصل کرنے کی تحریری سند دی۔ فارسی، عربی جاننے کے علاوہ ہندی سے بھی واقف تھے۔ کسی قدر انگریزی اور کیرکٹر لکھ پڑھ سکتے تھے۔

آپ 1865ء میں الٰہ باد میں رہے۔ وہاں پادریوں سے مقابلہ کیا۔ خاص طور پر ڈیوڈ سے الٰہ باد میں مناظرہ دوروز کی مسلسل بحث نے پادری کو مسکت کر دیا تھا۔ جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔

مولانا موصوف ان لوگوں پر زیادہ توجہ دیتے تھے جو اسلام سے مرتد ہوکر دین مسیح اختیار کر لیتے تھے۔ آپکی کاوش کا ثمرہ تھا کہ مرتدین اپنی غلطی ہر نادم ہوتے تھے اور مسلمان ہونے کا شرف حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ مولوی مراد علی عیسائی واعظ اور دلاور خان جو معہ زن و فرزند مشن فتح گڑھ میں عیسائی ہوئے تھے جو ایک عرصہ تک پادریوں کی تربیت میں رہا تھا اور مشن کے کاموں انتہائی مصروف و منہمک رہتا تھا۔ نیز فضل علی آپکی کوششوں سے نصرانیوں کے پھندے سے نکل کر مسلمان ہوا۔

دارالامامت کا قیام

ردِّ نصاریٰ کے سلسلہ میں مولانا نے واعظین کی اصلاح و درستگی اور طریقہ مناظرہ سکھانے کے لئے دارالامامت قائم کیا تھا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ ردِّ نصاریٰ کے لئے مبلغین و ناظر تیار کئے جائیں۔ تاکہ چالاک پادریوں کے داؤں پینچ میں نہ آئیں انکو شکست دینے اور

Marfat.com

مناظرہ کے طور طریقہ سیکھ لیں۔ پوری معلومات کے گنجینے بنجائیں۔ اور ناواقفیت کی بنا پر شرمسار ہونے کی کوفت سے اور اپنے مذہب کی بدنامی سے محفوظ ہو جائیں۔

دارالامامت کی طرف سے اعلان تھا کے کوئی مسلمان واعظ ومناظر اس وقت ردِّ نصاریٰ نہ کرے جب تک وہ دارلامامت سے ردِّ نصاریٰ کی سند حاصل نہ کرلے۔

مستند مناظرین

ان واعظین میں تین طبقے ہوتے تھے۔ اول، دوئم، سوئم، اور انکو درجے کے مطابق خطاب بھی دیا جاتا تھا۔ اس دارالامامت کے امام فن مناظرہ مولانا موصوف ہی تھے۔ جو واعظین کو پڑھا کر انکا امتحان لیکر سند عطا فرماتے تھے۔ دارالامامت کے مستند واعظین حسب ذیل حضرات تھے، مکمل لسٹ حاصل نہیں ہوسکی۔

(1) مولانا قاضی سراج الدین اجھر چلپوری۔ امیر الواعظین طبقہ اول (2) مولانا عبدالمجید دہلوی (3) مولانا سیّد حیدر علی دہلوی طبقہ اوّل (4) مولانا مرزا وجد جالندھری امیر الواعظین طبقہ اوّل (5) مولانا محمد سعادت یار خان بن محمد یار خان امیر الواعظین طبقہ دوئم (6) نیاز اللہ غزنوی رئیس الواعظین طبقہ اوّل (7) حافظ شیخ رحیم الدین بن حافظ خدا بخش رئیس افتخار الواعظین طبقہ اوّل (8) مولانا سید اکرام حسین ابن سیّد حسین کاکوری اشرف الواعظین طبقہ اوّل (9) مولانا سرفراز علی ابن فیاض علی گلاوٹی عمدۃ الواعظین طبقہ اوّل (10) سیّد حامد علی ابن میر بشارت علی افضل الواعظین طبقہ اوّل (11) مولانا عبدالعزیز ابن شیخ نجم الدین عرف جیون بخش اشرف الوعظین طبقہ دوئم (12) مولانا محمد حفظ الزمان ابن عبدالرحمان شاہ جہاں پوری شمس الواعظین طبقہ اوّل (13) مولانا محمد قطب الدین جان بن محمد انور علی خان شاہ جہان پوری ناصر الواعظین طبقہ ثانی (14) مولانا تفضّل حسین ابن شیخ غلام غوث معین الواعظین طبقہ ثانی (15) مولانا محمد حسین ابن محمد بخش دہلوی انیس الواعظین طبقہ ثالث۔ (عین الیقین)

Marfat.com

انجمن اسلامیہ دہلی

نصرانیت کے ہتھکنڈوں سے بچنے کے لیے اور اسلامی احکامات و اصولوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے غیور مسلمانان دہلی نے انجمن اسلامیہ کا قیام کیا تھا۔ اس انجمن کے ماتحت ایک مدرسہ بھی تھا جس کے مدرس مولانا محمد شاہ صاحب تھے انجمن کے صدر محترم حاجی الحرمین قطب الدین صاحب اور سکریٹری خواجہ علی احمد صاحب تھے اور ممبران مولانا الطاف حسین حالیؔ، مولوی الفت حسین، مولانا عبدالمجید، حکیم ظہیرالدین میونسپل کمشنر وغیرہ مقتدر معزز حضرات تھے اور اسی انجمن کے میر مجلس مولانا ابوالمنصور تھے جو ہر ہفتہ انجمن کے پروگرام کے مطابق مختلف عنوانات پر علمی و تبلغی اور رونصاریٰ کے عنوانات پر مضامین پڑھکر مستفید فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا کا مضمون فضیلت دعوتِ اسلام بیحد مقبول و پسند ہوا جو مولانا نے 12/اپریل 1876ء کے اجلاس معقدہ برمکان صدر انجمن موصوف پڑھا تھا۔

شمش العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے مولانا مرحوم سے دیرینہ تعلقات تھے عام طور پر خاندان میں جو شادی ہوتی تھی اسکا دعوت نامہ ڈپٹی صاحب ہی لکھتے تھے۔ چنانچہ غالبًا مولانا ابوالمنصور کے صاحب زادے مولانا ناصر علی کی شادی کا رقعہ ڈپٹی صاحب نے ہی لکھا تھا۔ یہ رقعہ جہاں دلچسپ اور تاریخی ہے وہاں مولانا موصوف کی علمی فضیلت کے لئے برہان قاطع ہے۔ یہ واقعہ بیان کرنے والی ہستی بھی معمولی نہیں ہے۔ حضرت علامہ مولانا راشد الخیری رح ہیں: (ساقی کا ناصری نمبر ستمبر 2، صفحہ:193)

ہمہ دان حامیٔ دین مولوی ابو المنصور	جن کے افضال سے آگاہ ہیں نزدیک و بعید
ان کا دولتکدہ ہے بزم گہہ عقد نکاح	کہ خود جائے مبارک ہے مگر قابل دید
نہ مزامیر نہ باجا نہ سرود اور نہ رقص	اور نہ بدعت کے مراسم ہے نہ کوئی امر جدید
عقد کے دوسرے دن ہوگا ولیمہ کا طعام	جو میسر ہو وہاں نان و نمک و آش و ثرید
آپ اگر لائیں گے تشریف براہِ شفقت	میں یہ سمجھوں گا کہ بے دام لیا مجھ کو خرید

مولانا موصوف حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کے

Marfat.com

نقش قدم پر اپنے عقید تمندوں کو چلنے کی تلقین کرتے تھے۔ بعض مرتبہ گھنٹوں سرحد کے مجاہدانہ کارنامے ہی سناتے تھے۔ اسی جنگی ذہنیت کی وجہ سے روس کے جنگ کے زمانہ میں ہندوستان سے ترکی کی مدد کرنے کے سلسلے میں آپکو سلطان عبدالمجید خان کی طرف سے تمغہ بھی ملا تھا آپنے 1320ء میں انتقال فرمایا اور کلو کے تکیہ میں مدفون ہوئے۔

خانہ تمام افتاب است

مولانا مرجوم کے دو صاحبزادے میر ناصر علی اور مولوی نصرت علی تھے دونوں صاحبزادے باپ کے سچے جانشین تھے علمیت وقابلیت میں یکتائے روزگار اور خاندان کی آن بان تھے بڑے صاحبزادے میر ناصر علی نے اردو کی جو خدمت کی وہ یادگار و تاریخی حشمت کی مالک ہے آپ 1847ء میں پیدا ہوئے دہلی کالج میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد 1867ء نان پارہ ضلع بہرائچ میں مدرس ہو گئے پھر آپ دوسرے محکمہ میں لئے گئے 40 سال ملازم کے بعد پنشن اور سبکدوشی کے بعد پاٹودی ریاست میں دیوان ہو گئے۔ گورنمنٹ نے خان بہادر خطاب دیا بعد میں آپ ادبی خدمت میں منہمک ہو گئے اس سال تیرہویں صدی رسالہ نکالہ گیا، قلم کا زور لیاقت خدمات کا سکہ جمایا آگرہ گئے زمانہ کی روش سے علیحدہ نئے اور انوکھی طرز نگارش کے ساتھ رسالہ ''زمانہ'' کی ضرورت محسوس کرائی۔ پریس کی پریشانی سے تنگ آکر 1888ء میں دو پرچے ناصری افسانہ اپنے خاندانی پریس نصرت المطابع سے جاری کئے۔ 1908ء رسالہ صلائے عام جو عوام محبوب خواص کا ہر دلعزیز بنا مرتے دم تک چلاتے رہے۔ 1933ء میں آپکا انتقال ہوا۔ تو اس ادب کے سرپرست کی یاد میں ادبی دنیا نے ماتم کیا۔ ہر رسالے نے نوحہ خوانی کی، مرثیے لکھے اور مشہور ادبی رسالہ ساقی نے ناصری نمبر نکالا۔ جس میں ملک کے بہترین ادیب مولانا راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی وغیرہ نے اوصاف حمیدہ اور علمی و تاریخی و ادبی خدمات پر روشنی ڈالی۔

دوسرے صاحب زادے مولانا نصرت علی صاحب تھے جن کی ولادت 1282ھ میں ہوئی آپ میر ناصر علی صاحب سے تین برس چھوٹے تھے نصرت علی صاحب کو علوم دینی فقہ و احادیث

Marfat.com

میں یدطولیٰ حاصل تھا۔آپ فارسی، عربی، ترکی، انگریزی مندی کے ماہر تھے۔اس وقت مرحوم کی تصنیف کردہ کتابیں 100 سے زائد ہیں۔علم مناظرہ میں اپنے والد کے سچے خلف تھے۔

جواب اندرونہ بائیبل مروّجہ قدیمہ مصنفہ پادری عبداللہ آتھم اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر اور ضیاء النورین بجواب رسالہ سیرت المسیح مصنفہ پادری ٹھاکرداس جیسے مدلل جامع رسالوں نے عیسائیوں کی دنیا میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔1872ء میں نصرت الاخبار دہلی جس کے دو ضمیمے تھے ایک مہر درخشاں اور دوسرا نصرت الاسلام، یہ تینوں اخبار مرحوم کے ذاتی پریس نصرت المطابع میں شائع ہوتے تھے۔اس زمانہ میں نور افشاں نامی عیسائیوں کا اخبار شائع ہوتا تھا۔جس میں اسلام پر اعتراضات کئے جاتے تھے۔جواب میں مولوی نصرت صاحب مرحوم نے مہر درخشاں شائع کیا۔بعد میں نصرت الاسلام کے بجائے ناصر الاسلام نکلنا شروع ہوا جو پندرہ سال تک شائع ہوتا رہا آپنے نومبر 1932ء میں ریاست اجے گڑھ میں انتقال فرمایا۔

انتقال

1320ھ بعمر 80 سال مولانا ابو المنصور اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔آپنے اپنی معرکتہ الآرا، عیسائیوں کے قصر شاہی میں لرزہ پہنچانے والی حسب ذیل تصانیف چھوڑیں افسوس انکے طبع ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔قوم اور ملک کی بدنصیبی ذوق بدل چلے۔قابلیت کے معیار کچھ اور ہو گئے۔دیمک اور بے توجہی ان کو ناپید و نایاب کر چکی ہے۔

تصنیفات

(1) میزان المیزان: یہ کتاب پادری میزان الحق کا جواب ہے۔نصرۃ المطابع دہلی میں 1276ء میں جو 160 صفحات، بڑی تقطیع پر مشتمل ہے چھپی ہے۔

(2) مصباح الابرار: یہ رسالہ پادری فنڈر کے مفتاح الاسرار کا جواب ہے 1876ء میں نصرت المطابع میں 64 صفحات بڑی تقطیع پر طبع ہوئی۔

(3) لحن داؤدی: پادری عماد الدین کی کتاب نغمہ طنبوریہ کے رسالہ کا یہ رسالہ 32 صفحے کا جواب ہے۔جو مطبع میو میں بلا قید اس کے اہتمام سے 1289ھ میں چھپا۔

Marfat.com

(4) عقوبت الضالین: یہ رسالہ ہدایت المسلمین مؤلفہ پادری عماد الدین کا جواب 1294ھ میں دوبارہ 176 صفحوں پر نصرت المطابع دہلی میں چھپا۔

(5) رقیمۃ الواد: یہ رسالہ منشی صدر علی صاحب کے نیاز نامہ کا مختصر جواب ہے 1897ھ میں تیسری مرتبہ 67 صفحوں میں نصرت المطابع دہلی میں چھپا۔

(6) استیصال مسیح الدجال: یہ جواب رسالہ مسیح الدجال مؤلفہ رام چندر پادری کا 1291ھ میں 67 صفحوں میں نصرت المطابع دہلی میں چھپا۔

(7) افحام الخصام: یہ رسالہ جان راجرس صاحب کے رسالہ تفتیش الاسلام کا جواب ہے 1293ھ میں 128 صفحات پر نصرت پریس میں بڑی تقطیع پر طبع ہوا۔

(8) تصحیح التاویل: یہ 44 صفحوں کا رسالہ مکاشفات مصنفہ پادری رجب عماد الدین کا جواب ہے جو نصرت المطابع دہلی میں چھپا ہے۔

(9) العام عام: یہ رسالہ آئندا اسلام مؤلفہ پادری رجب علی کا جواب ہے۔ اس میں عیسائیوں کی تمام برائیوں کا بیان ہے۔ 1290ء میں 44 صفحوں میں مطبع فاروقی دہلی میں طبع ہوا۔

(10) اعزاز قرآن: یہ رسالہ ماسٹر رام چندر عیسائی کے اعجاز قرآن کا جواب ہے۔

(11) سبیل نجات: یہ رسالہ پادری فانڈر کے طریق الحیات کا جواب ہے۔

(12) حرزِ جان: یہ مسٹر عبداللہ آتھم کے رسالے اصلیت قرآن کا جواب ہے 1876ء میں 20 صفحہ پر نصرت پریس دہلی میں چھپا۔

(13) لیس التقسیس: یہ رسالہ جواب بزرسالہ اصل وافزائش ودزوال دین محمدی کا۔

(14) نوید جاوید: عمدہ ومبسوط تصنیف 636 صفحوں پر 1296ھ میں نصرت المطابع میں طبع ہوئی

(15) دولت فاروقی: یہ کتاب بیت المقدس اور سابقین کی تاریخ ہے۔

(16) تنقح البیان: بجواب تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان صاحب 228 صفحات نصرت پریس میں 1297ھ میں چھپی۔

(17) نوید جاوید

Marfat.com

حضرت مولانا سید امیر حمزہ علیہ الرحمہ

مولوی سیّد امیر حمزہ سیّد امیر علی شاہ کے فرزند تھے۔ دہلی میں محلّہ چوڑیوالان میں جہاں مولانا شرف الحق، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا عبدالاحد جیسے مشہور علماء کا مرکز تھا۔ آپ مقیم تھے۔ آپ شاہ امداللہ مہاجر مکی مدنی کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ نے مولانا عبدالحلیم لکھنوی سے بعض کتب پڑھیں عربی کی ابتدائی کتب کے پڑھنے کے بارے میں مولانا عبدالحمید خلف مولانا الحلیم بحرالعلوم فرماتے ہیں:

کہ آپ 1300ھ میں لکھنؤ تشریف لائے۔ فقیر سے دو سبق کافیہ کے بشرکت مولوی شمس الدین کرسوی اور مولوی عزت حسین نیوتنوی سے پڑھے اور کچھ نحو یہ سنائی جب راقم بلاء ناگہانی یعنی صدمہ وفات محبوب سبحانی والد ماجد قدس سرہٗ میں مبتلا ہوا تو انہوں نے کافیہ قال واقوال قطبی مبتدی وغیرہ مولوی عبدالحئ بنگالی سے اور شرح ملا وشرح وقایہ وغیرہ مولوی نظام احمد سے اور نورالانور اور مختصر المعانی وموطا امام محمد وغیرہ پڑھیں۔ ان کتب کے پڑھنے کے بعد آپ یہاں سے روانہ ہوگئے انکے ذکی متین مہذب عابد زاہد، متشرع متصوف، سلیم الطبع، مربع الفہم ہونے کوئی شک نہیں (روضۃ الضیغم فی خوارق مولانا عبدالحلیم مرحوم 30)

آپ عربی وفارسی کے منتہی اور انگریزی دان ہونے کے علاوہ زہد وتقویٰ اور شرافت خاندانی کے اعتبار سے آپکا شمار مشاہیر دہلی میں کیا جاتا تھا۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ آپکا کلام درد بھرا، تاثیر سے پُر، اور تصوف میں ڈوبا ہوا تھا۔ جو لوگوں کی زبانوں پر چڑھا ہوا تھا کچھ عرصہ آپنے فرنگی محل میں درس تدریس کا سلسلہ بحیثیت ملازم کے قیام کیا۔ اسکے کچھ دنوں بعد ہندو کالج میں پروفیسر رہے۔ مگر ازل سے ایک آزاد طبیعت کے مالک تھے بھلا نوکری کی قید کب برداشت کرتے گھر بیٹھے درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ بہت سے عالم آپ کے شاگرد ہیں جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے سخاوت کا لپکا تھا ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹکتا تھا ادھر ملا ادھر دیا۔ اپنے آپ تکلیف اٹھاتے مگر سائل کا سوال رد نہ کرتے مختصر یہ کہ باخدا بزرگ تھے۔ 48 سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (دارالحکومت دہلی 189)

Marfat.com

حضرت العلامہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب

مولانا قاسم نانوتوی کا تاریخی نام خورشید حسن ہے۔آپ شعبان یا رمضان 1248ھ میں پیدا ہوئے آپکے دوست مولانا محمد یعقوب (مصنف سوانح عمری مولانا محمد قاسم) فرماتے ہیں۔مولانا صاحب کے سن پیدائش مجھ کو نام سے معلوم تھا اور مہینہ بھی یاد نہیں تھا ربیع الثانی یا جمادی الثانی ذہن میں تھا جن حضرات سے سمجھا تھا ان سے معلوم ہو جائے گا وہ بھی ناواقف نکلے ایک صاحب نے پندرہ شعبان کہا مگر اعتبار نہیں آیا۔ایک نے 19 رمضان اور ایک صاحب نے 27 محرم تاریخ ولادت فرمائی یہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوا۔

مولانا کے والد ماجد شیخ اسد صاحب مروت واخلاق کنبہ پرور در مہمان نوازی پرہیز گار بزرگ تھے۔تمام عمر کھیتی میں بسر ہوئی۔شاہنامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں تھیں زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ذاکر شاغل تھے۔درویشوں کی خدمت کرتے تھے۔تعبیر خواب میں یوسفِ ثانی تھے۔اور بہت صحیح تعبیر بتانے میں مشہور تھے (سوانح عمری مولانا قاسم)

مولانا کا نسب نامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔اس طرح محمد قاسم ابن اسد علی بن غلام شاہ بن علاؤالدین بن محمد بن مفتی بن عبدالسمیع ابن مولوی محمد ہاشم (تذکرہ علماء ہند فارسی)

مولانا محمد ہاشم شاہجہاں کے عہد میں مقرب بادشاہی ہوئے۔اور نانوتہ میں مکانات کے مالک تھے اور چند دیہات آپکی جاگیر میں تھے۔مولانا کے اور کوئی بھائی نہ تھا اور چار پشت مولانا متفرد ہوئے۔مولانا لڑکپن سے ذہین طباع جفاکش بلند ہمت اور چست تھے مکتب میں اپنے سب ساتھیوں سے ہمیشہ آگے رہے تھے۔نظم کا شوق تھا۔بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے۔بچپنے میں کتابوں کی جز بندی وجلد سازی سیکھی۔اپنی کتابوں کی جلد خود باندھ لیتے تھے۔مولانا نے تعلیم دیوبند میں حاصل کی۔مولوی مہتاب علی سے عربی شروع کی۔کچھ عرصہ کے بعد 1260ھ میں دہلی پہنچے۔یہاں مولانا مملوک علی سے کافیہ پڑھی۔میر زاہد، قاضی، صدر شمس بازغہ ان کو حفظ یاد تھی۔حدیث شاہ عبدالغنی صاحب سے پڑھی۔اس کے بعد حضرت حاجی امداد

Marfat.com

اللہ سے بیعت ہوئے (تذکرہ علماء ہند) اور خود اقلیدس کے مقالے مطالعہ کئے۔ اقلیدس میں آپ اپنے ساتھیوں میں اوّل نمبر تھے۔ منشی ذکاء اللہ نے نہایت مشکل سوال کئے۔ اس کا جواب آپ نے فوراً دیا۔ جس کی وجہ سے آپکے حساب کی شہرت ہوئی۔

پہلے آپ نے دہلی کے ایک انگریزی مدرسے میں ملازمت کی۔ اس کے بعد آپنے مطبع احمدی میں تصحیح کتب کا کام لے لیا۔ کچھ دن مولانا کوچہ چیلان میں آرہے۔ پھر چھاپے خانہ میں پھر دارالبقاء میں رہے۔ اس زمانہ میں مولوی صاحب نے بخاری تحشیہ کا کام کیا۔ جس پر لوگوں نے حیرت کی اور قابلیت کا سکہ جم گیا۔

آپ انتہائی سادہ طبیعت رکھتے تھے۔ اور انتہائی انکساری اور عجز کے طور پر زندگی گذار نے کے عادی تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملانا کوئی بھی نہ جانتا۔ مسئلہ بتانے اور امامت کرنے سے گریز فرماتے تھے۔ وعظ بھی بمشکل تمام کہتے۔ مولانا مظفر حسین مرحوم کاندھلوی نے مجبور کیا ورنہ اس سے انکار تھا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب آپ کی علمیت کی انتہائی قدر کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ایسے لوگ کبھی سابقہ زمانہ میں پیدا ہوتے تھے اب مدتوں سے پیدا نہیں ہوئے۔ (سوانح عمری مولانا قاسم)

آپ کو دنیاداری سے خاص تعلق نہ تھا۔ آپ کے والد اسد علی نے جب شادی کے لیے کہا تو آپ نے انکار فرمایا۔ معاملہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ کے پاس پہنچا۔ ان کے حکم پر انکار ناممکن تھا۔ شادی ہوئی تو آپ نے پانچ روپے کی تصحیح کی خدمت مذکورہ پریس میں قبول کر لی۔ اور درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری کیا۔ مثنوی مولانا روم پڑھانی شروع کی تو بہت سے دلوں کو بدل کر رکھ دیا۔

آپ کو اسی زمانہ میں غدر دیکھنا نصیب ہوا۔ گولیاں کھائیں اور بچے اور حملہ آوروں سے مقابلہ کیا۔ دشمنوں نے اس جرأت و بہادری سے جل کر سرکار سے مخبری کر دی کہ آپ تھانہ بھون کی بغاوت میں شریک تھے۔ آپ کو اس الزام میں گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ تو پولیس نے منہ

Marfat.com

کی کھائی۔ اور مولانا کشتیوں کی راہ پنجاب سے ہو کر سندھ کی طرف سے ہوتے ہوئے کراچی سے جہاز میں بیٹھ گئے۔ اور جمادی الثانی 1277ھ کو سوار ہو کر آخری ذیقعدہ میں مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مدینہ جا کر ربیع الاول کے آخر میں بمبئی آ گئے۔ جمادی الثانی تک وطن پہنچے۔ دوبارہ حج مولانا نے 1285ھ میں کیا۔

غدر کی فضا درست ہوئی۔ منشی علی نے میرٹھ میں کارخانہ کھولا۔ مولانا کو اس میں دوبارہ ملازم رکھ لیا۔ اسی زمانہ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی۔

ہندوستان سے حاجی صاحب نے ہجرت فرمائی تو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تحریک (وہابی) کی ذمہ داری مولانا محمد قاسم کو عنایت فرمائی۔

1885ء کا پُر آشوب زمانہ مولانا شاہ عبدالعزیز کے انقلابی ساتھی عالموں کو لمبی لمبی سزائیں دے کر حکومت کالے پانی بھیج رہی تھی۔ اب جنگ کی تیاری کرنا میدان میں مقابلہ کرنا مشکل بن گیا تھا۔ چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی اسکیم کے مطابق مولانا قاسم نے دیوبند جیسی معمولی جگہ پر ایک مذہبی مدرسہ 1876ء میں قائم کیا۔ اس مدرسہ کو قائم کرنے میں حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا جو غدر میں حصہ لینے کے جرم میں پھانسی پر چڑھنے سے بچے بہت بڑا حصہ تھا۔ ان کے علاوہ مہتاب علی اور ان کے ساتھی مولانا ذوالفقار علی مولوی فضل الرحمٰن حاجی محمد عابد نے اس کام میں پوری مدد کی۔ مولانا قاسم صاحب نہ جب یہ مدرسہ قائم کیا تب نہ ان کے پاس پیسہ تھا اور نہ کوئی سرمایہ دار مددگار ہی تھا۔ عام لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ ان لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے خوف زدہ ہوتے تھے۔ مدد کون کرتا۔ مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم مولانا محمود الحسن تھے۔

شروع میں درختوں کے زیر سایہ پڑھائی شروع ہوئی اس وقت یہ کون جانتا تھا کہ یہ دو چار لڑکے ایک بوڑھے مولوی کے آگے بیٹھے ہوئے ہل ہل کر کلام پاک پڑھ رہے ہیں اور یہ مدرسہ جس میں دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے ایک چھت تک نہیں ہے۔ چند برسوں کے بعد ملک کی آزادی کے سپاہیوں کی ایک خاص چھاؤنی اور نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے

Marfat.com

اسلامی مدرسوں میں ایک خاص مدرسہ بن جائے گا۔

شروع زمانہ میں مولانا قاسم اوران کے ساتھیوں کے خلاف کافی غلط فہمیاں پیدا کیں۔ انگریزی سلطنت تو ایک عرصہ سے ان کو وہابی سمجھتی تھی۔اس کے ساتھ انگریزی حکومت کے ہندوستانی ٹوڈی ان کو رجعت پسند، لکیر کے فقیر اور ملک وقوم کا دشمن انگریزوں کی سلطنت کا باغی قرار دیتے تھے۔لیکن مولانا اس پروپیگنڈہ سے بالکل متاثر نہیں ہوئے۔خاموشی کے ساتھ انہوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ مدرسہ ترقی کرنے لگا۔تمام ہندوستان اور بیرون ہندوستان سے بہت بڑی تعداد میں طالب علم آنے لگے تو اب سرمایہ داروں نے اس میں حصہ لینا شروع کیا اور مولانا قاسم کو مشورہ دیا کہ اب مدرسہ کے لیے سرکاری امداد کی بھی کوشش کی جائے تا کہ مدرسہ کی مالی حالت مضبوط بنا دی جائے۔مولانا قاسم اس چالاکی کو بھانپ گئے۔ وہ کسی کو مدرسہ کے کاموں سے روک نہیں سکتے تھے۔لیکن انہوں نے چونکہ اپنے اصولوں کی تبلیغ بھی کرنی تھی صرف اس کو بچوں کے پڑھنے کا مدرسہ نہیں بنانا تھا۔اس لیے انہوں نے مدرسہ کے قواعد ترتیب دیے جو ان کے انقلابی خیالات کے ترجمان تھے:

(1) آزادی ضمیر کے ساتھ موقع پر کلمۃ الحق کا اعلان کرنا۔کوئی سنہری تمغوں اور مربیانہ دباؤ یا سرپرستانہ مراعات سے دی ہوئی رعایتیں اس میں حائل نہ ہوں۔

(2) اس کا تعلق عام مسلمانوں کے ساتھ زائد سے زائد ہو کہ یہ تعلق خود بخود مسلمانوں میں ایک نظم پیدا کر دے جو ان کو اسلام اور مسلمانوں کی شان پر قائم رکھنے میں معین ہو۔اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی سبیل یقینی نہیں تب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا۔اگر کوئی آمدنی یقینی ایسی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجاء جو سرمایہ رجوع الی اللہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا اور کارکنوں میں نزع پیدا ہو جائے گا۔القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ ہے۔

(3) سرکار کی شرکت وامراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔تا معذور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب بابرکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندے سے امور ناموری نہ ہو۔

Marfat.com

جس کی نیت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔ مولانا قاسم نے عمر کے آخری حصہ تک مدرسہ کو کامیاب کرنے کے لیے کوشش کی۔

1292ھ میں بمقام چاندپور ضلع شاہجہانپور میں میلہ خدا شناسی میں عیسائیوں سے مناظرہ ہوا۔ مناظروں کے باب میں اس مناظرہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ (تذکرہ علماء ہند فارسی)

1294ھ میں ہندوستان سے ایک قافلہ تقریباً 30 علماء کرام زیارت بیت اللہ روانہ ہوا چونکہ اس کی قیادت مولانا رشید احمد گنگوہی فرما رہے تھے۔ مولانا قاسم بھی تیسرے حج کے لیے تیار ہو گئے اس لیے کہ مولانا گنگوہی کی ہمراہی کی سعادت حاصل ہوگئی۔ واپسی پر جہاز میں آسائش نہ ملنے سے بخار ہو گیا۔ دوا نہ ہونے اور جگہ کی قلت کی وجہ سے جہاز میں اموات کی روزانہ وارداتیں ہونے لگیں ایک دن آپ کی حالت بھی ایسی غیر ہوئی کہ تمام حضرات نے سمجھا بس اب چل بسیں گے۔ ڈاکٹر کی وجہ سے وقتی طور پر حالت درست ہوگئی۔ لیکن کھانسی ٹھہر گئی جس سے کبھی کبھی سانس کا دورہ ہونا شروع ہو گیا۔ غرض اسی مرض نے دو تین سال میں جان لے لی۔ چنانچہ 4/ جمادی الاول 1297ھ میں جمعرات کے دن بعد نماز ظہر اچانک دم آخر ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تاریخ وفات بہت سے لوگوں نے لکھی مولانا یعقوب نے کہی کیا چراغ گل ہوا۔ مولوی فضل الرحمٰن دیوبندی نے وفات سرور عالم کا نمونہ ہے۔ تاریخ کہی۔ سب سے زیادہ جو تاریخ پسند کی گئی وہ عبدالرحمٰن خان صاحب مالک مطبع نظامی کانپور کی ہے۔ رضی اللہ عنہما دائما۔ اس کے بعد مولوی یعقوب نے بھی دو نری تاریخ فرمائی۔ مصیبت پر مصیبت آئی۔

اولاد

مولانا قاسم علیہ الرحمہ نے دو صاحبزادے چھوڑے ایک مولانا احمد، اور چھوٹے صاحبزادے محمد ہاشم تین صاحبزادیاں ہیں۔ ایک اکرامن سب سے بڑی ہیں۔ مولانا کی پہلوٹھی کی اولاد یہی ہیں۔ ان کا نکاح پیر جی مولانا عبداللہ سے کیا یہ شاہ عبدالمعالی انبیٹھوی

Marfat.com

کی اولاد ہیں۔ مولوی انصار علی صاحب کے بیٹے ہیں آپ مولانا ہاشم کے شاگرد بھی ہیں۔ ان کی تین لڑکیاں ہیں۔ بڑی لڑکی سے چھوٹی لڑکی رقیہ ہیں ان کا نکاح مولانا صدیق سے ہوا ہے۔ یہ مولانا قاسم کے ماموں مولوی امین الدین صاحب کے نواسے ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحم اللہ علیہ کے خاندان میں سے ہیں۔ تیسری لڑکی عائشہ ہیں۔ (سوانح عمری مولانا قاسم)

تلامذہ

حضرت مولانا قاسم کے ہزاروں علماء شاگرد تھے۔ مشہور حضرت العلامہ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولوی فخر الحسن گنگوہی مولوی احمد حسن امروہی تھے۔

تصانیف

حضرت مولانا قاسم کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں:

(1) مجموعہ رسائل قاسم العلوم (2) مصابیح التراویح (3) آبِ حیات (4) تقریر دلپذیر (5) مباحثہ شاہجہانپور (6) ہدایۃ الشیعہ (7) حجۃ الاسلام (تذکرہ علمائے ہند) (8) اجوبہ اربعین (9) اسرارِ قرآنی (10) لطائف قاسمیہ (11) حق القرع (12) قبلہ نما (13) مباحثہ روڑکی (14) تصفیہ العقائد (15) تحریر الناس (16) لطائف رشیدیہ

حضرت العلامہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم نے مولانا قاسم نانوتوی مغفور کی شان میں جس میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو بھی شامل کیا ہے ایک قصیدہ لکھا ہے۔ اس کے اقتباسی شعر یہ ہیں جس میں ان بزرگان دین کی باہمی محبت وعقیدت کا حال ظاہر ہوتا ہے:

جب ہوئی رحمت باری سوئے مرسل منزل — اہلِ علم کے لیے احمد و قرآں دونوں
رحمت حق کے لیے ہیں گے یہ اصل اصول — اور ہدایت کے لیے بھی ارکان دونوں
ہاں نہ ہو سائق و قائد خورشید و قاسم ہم کو — کیونکر ملے رحمتِ رحماں دونوں

Marfat.com

کون سمجھائے ہمیں مطلب اللہ و رسول　　کون سکھلائے ہمیں سنتِ قرآں دونوں
کون بتلائے ہمیں علم و عمل کی باتیں　　کون دکھلائے رہ شبلی و نعماں دونوں
عارفِ قاسمِ ضراب رشیدِ مرشد　　قبلہ دیں ہیں اور کعبۂ ایماں دونوں
خسر و علمِ و عمل بادشہِ اہلِ طریق　　مسندِ فقر کے قیصر و خاقاں دونوں
فخر دین حجۃ الاسلام محی السنۃ　　معدنِ علم و حکم ثانیِ لقماں دونوں
باغ امداد الٰہی کے ہیں وہ سروِ رواں　　شمع ہیں نور محمدؐ کے درخشاں دونوں
میں نہ تفصیل کا قائل نہ مساوات کا حامل　　مجھ سے گمرہ کی ہدایت کہ ہیں یکساں دونوں
میرے بادی میرے مرشد میرے ماوا ملجا　　میرے آقا میرے مولا میرے سلطاں دونوں
بیکسوں پر شفیق اور غلاموں پہ فدا　　عام ہیں سب کے لیے رحمتِ رحمانِ دونوں
بحرِ ذخار ہیں لیکن نہیں ساحل کا پتہ　　ابرِ رحمت ہیں مگر گوہرِ افشاں دونوں
عاقبت ان کے محبوں کی ہو یارِ محمود　　اور مخالف کو سدا ذلت و خسراں دونوں

ان اشعار کا اقتباس ان قصیدوں سے لیا گیا ہے جو ایک رسالہ مولانا شرف الحق مرحوم نے بیس صفحات میں چھپوایا تھا۔ اس میں حسب ذیل قصیدے ہیں:

چھ قصیدے مولانا سید حمزہ صاحب نے شاہ حاجی امداد اللہ کی شان میں لکھے تھے۔

مولانا موصوف نے آخر میں ایک قصیدہ 96 اسعار کا مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم کی تعریف میں قلمبند کیا ہے۔

ایک مولانا محمود الحسن اور مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی نے دوسرا قصیدہ دو حضرات مولانا قاسم اور مولانا رشید احمد گنگوہی کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔

Marfat.com

سرسیّد احمد خاں

سید احمد خاں 5/ذی الحجہ 1232ھ 17/اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے وہ باپ کی طرف سے حسینی سید تھے ان کا سلسلہ نسب 36 واسطوں سے آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ شجرہ نسب مندرجہ خطبات احمدیہ سے پایا جاتا ہے۔ ان کے سلسلہ نسب میں سب سے آخر امام تقی بن موسیٰ رضا علیہ السلام ہیں۔ اور اسی لیے وہ اپنے تئیں تقوی سید کہتے تھے۔

میر ہادی جو کہ سرسید کے دادا تھے ان کو عزیز الدین عالمگیر ثانی نے سن 2 جلوس مطابق 1168ھ میں خطاب جواد علی خاں اور منصب ہزاری ذات پانصد سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور ان کے بھائی سید مہدی کو بھی وہی منصب اور خیاد علی خاں کا خطاب ملا تھا۔

ان کی ننہال خواجہ میر درد کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ انہوں نے بسم اللہ ہونے کے بعد ایک عورت سے سارا قرآن ناظرہ پڑھا۔ قرآن پڑھنے کے بعد وہ باہر مکتب میں پڑھنے لگے۔ مولوی حمید الدین ایک ذی علم اور بزرگ آدمی ان کے نانا کے ہاں نوکر تھے جنہوں نے ان کے ماموں کو پڑھایا تھا۔ ان سے معمولی کتابیں کریما، خالق باری، آمد نامہ وغیرہ پڑھیں۔ جب مولوی حمید الدین کا انتقال ہو گیا تو اور لوگ پڑھانے پر نوکر ہوتے رہے۔ انہوں نے فارسی میں گلستاں اور ایسی ہی ایک آدھ کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی۔ پھر عربی پڑھنی شروع کی۔ عربی میں شرح ملا، شرح تہذیب، مبتدی، مختصر معانی اور مطول من انا قلت تک پڑھی۔ مگر طالب علموں کی طرح نہیں بلکہ نہایت بے پروائی اور کم توجہی کے ساتھ اس کے بعد ان کو اپنے خاندانی علم ریاضی پڑھنے کا شوق ہوا جس میں ان کے ننہال کے لوگ دہلی میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے ماموں نواب زین العابدین خاں سے حساب کی معمولی درسی کتابیں، تحریر اقلیدس کے چند مقالے ہئیات میں شرح چغمنی تک اور ایک آدھ رسالہ متوسطات کا (جو مجسطی سے پہلے پڑھائے جاتے تھے) پڑھا۔ مگر تمام رسالے متوسطات کے نہیں پڑھے اور نہ مجسطی کے پڑھنے کی نوبت پہنچی کیونکہ آلات رسد کا زیادہ شوق ہو گیا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ آلات رسد جندی اور چند رسالے مثل اعمال کرہ، اعمال اضطرلاب وغیرہ اپنے ماموں سے پڑھیں اسی زمانہ میں طب پڑھنے کا شوق ہوا۔ حکیم غلام حیدر خاں سے جو ایک خاندانی حکیم تھے طب کی ابتدائی کتابیں مثل قانونچہ اور موجز وغیرہ پڑھنے کے بعد معلجات سدیدی شرح اسباب اور نفیسی امراض عین تک پڑھی۔ اور چند ماہ تک ان کے پاس مطب بھی کیا۔ پھر پڑھنا چھوڑ دیا۔ جب انہوں نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ ان کی عمر اس وقت تک اٹھارہ انیس برس کی تھی۔ اس کے بعد مطالعہ کتب کیا۔ اور دہلی میں جو اہل علم فارسی دانی میں نام آور تھے جیسے صہبائی غالبؔ اور آرزدہ وغیرہ ان سے ملے اور علمی مجلسوں میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ 1848ء میں جبکہ فتح پور سیکری سے بدل کر دلّی منصفی پر آئے اس وقت انہوں نے کسی قدر تحصیل علم میں ترقی کی۔

سرسید کا عنوان شباب نہایت زندہ دل اور رنگین صحبتوں میں گزرا تھا۔ وہ راگ رنگ کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ باغون کی سیر کے لیے دوستوں کے ساتھ جاتے تھے۔ اور وہاں راگ رنگ اور عورتوں کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ہولی کے جلسوں، پھول والوں کی سیروں میں جاتے تھے۔ خود ان کے ہاں خواجہ فرید کی قبر پر 64 کھمبے میں جو بسنت کا میلا ہوتا تھا اس میں وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ منتظم و مہتمم ہوتے تھے۔

اس زمانہ میں خواجہ محمد اشرف ایک بڑے ولی تھے۔ ان کے گھر پر بسنت کا جلسہ ہوتا تھا شہر کے خواص وہاں بدعو ہوتے تھے۔ نامی نامی طوائف زرد لباس پہن کر وہاں آتی تھیں مکان میں بھی زرد فرش ہوتا تھا۔ دالان کے سامنے ایک چبوترہ تھا اس میں جھڑاں زرد پھول کھلے ہوئے ہوتے تھے اور طوائف باری باری بیٹھ کر گاتی تھیں۔ بقول مولانا حالی سرسید کہتے تھے میں ہمیشہ وہاں جاتا تھا اور اس جلسہ میں شریک ہوتا تھا۔

سرسید جیسے بڑھاپے میں بذلہ سنج تھے جوانی میں اس بھی زیادہ ظرافت اور حاضر جوابی ان کی طبیعت میں تھی۔ دلی میں ایک مشہور طوائف شیریں جان نامی نہایت حسین تھی۔ مگر سنا ہے کہ اس کی ماں بھدی اور سانولے رنگ کی تھی۔ ایک مجلس میں وہ اپنی ماں کے ساتھ مجرے

Marfat.com

کے لیے آئی تھی سرسید بھی موجود تھے۔اور وہیں ان کے ایک قندھاری دوست بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس کی ماں کو دیکھ کر بولے مادرش بسیار تلخ است۔سرسید نے یہ مصرعہ پڑھا گرچہ تلخ است لیکن برِ شیریں وارد۔

نوکری

1838ء جبکہ سرسید کے والد نے انتقال کیا ہے ان کی عمر 22 سال کی تھی۔قلعہ سے ان کے والد کی کئی جگہ سے تنخواہ تھی۔چونکہ ان کے والد اور راجہ سوہن لال میں ان بن تھی اور ان کی زندگی میں ہی تنخواہ میں کانٹ چھانس ہونے لگی اب انتقال کے بعد قلعہ کی آمدنی سے صرف قدر قلیل تو سرسید کی والدہ کے نام جاری رہا باقی سب تنخواہیں بند ہوگئیں۔اور چند ملکیتیں جو معافی کی تھیں وہ بہ سبب حین حیات ہونے کے ضبط ہوگئیں۔اس لیے سرسید کو نوکری کا خیال پیدا ہوا۔ ان کے خالو مولوی خلیل اللہ اس وقت دہلی میں صدر امین تھے۔انہوں نے اپنی کچہری میں کام کی اجازت دیدی۔چند مہینہ کے بعد فوجداری کے خفیف مقدمات کے لیے سررشتہ دار مقرر کر دیا۔سرسید کو اس کام پر کچھ بہت دن نہ گزرے تھے کہ مسٹر رابرٹ دتی میں جج ہو کر آئے ان سے پہلے سے شناسائی تھی جب دہلی سے آگرہ میں کچہری کے دفتر میں گئے تو وہاں نائب منشی پر مامور کر دیا۔24 دسمبر 1841ء کو وہ مین پوری کے مصنف مقرر ہوئے۔اس زمانہ میں سرسید نے جلاء القلوب بذکر المعیوب 1258ھ میں تحفہ حسن اور تسہیل فی جر الثقیل رسالے 1844ء میں طبع کرائے۔

اسی زمانہ میں بہادر شاہ نے سرسید کو ان کا موروثی خطاب عنایت کیا۔1842ء میں حکیم احسن اللہ خان نے ان کا خطاب جوادالدولہ لکھ کر پیش کیا تو بادشاہ نے اپنی طرف سے عارف جنگ کا لفظ اضافہ کر کے جوادالدولہ احمد خان عارف جنگ کا خطاب سرسید کو عنایت فرمایا۔

سرسید کی تنخواہ صرف سو روپے تھی خاندان کا لمبا خرچ تھا اس خیال سے سید الاخبار جو ان کے بھائی کا تھا اس کو ترقی دینی چاہی کہ تنگی رفع ہو اور اسی کے ساتھ آثار الصنادید شروع کی۔جو ڈیڑھ برس کے اندر چھپ کر تیار ہوگئی۔اس زمانہ میں مسٹر رابرٹس کلکٹر و مجسٹریٹ شاہجہاں آباد

Marfat.com

ولایت جارہے تھے وہ ایک نسخہ آثار الصنادید کا ساتھ لے گئے وہاں جا کر اس کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں پیش کیا۔ ممبر سوسائٹی نے اس کو بیحد پسند کیا۔ لیکن فرمائش کی کہ اگر اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جائے تو بہتر ہے۔ یہ ایڈیشن بھی 1854ء میں چھپ کر تیار ہو گیا۔ مگر نہ اس ایڈیشن سے اور نہ پہلے ایڈیشن سے سرسید کو جیسا خیال تھا کچھ فائدہ پہنچا۔ دوسرے ایڈیشن کے تمام نسخے غدر میں تلف ہو گئے۔ 1861 کے زمانہ میں اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کر کے فرانس کے مشہور موسیو گارسان دتاسی نے مشتہر کیا۔ اسی ترجمہ کو دیکھ کر لنڈن کی ایشیاٹک سوسائٹی نے سرسید کو سوسائٹی کا آنریری ممبر مقرر کیا۔

اسی دور میں انہوں نے آثار الصنادید کے علاوہ سات کے قریب رسالے بھی لکھے۔ دہلی سے بجنور تبدیل ہوئے۔ اور تاریخ بجنور تصنیف کی۔ دہلی کے ایام میں ضرور می کام کے علاوہ انہوں نے آئین اکبری کی تصحیح بھی کی تھی۔

بجنور میں سرسید نے سوا دو برس گزارے۔ 10 رمئی 1857ء کو دہلی میں بغاوت ہوئی۔ 12 رکو یہ خبر بجنور میں پہنچ گئی وہاں سرسید اس وقت بیس یورپین اور یورشین عورتوں اور بچوں سمیت تھے۔ سرسید احمد نے اس موقع پر اپنا پہلا فرض یہ قرار دیا کہ جب تک دم میں دم باقی ہے ان بیس جانوں کے بچانے میں جہاں تک ممکن ہو کوشش کی جائے جو واقعات اور مصائب وہاں پیش آئے وہ نہایت دردانگیز ہیں۔ بہر حال یورپین افسروں نے اقرار کیا کہ صرف سرسید ہی کی حسن تدبیر، دانائی اور نیک دلی سے تمام یورپین اور عیسائی مرد اور عورتیں اور بچے صحیح وسالم وہاں سے نکال کر روڑکی میں بھیجے گئے۔

غدر میں سرسید نے حکومت کی کافی خدمت کی جس کے صلے میں گورنمنٹ نے خود ایک خلعت قیمتی ایک ہزار روپیہ اور دو سو روپیہ ماہوار کی پولیٹکل پنشن دو نسلوں تک مقرر کی۔

اپریل 1885ء میں وہ بجنور سے صدر الصدوری کے عہدہ پر ترقی کر کے مراد آباد گئے۔ وہاں انہوں نے تاریخ سرکشی بجنور لکھی۔ واقعات بیان کرنے میں مذہبی یا قومی تعصّبات کو دخل نہیں دیا۔ اس کے بعد سید صاحب نے ایک فارسی مدرسہ 1859ء میں مراد آباد کے اندر قائم

Marfat.com

کیا۔ یہیں سرسید نے تاریخی رسالہ اسباب بغاوت ہندوستان لکھا۔ اس کے بعد رسائل موسوم بہ ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی لکھے۔

اس کتاب کا موضوع یہ قرار دیا تھا کہ اطراف ہندوستان میں جس قدر مسلمانوں نے گورنمنٹ کی خیرخواہیاں اور انگریزوں کی حمایت کے لیے جانبازیاں کی ہیں ان میں سے ہر شخص کا حال مفصل اور مشرح نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کا جائے۔ اور ہر شخص کے متعلق گورنمنٹ، حکام اور افسران کی تمام چٹھیاں اور سرٹیفکٹ بھی بھیجے کہ اس کی سرگزشت کی ذیل میں تفصیل نقل کی جاتی ہے۔ اور جو کچھ ان کی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے جاگیر یا پنشن یا انعام یا خلعت وغیرہ عنایت کیا۔ وہ سب بیان کیا جائے۔ چنانچہ اس میں اپنی خدمات کی تفصیل لکھی اور یہ بھی واضح کیا:

''جن مسلمانوں نے سرکار کی نمک حرامی اور بدخواہی کی میں ان کا طرفدار نہیں ہوں۔ میں ان سے بہت بہت زیادہ ناراض ہوں اور ان کو حد سے زیادہ برا جانتا ہوں۔ کیونکہ یہ ہنگامہ ایسا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کی بموجب عیسائیوں کے ساتھ رہنا چاہیے تھا۔ جو اہلِ کتاب ہمارے مذہبی بھائی ہیں نبیوں پر ایمان لائے ہیں خدا کے دیے ہوئے احکام اور خدا کی دی ہوئی کتاب اپنے پاس رکھتے ہیں جس کا تصدیق کرنا اور جس پر ایمان لانا ہمارا عین ایمان ہے۔ پس اس ہنگامہ میں جہاں عیسائیوں کا خون گرتا وہیں مسلمانوں کا بھی خون گرنا چاہیے تھا۔ پھر جس نے ایسا نہیں کیا اس نے علاوہ نمک حرامی اور گورنمنٹ کی ناشکری کے جو کسی حال میں جائز نہ تھی اپنے مذہب کے برخلاف کیا۔ اس لیے بلاشبہ وہ اس لائق ہیں کہ زیادہ ان سے ناراض ہوا جائے۔ مگر عموماً اخباروں اور بغاوت کی کتابوں میں جو رائے ان کی نسبت چھاپی جاتی ہے اس میں اور میری رائے میں اتنا فرق ہے کہ جو تمہید اور جو درجہ اور جو منشا کہ وہ لوگ ان کی نسبت منسوب کرتے ہیں میں ان کو قبول نہیں کرتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ میں اپنی رائے کو بہت درستی اور انصاف سے کام میں لایا ہوں۔''

Marfat.com

ردِّ نصاریٰ

جب 1857ء سے پہلے دہلی و آگرہ وغیرہ میں مشنریوں کے کاروبار زیادہ پھیلنے لگے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے جابجا مباحثے ہونے لگے اس وقت سرسید کو بھی یہ خیال ہوا تھا کہ اسلام کی حمایت میں مشنریوں کے اعتراضات کے جواب لکھے جائیں۔ چنانچہ غدر سے پہلے بجنور میں انہوں نے کچھ بطور یادداشت کے لکھا بھی تھا اور اپنے بھتیجے سید محمد خاں کو جو اس وقت صغیر سن تھے جو کچھ لکھتے تھے بطور سبق کے پڑھاتے جاتے تھے۔

دفعۃً غدر ہو گیا۔ اور تمام یادداشتیں جاتی رہیں۔ غدر کے بعد جب اطمینان ہوا تو اس خیال نے دوسری صورت میں ظہور کیا۔ مگر ساتھ ہی یہ ذہن میں آیا کہ اس کام کے لیے اول عیسائی مذہب اور بائبل کی حقیقت اور اس کی تاریخ اور جو کچھ بائبل پر موافق مخالف لکھا گیا ہے۔ اس کی واقفیت حاصل کرنی ضروری ہے۔ ان تمام باتوں کی تحقیقات اور تصفیہ کے لیے بہت کچھ سامان درکار تھا اتفاق سے انہیں دنوں میں غدر کے زمانہ کی چڑھی ہوئی تنخواہوں کا اور جو اسباب بجنور میں لٹ گیا تھا اس کے معاوضہ کا بہت سا روپیہ سرسید کو سرکار سے ملا۔ اول اول انہوں نے عیسائی مذہب کی تمام ضروری کتابیں بائبل کی تفسیریں اور لوبی اسٹریں مذہب کی کتابیں خریدیں اور سب لامذہبوں کی کتابیں جو بائبل کے خلاف لکھی گئیں تھیں وہ بھی بہم پہنچائیں۔ ایک انگریز خود ان کو کتابوں کے ضروری مقالات کے ترجمہ کر کے سناتا تھا اور کتب احادیث و تفسیر بہم پہنچنے کے لیے ایک عربی دان عالم کو نوکر رکھا۔ اور بائبل کے متعلق جو عام واقفیت اور اطلاع مذکورہ بالا ذریعوں سے حاصل ہوئی اس کو اول دس مقدموں اور دو قسموں میں بیان کیا۔ اس کے بعد بائبل کی تفسیر لکھنے اور قرآن و حدیث سے اس کی تطبیق کرنے کا ارادہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ اصول اسلام اور اصول اہل کتاب جہاں تک ممکن ہو مطابقت ثابت کی جائے اور جہاں جہاں اختلاف پایا جائے وجہ بیان کی جائے۔ اسلام کی نسبت جو بدگمانیاں عیسائیوں کو ہیں وہ رفع کی جائیں ان کو بائبل اور اس کی تفسیروں وغیرہ کے مطالعہ سے اس بات

Marfat.com

کا یقین ہو گیا تھا کہ بائبل کی تفسیر بالکل حدیث اور قرآن کے مطابق ہو سکتی ہے۔

یہ کام بہت مشکل تھا انہوں نے نہ صرف اس تفسیر کو چھاپنے کے لیے کئی ہزار روپیہ کا پریس روڑکی سے منگوایا۔ اور اردو ٹائپ کے علاوہ عبرانی اور انگریزی ٹائپ کے حروف منگوائے۔ ابھی کام شروع ہونے نہیں پایا تھا کہ ان کی بدلی غازی پور ہو گئی۔ اور تمام سامان اپنے ساتھ غازی پور لے گئے۔ اور وہاں اس کام میں نہایت سرگرمی ساتھ توجہ کے ساتھ مصروف ہوئے۔

غازی پور میں انہوں نے سالم نام ایک یہودی نوکر کو رکھا اور اس سے عبرانی پڑھنی شروع کی۔ غازی پور کے ضلع میں جو مولوی عنایت رسول چریا کوٹی ایک بڑے عالم عربی اور عبرانی کے تھے۔ ان کی اعانت سے سرسید کے ارادے کو بھی اور تقویت ہوئی الغرض عہد عتیق میں سے کتاب پیدائش کے گیارہویں باب تک اور عہد جدید میں سے انجیل متی کے پانچویں باب تک تفسیر اسی التزام کے ساتھ جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا لکھی گئی۔ اور ساتھ چھپتی بھی گئی۔ جو کچھ سرسید لکھتے تھے اس کا ترجمہ انگریزی میں ایک یورپین جس کو سو روپیہ ماہوار تنخواہ دیتے تھے ہر روز دو گھنٹے کرتا تھا۔ وہ ترجمہ بھی اردو کے ساتھ چھپتا تھا۔ ایک کالم میں عبرانی توریت کی عبارت عربی خط میں اور اس کا ترجمہ اور انگریزی ترجمہ اس کے نیچے لکھا جاتا تھا۔ دوسرے کالم میں اسی مضمون کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث اور اس کا ترجمہ اردو اور انگریزی اس کے نیچے لکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد تفسیر لکھی جاتی تھی۔

اس کتاب میں تفسیر شروع کرنے سے پہلے سرسید نے دس مقدمے جن میں اکثر بہت طولانی ہیں بڑی محنت اور تحقیق و تلاش سے لکھے۔ جن میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے نہایت عمدہ اور قیمتی اطلاعیں درج ہیں۔

خطبات احمدیہ

جب سر ولیم مور کی کتاب لائف آف محمد چار جلدوں میں چھپ کر ہندوستان میں پہنچی جس کی نسبت عیسائیوں میں مشہور تھا کہ اس نے اسلام کے استقلا میں تسمہ لگا نہیں

Marfat.com

رکھا۔ اس وقت جو حال سرسید کی بے چینی اور جوش وخروش کا تھا وہ مولانا حالی فرماتے ہیں۔ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا غالباً 1868ء میں سائنٹفکٹ سوسائٹی کا سالانہ جلسہ تھا اور دلی سے منشی اموجان مرحوم اور جہانگیر آباد سے نواب مصطفیٰ خان مرحوم جو کہ اس وقت سوسائٹی کے ممبر تھے علی گڑھ گئے تھے نواب صاحب کے ہمراہ میں بھی گیا تھا۔ گو اس وقت تک میری سرسید سے جان پہچان نہ تھی مگر چونکہ ہم انہیں کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کے خیالات معلوم کرنے کا اکثر موقع ملتا تھا۔ وہ جب کبھی اور کاموں سے فارغ ہو کر بیٹھتے تھے اکثر ولیم کی کتاب کا ذکر کیا کرتے تھے اور نہایت افسوس کے ساتھ کہتے تھے کہ اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ 1857ء کے ہنگامے میں ہندوستان کے تمام اسلامی کتب خانے برباد ہو گئے ہیں اور جن کتابوں کی اس مضمون کے لیے ضرورت ہے وہ یہاں دستیاب نہیں ہو سکتیں تو ان کو ولایت کا خیال ہوا۔ چنانچہ ایک ہی دو برس کے بعد جب سید محمود کا ولایت جانا طے ہوا تو وہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

سرسید کے بعض دوستوں نے اس کتاب کا جواب لکھنے سے باز رکھنا چاہا لیکن انہوں نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا اور انہوں نے انڈیا آفس کے کتب خانہ سے کتابیں بہم پہنچائیں، برٹش میوزیم کی لائبریری سے بہت سی اطلاعیں حاصل کیں۔ سیر کی عربی کتابیں جو مصر و فرانس اور جرمنی میں چھپی تھیں وہاں سے منگوائیں اور چند لیٹن اور انگریزی کی پرانی کتابیں جو نایاب تھیں بہت گراں قیمت پر لنڈن کے بازار سے خریدیں اور شب و روز کی لگاتار محنت سے بارہ ایسے یعنی خطبے یا مضمون لکھ کر ایک لائق انگریز سے انگریزی میں ترجمے کرائے۔ اور لنڈن ہی میں خطبات احمدیہ کے نام سے اس کو چھاپ کر مشتہر کیا۔

اس کتاب کے لکھتے وقت جس قدر جوش سرسید کے دل میں تھا اور جو مالی مشکلات ان کو اس کے شائع کرنے میں پیش آئیں ان کا اندازہ ان کے خطوط سے ہوتا ہے۔ وہ

Marfat.com

لکھتے ہیں:

''ان دنوں ذرا قدرے دل کو سوزش ہے ولیم صاحب کی کتاب میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے دل کو جلا دیا۔ اور اس کی ناانصافیاں اور تعصّبات دیکھ کر دل کباب ہو گیا۔ مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کہ پہلے سے ارادہ تھا کہ کتاب لکھ دی جائے۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے۔ میں نے فرانس اور جرمنی سے اور مصر سے کتب سیر منگانی شروع کر دی ہیں، چٹھیاں روانہ ہو گئی ہیں۔ سیرت شامی مطبوعہ اور جید کتابیں لیٹن کی خرید لیں ایک آدمی مقرر کر لیا جو لیٹن کا ترجمہ کر کے مضمون بتلا سکے۔''

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

''آپ اس خط کے پہنچنے پر میر ظہور حسین کے پاس جایئے اور دونوں صاحب کسی مہاجن سے میرے لیے ہزار روپیہ قرض لیجیے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ سرسید اس کتاب کے لکھنے کو مذہبی فرائض میں سب سے زیادہ ضروری خیال کرتے تھے۔ وہ سید مہندی علی خان کو لکھتے ہیں:

''اگر میری یہ کتاب تیار ہو گئی تو میں لنڈن میں آنا دس حج کے برابر سمجھوں گا۔ خدا قبول کرے۔''

اس کتاب کے بارہ خطبات ہیں۔

پہلے چار خطبات میں تاریخی مقام جبل فاران کے متنازعہ فیہ مسئلہ کا کتب نصاریٰ سے حل کیا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کی کیفیت اس دور کے مذاہب صائبین ابراہیم، صالح اسماعیل، شعیب یہود اور عیسوی کی تاریخ بیان کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عیسائیت کو اسلام نے فائدے پہنچائے ہیں۔

پانچویں خطبے میں مسلمانوں کی مذہبی کتب یعنی کتب حدیث سیر کتب تفاسیر اور کتب فقہ کی تصنیف کا منشا اور غرض اور ڈھنگ بیان کیا ہے۔ چھٹے خطبے میں مذہب اسلام کی روایت

Marfat.com

کی کیفیت بتائی ہے۔ ساتویں خطبہ میں قرآن مجید کا نزول اس کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب اس کی مختلف قرائتیں آیات ناسخ ومنسوخ کی اور اس کے جمع ہونے کا زمانہ بیان ہوا ہے۔ آٹھواں خطبہ کعبہ کے حالات اور اس کی جغرافیائی تحقیقات پر مشتمل ہے۔ نواں خطبہ آنحضرت ﷺ کے نسب کی تحقیقات پر ہے اس خطبہ کے لکھنے کا منشا یہ تھا کہ سر ولیم مور نے اپنی کتاب میں آنحضرت ﷺ کے بنی اسماعیل ہونے سے انکار کیا ہے دسواں خطبہ ان بشارتوں کے بیان میں ہے جو توریت و انجیل میں آنحضرت ﷺ کے نبی ہونے کی بابت مذکور ہیں۔ گیارہویں خطبہ میں معراج اور شق القمر کی حقیقت پر محققانہ یعنی نئی روشنی کے مطابق عام جمہور اسلام کے نظریہ سے بھی اختلاف کرتے ہوئے وصاحت کی ہے۔ بارہویں خطبہ میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے بارہ سال کی عمر کے حال معتبر اور صحیح روایتوں سے ثابت ہوتے ہیں بیان کیا ہے۔ اور جن کی سر ولیم مور نے اپنی کتاب میں جابجا تعریضیں کی ہیں ان کی تضعیف کی ہے۔ اس خطبات احمدیہ پر مولانا حالی نے ایک مبسوط تبصرہ کیا ہے۔ جو قابل مطالعہ ہے۔

جان ڈیول پورٹ کی کتاب

لنڈن میں سرسید نے جان ڈیول پورٹ کی کتاب ''اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن'' جو انہوں نے عیسائیوں کے برخلاف اسلام کی حمایت میں لکھی تھی اپنے روپے سے چھپوائی اور اس کی کئی سو جلدیں ہندوستان میں بھجوائیں۔ یہاں اس کا اردو ترجمہ مولوی عنایت صاحب دہلوی اور دوسرا مولوی ابوالحسن نے کیا۔

گاڈفری ہگنز کی کتاب

انگلستان کے ایک اور ذی وقعت مصنف گاڈفری ہگنز کی جو کسی زمانے میں مصنف مذکور اسلام کی تائید میں لکھی تھی اور اب نایاب ہوگئی تھی۔ ایک جرمن کتاب فروش کی مشہور دوکان سے جہاں ہر زبان کی پرانی اور نایاب کتابیں بکتی ہیں سرسید نے دس گنی قیمت پر

Marfat.com

لندن میں خریدی۔ اصل مطلب اس کے خریدنے سے یہ تھا کہ خطبات احمدیہ کی تصنیف میں اس سے مدد لی جائے مگر انہوں نے ہندوستان میں آکر ان لوگوں کے لیے جن کو مشنریوں سے گفتگو کا اتفاق ہوتا ہے پانچسو روپے خرچ کر کے اس کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولوی محمد احسن مرحوم پروفیسر دہلی کالج سے کرایا۔ جو حمایت الاسلام کے نام سے مشہور ہے، شائع ہوئی۔

ابطال غلامی

مسلمانوں پر عیسائی قومیں لعن کرتی ہیں کہ غلام بنانے کا دستور مسلمانوں کے علاوہ اور کسی قوم میں باقی نہیں۔ اس کے جواب میں سرسید نے ایک مبسوط رسالہ ابطال غلامی لکھا۔ اور ثابت کیا کہ جس طرح شراب خوری کو بتدریج موقوف کیا گیا۔ اسی طرح غلامی کے رفتہ رفتہ مسدود کرنے کی بنیاد ڈالی اول طرح طرح سے غلاموں کو آزاد کرنے کی مسلمانوں کو ترغیب دی۔ یہاں تک کہ بردہ آزاد کرنے کا حکم دیا اور بتایا کہ جو غلام اپنی قیمت اپنی کمائی سے ادا کرنی چاہیں ان سے یہ اقرار نامہ لے کر چھوڑ دو جن سے ان کے مالک اس طرح آزاد کرنے کا وعدہ کریں۔ اس کی خیرات یا چندہ سے مدد کرو۔ بیت المال میں سے مکاتب غلاموں کی آزادی کے لیے روپیہ دینا تجویز کیا۔ بعض عورتیں ایسی بتائیں کہ لونڈی غلام بغیر آزاد کرنے مالک کے خود بخود آزاد ہو جائیں اسی طرح طرح کی سبیلیں ان کے آزاد کرنے کے لیے نکالیں۔ مالک کو ان کے ساتھ رعایتیں کرنے کی نہایت تاکید کی کہ ان سے زیادہ خدمت نہ لیں۔ انہیں لونڈی غلام کہہ کر نہ پکاریں۔ انہیں مثل اپنے کھانا کپڑا دیں۔ ان کو ان کے رشتہ داروں سے جدا نہ کریں وغیرہ۔

سرسید مرحوم کے مکمل حالات اور کتابوں میں تفصیل کے ساتھ نکل چکے ہیں۔ وہ خاص طور پر حیات جاوید میں پڑھیے۔ ردِّ نصاریٰ کے سلسلہ میں ان کی جو خدمات تھیں وہ بیان کر دی گئیں۔

Marfat.com

سلطان الہند

حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہٗ

دہلی میں اب چند عالم باعمل اور واعظ جادو بیان ہستیاں رہ گئی ہیں۔ جن میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی ذات گرامی سبقت رکھتی ہے۔ آپ مفتی اعظم حضرت العلامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب کے دست راست ہیں۔ دلی کے فسادات کے زمانے میں اور اس کے بعد امن وامان بحال کرنے میں جو مخلصانہ کوششیں کی ہیں وہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ جہاں بہترین اہل قلم اور مقرر ہیں وہاں آپ بہترین مناظر اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ اور خاص طور پر ردِ نصاریٰ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ آپ کے بزرگوں کو اکبر نے عرب سے کشمیر میں بلایا تھا۔ آپ کا عرب کے ایک باعزت خاندان سے سلسلہ نسب ملتا ہے۔ شاہجہاں کے زمانہ میں اس کے دعوت دینے پر آپ کے خاندان والے آگرہ آئے اور آگرہ میں کچھ عرصہ رہ کر دہلی کے کشمیری کٹرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کے بزرگوں کو مغلوں کے دربار میں خاص رسائی حاصل تھی۔ آپ کے خاندان کو بادشاہ کی طرف سے خواجہ زادہ مغل کا خطاب عطا ہوا تھا۔ آپ کے دادا خواجہ نواب علی دلّی کے مشہور صوفی خدا پرست بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد نواب مرزا بھی اپنے والد کے نقشے قدم پر چلنے والے سعادت مند فرزند تھے، ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

مولانا موصوف نے ابتدائی تعلیم مولوی عبدالمجید صاحب اور شہزادہ انتظام الدین سے پائی۔ اور علوم دینیہ کی تکمیل حضرت العلامہ مفتی کفایت اللہ صاحب سے فرمائی آپ اپنے انداز خطاب کے باعث ہندوستان میں سحبان الھند کہلاتے تھے۔ 1939ء تک آپ جمعیۃ العلماء الہند کے ناظم اعلیٰ رہے۔ کافی مرتبہ جیل گئے۔ 1922ء میں ایک سال میاں والی جیل 1930ء میں چھ ماہ گجرات جیل اور 1932ء میں ایک سال ملتان جیل میں رہے۔ آپ شروع سے جمعیۃ العلماء ہند ہی کے رکن رہے لیکن جب جمعیۃ علماء ہند نے آزادی وطن کے لیے برادرانِ وطن سے اشتراک کا فیصلہ کیا تو آپ نے تمام

Marfat.com

مشترک تحریکات میں حصہ لیا ایک بار آپ دلّی کانگریس کمیٹی کے ڈکٹیٹر کی حیثیت سے بھی گرفتار ہوئے۔آپ آج کل جمعیۃ العلماء ہند صوبہ دلّی کے صدر اور جمعیۃ العلماء ہند کے نائب صدر ہیں۔

آپ نے دلّی میں پادری احمد مسیح اور دیگر دلّی کے پادریوں سے مناظرے کیے ہیں۔ سامعین کی داد تحسین کی بلند آوازوں میں جواب دینے سے قاصر ہو جاتا تھا۔مولانا موصوف بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا، خدا کی باتیں، تقاریر سیرت مشہور کتابیں ہیں جو دلّی کی ٹکسالی زبان میں ہیں۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں ایک مولانا محمد سعید جو اردو بازار میں کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔آپ نے مدرسہ امینیہ میں تعلیم پائی اور وہیں سے فارغ التحصیل ہونے کی سند لی۔ آپ بھی جیل یاترا کر چکے ہیں۔آپ امسال دلی میونسپل کمیٹی کے ممبر نامزد کیے گئے ہیں۔والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہیں تقریر کرنے کا ڈھنگ بھی وہی ہے۔دوسرے صاحبزادے مظہر سعید سیاسی میدان کے مرد ہیں اور بھی جیل جا چکے ہیں۔انتہائی آزاد منش اور ہر دلعزیز ہیں ان کو دنیا چھوئی تک نہیں ہے۔تیسرے صاحبزادے میونسپل کمیٹی میں ملازم ہیں۔ماشاءاللہ ہر فرزند سعادتمند ہے۔

مولانا موصوف شاعر ہیں لیکن ان کی شاعری جیل تک محدود رہی ہے۔اب کچھ ارشاد نہیں فرماتے۔جیل میں جو شاعری کی اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔اندازہ لگائیے کہ کلام میں کتنی پختگی اور فصاحت و بلاغت بھری ہوئی ہے۔

اپنی جو پرزے پرزے قبا ہو تو جانیے
اس طرح کچھ جنوں کا مزہ ہو تو جانیے

قصے کہانیوں کا بہت شوق ہے اسے
محفل میں آج میری کتھا ہو تو جانیے

کسی طرح ہو نجات، کہ طوفاں کا زور ہے
کشتی کا ناخدا جو خدا ہو تو جانیے

اٹھا ہے آج ابر بڑی شان سے مگر
میرے لیے بھی ایسی گھٹا ہو تو جانیے

ہر چند ہو چکی ہے مصیبت کی انتہا
کہتا ہے دل کہ اس سے سوا ہو تو جانیے

احسان ترا دیدۂ تر دیکھ رہے ہیں
طوفان میں بہتا ہوا گھر دیکھ رہے ہیں

ہر پارۂ دل پر تری صورت ہے منقش
یاقوت کے ٹکڑوں میں گہر دیکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی

مولانا عبدالحلیم نسلاً شیخ ہاشمی وعباسی ہیں اور سلسلہ امین الرشید سے ملتا ہے۔ ان کا خاندان دولت عباسیہ کے عہد میں عرب سے آکر عراق میں آباد ہوا۔ پھر ارض عراق چھوڑ کر ہرات میں آیا۔ اس کے بعد سلطنت محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان میں اترا اور سلطنت مغلیہ میں دور میں ان کا تعلق اور رسوخ دربار شاہی سے ہوا۔ مولانا کے پردادمولوی نظام الدین کرسی کے خطیب مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ خاندان لکھنؤ آ گیا۔ یہاں مولانا کے والد حکیم تفضّل حسین کی شادی قریبی رشتہ دار منشی فخر الدین کی صاحبزادی سے ہوگئی۔ جو امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کے عہد میں ایک معزز خدمت پر مامور تھے۔

مولانا شرر 1860ء میں لکھنؤ کے اندر پیدا ہوئے۔ ابتدا میں اپنے نانا کے بھائی مولوی محمد حفیظ الدین سے حافظ الٰہی بخش اور اپنے والد بزرگوار شاہزادہ مرزاں جہاں قدر اور سید حیدر طباطبائی سے ابتدائی کتابیں شرح وقایہ تک پڑھیں۔ مولوی محمد حیدر سے انگریزی اور حکیم محمد مسیح سے طب اور کتب درسیہ مولوی عبدالحئ سے پڑھیں۔ اور مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث سے دہلی میں آکر صحاح ستہ ختم کیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش ہوئی۔ اودھ اخبار میں آپ نے مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ عرصہ اس میں آپ نے مضامین لکھنے کے بعد ملازمت اختیار کر لی۔ چنانچہ آپ اس کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بنا دیے گئے آپ کے مضامین نے ملک میں ہر طرف شہرت حاصل کر لی اور بڑے بڑے لکھنے والے حیرت میں رہ گئے چنانچہ سرسید مرحوم تک نے اودھ اخبار کے مالک منشی کنول کو مولانا کے مضمون ''روح'' کی تعریف لکھ کر بھیجی۔ اور خواہش کی کہ یہ مضمون بہت مفید ہے اپنی تفسیر میں اس کے چند خیالات لینا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد مولانا نے محشر میں مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں آپ ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلا ناول دلچسپ لکھا جو مقبول ہوا۔ دوسرے دُرگیش نندنی نے بھی مقبولیت کو

Marfat.com

اور چار چاند لگائے۔ جس کی وجہ سے مولوی بشر الدین صاحب مالک ایڈیٹر بشیر اٹاوہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ سے درخواست کی کہ دلگداز رسالہ شائع کریں۔

مولانا سات زبانوں کے ماہر تھے۔ فارسی، انگریزی، ہندی، جرمن، فرنچ، اطالین، سنسکرت اور اردو تو ان کی خود دست نگر تھی۔ آپ کا مشہور ناول ''دربار حرامپور' فلورا فلورنڈا نہایت شہرت کے مالک ہیں۔

فلورا فلورنڈا ناول، یہی ناول اس زمانہ کے پادریوں کے لیے ایک عذاب اور مصیبت بنا ہوا تھا۔ گھر گھر پڑھ جاتا تھا۔ ہر مسلمان کی زبان پر پادریوں کی عیسائیوں کی کہانیاں گرجوں کی حرامکاریوں کی داستانیں مظلوم اور معصوم فریب خوردہ عورتوں کی بپتائیں تھیں۔ اور یہ کتاب بڑی دلچسپی سے پڑھی جاتی تھی۔ اس کا ہر واقعہ ہر زبان پر تھا پادری کے سامنے جب یہ واقعات کہے جاتے تو چکرا جاتے تھے۔ اس تاریخی اور مقتدر ناول نے نصرانیت کی بڑھتی ہوئی طاقت اثر و رسوخ کو بہت بڑا دھکا لگایا۔ اور مشنری کام کو کمزور و نیست و نابود کرنے میں کافی مدد کی۔ مولانا کی تقریباً 80 تصنیفات ہیں۔ ردِ نصاریٰ میں دو ہی آپ کی کتابیں ہیں۔ ایک فلورا فلورنڈا اور دوسری مسیح و مسیحیت۔ آپ کا انتقال جمادی الآخر 1345 مطابق دسمبر 1926ء کو ہوا۔

مولانا الطاف حسین حالؔی

مولانا حالؔی پانی پت کے ایک معزز خاندان کے سپوت ہیں۔ پانی پت میں ایک محلہ انصاریوں کا ہے یہ خواجہ ملک صاحب کی اولاد ہیں۔ جو ہرات سے ہندوستان آئے، برگزیدہ ہستی تھے۔ بادشاہ نے سر آنکھوں پر لیا پانی پت اور اس کا ملحقہ علاقہ انہیں بطور مدد اور معاش کے دے دیا تھا۔ آپ کو اس پرگنہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ اور نماز عیدین کی امامت، بزرگوں کے مزارات کی تولیت اور اشیاء کی قیمتوں کے مقرر کرنے کے اختیارات بھی دیے۔ مولانا حالؔی نسلاً انصاری اور بطناً سید ہیں۔ آپ کے والد اختلال دماغ کی وجہ سے آپ کے بچپنے کے زمانہ ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ 9 سال کی عمر تھی کہ سایہ پدری اٹھ گیا تھا۔ اسی حالت میں باقاعدہ تعلیم

Marfat.com

وتربیت حاصل کرنا غیر ممکن تھا۔لیکن مولانا حالی کوفطری تعلیم کے حاصل کرنے کا شوق تھا۔اور اپنی ذاتی کوشش سے انہوں نے وہ کچھ کر دکھایا تھا جو باوجود تمام سہولتوں کے حاصل نہیں ہو سکتے۔

ممنون دہلوی سید جعفر علی کے داماد جو فارسی کے ماہرین میں شمار کیے جاتے تھے ان سے مولانا حالی نے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔عربی کی تعلیم مولوی حاجی ابراہیم حسین انصاری سے حاصل کی۔ 17 سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوگئی۔اس وقت آپ کی تعلیم پوری نہیں ہوئی تھی۔اور معاشرتی پابندیوں کی موجودگی میں تعلیم حاصل کرنا مشکل تھا۔حسن اتفاق کہیے کہ سسرال خوشحال تھی۔گھر بار کی فکر سے بے نیاز تھے۔ہمت کر کے آپ دہلی روانہ ہوئے۔اس زمانہ میں دہلی علوم کا مخزن بنا ہوا تھا۔طبیعت جم گئی۔1855 تک وہیں تعلیم حاصل کرتے رہے اور علوم ومنطق اور صرف ونحو وغیرہ کی تحصیل انتہائی درجہ اطمینان کے ساتھ پائی اور پھر پانی پت آ گئے۔

پانی پت آنے کے بعد بھی آپ نے مطالعہ جاری رکھا۔1857ء کے پُر آشوب زمانہ کی پریشانیوں میں بجبوری پانی پت چھوڑنا پڑا۔سکون کے بعد آپ کو گورنمنٹ نے دار الکتاب لاہور میں مامور کر دیا تھا۔جس میں آپ سے کتابوں کی عبارت اس وقت کی مروجہ زبان کے اعتبار سے درست کرائی جاتی تھی تا کہ حشو وزوائد کتابوں سے نکل جائیں اور اس کی سلیس عبارت ہو جائے۔یہ ملازمت کچھ عرصہ رہی اس کے بعد آپ دہلی آئے۔جہاں آپ کو عربک اسکول میں مدرسی کی ملازمت مل گئی۔اسی دوران علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا۔وہاں نواب آسمان جاہ مرحوم جو اس زمانہ میں دولت آصفیہ کے مدار المہام تھے۔علی گڑھ کالج دیکھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔مولانا حالی کو ان سے ملنے کا موقع مل گیا۔ملاقات ہوئی نواب صاحب موصوف نے آپ کے لیے 75 روپے ماہوار کا علمی وظیفہ مقرر کیا وَ 1309ھ میں جب مولانا علی گڑھ ڈیپوٹیشن کے ساتھ جس کو سرسید کی سرکردگی حاصل تھی حیدر آباد گئے۔اس وقت آپ کا وظیفہ 75 کے بجائے 100 کر دیا گیا۔

Marfat.com

غالبؔ کا نام اردو شعراء کی فہرست میں ''فلسفی شاعر'' کے لقب سے لکھا جاتا ہے۔ غالبؔ جیسے مردم شناس کی جب مولانا حالیؔ پر نظر پڑی تو تاڑ گئے اور مولانا سے مخاطب ہوئے کہ ''اگر تم شعر نہ کہو گے تو ظلم کرو گے'' غالب کا کہنا غلط نہ ہوا شاعر طبیعت شاعر بنی اور حضرت غالبؔ کی شاگردی حاصل کی۔ ابتداء میں آپ نے نواب شیفتہؔ سے اصلاح لی۔ جب شیفتہؔ غالبؔ سے اصلاح لینے گئے تو آپ نے بھی ان کی تقلید کی۔ اور غالبؔ سے اصلاح لینی شروع کی۔

مولانا اپنے طرز عمل کے موجد، نیچرل اور قومی شاعری کے مجدد مانے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا مرتبہ شعرائے اردو میں وہی ہے جو انگریزی میں گولڈ اسمتھ کا ہے جس نے شاعری کے چمن کو فضول گوئی اور مبالغہ آمیزی سے پاک کیا۔ اور حقیقت گوئی اختیار کی۔

کرنل ہالرائیڈ ڈائرکٹر تعلیمات کو اردو سے بہت محبت تھی انہوں نے مشرقی علوم وفنون کو جو فروغ دیا ہے اس احسان کا بدلہ ہندوستان نہیں اتار سکتا۔ آپ نے ایک مجلس مشاعرہ بھی قائم کی تھی۔ اس میں جدت یہ تھی کہ بجائے مصرع طرح دینے کے ایک خاص عنوان شعراء کی طبع آزمائی کے لیے دیا جاتا تھا۔ مولانا آزاد نے بھی سب سے پہلے اسی گلشن میں جدت طرازی کے نغمے سنائے تھے۔ اور مولانا حالی کی نظمیں ''برکھا، نشاط امید، مناظر رحم وانصاف، حبِ وطن وغیرہ اسی مشاعرہ میں پڑھی گئی تھیں۔

ردِّ نصاریٰ

مولانا حالی کے علمی کارناموں میں جن کا تعلق ان کی عمر کے اولین حصہ سے ہے ان کی دو کتابیں ہیں جو قابل ذکر ہیں 1868ء میں تریاق مسموم ان کے ہم وطن پادری عماد الدین کی ''ہدایت المسلمین'' کے جواب میں لکھی گئی، دوسری تصنیف ایک رسالہ ''پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے'' یہ رسالہ مذکور 1872ء کے بعد کی تصنیف ہے یہ رسالہ مولوی خواجہ غلام الحسنین کے کتب خانہ میں ہے جو نایاب ہے۔ اس میں پادریوں، فلسفی اور غیر یورپین کی رائے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں دی ہیں اسے خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح آپ نے تعلیم نسواں پر ایک کتاب لکھی جس کے صلہ میں آپ کو گورنمنٹ نے 400 روپے اعزازی انعام دیا۔ یہ کتاب پنجاب کے کورس میں داخل ہو چکی ہے۔

آپ نے ان دو کتابوں کے علاوہ فرانسیسی زبان کی ایک کتاب طبقات الارض جس کا ترجمہ عربی میں ایک کے عالم نے کیا تھا اس کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اس کے علاوہ مولانا کی حسب ذیل تصنیفات ہیں:

(1) حیات سعدی (2) مسدس حالی (3) دیوان حالی اردو (4) دیوان حالی فارسی (5) یادگار غالب (6) حیات جاوید (7) سوانح عمری حکیم ناصر خسرو علوی فارسی میں (8) مقدمہ شعر و شاعری (9) مضامین حالی (10) شکوہ ہند (11) مثنوی تعصب و انصاف (12) مثنوی رحم و انصاف (13) مثنوی کلمۃ الحق (14) رقعات (15) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ مع نمونہ نثر فارسی (16) مثنوی مناجات بیوہ

اخلاق و عادات کے اعتبار سے مولانا حالی ایک کامل انسان اور ایک صاف باطن ولی ہیں۔ کسی کی برائی ان کی زبان پر نہیں آتی تھی۔ ہر شخص کے عیب کی پردہ پوشی فرماتے تھے۔ عزیزوں پر جان چھڑکتے تھے۔ غریبوں کے بہی خواہ و مددگار تھے۔ مذہبی معاملات میں غیر متعصب تھے۔ ان کے والدین شیعہ تھے۔ لیکن اساتذہ سنت والجماعت تھے۔ مسلمانوں کے اختلاف کو وہ نہایت مکروہ سمجھتے تھے۔ مروت و فیاضی میں اعتدال برتتے تھے۔

آپ 31 ستمبر 1914ء کو انتقال فرما گئے۔

تاریخ وفات جناب مولوی محمد ارتضیٰ علی صاحب شرر علوی نے کہی:

سوگ تھا شبلی کا پائی حالی نے وفات — آج دنیائے ادب خالی ہوئی صد حیف
ہے شرر مصرعہ تاریخ کہا بے ساختہ — بعد شبلی رحلت حالی ہوئی صد حیف

(1333ھ)

فارسی میں دوسری تاریخ قریشی علی میراں شاہ پلیڈر شاہ پور نے فرمائی:

حالی چوں لقمان مقالش آمد — مشہورِ جہاں فضلِ کمالش آمد

Marfat.com

الطاف حسین رحمت و والعزت مغفور آید و سالِ وصالش آید

تیسری تاریخ شمس العلماء خان بہادر عزیز جنگ بہادر نے قلمبند کی:

نہ منزل طارم جناں یافت (1333ھ) از الطاف حسین حالؔی

شد موردِ لطف قدس (1914ھ) از الطاف حسین حالؔی

چوتھی تاریخ دلگیر اکبر آبادی نے کہی ہے۔ جو سب سے زیادہ پسند کے قابل ہے۔

زباں مسوس ہے ننگ بالکل خموش صحرا ہے باغ دہلی

نہ کوئی ساقی نہ مئے باقی وہ گرمٹی بزم داغ تک تھی کباب کیسے شراب پڑا ہے خالی ایاغ دہلی

مگر تھی پھر بھی نمود کچھ کچھ کہ شمع دیتی تھی دُدو کچھ کچھ اٹھے جو حالؔی صدا یہ آئی ہوا ہے اب گل چراغ دہلی

مولانا سیّد امیر حسن محدّث

محدث صاحب 1243ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں تعلیم کی طرف رجحان نہ تھا شادی کے بعد خیال ہوا کہ علم حاصل کیا جائے۔ سہسوان سے نکل کر علی گڑھ کا راستہ لیا۔ وہاں علامہ محمد عبدالجلیل مجاہد اسرائیلی کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ انہوں نے دقائق علوم کی راہیں کھولیں۔ تحصیل علم فرخ آباد میں مولوی بشیر الدین قنوجی اور لکھنؤ میں البرکات مولانا تراب علی فرنگی محلی سے کیا۔ اس سے پیاس نہ بجھی تو دہلی کا رخ کیا۔ اور مولانا مفتی مدارالدین کے حلقۂ درس سے استفادہ فرما کر شیخ الحدیث مثلاً نا شا سید نظیر حسین و مولانا شاہ عبدالغنی محدث مجددی اور مولانا شیخ عبدالحق بنارسی کی خدمت میں کتب صحاح کی سند حاصل کی۔

علم کے حصول کے بعد آپ نے علم کو پھیلانے کے لیے قدم اٹھایا۔ دہلی کے تجار و رؤسا کے اصرار پر آپ نے دہلی میں قیام کیا اور ارباب ملل سے تحریری و تقریری مباحثے کیے۔ جس میں شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کی کتابوں پر کامل واقفیت حاصل تھی۔ قوت حافظہ کمال کا تھا۔ خوش بیان اس بلا کہ بڑے بڑے سنگدل لوگوں کو مسخر کر لیتے تھے۔ مخالفین بھی آپ کے وعظ دلچسپی سے سنتے تھے اور اپنے عقیدوں سے تائب ہو

Marfat.com

جاتے تھے۔ دہلی کی شہرت اور علم وفضل کا چرچہ ہندوستان کے کونہ کونہ میں پھیل رہا تھا۔ میرٹھ کے علم دوست تجار جو دینی خدمات میں دلچسپی لینے میں پیش پیش تھے اور علی الخصوص رئیس تجار باوقار شیخ الٰہی بخش مرحوم نے آپ کو میرٹھ لے جانے اور مدرسہ کی بنیاد ڈالنے کی استدعا کی۔ چنانچہ علم وفضل کو پھیلانے کا شیدائی تیار ہوگیا۔ اس کی دل کی مراد پوری ہوئی۔ خود اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔ اور اپنی ہی نگرانی وحفاظت میں مدرسہ چلانا شروع کیا۔ آپ اپنے ہمراہ ایک گروہ علم کو فروغ دینے والے حضرات کا میرٹھ سے لے گئے تھے۔ آپ نے اور ان حضرات نے انہماک سے کام کیا۔ نتیجہ شاندار نکلا۔ چنانچہ کچھ سالوں کے بعد رئیس الفضلاء مولانا حاجی سید عبدالباری، مولانا سید محمد نذیر، مولانا سید حاجی احمد اور شمس العلماء سید امیر احمد جیسی ہستیاں فارغ التحصیل ہوئیں۔ اور علامہ زماں اور فخرِ دوراں ثابت ہوئے۔

آخر زمانہ میں میرٹھ کے مدرسہ کا انتظام بانیوں کے ہاتھ میں دیکر پابندی سے آزاد ہو گئے۔ میرٹھ کم اور علی گڑھ اور وطن میں زیادہ قیام فرماتے تھے۔ وطن میں قرأۃ وحدیث کا درس اور خاص طور پر مناظرہ میں اپنا وقت صرف کرتے۔ مسجد غلام علی شاہ میں روزانہ درس ہوتا اور ہر جمعہ کو آپ صرف وعظ فرماتے۔ اور جو عیسائی آتا اس سے نہایت نرمی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کے مذہبی رنگ میں خیالات پیش کرتے۔ اور تشفی دیتے۔ پادری ہاسکن جو بڑے محقق اور نصاریٰ کے مشہور مشنری تھے ان سے بارہا آپ کی بحث ہوئی۔ ان کو بھی آپ کی وسعت نظر اور تحقیق مذاہب کا اعتراف تھا۔ مصنف حیات العلماء کا کہنا ہے.

''کہ پادری اسکاٹ نے جب ولایت میں آپ کے انتقال کی خبر سنی تو انگلستان کے ایک مشہور اخبار میں آپ کے متعلق طویل مضمون شائع کیا۔ جس میں آپ کی علمی تحقیق فضیلت قوت دلائل وواقعات سے ثابت کر کے علماء ہند کا بے مثل ویکتا عالم تسلیم کیا۔

یہ دور جہاں ردِ نصاریٰ کا تھا وہاں شیعہ حضرات کی بھی تردید کی جاتی تھی اور سنی شیعہ کے علماء کرام باہمی مناظرے کرتے تھے ان مناظروں میں زیادہ شغف رؤسا اور امراء کا طبقہ لیتا تھا۔ اور دلچسپ اکھاڑے لگاتا تھا۔ انگریزوں اور نصرانیوں کی مخالفت نہیں کرسکتا تھا۔ آقائے

Marfat.com

نامدار کا خوف تھا۔ اس لیے سرمایہ کے زور پر ڈرپوک اور خوشامد پسند علماء کے طبقوں کی کشتیاں کراتا تھا۔ چنانچہ جب ریاست حیدرآباد دکن میں کتب شیعہ کی تردید و جواب نویسی کا انتظام درپیش ہوا اور والیٔ دکن نے ملک المناظرین حضرت مولانا حیدر فیض آبادو تلمیذ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی مصنف منتہی الکلام اور ازالۃ العین کو اس کا مہتمم بنایا تو آپ نے حضرت مولانا کو 400 روپے ماہوار اور آئندہ 1000 روپے ماہوار تنخواہ کے وعدہ پر طلب کیا۔ احباب نے بھی ترغیب دی۔ آپ نے کہا کہ میں تقرب امراء اور عیش و تنعم اختیار کرنا نہیں چاہتا۔ ایک دیندار عالم کے لیے اس سے بڑھ کر فتنہ نہیں ہے۔

آخر میں آپ کا رجحان عبادت اور ریاضت نفس کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ رحیم اللہ خاں سنبھلی خلیفہ و مرید حضرت خواجہ سید آل احمد شاہ سہسوانی کی خدمت میں سنبھل گئے۔ عام طریقہ پر اگرچہ مرید نہیں ہوئے۔ لیکن خاص قلب تحسین و ارادت چند روز مستفید رہے۔ واپس ہوئے تو شیخ کے کمال و کرامات کے بیحد مداح تھے۔ اسی حالت میں علی گڑھ تشریف لے گئے اور وہیں معمولی ناسازی کے بعد دوشنبہ 11 رصفر المظفر کو انتقال فرما گئے۔

مولوی سید اعجاز احمد سلمہٗ نے آیۃ پاک ''ورحمۃ ربک خیر'' سے تاریخ وفات کہی۔

(حیاۃ العلما از مولانا سید محمد عبدالباقی سہسوانی)

مولانا سید محمد عبدالباری

سید صاحب 1266ء میں پیدا ہوئے آپ کے جدامجد سید شاہ نظر محمد نقوی سہسوان کے مشہور بزرگ و عالم تھے۔ شاہ صاحب کے صاحبزادے مفتی سید احمد تھے جنہوں نے شرح مسلم قاضی مبارک اور شمس بازغہ پر تعلیقات حواشی لکھے۔ اک مثنوی گلشنِ عشق برنگ یوسف زلیخا جامی تصنیف کی۔

شاہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے باری صاحب کے دادا آل احمد شاہ تھے خصوص الحکم معہ شرح شیخ محب اللہ الہ آبادی و نقد النقوص مولانا جامی کی شرح بزبان عربی البیان

Marfat.com

المرصوص آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ کی علمیت وفضیلت کا سکّہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تھا۔ ہزاروں علماء ہند نے آپ سے تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی تمام عمر درس وتدریس میں گزری۔

باری صاحب کے والد ماجد سراج احمد صاحب نقوی قصبہ کاکوری کے تحصیلدار تھے۔ آپ کو وکالت کی ترغیب اودھ کے ایک انگریز مجسٹریٹ نے کی۔ اور ساتھ ہی وکالت کی سند بھی دی۔ تقریباً آپ کا دو سال تک وکالت کا مشغلہ رہا۔ 1272 میں حکام کی بیدادگردی سے حکومت ہند کو مطلع کرنے کے بعد اور اصلاح کی امید نہ پا کر استعفیٰ دے دیا۔ آپ نے بچپن کا بڑا حصہ لکھنؤ و کاکوری میں گزارا۔ والد ماجد کے ساتھ وطن میں آنے کے بعد تعلیم پر توجہ دی۔ قوت حافظہ اور درک قابل رشک تھی اس لیے صرف ونحو ومنطق وعربیت تھوڑی سی مدت میں حاصل کر لیے۔ ابھی بارہ سال کی عمر ہی گزری تھی کہ پدر بزرگوار کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا اور ذمہ داری کا بوجھ بڑھ گیا۔ لیکن آپ نے اکتساب علم کے ارادہ کو ترک نہیں کیا۔ حضرت والدہ ماجدہ چھوٹے بھائی بہنوں کو تسلی وتشفی دے کر مولانا سید امیر حسنؒ کی خدمت میں پہنچے وہ آپ کو میرٹھ لے گئے جہاں چند سال میں علم کی تکمیل کی۔ مصنفات ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ اور علامہ شوکانی اور حافظ عسقلانی پر پورا عبور تھا۔ تفسیر امام رازی گویا ازبر تھی۔ آپ اوائل عمر سے نڈر اور بے خوف تھے۔ کسی حاکم یا امیر کا رعب نہیں مانتے تھے۔ قوت تقریر میں یگانہ تھے۔ اس لیے اکثر مجالس ووعظ ومناظرہ میں حضرت آپ کو فخر کے ساتھ پیش کرتے تھے اور آپ اپنا فرض خوبی سے انجام دیتے تھے اسی نوعمری کے زمانہ میں آپ نے رسالہ ہدایت المبتدین رد شرک و بدعات تصنیف فرمایا۔ جس کو میرٹھ کے امراء نے طبع کرایا پھر آپ حضرت مولانا سے اجازت لے کر دہلی تشریف لے گئے اور اپنے استاذ الاستاذ شیخ الکل مولانا شاہ نذیر حسین محدث سے کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ سنا کر سند لی۔ حاجی علی خان صاحب دہلی کے مشہور ومعزز تاجر نے آپ سے قیام دہلی کی خواہش کی۔ چنانچہ پانچ ماہ وہاں قیام فرمایا۔ طلباء کو درس دیا اور شہر میں جابجا مجالس وعظ منعقد ہوئیں۔ بعض سربرآوردہ مسلمانوں کے اسرار سے آپ نے مسیحی پادریوں سے مناظرہ کیا اور مجمع عام میں ان کو شکست دی۔ کتب ردِّ نصاریٰ پر آپ کی نظر وسیع

Marfat.com

تھی اوران کے مضامین پر مکمل عبور تھا۔ زبردست تردید کی جس پر مسیحی علماء نے اپنی مغلوبیت کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد آپ اپنے وطن واپس آئے۔ حضرت تاج الاولیاء محمد تاج الدین حسن نے اپنی دختر کے ساتھ آپ کا عقد فرمایا۔ پھر آپ بدایوں تشریف لے گئے۔ مدرسہ میں طلبہ کو علوم درس دیا۔ مدرسہ سے فارغ ہوکر آپ ردِّ نصاریٰ وغیرہ میں مشغول ہو گئے اور مشہور پادری ہاسکن سے تبادہ خیالات ہوا آپ نے اس پادری سے عبرانی سیکھی اوراس نے آپ سے عربی کی زبان کی تحصیل کی اور حسبِ ضرورت کتب دین مسیحی کا مطلعہ کیا۔ آپ مناظروں میں تعصب ونفسانیت کو بہت بڑا عیب سمجھتے تھے۔

معاش کے لیے آپ جونپور کے مولوی حکیم محمد انور علی لکھنوی محشی کتب درسیہ (مصنف انوارالحواشی وغیرہ سے آپ کا ربط وضبط زیادہ رہا۔ جس میں بعض اوقات فرصت میں آپ نے ان سے فن طب کے مسائل اور بعض مقامات مشکلہ اور مصطلحات طبیہ کلمات قانون شیخ الرئیس زبانی استفادہ فرمائے۔ اس کے بعد آگرہ میں عربی مدرسہ سرکاری میں ملازم ہوئے کئی سال وہاں تعلیم دی ادب وریاضیات آپ کوتفویض ہوئی۔ حساب ہندسہ ہئیت میں آپ کو کامل دستگاہ تھی۔ اس وقت آگرہ میں مسیحی پادریوں کا بڑ زور تھا۔ وہ عوام وخواص سے ہر موقع پر بحث کرتے تھے آپ نے وہاں پہنچ کر دین نصاریٰ کی تردید اور حقانیت اسلام پر پُر زور تقریریں کیں۔ اس پر پادری مناظرے کے لیے تیار ہوئے اور مسیحی عالم پادری عماد الدین کا خاص پروپیگنڈ ست تھا ان کے مناظرہ کے لیے منتخب ہوا۔ پادری دین صاحب پرنسپل مشن کالج اس کے منتظم تھے۔ شرائط مباحثہ وانعقاد جلسہ انہیں کے ذریعہ طے ہوئیں اور یوم موعود پر عمائد شہر ہندو، مسلمان وعیسائی حکام وقت، امراء غربا شریک جلسہ ہوئے باتفاق حاضرین کے اصرار پر مولانا نے تقریر کی اور جوابی تقریر کا پادری صاحب سے تقاضہ کیا مگر تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد پادری عماد الدین نے تقریری جواب کو فتنہ وفساد کا موجب کہہ کر رخصت مانگی اور تحریری بحث کا اظہار کیا۔ اسی صورت میں جلسہ برخاست کیا گیا۔ پادریوں کے اس بے محل گریز سے تمام عیسائیوں کے دل بیٹھ گئے۔ اور ایک مدت کے بعد ان کی تقریروں کا بازار سرد ہو گیا۔ اس

Marfat.com

واقعہ کے مختصر حالات رسالہ فتح المبین علیٰ اعداء الدین مطبوعہ آگرہ 1294ھ میں درج ہیں۔

1877ء میں جب کہ روم اور روس کی جنگ ہو رہی تھی آپ نے ترک سلطنت کی امداد کے لیے جا بجا وعظ کہے۔ دیہات میں دورہ کیا۔ لوگوں کو امداد کی ترغیب دی جس سے ایک کثیر چندہ ترکی روانہ کیا گیا۔ مجاہدین کا جتھا بھی بھیجا گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد لکھنؤ مولانا عبدالحیٔ سے تعلقات ہونے کی وجہ سے فرنگی محل میں مقیم ہوئے۔ اتفاقاً منشی نول کشور سی آئی ایس سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو مطبع میں تصحیح کتب عربی و فارسی کی نگرانی کے لیے مقرر کیا۔ یہاں آپ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔ ملازمت سے مستعفی ہو کر لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں ردِ نصاریٰ میں مصروف ہو گئے۔ تبادلۂ خیالات ہونے پر ایک معزز نامور انگریز جوزف مائل اسلام ہوا۔ 1295ھ میں آپ بھوپال پہنچے۔ نواب بھوپال نے آپ کو اپنا متوسل و مشیر و ندیم اور معتمد ریاست مقرر کیا۔ مباحث علمی میں جس طرح طاق تھے اسی طرح امور نظم و نسق ملکی میں جرأت کے ساتھ رائے دینے میں آزاد تھے۔ اسی ملازمت پر آپ آخری عمر تک مامور رہے۔

1302ھ میں آپ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ دوسرے سال 1303ھ میں تیرہ دن صاحب فراش رہنے کے بعد ماہ ذیقعدہ میں خاص یوم الحج پنج شنبہ کو بعد نماز مغرب آغاز شب جمعہ میں عالم فانی سے رحلت فرما گئے۔ مولوی سید اعجاز احمد نے آیۃ شریفہ وحلواء ساورہ من فضلہ سے بصنعت ملفوظی یعنی بعد اسقاط الف جمعے تاریخ وفات مستنبط کی۔ مولانا محمد سورتی نے دخل الجنۃ بلا حساب تاریخ کا اخراج کیا۔ مولانا ذوالفقار نے ''امیر المتقین مولانا سید عبد الباری'' تاریخ لکھی۔ (حیاۃ العلماء 1303ھ)

تصنیف

آپ کی ضخیم بے مثل و بے نظیر تصنیف اعلام الاحبار والاغلام ان الدین عند اللہ الاسلام ہے دس تنقیدی اصول پر غیر مذاہب کو باطل اور اسلام کی حقانیت ثابت کی ہے۔ (حیاۃ العلماء)

Marfat.com

مولوی محمد علی تحصیلدار

بچھراؤں ضلع مرادآباد وطن تھا۔ 1817ء میں پیدا ہوئے۔ ملازمت کی۔ ابتدا میں سررشتہ صدرالصدور سے ہوئی صیغۂ ملازمت اور سررشتہ داخل خارج میں رہے۔ حدود تحصیلات قائم کرنے پر مامور ہے۔ رجسٹرار دیوانی رہے۔ پھر 1849ء میں تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں تحصلیدار ہوئے۔ تبادلے ہوتے رہے۔ ضلع مرادآباد سے جون 1876ء میں پنشن پائی اور 1887ء مس ے رحلت پائی مولوی عبدالرشید صاحب نے قطعہ تاریخ کہا

محمد علی حامیٔ دیں　　معقول و منقول فردیگانہ
بگویم سن رحلتش مادلائل　　مفسر، محدث، فقیہِ زمانہ

مصرع تاریخ کے اعداد (1230) میں دلائل کے اعداد 75 جمع کرنے سے 1305ھ سال وفات نکلتا ہے۔

سرسید نے جب تفسیر قرآن کا اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور معجزات، دوزخ و جنت، جن و ملائک کے وجود سے انکار کیا اور تفسیر انجیل خوشامدانہ طریقہ پر لکھی اور علماء جمہور کو واقف ہونے کے خطابات سرفراز فرمائے تو ردِ نصاریٰ کے حامیوں نے اسلام اور تبلیغ کو شیعوں کے لیے انتہائی نقصان دہ سمجھا اور اس کی مخالفت کو ایسا ہی ضروری سمجھا جیسے ردِ نصاریٰ کو۔ چنانچہ اس زمانہ کے مشہور ردِ نصاریٰ تحصلیدار صاحب نے سرسید کے دلائل کی بھی تردید کی اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات کی جلدیں تصنیف کیں۔ یہ مجلدات ''البرہان'' کے نام سے مشہور ہیں۔ پورا نام البرہان علیٰ تجہل من قال العبد علم فی القرآن ہے۔

مولوی محمد علی صاحب بڑے عالم اور باخبر بزرگ تھے۔ 1874ء میں کانپور سے ایک رسالہ نورالآفاق انہیں مناظروں کے لیے جاری کیا۔ اس میں مولانا نے مضامین لکھے، آپ کی متعدد غیر مطبوعہ تصنیفات کے علاوہ مطبوعہ کتابیں یہ ہیں:

☆ ظفرمبین: مسٹر اینڈرسن کا جواب ہے

Marfat.com

☆ سوطا اللہ الجنار: یہ بھی مسٹر اینڈرسن کا جواب ہے

مولوی محمد نے اپنی تصنیف برہان میں سرسید کی ہر قسم صرف، نحو، علم زبان، علم کلام وغیرہ کی غلطیاں بیان کی ہیں۔ اول لفظ قال کہہ کر سرسید کی تفسیر کا حصہ نقل کیا ہے جو اس زمانہ کا دستور تھا۔ (داستان تاریخ اردو)

مولانا حکیم محمد حسن

آپ کے والد کا نام منشی کرامت علی اور دادا کا نام شیخ رستم علی اور ان کے والد کا نام یعنی آپ کے پردادا کا نام شیخ محمد حسن عرف موتی تھا۔ آپ 1249ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام خورشید الزماں ہے۔ عالم، طبیب، صوفی مشرب، خوش خلق، زاہد، عابد بزرگ تھے۔ فلسفہ مشائیہ اور علوم عقلیہ میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ اور علوم نقلیہ حدیث و تفسیر فقہ میں مفتی صدر الدین دہلوی سے تلمذ کیا تھا۔ علم طب حکیم امام الدین دہلوی سے حاصل کیا تھا۔ سلسلہ تصوف میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید حضرت نجم الدین سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ابتدا میں آگرہ کے اندر بہ سلسلہ ملازمت قیام کیا۔ اسی دوران میں منشی حاجی محمد خان میر منشی سے ملاقات ہوئی وہ ان کو اپنے ساتھ ''کوہِ آبو'' لے گئے۔ کچھ عرصہ اہلکار ایک محکمہ میں رہے وہاں سے گورنمنٹ کالج اجمیر میں عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ کالج کے پرنسپل سے اختلاف ہوا۔ طویل رخصت سے لے کر کچھ عرصہ مہارانہ اودے پور میواڑ کے طبیب خاص رہے ریاست پالن پور میں ملازمت کی۔ اس کے بعد پھر اپنی مستقل ملازمت پر چلے آئے۔ تقریباً 29 سال اجمیر میں قیام رہا۔ آخر میں ملازمت کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اجمیر میں مطب کرتے رہے۔ عمر کے آخری چند سال وطن میں گزارے۔

توریت و انجیل کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اجمیر کے قیام کے زمانہ میں نادر کتب کے مطالعہ کا

Marfat.com

موقع ملا۔ مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تاریخ مذاہب اور جغرافیہ سے پوری واقفیت حاصل تھی۔ انجیل وزبور وغیرہ کتب سماوی میں جو اختلاف متراجم کی بنا پر ہو گئے ہیں۔ انہیں اپنی تصانیف میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتب سماوی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ توریت زبور عہد عتیق انجیل عہد متوسط قرآن مجید میں حضور سرور کائنات ﷺ کے متعلق پیشنگوئیاں ثابت کی ہیں۔ مثلاً مکاشفات یوحنا کے چوتھے باب کی ساتویں آیت میں جو عبارت ہے اس کو حضور سرور کائنات اور حضور کے چار اصحاب کے حالات سے منطبق کیا ہے۔ علاوہ انجیل، توریت وزبور کے ویدوں سے آنحضرت ﷺ کے ظہور کے متعلق پیشن گوئی ثابت کی ہے۔ آپ کے خیال میں کلکی اوتار سے مراد حضور اقدس ہیں۔ اور سنبل ریت کے معنی سرزمین عرب ہے۔

قرآن مجید میں حروف مقطعات کے معانی بحساب جمل اعداد نکال کر بیان کرتے اور ان کو توریت کی پیشن گوئی اور واقعات عالم سے منطبق کرتے، آپ کا اعتقاد تھا کہ حروف مقطعات کے یہی معنی ہیں جو ان اعداد سے برآمد ہوں۔

تحقیق انجیل اور مذہب عیسوی میں مولانا رحمت اللہ، مولانا آل حسن، مولانا اشرف الحق کے ساتھ آپ کا نام لیا جاتا ہے۔ آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ مخالفین کی کتب سے اسلام کی عظمت وحقانیت ثابت کرتے تھے اور آپ حضور سرور کائنات ﷺ اور مذہب اسلام کے متعلق ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیشنگوئیاں لاتے تھے۔

آپ کی مہتم بالشان تفسیر القرآن عبارت مغلق ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول نہ ہو سکی۔

تقریباً پندرہ تصنیفات ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

☆ معراج مسیحی ☆ کواکب دریہ ☆ آفتاب عالمتاب ☆ حقانیت اسلام ☆ ہشت کونسل بدر بے بہا۔

مباحثہ کبھی نہیں کرتے تھے جو لوگ آتے تھے ان کو اپنے خیالات سنا دیتے تھے۔ مطب کرتے تھے، علاج ومعالجہ کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ آپ کی 19 رمضان المبارک 1323ھ میں 74 سال کی عمر میں وفات ہو گئی۔ (تاریخ امروہہ 302-305)

Marfat.com

مولوی حافظ ولی اللہ

آپ عالم وفاضل فقیہ متجر مباحث ومناظر جامع علوم عقلیہ نقلیہ کے ماہر تھے۔ تردید نصاریٰ میں بڑے بڑے پادری آپ سے مقابلہ کرنے سے کتراتے اور چکراتے تھے۔ چنانچہ مولانا اپنی تصنیف صیانۃ الانسان میں لکھتے ہیں۔ 1867ء میں امرتسر کے اندر عمائد الدین نے سر نکالا۔ تو چند علماء اور پادریوں کے ساتھ مناظرہ ہوا جس کی تفصیل "مباحثہ دینی" کے دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس وقت سے آج تک پھر کسی پادری نے دم نہیں مارا۔ چنانچہ بارہا لاہور کے پادری صاحبان مثلاً پادری فرنچ فورمن لیوئن وغیرہ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا مگر کسی نے بحث کا نام نہیں لیا۔ حافظہ آپ کا مشہور عام تھا۔ کتاب کی سطر اور صفحہ تک یاد رکھتے تھے۔ آپ نے مولوی غلام رسول مرحوم قلعہ میمان سنگھ، مولوی نور احمد سکنہ کہائی کوٹلی اور مولوی احمد الدین بگوی سے علوم حاصل کیے۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد لاہور میں آپ کا وعظ ہوتا تھا۔ تمام پنجاب میں آپ کی تقویر اور قادر الکلامی کی دھوم تھی۔ صاحب فتاویٰ تھے۔ مولوی فقیر محمد جہلمی مرحوم مصنف حدائق الحنفیہ مالک وایڈیٹر مطبع واخبار سراج الاخبار فن مناظرہ میں آپ کے شاگرد تھے۔ 1284ھ میں پادری عماد الدین سے امرتسر میں تحریری مباحثہ ہوا۔ ردِّ نصاریٰ میں کئی کتابیں لکھیں۔ جمعہ کے روز 4/ جمادی الاول 1296ھ میں آپ نے لاہور میں انتقال فرمایا۔ تاریخ لاہور انگریزی (شمس العلماء سید محمد لطیف) میں لکھا ہے کہ حافظ ولی اللہ نابینا تھے۔ لاثانی عالم تھے۔ (تذکرۃ العلماء والمشائخ لاہور محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور)

آپ کی دو مشہور تصنیفیں ہیں۔ ایک پادری عماد الدین کے رسالہ تحقیق الایمان کا جواب صیانۃ الانسان عن وساوس الشیطان ہے جو 1872ء میں مطبع مصطفائی لاہور میں چھپا ہے۔ اور 248 صفحات مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تاریخ لاہور کے مشہور عالم مولوی فرید نے دافع شیطان صیانت الانسان کہی ہے۔

دوسری تصنیف ابحاث ضروری 1289ھ ہے۔ جو اسم بامسمیٰ ہے۔ مناظرے کی ضروری باتیں اس میں درج ہیں۔ کتاب 1288ھ میں مطبع مصطفائی لاہور میں چھپی۔

Marfat.com

مولوی حکیم عبدالرشید

آپ 1858ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے مولانا سید امیر شمس العلماء اور مولانا شیخ محمد بشیر محدث سے سہسوان اور آگرہ میں مولانا سعادت حسین مدرس مدرسہ آرہ سے آرہ میں مولانا ہدایت اللہ جون پور اور پھر مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے تکمیل علوم کیا۔کتب طب حکیم مظفر حسین خان صاحب خلف حکیم مسیح الدولہ بہادر سے پڑھیں اور حکیم سید محمد خاں موہانی سے مطب کیا۔آپ انگریزی ہندی فارسی کے ماہر تھے۔عرصہ تک فرخ آباد میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی رہے۔تصنیف و تالیف اور مناظرہ کا انتہائی شوق رکھتے تھے۔اکثر پادریوں سے آپ کے معرکۃ الآراء مناظرے تحریری ہوئے۔آپ کی ردِ نصاریٰ کی کئی کتابیں تھیں۔آپ کی تصنیفات علمی و ادبی بہت ہیں۔شاعری ہر صنف کی بے تکلف کرتے تھے۔آپ طریقہ نقشبندیہ و قادریہ میں مولانا فضل صاحب گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔(حیاۃ العلماء 119-118)

سید محمد علی

دہلی میں پیدا ہوئے فارسی کی کتابیں میر یار علی سے جلالین و مشکوٰۃ مولوی حفیظ اللہ خاں سے بقیہ کتب احادیث صاحبزادہ گرامی سید شریف حسین (خلف جناب میاں صاحب) سے پڑھیں۔اور آپ کی مصاہرت سے بھی سرفراز ہوئے۔مناظر ردِ نصاریٰ تھے۔مناظرہ کی سند مولانا ابوالمنصور امام فنِ مناظرہ سے حاصل کی۔جو اس فن میں سند الوقت تھے۔حامد صاحب زاہد و پارسا ہمیشہ قوت بازو سے کما کر کھایا۔اگر فکر معاش سے فرصت ہوئی تو عبادت میں مشغول ہو گئے۔اس اکل و حلال اور انہماک فی العبادۃ کی وجہ سے ولایت الٰہیہ تک پہنچے۔تعلیم و تدریس کا سلسلہ باقاعدہ نہ تھا۔لیکن اگر کوئی طالب علم آتا جاتا تو انکار نہ فرماتے۔کوئی خاص تصنیف نہیں چھوڑی۔البتہ عیسائیوں کی طرف سے چند سوالات نامی جو تحریر شائع ہوئی اس کا

Marfat.com

جواب ایسا مدلل لکھا کہ آپ کے استاد مولانا ابوالمنصور نے اپنے رسالے سے ملحق کرلیا۔ کثیر الاولاد تھے جن میں سے سید عبدالرؤف صاحب مہتمم کتب خانہ نذیریہ اور سید عبدالغفور صاحب ناظم کتب خانہ نذیریہ بقید حیات موجود ہیں۔ کلکتہ گئے تو وہیں 3 رصفر 1304ھ مطابق 13 راکتوبر 1886ء فوت ہوگئے۔

عبدالوہاب

قصبہ ہانسی بستی ضلع کے قدیم خانوادے تھے۔ پورا نصاب نہیں پڑھا مگر کام وہ کر گئے جس سے اکثر منتہی محروم رہ گئے۔ اطراف واکناف کے رہنے والے اب اب تک مرحوم کو یاد کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ وعظ میں شیرینی تھی۔ ہر ایک مشنری سے مناظرے کیے۔ صلائے عام تھی۔ مسیحی مناظرین سے خاص طور پر صف آراء رہتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس نوجوان نے باغ زندگی کی 32 بہاریں دیکھیں اور کنج لحد میں جا سوئے۔ تاریخ وصال 1342ھ مطابق 1924ء ہے۔ (تراجم حدیث ہند 466)

مولوی فقیر محمد جہلمی

آپ کے والد ماجد حافظ محمد سفارش جہلم شہر سے دو میل غرب کے فاصلہ موضع چتن میں رہے تھے۔ جمعرات کے روز 1280ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم کی تحصیل میاں قطب الدین ساکن نالیان والہ، میاں غلام محمد ساکن موضع جادہ، مولوی نور احمد ساکن موضع کوٹلی وغیرہ علماء سے کی۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مفتی صدر الدین صاحب صدر الصدور سے فارغ التحصیل ہونے کی سند حاصل کی۔ وطن واپس ہوئے۔ ردِّ نصاریٰ میں اپنی پوری زندگی گزاری۔ آپ کی تصنیفات یہ ہے: ترجمہ صدیق المسیح، حاشیہ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان و حدائق الحنفیہ تذکرہ علماء حنفی و زندہ الاقابل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل، رسالہ آفتاب محمدی۔

Marfat.com

مولوی عنایت رسول چڑیا کوٹی

چڑیا کوٹ ضلع اعظم گڑھ کا ایک شہر ہیں جو مشائخ وعلماء کرام کا مرکز شمار کیا جاتا ہے۔اسی چڑیا کوٹ میں مولوی عنایت رسول 1366ھ میں پیدا ہوئے چنانچہ صاحب تذکرہ علماء ہند مولانا کی شان میں فرماتے ہیں۔ازعلماء فحول ماہر معقول ومنقول واقفِ اسرار نفوس نافذ انظار فروع واصول۔آپ کے والد کا نام علی اکبر اور دادا کا نام عطاء رسول تھا۔ یہ دونوں حضرات قاضی کے عہدہ پر مامور تھے۔مولوی رسول نے ابتدائی زمانہ میں اپنے والد اور دوسرے بزرگوں سے صرف ونحو اور کافیہ مولوی احمد علی چڑیا کوٹی سے پڑھی۔اس کے بعد مولوی نجم الدین سے ہندسہ حساب ومناظرہ علوم ریاضی اور حکمت تحصیل کی۔کتب صحاح ستہ مولوی حیدر علی (ریاست محمد آباد ٹونک) نے پڑھائی۔عبرانی سیکھنے کا شوق ہوا تو کلکتہ تشریف لے گئے وہاں چند سال قیام کیا۔یہودی علماء سے زبان سیکھی۔

سرسید احمد خاں اس زمانہ میں عیسائی مشنریوں کے پروپیگنڈے سے بہت متاثر تھے۔ وہ مشنریوں کے اعتراضات کے جوابات لکھنا چاہتے تھے۔غدر کے زمانہ میں ان کے کاغذات جاتے رہے۔اس لیے عیسائی مذہب اور انجیل کی حقیقت اور اس کی تاریخ اور جو کچھ بائبل پر موافق یا مخالف لکھا گیا ہے ان تمام باتوں کی تحقیقات کرنے کے لیے انہوں عیسائی مذہب کی تمام ضروری کتابیں بائبل کی تفسیریں اور یونی ٹیرین مذہب کی کتابیں خریدیں۔ اور نیز لامذہبیوں کی کتابیں جو بائبل کے خلاف لکھی گئی تھیں وہ بھی بہم پہنچائیں۔جب یہ تمام سامان فراہم ہوگیا تو سرسید احمد خاں کو ایک عربی دان جو عبرانی بھی جانتا ہو اور ایک انگریزی خواں کی ضرورت پڑی۔اس وقت مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی کی عبرانی دانی اور عربی قالبیت کی دھوم تھی۔سرسید مرحوم نے ان سے بائبل کی تفسیر لکھنے میں (جس کی غرض قران وحدیث کی انجیل سے تطبیق کرنا تھی) مدد لی۔وہ بائبل کی تفسیر کس نوعیت کی تھی اور اس کا کتنا حصہ تیار ہوا۔اور مولانا عنایت علی صاحب کے بارے میں مولانا حالی کی کیا رائے تھی۔ وہ حیات جاوید اول

Marfat.com

(صفحہ 97) میں ملاحظہ ہو:

غازی پور میں سرسید نے سالم نام کے ایک یہودی کو نوکر رکھا اور اس سے عبرانی پڑھنی شروع کی۔ غازی پور کے ضلع میں مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوئی ایک بہت بڑے عالم اور عربی اور عبرانی کے ہیں۔ ان کی اعانت سے سرسید کے ارادہ کو اور بھی زیادہ تقویت ہوئی۔ الغرض عہد عتیق میں سے کتاب پیدائش کے گیارہویں باب تک اور عہد جدید میں انجیل متی کے پانچیوں باب تک تفسیر اسی التزام کے جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا۔ لکھی گئی۔ اور ساتھ کے ساتھ چھپتی بھی گئی۔ جو کچھ سرسید لکھتے تھے اس کا ترجمہ انگریزی میں ایک یورپین جس کو دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ دیتے تھے ہر روز دو گھنٹے کام کرتا تھا وہ ترجمہ بھی اردو کے ساتھ چھپتا۔ ایک کالم میں عبرانی توریت کی عبارت عربی خط میں اور اس کا اردو ترجمہ اور انگریزی ترجمہ اس کے نیچے لکھا جاتا تھا۔ دوسرے کالم میں اسی مضمون کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث اور اس کا ترجمہ اور انگریزی اس کے نیچے لکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد تفسیر لکھی جاتی تھی۔

مولوی امان علی احمد آبادی

خلف حکیم شیر علی ساکن احمد آباد نارہ کے رہنے والے تھے۔ مولانا رحمان علی صاحب تذکرہ علماء ہند آپ کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ نے مولوی ثابت علی سکنہ بھکا ضلع الٰہ آباد سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ کتب مطولات مولوی محمد سعید رامپوری داماد مفتی شرف الحق سے تحصیل کیں علم طب اپنے والد ماجد سے اکتساب کیا۔ تقویٰ و پرہیز گاری آپ کا شعار تھا۔ فتح پور سے مہاراجہ بشناتھ سنگھ فرمانروا ریوا نے آپ کی طلبی کا فرمان بھیجا۔ اور 4 ربیع الاول 1257ھ شاہی طبیب کے منصب پر مامور کر کے ایک سو بیس روپے کا ملازم فرما دیا۔ اس زمانہ میں لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے مضافات اور ریوا کے مسلمان صوم وصلوٰۃ سے بالکل بے خبر تھے آپ کے قدم رکھتے ہی نماز و روزہ کے پابند ہو گئے۔ 15 رشوال ہفتہ کے روز 1258 مولانا عبدالباری فتح پوری خلیفہ رفیع الدین عرف مولوی ذوالفقار علی سے قادریہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلسلہ میں بیعت

Marfat.com

ہوئے۔ بہت سے لوگ اس ریاست کے ان کے مرید ہو گئے۔ 18 رذی الحجہ 1872ء میں آپ کو پرمٹ انچارج بنا دیا گیا۔ کل اختیارات کے حدود سونپے گئے۔ آخر عمر تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ 24 ربیع الاول 1277ھ میں ریوا میں ہی رحلت فرما گئے۔ وہیں مدفون ہوئے۔

حکیم ابو خاں نے تاریخ وفات میں نظم لکھی:

صد افسوس حضرت امان علی　　بخت شد نداز جہاں منتقل

کون سالِ رحلت چہ گوتم بتو　　سرِ ہوش رفت از غم در دِل

آپ نے ردنصاریٰ میں اپنا وقت بہت صرف کیا۔ آپ کی مشہور تصنیف ردالوشتیہ ہے اس کے علاوہ مثنوی پنجہ خورشید اردو میں، عس البیان فی تفسیر الالبان، موضع البدعات نیسر الفسیر فی تراکیب الاکاسیر، رسالہ ندع الکلب۔ دو رسالہ خواص سورۃ قرآنی بنظم اردو اور فارسی ترجمہ چہل حدیث۔

مفتی کفایت اللہ صاحب

ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت جمعیۃ علماء ہند کے بانی جناب قبلہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تقریباً 1295ھ میں شاہجہانپور میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد کا نام شیخ عنایت اللہ ہے۔ سلسلہ خاندان اس طرح چلتا ہے۔ عنایت اللہ ابن فیض اللہ ابن خیر اللہ ابن عباد اللہ۔ آپ کا شاہجہانپور کی شیخ برادری سے تعلق ہے۔

مفتی صاحب چار بھائی ہیں۔ ایک آپ اور دوسرے مولانا حافظ قاری نعمت اللہ صاحب جو شاہ جہاں پور میں اپنے زہد و تقویٰ اور عابدانہ زندگی کی وجہ سے اپنے معتقدین کا بڑا طبقہ رکھتے ہیں۔ ان کا وقت رات بھر عبادت میں اور دن میں درس و تدریس میں گزرتا ہے۔

دوسرے بھائی قدرت اللہ صاحب ہیں۔ جو قصور میں رہتے ہیں۔ ان کی زندگی تمام تر سیاسی گزری۔ تین چار مرتبہ جیل جا چکے ہیں۔ اور قصور کی تحریک 42ء اور پچھلی تحریکوں میں ڈکٹیٹرشپ کی عزت ان کو سونپی گئی ہے۔ وہ عرصہ تک وہاں بھی کانگریس کے سکریٹری رہے

Marfat.com

ہیں۔آج کل آٹے کا میل چلا رہے ہیں۔

تیسرے بھائی حافظ سلامت اللہ شاہجہانپور میں تجارت کرتے ہیں۔

محلے کے لڑکے جب مدرسہ جاتے تھے ان کو دیکھ کر مفتی صاحب کو شوق ہوتا تھا کہ میں بھی مدرسہ جاؤں چنانچہ مفتی صاحب بھی مکتب میں جانے لگے۔اس میں خرچ کی ضرورت پڑتی ان کے والد بہت غریب آدمی تھے تعلیم کا خرچ نہیں اٹھا سکتے تھے۔یہ ٹوپیاں اونی بیل بوٹے والی قسم کی ہوتی تھیں، رات کو اس کو بنتے تھے دو تین راتوں کو بننے کے بعد دو روپے میں بیچ آتے تھے۔لاگت تقریباً سوا روپے کی آتی تھی۔اس سے تعلیم کا سلسلہ چلتا تھا۔اور یوں تعلیم حاصل کرتے تھے۔

کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ چند طلباء مل کر ایک جگہ کھانا کھاتے تھے۔سالن خود پکا لیتے تھے۔روٹی بازار سے بھٹیاری سے پکوا لیتے تھے، آٹا اندازہ لگا کر ساتھیوں کے اعتبار سے لے جاتے تھے۔طریقہ یہ تھا کہ باری باری پکوانے جاتے کچھ دن یہ ہوا کہ سب بھوکے رہ جاتے اور پیٹ نہ بھرتا۔خیال آیا کیا وجہ ہے۔مفتی صاحب پر سب کو اعتماد تھا۔انہوں نے کہا کہ آپ معلوم کیجیے کیا بات ہے۔جس دن ان کی باری آئی وہ تاک لگا کر بھٹیاری کو دیکھتے رہے۔ بھٹیاری ہر ایک کے آٹے میں ایک ایک مٹھی بھر کر پھرتی سے آٹا نکال کر اپنی تھیلی میں ڈالتی۔یہ بیٹھے تماشا دیکھتے رہے جب اس نے ان کے آٹے میں سے مٹھی ڈالی تو انہوں نے فوراً ہاتھ پکڑا اور سب لوگوں کو دکھایا۔اس کی تھیلی کو اس میں بہت سارا آٹا بھرا ہوا تھا۔لوگوں نے بھٹیاری کو بہت شرمندہ کیا۔اس نے معافی مانگی کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں پائی۔عربی کی تعلیم آپ نے مدرسہ اعزازیہ اسلامیہ شاہجہانپور میں مولانا حکیم عبید الحق صاحب سے شروع کی۔اس کے بعد آپ مراد آباد میں مدرسہ اسلامیہ شاہی مسجد میں مولانا محمود الحسن صاحب سہسوانی مولوی بشیر احمد صاحب مراد آبادی سے دو سال تک پڑھتے رہے پھر دیوبند کے مدرسے میں داخل ہو گئے اور وہاں شیخ الہند حضرت العلامہ مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب دیوبندی اور مولانا عبد

Marfat.com

العلی دہلوی سے درس احادیث حاصل فرمایا اور دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر سند حاصل کی۔ آپ کے ہم سبق مولانا حسین احمد مدنی اور رنگون کے مشہور عالم مولانا عبدالخالق اور مولانا عبد المجید شاہجہانپوری تھے۔

آپ انتہائی ذہین تھے اپنے ہم سبقوں میں ہر امتحان میں آگے رہتے۔ مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کا جب امتحان ہوتا ہم سے زیادہ نمبر لے جاتے حالانکہ ہم دن بھر کتابیں پڑھتے تھے۔ اور سبق یاد کرتے تھے۔ لیکن مفتی صاحب اسباق لینے کے وقت کتاب دیکھتے تھے۔ میں نے بھی اس بات کی تیاری کی کہ مفتی صاحب سے نمبر زیادہ لے جاؤں چنانچہ میں نے پرچے کا جواب پورے وقت میں تین صفحہ میں لکھا اور مفتی صاحب نے ڈیڑھ صفحہ میں جلدی سے لکھ کر رکھ دیا۔ امتحان کا نتیجہ دیکھا تو میرے نمبر زیادہ نہیں تھے۔ دونوں کے برابر نکلے۔

مدرسہ میں طالبعلموں کو پڑھنے کے لیے رات کو تیل ملتا تھا۔ وہ اس سے اپنا دیوا جلا کر سبق یاد کرتے تھے۔ لیکن مفتی صاحب اس تیل سے پکوڑیاں تل کر کھایا کرتے تھے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مفتی صاحب کو سیاست سے دلچسپی پیدا ہوئی آپ مسلم لیگ 1918ء کے اندر داخل ہو گئے۔ اس میں کافی عرصہ کام کیا۔ لیگ کانگریس سمجھوتہ ہونے کے بعد آپ کانگریس میں شامل ہو گئے۔ نومبر 1919ء کے زمانہ کی بات ہے جبکہ ہندوستان کے مختلف گروہوں اور مختلف اقوام کی متحدہ انجمنیں قائم ہو چکی تھیں اور ہوتی جا رہی تھیں جو ملک اور قوم کی خدمت کر رہی تھیں اور فائدہ پہنچا رہی تھیں لیکن اس وقت علماء ہند کی کوئی متفقہ جماعت یا انجمن قائم نہیں ہوئی تھی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کہ علماء اپنی ایک مضبوط اور مقتدر جمعیت قائم کریں اور صرف مشترکہ مذہبی و سیاسی امور میں عمہ اہل اسلام کی رہنمائی کا فرض ادا کریں۔ اور وہ باقاعدہ منظم جماعت کی شکل میں ہوں چنانچہ وہ جماعت بنائی گئی اس کا نام جمعیۃ علماء ہند رکھا گیا۔ دسمبر میں امرتسر کے اندر عارضی صدر مولانا کفایت اللہ صاحب کو مقرر کیا گیا۔ اس میٹنگ میں 24 علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ مخصوص حضرات کے نام یہ ہیں:

Marfat.com

☆حضرت مولانا عبد الباری صاحب ☆حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب ☆حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب ☆حضرت پیر محمد امام صاحب سندھی ☆جناب مولانا اسد اللہ صاحب سندھی ☆جناب مولانا سید محمد فاخر اللہ صاحب ☆جناب مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی ☆جناب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ☆جناب مولانا احمد سعید صاحب

1926ء مطابق 1344ھ میں سلطان ابن سعود نے فتح حجاز کے مؤتمر اسلامی میں تمام عالم اسلام کے علماء کو مدعو کیا تھا اس میں جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے ایک وفد مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا انور شاہ صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا نثار احمد صاحب کا حجاز جانا منتخب ہوا تھا۔ جس کے صدر حضرت مفتی صاحب قبلہ ہی تھے۔ آپ نے مؤتمر میں جو قابلیت کا سکہ جمایا اس سے ہندوستان کے علماء کی شان دوبالا ہوگئی۔ ممالک اسلام کے علماء نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ 21 ستمبر 1926ء میں ترک مولالات کا جو علماء نے فتویٰ دیا اور اس پر جو عملی تجویز پاس ہوئی وہ حضرت مفتی صاحب ہی کی بنائی ہوئی تھی اور حضرت مفتی صاحب کو ہی شرف حاصل ہے کہ گاندھی جی اور مولانا محمد علی مرحوم کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب ہی کو تجویز بنانے کے لیے یہ حضرات مجبور فرمایا کرتے تھے۔

28ء29ء میں جب دہلی میں آل پارٹی کانفرنس پریڈ گراؤنڈ میں آغا خان کی صدارت میں ہوئی اس وقت میں سر ابراہیم اور علی برادران سے اختلاف بڑھا اور کانفرنس میں دن کے ساڑھے بارہ بجے تک کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اور بڑی نازک صورت حال پیدا ہوگئی تو مفتی صاحب نے دیکھا کہ رنگ بگڑ رہا ہے تو مفتی صاحب نے خود کچھ دیر تقریر فرمائی اور نماز ظہر کے لیے کانفرنس ملتوی کردی۔

نماز کے بعد اجلاس ہوا۔ مفتی صاحب نے چند الفاظ کی تجویز میں تبدیلی فرمائی۔ اور وہ تجویز سنائی تو مخالفین متفق ہوگئے اور وہ تجویز منظور ہوگئی۔

اسی طرح جامع اظہر کا وفد ہندوستان آیا تو اس کو مدرسہ امینیہ کی طرف سے پارٹی دی گئی۔ جب پارٹی ختم ہوگئی تو مصر کے علماء فوٹو کے حق میں فتویٰ دیتے تھے۔ آپ نے ان کو

Marfat.com

معقول ومنقول دونوں نظریوں سے ثابت کیا تو انہوں نے تسلیم کیا اور مانا کہ ہم غلطی پر تھے۔

انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہندوستان سفر اور حجاز و شام مدینہ اور ممالک اسلامیہ میں مفتی صاحب کا علم وفضل اور فن فتویٰ کا کوئی مثل نہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی افتاءنویسی کچھ اس انداز کی ہوتی ہے کہ ہر مفتی کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اور الجواب صحیح لکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی عمر کا ایک بڑا حصہ انگریز کی بغاوت میں گزرا ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلی مرتبہ گجرات جیل میں ڈاکٹر انصاری، خان عبدالغفار خاں، علی گل خاں، کے ساتھ جیل میں چھ ماہ کی قید مشقت گزاری۔ اور دوسری بار ڈیڑھ سال با مشقت ملتان جیل میں بسر کی۔ یہاں لالہ دیش بندھو گپتا نے آپ سے گلستاں پڑھی۔

مدرسے کے پہلے صدر مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بعد میں مولانا امین الدین صاحب شاہجہانپوری شاہجہاں پور سے مفتی صاحب کو لے آئے تھے۔ جبکہ شاہ صاحب چلے گئے تھے۔ مدرسہ امینیہ سے قبل آپ شاہجہاں پور کے مدرسہ عین العلم میں مدرس تھے۔ مولانا اعزاز علی صاحب نے بھی وہیں تعلیم پانی شروع کر دی تھی۔ مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب کی تنخواہ بیس روپے تھی۔ جب اولاد ہوگئی اور ضروریات بڑھ گئیں تو مفتی صاحب نے رات کے وقت کے لیے انجمن ہدایت الاسلام میں پانچ روپے انجمن کا حساب وکتاب لکھنے کے لیے ملازمت کر لی۔ مفتی صاحب نے حساب وکتاب لکھتے وقت محسوس کیا کہ انجمن کے ارکان انجمن کے سرمایہ میں خُرد بُرد کر رہے ہیں اور حساب غلط لکھوا رہے ہیں۔ تو آپ نے انجمن کی منشی گیری سے استعفیٰ دے دیا کہ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ ایسی ملازمت کروں۔

اس زمانہ میں مفتی صاحب کے دوستوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ لیکن خاص دوست حاجی احمد مرزا فوٹو گرافر اور ان کے بھائی حاجی رشید مرزا اور مولانا عبدالغنی محلّہ سوئی والان تھے۔ چنانچہ یہ سب ساتھ مل کر مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔

آپ کے سینکڑوں ہندوستان اور ممالک اسلامیہ میں علماء شاگرد ہیں۔ بعد میں آپ

Marfat.com

1338ھ میں مولوی امین الدین صاحب بانی مدرسہ امینیہ کے انتقال کے بعد مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ پر یہ ذمہ داری ان مقدس ہاتھوں نے یعنی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے سونپی تھی۔ اس وقت سے لے کر آپ نے آج تک جس کو تقریباً 35 سال ہوئے بحسن و خوبی انجام دیا۔ اس مدرسہ کا انتظام بڑی دیانت داری کے ساتھ اپنے ہاتھ میں رکھ رکھا ہے۔ مدرسہ کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہ مدرسہ دنیائے اسلام میں مفتی صاحب کے فتویٰ نویسی کی وجہ سے مقبولیت کا سہرہ حاصل کیے ہوئے ہے۔ مفتی صاحب کا دم ہے کہ اس معمولی مدرسہ کو ایک بڑا مدرسہ بنا دیا ہے۔ جو اسلام کی بڑی خدمت انجام دے رہا ہے۔

آپ کے مشہور شاگرد مولانا اعزاز علی دیوبندی، مولانا احمد سعید، مفتی مہدی علی صاحب، مفتی راندھیر اور مولانا قاری محمد یٰسین رائے پوری مہتمم رائے پور مدرسہ ہیں۔

مولانا احمد سعید کی شاگردی کا واقعہ عجیب ہے۔ مولانا احمد سعید فوارہ پر تقریر کر رہے تھے۔ مولانا یٰسین کو ان کی خوش بیانی پسند آئی سمجھنے لگے کہ مولانا بڑے قابل اور فاضل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ مولانا سے دریافت کروں کہ آپ نے کہاں پڑھا ہے۔ کئی مرتبہ پوچھنے کے لیے تیار ہوئے مگر جرأت نہ ہوئی۔ مگر ایک دن ہمت کر کے پوچھ لیا۔ مولانا احمد سعید نے اپنے خاص انداز میں عاجزانہ طور پر کہا:

''یار کہیں پڑھا ہو تو تم کو بتاؤں۔'' مولانا یٰسین نے مولانا احمد سعید کو تلقین کی کہ آپ پہلے پڑھ لیجیے۔ مولانا کی سمجھ میں بات آ گئی۔ رات کو مولانا یٰسین نے میزان منشعب پڑھی اس کے بعد مولانا یٰسین نے مولانا احمد سعید کو مفتی صاحب کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے پھر مفتی صاحب سے تعلیم حاصل کی۔

اس دور میں ردِّ نصاریٰ کا بہت زور تھا۔ چنانچہ مفتی صاحب عیسائیت کے خلاف مواد اکٹھا کرتے تھے اور مولانا احمد سعید ان کو بیان کرتے تھے۔ مناظروں میں بھی یہی ہوتا تھا۔ مناظرہ مولوی احمد سعید کرتے تھے اور معاون مفتی صاحب ہوتے تھے۔

مفتی صاحب علماء کرام کے طبقہ میں ایک بزرگانہ ہی نہیں عالمانہ شان کے مالک سمجھے

Marfat.com

جاتے تھے۔آپ کے متعلق مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد تھا ''چونکہ مفتی صاحب کی طبیعت کسی نامعقول بات کو قبول نہیں کرتی اس سے اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے۔''

اسی طرح شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ فرمایا کرتے تھے ''ہمارے معتقدین کو جو شرف ہمارے کفایت پر حاصل ہے وہ تقدم زمانہ کی وجہ سے ہے۔ورنہ ہمارا کفایت علم میں ان سے کم نہیں۔''

مفتی صاحب نے کوئی عالمانہ تصنیف ابھی تک نہیں فرمائی۔لیکن دوسرا مقبولیت کے اعتبار سے بہشتی زیور یعنی تعلیم الاسلام کے چار رسالے مرتب فرمائے ہیں۔اس کو اس ڈھنگ سے تصنیف فرمایا کہ تمام علماء دیوبند اور بریلوی اپنے مدرسوں میں پڑھاتے ہیں۔ یہی خصوصیت مفتی صاحب کے فتویٰ کی ہے۔فتویٰ اسی طرح جس طرح دیوبندی مانتے ہیں۔اسی طرح بریلوی حضرات بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔ چنانچہ 1935ء میں شریعت کانفرنس جو سرحد پر ہوی تھی۔جس میں سنی وشیعہ علماء سرحد میں شامل ہوئے اور ان کے آپس کے اختلاف اور مسائل متنازعہ تھے۔آپ نے ان کا فیصلہ کرایا۔اور مفتی صاحب نے ان کو جو متعدد جوابات دیے وہ انہوں نے منظور کیے۔آپ کی عزت صرف علماء کرام ہی کی نظروں میں نہیں ہے۔آپ کی ذہانت کا سکہ ہندوستان کے رہنما بھی مانتے ہیں۔نیتا جی سبھاش بابو کانگریس کے صدر ہونے کے بعد مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب سے تبادلہ کرتے رہے۔چنانچہ دو گھنٹے تک مسلسل گفتگو رہی۔آپ مفتی صاحب کی قابلیت اور ذہانت کے معترف تھے۔

مفتی صاحب کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب ہیں۔کتب خانہ رحیمیہ اردو بازار کے مالک ہیں۔شعر وشاعری سے لگاؤ ہے اور اچھے شاعر ہیں۔سائلؔ صاحب سے تلمذ رکھتے ہیں۔اس رشتہ سے ہمارے بھائی ہیں۔عمر تقریباً 40 سال ہے۔

دوسرے صاحبزادے خلیل الرحمٰن صاحب بی اے ہیں۔سکرٹریٹ میں ملازم ہیں۔عمر تقریباً تیس سال کی ہوگی۔دو لڑکیوں میں ایک لڑکی مولانا سمیع اللہ صاحب سے بیاہی ہوئی

Marfat.com

ہیں۔مولانا سمیع اللہ صاحب دیوبند کے فارغ تحصیل ہیں۔اور دہلی کے سرگرم لیڈر ہیں۔ طبیعت میں تجارت بھی ہے۔کپڑے اور کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔کتب خانہ عزیزیہ کے مالک ہیں۔اردو بازار میں دوکان ہے۔

دوسری صاحبزادی پروفیسر ضیاء الاسلام سے بیاہی گئی ہے۔آپ علی گڑھ کے کالج کے پروفیسر ہیں۔مفتی صاحب جب جیل میں تھے مشاعرے ہوتے اور احباب اصرار کرتے تھے تو کوئی اردو میں غزل فرمادیا کرتے تھے کوئی جب جیل سے رہا ہوتا اور دل پر اثر پڑتا تو فوراً رہائی پر فی البدیہہ نظم کہہ دیا کرتے تھے۔عام طور پر اردو میں آپ غزل گوئی شعروشاعری سے پرہیز کرتے لیکن عربی میں ضرور آپ قصیدہ اور اشعار فرماتے۔عربی کے قصیدے عوام نہیں سمجھ سکتے۔اس لیے ان کا یہاں لکھنا بے سود ہے وہ نظمیں جو مفتی صاحب حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا احمد سعید کی رہائی پر کہیں ہیں ان کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی 17 رمضان 1351ھ کو جو رہائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابھی جانے والے ہیں۔تو آپ نے فوراً قلم برداشتہ یہ نظم فرمائی:

چل دیے کس کس کو قفس میں چھوڑ کر — رشتہ اخلاص کو کس بے رخی سے توڑ کر
بیڈمنٹن ساتھ کس سے کھیلیں گے پنا پریم — گوری شنکر کس کی اب کھینچیں گے باہیں موڑ کر
کس سے دل بہلائیں کھیل کر احمد سعید — مظہر ولدھیانوی بیٹھیں کہاں سر جوڑ کر
بادہ نوشوں اب لپیٹو عیش وعشرت کی بساط — کیونکہ ساقی چل دیا جام وصراحی چھوڑ کر
خیر کچھ پروا نہیں جاؤ خدا حافظ مگر — بھول مت جانا ہمیں غیروں سے رشتہ جوڑ کر
ہوں مبارک تم کو آزادی کے اب لیل ونہار — فتح ونصرت پاؤ تم دشمن کی گردن توڑ کر
شیر حریت کی آزادی سے میں تو خوش ہوا — بزدلانِ قوم اب بھاگیں گے میداں چھوڑ کر

جسم گو زندانِ ملتاں میں ہمارے ہیں اسیر
دل مگر جاتے ہیں تیری ساتھ سینے چھوڑ کر

Marfat.com

اس کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی 2 رفروری 1933ء کو رہا ہوئے۔ تو جناب مفتی صاحب نے فرمایا:

اے صدیق محترم لدھیانوی — لو تمہاری بھی رہائی آ گئی!
اے شفیق قوم رحماں کے حبیب — آ گئی تیری جدائی کی گھڑی
دوستوں کو چھوڑ کر تو بھی چلا — آہ کیسی شاق ہے فرقت تری
تو رہا جب تک کہ اپنی قید میں — قید سمجھا ہی نہیں کوئی کبھی!
جیل کیا تھی محفلِ احباب تھی! — اور تو ہی تھا اس کی رونق روشنی
تو گیا تو اس میں کوئی شک نہیں! — رونقِ بزمِ اسیراں بھی گئی!
جب کبھی الجھا کسی کا کوئی کام — تو نے سلجھایا بلطفِ دوستی
زیب دیتی ہے قیادت بھی اسے — جو رہے زنداں میں بندِ لشکری
قیدیوں کی ہر طرح سے خدمتیں — تو نے کیں اے مستحقِ افسری
کچھ نہ سمجھا فرق خویش وغیر میں — سب کی یکساں دل سے خدمت تو نے کی
شیر و شکر ہو کے یوں ان میں رہا — رنج و راحت میں تیری شرکت رہی
سب تیرے مداح ہیں ممنون ہیں — تیری فرقت سے ہیں پژمردہ سبھی
اختلاف رائے پر بھی دوست ہیں — کیوں کہ سچی تھی تیری بھی دوستی
تو فقیری میں بھی دل کا بادشاہ — تجھ پہ قرباں شوکتِ شاہنشہی!
حق نے دی ہے تجھ کو جرأت بے بظیر — ہمتِ مردانہ اور عزمِ قوی!
ہر مصیبت ملک و ملت کے لیے — تو نے کامل خوش دلی سے جھیل لی
شیر پنجرے میں ہیں جب بھی شیر ہے — لومڑی آزاد بھی ہے لومڑی
اک طرف فرقت کا ہے تیری ملال — دوسری جانب خوشی بھی ہے بڑی
''قید مظلومی'' کہ تھی صبر آزما — ختم اطمینان و راحت سے ہوئی

Marfat.com

ہے یہ استقلالِ ہمت کا ثبوت　　آن جیسی بھی تھی ویسی ہی رہی
ہے دعا میری بصدق دل یہی　　اجر کامل دیدے اے ربِّ غنی
ملک و ملت کے لیے قربانیاں　　ہوں تیری مقبول باصد خرمی
حافظ و ناصر تیرا اللہ ہو!　　اور تیرے ہر کام ہو بہتری
مال و زر اقبال ہوں تیرے غلام　　کامیابی گھر کی لونڈی ہو تیری
ہو تیری اولاد صالح اور سعید　　اور حاصل ہو اسے علمِ علیؓ

دے اسے اللہ اپنے فضل سے
شوکتِ صدیقؓ و فاروقؓ و علیؓ

فروری کے بعد مارچ کے آخری الوداع کی نظم مفتی صاحب کو مولانا حافظ حاجی احمد سعید کی رہائی پر کہنی پڑی۔ مفتی صاحب کے حضرت مولانا احمد سعید صاحب سے انتہائی محبت بھرے تعلقات ہیں اور یکدلی دونوں میں پائی جاتی ہے۔ اور یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک جان دو قالب ہیں۔ مفتی صاحب پر اس رہائی کی خبر سے مفارقت کی کیفیت کیسی گزری ہوگی وہ ان کا دل ہی جانتا ہوگا لیکن قلم سے جدائی اور علیحدگی کا نقشہ جو مفتی صاحب نے کھینچا ہے ملاحظہ ہو:

چل دیا اے جان و دلی وہ بے خبر　　ہجر اس کا الامان و الحذر
جس سے وابستہ تھیں میری راحتیں　　جانتا تھا میں جسے قلب و جگر
کنجِ تنہائی میں تھا میرا رفیق　　مونسِ جاں تھا سفر ہو یا حضر
مولوی احمد سعیدِ خوش لقا　　واعظِ آتش بیاں جادو اثر
شیر دل، کانِ مروت، شیر چشم　　پیکر صدق و وفا والا گہر
ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند　　تجربہ کار و امین و باخبر

Marfat.com

چھوڑ کر زنداں میں مجھ کو چل دیا　　پھیر لی ہے انس و محبت کی نظر
تیری فرقت کا تصور الغیاث　　الحذر تیری جدائی الحذر
تیرے دم سے قید خانہ باغ تھا　　اور ترے اخلاق تھے اس کے ثمر
چونکہ راضی بالقضا تھے اس لیے　　قید کا مطلق نہ تھا تجھ پر اثر
تھی بدولت تیرے بزمِ عیش گرم　　جیل میں دن رات اور شام و سحر
مِلک تیری دوسروں پر وقف تھی　　جان دیتا کوئی بھی لیتا اگر
یہ حقیقت ہے کہ کرتی ہے تیری　　خوش بیانی دل میں پتھر کے اثر
بے شبہ ہے تیری تقریرِ بلیغ　　دل نشینی میں کا النقش فی الحجر
باغِ جمعیۃ مساعی سے ترے　　سبز و شاداب و شگفتہ پر ثمر
تیرا دل ہے مال و زر سے بے نیاز　　فضلِ حق پر رہتی ہے ہر دم نظر
دیکھ کر قربانیاں تیری ہمیں　　یاد آتے ہیں خلیلِ نامور!
حق تیرا حامی ہو اور طالع بلند　　اور قدم چومے ترے فتح و ظفر
موردِ الطافِ باری تو رہے　　عمر بھر ہر سال ہر شام و سحر

لطف سے تیرے ہے امیدِ قوی
پیش کش ہے گرچہ میری مختصر

تھوڑا سا انداز غزل کا بھی ملاحظہ کر لیجیے:

اب یہ دھمکی ہے مرے صیاد کی　　ذبح کردوں گا اگر فریاد کی
کھیل سمجھے خوش ہوئے پھیری چھری　　ان کے بچپن نے مری فریاد کی
دفن کے بعد آئے تربت پر میری　　قبر پر گویا بہشت آباد کی
جانتا ہوں کچھ نہیں حاصل مگر　　پڑ گئی عادت مجھے فریاد کی
لوحِ دل پر جب تیری تصویر لی　　روح تڑپی مانی و بہزاد کی

Marfat.com

شاخِ طوبیٰ میں نہیں اس کی شبیہ کیا حقیقت سرو یا شمشاد کی

روئے انور ہی کو تیرے دیکھ کر

سورۂ والشمس میں نے یاد کی

اردو میں مفتی صاحب کی یہ نظمیں اور غزل پہلی اور آخری یادگار ہیں۔ جیل کے زمانہ کی۔ لیکن اندازہ لگایئے پہلی اور آخری زندگی کی شاعری کی زبان کس قدر سلیس اور فصیح ہے۔ کیسا سادہ اور دلکش انداز ہے۔ جذبات کی روانی اور تاثیر ٹوٹی پڑتی ہے۔ ہر فن مولا عالم جس چیز پر قدم اٹھائے اس میں کمال دکھاتا ہے۔

مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب

آپ کا آبائی وطن پلکھوہ ضلع میرٹھ ہے۔ آپ کے پردادا مرحوم اطراف وجوانب میں ایک مشہور عالم تھے۔ مسائل فقیہ میں ان کی قلمی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ آپ کے والد کا نام محمد احمد ہے۔ حج بیت اللہ فرمایا ''حاجی'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

مولانا موصوف 1900ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ کوچہ نیچہ بندان میں رہتے تھے۔ جس کو اب کوچہ استاد داغ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ نے مدرسہ حاجی علی خاں (نئی سڑک) میں دہلی کے مشہور محدث وعالم مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث سے درمیانی تعلیم تک کتب عربی پڑھیں اور کتب صحاح ستہ جناب ضمیر مرزا صاحب در رشتہ دار نواب لوہارو سے تکمیل کیں۔

1922ء میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد 1923ء میں عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے کیے۔ 1925ء میں عیسائیت کے خلاف انجمن اصلاح المسلمین کی بنیاد ڈالی جس کی جانب سے پادری احمد مسیح، رام چندر، دھرم بھکشو، پنڈت کالی چرن، پنڈت جگدیش وغیرہ سے دہلی، بلند شہر، پلکھوہ، حیدرآباد، سندھ، داود سندھ (دیول سندھ) وغیرہ مقامات میں

Marfat.com

مناظرے کیے۔1926ء میں کراچی میں مقیم ہوئے اور شدھی سنگٹھن کے طوفان میں سندھ کے آریہ سماجیوں کا تعاقب کیا۔ سندھ کے کارناموں کی تفصیل انجمن نے مسلمانان سندھ کی رپورٹ شیخ عبدالمجید صاحب سندھی میں درج ہے۔

1929ء میں حوض قاضی کے گرجا میں پادریوں سے معرکۃ الآرا مباحثے ہوئے۔ ان مباحثوں میں 125 برس کی عمر کا پادری جوالیس پی جی کے مشن کا انچارج تھا۔ صدارت کا فرض ادا کرتا تھا۔ اور ہندوستان کے مباحثوں کے دلائل سن کر تعجب کرتا تھا۔ کہ انہوں نے کتنی ترقی حاصل کی ہے۔ خاص طور پر جب مولانا موصوف سے مناظرہ ہوتا تھا تو بحث سننے کے لیے آتا تھا۔ اور بڑے غور سے بحث سنتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ پادری اور مشنری لوگ مردہ ہو چکے تھے۔ اور مولانا موصوف دفنانے کا کام انجام دے رہے تھے۔ بہت سی مرتبہ پادری احمد مسیح جو نابینا تھے اور حافظ قرآن بھی۔ اور مسلمان سے عیسائی ہوئے تھے۔ وہ مولانا موصوف کے مدلل جواب کے بعد خاموش ہو جاتا تھا۔ اور مناظرہ کے بعد کہتا تھا کہ مولانا میں اب بھی مسلمان ہوں۔ پیٹ بھرتا ہوں۔ مجبوراً عیسائی بنا ہوں۔

پادری احمد مسیح کے علاوہ آپ نے دہلی شاہدرہ میں پادری سلطان پال سے اور غازی آباد میں پادری عبدالحق سے مناظرے کیے۔

اسی زمانہ میں آپ نے جمعیۃ العلماء کے اخبار روزانہ الجمعیۃ میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ اخبار الجمعیۃ کے چیف ایڈیٹر بنا دیے گئے۔ کچھ عرصہ کے لیے اخبار اور رسالہ فاران کو ایڈٹ کرنے کے بعد پھر الجمعیۃ کے چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ الجمعیۃ کی حکومت دلی نے ضمانت مانگ لی تو آپ نے لاہور کے مشہور اخبار زمزم کی ایڈیٹری اختیار کی۔ اور وسط 1947ء تک کام کرتے رہے۔ دوران فساد میں اگست 1947ء سے پہلے ہی واپس چلے آئے۔ اور پلکھوہ میں مقیم ہوئے۔ ہر قسم کے مصائب برداشت کر کے ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء کے حکم سے پھر 23 دسمبر 1947ء کو اخبار الجمعیۃ کی زمام ادارت سنبھالی۔ فسادات کے زمانہ میں امن عامہ قائم کرانے اور مسلمانوں کو مصائب سے

Marfat.com

بچانے کے سلسلہ میں آزادانہ آرٹیکل لکھے۔جس کو دہلی کے عوام اور خواص پسند ہی نہیں کرتا بلکہ روزانہ اس پڑھنے کا انتظار میں رہتا ہے۔آپ کے آرٹیکل حقائق سے پر ہوتے ہیں۔واقعات پر اس انداز سے تبصرہ ہوتا ہ کہ ہر شخص سمجھ لیتا۔حکومت پر تنقید ونکتہ چینی بڑی متانت اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہمدردانہ طرز پر فرماتے ہیں۔آپ کی صحافت نگاری کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اور ایڈیٹروں کی طرح رنگ نہین بدلے اور ٹو ڈیٹ پرست اور رجعت پسند اخبارات کی کبھی ادارت نہیں کی۔آپ نے جن اخبارات میں کام کیا اپنی آزادانہ قومیت پرست پالیسی رکھی۔اور اسی کو اب تک نبھا رہے ہیں۔اور مضبوطی کے ساتھ اسی پر قائم ہیں۔

تصنیفات

از بلا، ردِّ نصاریٰ میں آپ کی مشہور ومقبول تصنیف ہے۔اس کتاب کو پڑھنے کے بعد جو شخص اس کو ذہن نشین کر لے تو ایک مناظر بن سکتا ہے۔اور اس کو پادریوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اس کتاب سے کافی مواد مل سکتا ہے۔

از بلا اسپین کا تاریخی اور مذہبی افسانہ ہے۔مگر اس کے ضمن میں تفصیلات کا بیشتر حصہ مولانا موصوف کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔اس واقعہ مین اسلام کی صداقت اور مسیحیت کے بطلان پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں وہ وہی ہیں جو سلف میں عیسائی دنیا کے سامنے پیش کیے جاتے رہے ہوں گے اور جس کا استعمال اسلامی مبلغین نے مشنریوں کے مقابلہ میں کیا ہوگا۔ مولانا موصوف کا مقصد بھی ان دلائل کے پیش کرنے کا یہی ہے کہ جن حضرات کو عیسائی مشنریوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے یا وہ مسیحی حلقوں میں تبلیغی فرائض انجام دیتے رہتے ہیں ان کے لیے ان تمام مسائل کے متعلق دلائل کا ذخیرہ ایک ہی جگہ فراہم کر دیا جائے۔جو اسلام اور عیسائیت کے درمیان ابتدائے اسلام سے بحث ونظر کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ جو شخص ان دلائل پر غیر جانبدارانہ طور پر غور کرے گا اس پر عیسائیت کا بطلان روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے دلائل کی پختگی کا اس کو اقرار کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

یہ تاریخی افسانہ الجمعیۃ میں قسط وار ایک عرصہ تک چھپتا رہا ہے۔ یہ کتاب جید برقی پریس بلی ماران میں چھپی ہے۔ 150 صفحات پر مشتمل ہے۔

ازبلا کے علاوہ مولانا کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہیں کہ رنگون کے پبلشر نے اس کو انگریزی میں چھاپا ہے اور بنگالیوں نے بنگالی میں اور مالابار کے لوگوں نے مالاباری زبان میں شائع کیا ہے۔

رہنمائے عقل: لاہور میں اخبار زمزم کی طرف سے شائع ہوئی جس میں عقل کے صحیح استعمال کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔

کلید خودشناسی: یہ عملی نفسیات کی کتاب ہے۔ جو بہت مقبول ہوئی۔ اور عوام وخواص نے اس کو بہت پسند کیا۔ اس کو بھی لاہور کے مشہور اخبار نے شائع کیا۔

آپ کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں۔ 1942ء میں آپ کے فرزند ارجمند محمد ایوب نے بعارضہ دق میں 21 سال کی عمر میں انتقال کیا جس سے مولانا کو انتہائی صدمہ ہے۔ اور کمر ہمت ٹوٹ چکی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا جی پنجاب کے ایک مشہور مغل خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ شہنشاہ بابر کے زمانہ میں ایک شخص مرزا ہادی بیگ نامی علم دوست رئیس تھا۔ اپنے چند عزیزوں کے ہمراہ ہندوستان آیا۔ اس نے لاہور کے قریب ایک جنگل میں کیمپ ڈالا جس کا نام اسلام پور رکھا۔ حکومت دہلی نے ان کو اس علاقہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ اسی طرح مرزا جی کے پردادا مرزا فیض محمد شاہ فرخ سیر کو 1716ء میں ہفت ہزاری کا خطاب دیا۔ بادشاہ کے ہاں ان کی بہت عزت تھی۔ چنانچہ ان کا سلسلہ یہ چلا۔ مرزا فیض کے بیٹے مرزا گل محمد تھے۔ اور مرزا گل محمد کے صاحبزادے مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ تھے۔

مرزا جی 13 رفروری 1835ء مطابق 1250ھ پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت توام صورت میں ہوئی۔ جب آپ چھ سال کے تھے تو ایک فارسی خواں معلم گھر پر پڑھانے کے لیے نوکر رکھے

Marfat.com

گئے۔جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں پڑھائیں۔جب دس برس کے ہوئے تو ایک عربی خواں مولوی صاحب مرزا جی کے پڑھانے اور تربیت دینے کے لیے مقرر ہوئے۔جن کا نام فضل احمد تھا۔مولوی صاحب موصوف ایک دیندار بزرگ تھے۔انہوں نے مرزا جی کو قواعد نحو پڑھائے۔سترہ برس کی عمر میں مرزا جی نے مولوی عمل علی شاہ سے منطق،اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ حاصل کیے۔بعض طبابت کی کتابیں انہوں نے اپنے والد سے پڑھیں۔

مرزا جی نے عالم شباب میں قدم رکھا تو حرمت بی بی سے نکاح کیا۔ان کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے۔اس بیوی سے مرزا کی نہ نبھی۔چنانچہ مرزا جی نے اس کو طلاق دیدی۔

مرزا جی نے 1864ء میں سیالکوٹ کے دفتر ضلع میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔

1868ء میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔اور والد کا انتقال 1876ء میں ہوا۔

1876ء میں آپ نے جب یہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حکومت کے سایہ میں نہایت پرزور مشنری کام کررہی ہے اور صلیبی مذہب ساری دنیا میں ایک طوفان عظیم کی طرح جوش مار رہا ہے۔اس وقت مرزا جی نے براہین احمدیہ کتاب لکھی۔جس کے چار حصہ ہیں۔اس کتاب کا ذکر حضرت مولانا محمد منگیریؒ نے ردِ نصاریٰ کی فہرست میں ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس عمدہ اور مبسوط کتاب میں دو طریقے س مذہب اسلامی کی حقانیت ثابت کی ہے۔ اول تو تین سو دلائل عقلیہ سے۔دوئم آسمانی نشانیوں سے جو سچے دین کی سچائی ثابت کرنے کے لیے ضروری ہیں حق تو یہ ہے کہ اثبات حقیقت اسلام میں یہ عمدہ کتاب ہے۔''

یہ تبصرہ مولانا محمد علی منگیری کا اس زمانہ کا ہے جب آپ نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

1893ء میں مرزا جی کا ماسٹر عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں اسلام اور مسیحیت کے عنوان پر مناظرہ ہوا جس میں عیسائیوں کو ہارنا پڑا۔

اس مناظرہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔پادریوں نے چند بیمار لڑکے چھپا رکھے تھے۔درمیان مناظرہ میں وہ بیمار لڑکے مرزا صاحب مدعی مسیح موعود کے سامنے لاکر کھڑے کر

Marfat.com

دیے اور ان سے مطالبہ کیا کہ آپ مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں یہ چند لڑکے بیمار ہیں انہیں ہاتھ لگا کر ٹھیک کر دیجیے۔ مناظرہ میں بڑے قہقہے لگے۔ مرزا جی کھڑے ہوئے اور انہوں نے الزامی جواب حسب ذیل دیا:

''کہ مسیح ناصری نے یہ فرمایا ہے اگر تم میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے تو تم قدرت کے خزانوں کے مالک بن سکتے ہو۔ اور پہاڑوں کو حکم دے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہو۔ اور کوئی بات تمہارے سامنے ان ہونی نہیں ہو سکتی۔'' (متی باب 17 ولوقا 17)

میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ مسیحی حضرات جو یہاں جمع ہیں اپنے مسیح پر ضرور ایمان رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کا ایمان رائی کے دانے سے تو بہر حال بڑا ہوگا۔ میں آپ کا ممنون ہوں گا کہ آپ ہی ذرا اپنا ہاتھ لگا کر زندہ کر دیجیے۔ پادری اس پر خاموش ہو گئے۔

تشحیذ الاذہان: 1905ء میں مرزا جی نے اپنی جماعت پروپیگنڈہ کے لیے یہ رسالہ جاری کیا جس میں عیسائیوں کے الزامات کے جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔

مرزا جی نے وہ کتابیں جو انہوں نے خالص اسلامی نظریہ سے لکھی یں اور ردِ نصاریٰ میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(1) براہین احمدیہ جلد چہارم: حصہ پنجم میں بھی صداقت اسلام اور معجزات کی حقیقت اور کمالات کے مدارج بحث کی ہے۔

(2) اسلام اصول کی فلاسفی: اس میں مذہب کے بنیادی اصولوں پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(3) آئینۂ کمالات اسلام: اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کی حکمت اور ملائک وغیرہ کے مسائل پر بحث ہے۔ اور تعلیم اسلامی کی اکملیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

26 رمئی 1908ء میں مرزا جی کا انتقال ہوا۔ آپ کے جنازہ کو قادیان میں مقبرہ بہشتی کے ساتھ رکھا گیا۔ **(افسوس ہے کہ یہی مرزا قادیانی فتنہ کا بانی بنا جس نے اسلام کو یہود و نصاریٰ سے زیادہ نقصان پہنچایا)**

Marfat.com

مولوی چراغ علی

نواب عظیم یار جنگ بہادر چراغ علی آباؤ اجداد کا اصلی وطن کشمیر تھا۔ وہاں سے ان کا خاندان آیا۔ اور پھر میرٹھ چلا گیا۔ ان کے والد ماجد مولوی محمد بخش سہارنپور و میرٹھ میں پہلے ملازم ہوئے پھر 1849ء میں پنجاب و سرحد میں مہتمم بندوبست رہے۔ یہ منصب کلکٹر کے عہدے سے کم نہ تھا۔

مولوی صاحب 1846ء میں پیدا ہوئے۔ دس برس کے تھے کہ والد بچپنے ہی میں 1856ء میں فوت ہو گئے۔ مولوی صاحب کے تین بھائی اور تھے۔ آپ سب سے بڑے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت میرٹھ میں ہوئی۔ لیکن اردو، فارسی، انگریزی کی معمولی تعلیم ہو سکی۔ کوئی امتحان پاس نہ کر سکے۔ ابھی طالب علم تھے کہ ضلع بستی میں خزانے کے منشی ہو گئے۔ بیس روپے تنخواہ ہوئی۔ چند سال بعد غالباً 1872ء میں لکھنؤ میں ڈی منصرم ہو گئے۔ اور پھر سیتا پور تبادلہ ہو گیا۔ مولانا صاحب کی طبیعت کا رجحان مذہب کی طرف تھا۔ اور اسلام کی حقانیت عیسائی پادریوں کے سامنے پیش کرنے اور ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ سرسید سے آپ کے تعلقات ہو گئے۔ انہوں نے سالار جنگ کے پاس مولوی صاحب کو بھیج دیا۔ وہاں ان کو معتمد مال گزاری عہدہ دیا گیا۔ چار سو روپیہ تنخواہ ہوئی۔ اس کے بعد سات سو روپے ہوئے اور معتمد مال گذاری کے عہدہ پر تقرر ہو گیا۔ اور پندرہ سو روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔ اس کے بعد ورنگل و گلبرگہ کے صوبیدار ہوئے۔ اور معتمد فنانس ہوئے۔ یہ سب خدمات محبت و قابلیت اور دیانت کے ساتھ انجام دیں کہ صلے میں نواب اعظم یار جنگ کا خطاب ملا۔

مولوی چارغ علی نہایت مستقل مزاج صاحب رائے بے لوث، غیر متعصب اور انتہا درجہ کے جفاکش آدمی تھے۔ جس زمانے میں فنانشل سکریٹری تھے خبر ملی کہ مسٹر کرالی کنٹرولر ہو کر آرہے ہیں۔ مولوی صاحب نے فنانس پر انگریزی کی بہت اعلیٰ درجہ کی کتابیں منگالیں اور ایسا مطالعہ کیا کہ جب مسٹر کرالی سے ملاقات ہوئی اور اس موضوع پر گفتگو کا موقع پیش آیا تو وہ ان

Marfat.com

کی قابلیت اور وسعت معلومات پر حیران رہ گئے۔

مولوی چراغ علی نے اپنی محنت سے اعلیٰ تعلیم کی کمی پوری کر لی تھی۔ عربی فارسی کے عالم تھے۔ کلدانی، لاطینی، یونانی زبانوں میں مہارت پیدا کر لی تھی۔ انگریزی زبان پر تو ایسی قدرت حاصل تھی کہ بڑے بڑے انگریزی اخبارات کے ایڈیٹران کی قابلیت کے معترف تھے۔

بے تعصب ایسے تھے کہ کسی فرقہ و مذہب سے کوئی پُر خاش نہ تھی یہاں تک کہ اسلامی فرقوں میں سے کسی سے تعلق نہ تھا۔ چنانچہ مردم شماری کے موقع پر فرقہ کے خانہ میں اپنی بیوی کے نام کے سامنے شیعہ لکھ دیا۔ اور اپنے اور اپنے بیٹوں کے نام کے آگے صفر لکھ دیے۔ 15/جون 1825ء مطابق ذی الحجہ 1312ھ میں انتقال ہوا۔ چراغ حق (1312ھ) تاریخ ہے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

(1) ردِّ نصاریٰ میں تحقیق الجہاد (2) تعلیقات پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی کا جواب (3) قدیم مولوی کی مختصر تاریخ۔

مولانا حکیم سیّد محمد غوث علی گورکھپوری

آپ نے بھی پادری ٹھاکر داس کے رسالہ سیرت المسیح والحمد کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام القول الیح فی الحمد المسیح ہے۔ یہ کتاب 72 صفحوں پر مطبع لطیف الاخبار گورکھپور میں چھپی ہے۔ حکیم صاحب گورکھپور کے مفتی اور مقبول واعظ اور مناظر ہیں۔ غرباء پرور اور کتب کے شائق ہیں۔

مولوی شیخ احمد

آپ قصبہ ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کے باشندے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حاجی شیخ محمد بخش مہاجر مکہ معظمہ پنجاب کے مشہور عالم تھے۔ آپ جہاں بہترین شاعر اور واعظ ہیں وہاں بہترین

Marfat.com

مناظر اور ردِّ نصاریٰ بھی ہیں آپ اپنے ضلع میں پادریوں کے لکچروں میں شامل ہوتے تھے۔اور ان پر اعتراضات کرتے تھے جن کا وہ معقول جواب نہیں دیتے۔آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جس جگہ پر شام کو پادری جاتا اسی جگہ پر آپ صبح کو جاتے اور وہ پھنسانے کا جو جال بچھا کر آتا اس کو پاش پاش کرتے اور ہندو مسلمانوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے۔آپ کی مشہور تصنیف مثنوی احسنی بٹالوی ہے۔اس میں آپ نے شاہ توکل علیہ الرحمہ کے کرامات اشعار میں بیان کیے ہیں۔یہ کتاب مطبع بے نظیر سہارنپور میں 1322ھ و 1905ء میں چھپی ہے۔آپ 25 رصفر 1319ء کو حالت سفر میں ریل سے گرے وہاں سے آپ کو لدھیانہ پہنچایا گیا وہیں آپ نے انتقال فرمایا۔

مولوی اکرام اللہ گوموی ثم اکبرآبادی

مولوی اکرام اللہ بن مفتی انعم اللہ خان بہادر بن مفتی محمد اسحاق بنیرہ اعلم العلماء ملاّ وجیہ الدین مولانا فتاویٰ عالمگیری۔مفتی انعام اللہ محکمہ شریفہ دہلی س ایک عرصہ تک منسلک رہے پھر وکیل صدر نظامت ہو گئے۔آخر میں مہتمم بندوبست ریاست ٹونک رہے۔ 1274ھ میں انتقال ہوا۔

مولوی اکرام اللہ نے ابتدائی کتب فارسی عربی زیب النساء متخلص عصمتؔ سے پڑھیں۔متوسطات کو والد ماجد سے پڑھا۔فارسی میں تکمیل اپنے عم مولانا غلام امام شہید امیٹھوی سے کی۔اسباق حدیث مفتی ریاض الدین کاکوری سے پڑھے۔ڈاکٹری ڈاکٹر مکند لال سے اور قانون بابو بنی پرشاد وکیل صدر سے، کچھ عرصہ بھوپال میں منشی احمد حسین پیشکار نواب سلطان جہاں بیگم کے نائب رہے۔ان کی خوبصورتی وبالِ جان بنی ترک ملازمت کر کے وکالت کا امتحان دیا۔مختاری شغل رہا اپنے ماموں افضل العلماء قاضی ارتضا علی خان قاضی القضات کے مشورہ سے تصنیف و تالیف میں گھر گئے۔مولوی احمد اللہ شاہ مدراس کے مرید تھے۔مسٹر جوزف فرانسیسی مشنری مولوی احمد اللہ شاہ کے ہاتھ اسلام لائے۔یوسف علی شاہ

Marfat.com

نام رکھا مولوی صاحب نے ان سے انجیل پڑھی اور فن مناظرہ حاصل کیا۔ پادری عماد الدین کی کتاب تعلیم محمدی کا جواب دیا۔ ہفوات عمادیہ نام رکھا۔ امیر المطابع میں شائع ہوئی۔ پادری فانڈر کے مناظرہ میں بھی شریک تھے۔ ڈاکٹر وزیر خان ان کے والد کے احباب میں سے تھے وہ مولوی صاحب پر بہت مہربان تھے۔ تحریف اناجیل ایک رسالہ لکھا جو قلمی شعیب محمد اللہ کتب خانہ میں ہے۔ تصویر الشعرا، ذکر علماء، قواعد فارسی، اخبار واصلین وغیرہ کثیر التعداد کتب تصنیف کیں۔ رسال منطق قلمی (پبلک لائبریری آگرہ) میں موجود ہے۔ رسالہ مساحت مفتی انتظام اللہ شہابی کے کتب خانہ میں ہے۔ داستان تاریخ اردو میں آپ کی نثر نگاری اور تصانیف کا تذکرہ ہے۔ آپ کے صاحبزادے صوفی اسلام اللہ متخلص صوفی اکبرآبادی تھے جن کا تذکرہ خمخانہ جاوید میں لالہ سری رام نے کیا ہے۔

1903ء میں منشی عبدالکریم کی سی ایس آئی ای وی او کے ساتھ دربار دہلی میں شریک ہوئے۔ عمائد شہر میں سے تھے۔ 1908ء میں انتقال ہوا۔

مناظر اسلام جہانگیر خاں اکبرآبادی ریلوے میں گارڈ تھے۔ قومی کاموں سے دلچسپی تھی۔ عیسوی مذہب پر خاص نظر تھی۔ پادری رام چندر سے اکثر مناظرے رہے۔ بہتان جہان گیری، ردِ نصاریٰ وغیرہ آپ کی یادگار میں سے ہے۔ 1945ء میں انتقال ہوا۔

مولوی نواب مرزا اکبرآبادی

مولوی نواب مرزا ابن مرزا وقار علی بیگ ڈپٹی کلکٹر ابن مرزا اکبر بیگ برلاس۔ اکبر بیگ کو مرزا طالب کی پھوپی زاد بہن منسوب تھیں۔ نواب مرزا خوش استعداد اور بزرگ تھے۔ نائب تحصیلدار ری پر تقرر ہوا۔ بہت جلد تحصیلدار ہو گئے۔ علم کا ذوق رکھتے تھے۔ چند رسالے بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ نصرانیت کے خلاف زیادہ لکھا کرتے تھے۔ ایک کتاب عیسوی مذہب اور جہاد پر لکھ رہے ہیں۔ ان کے پیشکار غلام عباس نے کلکٹر سے جالگائی ان پر مقدمہ قائم ہوا۔ ان کے والد کی دیرینہ خدمات کا لحاظ کر کے برخواست کر دیا۔ دوسری سزا نہ دی۔

Marfat.com

نواب مرزا صاحب تمام عمر دارالحرب ہندوستان کو سمجھا کئے۔ نماز جمعہ میں شریک نہ ہوتے۔ ظہر کی نماز جمعہ کو بھی ادا کرتے۔

1940ء میں بعمر 85 سال انتقال ہوا۔

مولوی سید محمد مدرس ہائی اسکول علی گڑھ

وطن پھپھسیر تھا۔ والد پھپھسیر کے زمیندار تھے۔ بھرت پور کے علاقہ پر نجف خاں، ذوالفقار الدولہ کا قبضہ ہوا۔ وہاں کے جاٹ مسلمان ہو گئے تھے۔ جن کا مسلک شیعہ تھا۔ مولوی صاحب کے بزرگ جعفری ہو گئے۔ 1910ء میں انتقال ہوا۔ تزیہہ الفرقان یادگار ہے۔

مولانا سید مؤید الدین خان صاحب

آپ معتمد عدالت کوتوالی سرکار نظام عرصہ تک رہے۔ آپ کو مشنریوں کے سرگرم عمل سے خیال پیدا ہوا کہ میں بھی ردِ نصاریٰ میں ایک کتاب لکھوں۔ چنانچہ آپ نے عربی زبان میں (تاکہ ممالک اسلامیہ بھی اس سے فیض حاصل کرے) ایک کتاب تشخیص المقال ردِ نصاریٰ میں صنیف کی۔ اس کا اردو ترجمہ آپ کے صاحبزادے مولوی سید محمد محی الدین خان جسٹس ہائی کوٹ سرکار نظام مولوی سید احمد خاں وکیل ہائی کورٹ نظام کی فرمائش کی۔ جو 1900ء میں مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں 182 صفحات پر چھپا۔ ترجمہ کا نام مترجم نے اثبات الحق رکھا۔

یہ کتاب رد نصاریٰ میں ایک مکمل تردید کی حیثیت رکھتی ہے۔ فاضل مصنف نے اس میں مشنریوں کے کل اعتراضات پر مدلل جوابات دیے ہیں جن کا آج تک مشنریوں کی بیسوں سوسائٹیوں میں سے کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا۔

Marfat.com

مولانا مظفر علی

مولانا مظفر علی ابن قاضی القضاۃ مدراس ابن مولوی مصطفیٰ علی خان صاحب تذکرہ النساء نے پادری عماد الدین کی تعلیمات محمدی میں نفائس ارتضائیہ فوائد سعدیہ نامی کتاب مطبع نولکشور میں شائع کی۔ آپ کے استاد برادر افضل العلماء قاضی ارتضیٰ علی خان قاضی القضاۃ مدراس تھے۔

ڈاکٹر محمد نفیس

ڈاکٹر محمد نفیس برادر ڈاکٹر محمد یقین صاحب خلف کامل برادر محمد معظم استاد مرزا غالب غدر سے پہلے سکندرہ سے عیسائی اسلام کے خلاف کتاب نکالتے تھے۔ آپ کا کام یہ تھا کہ اس کتاب کے مسودے کاغذات پریس سے منگواتے۔ یا کتاب چھپتے ہی آپ کے پاس پہنچ جاتی آپ مارکیٹ میں جانے سے پہلے ہی اس کا جواب چھپوا کر مارکیٹ میں بھیج دیتے تھے۔

چودھری مولا بخش

لکھنؤ کی مشہور برادری کے چودھری ہیں۔ نیز آپ مولانا محمد علی منگیری کے ساتھی ہیں۔ آپ ہی وہ قابل شخصیت ہیں جو مولانا صاحب کو نصاریٰ کی انگریزی کتابوں کے ترجمے اور خلاصوں کا ترجمہ کر کے دیتے تھے۔ آپ انگریزی کے ماہر تھے۔ آپ کے ترجموں اور خلاصوں کی سلیس زبان میں شکل مولانا منگیری دیتے تھے۔ آپ کی ردِ نصاریٰ میں ایک مشہور تصنیف مراسلات اسلامی ہے۔ (پیغام محمدی صفحہ:314)

مولوی سلیم اللہ

آپ نے ردِ نصاریٰ میں کثیر تصانیف فرمائی ہیں۔ آپ کے مناظرے کامیاب اور موثر

Marfat.com

ہوتے تھے اپنے مقابل کو لاجواب کر دیتے تھے۔ چنانچہ منشی الطاف مسیح جورائے بریلی کے مشنری تھے ان سے آپ کا مباحثہ ہوا۔ جس پر منشی صاحب نے مسیحیت کو خیر باد کہا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ مناظرہ کتابی شکل میں ہے۔ اظہار الاسلام اس کا نام ہے۔

مولوی سلیم اللہ کی مشہور کتب صداقت قرآنی از کتب ربانی، انصاف لدفع الاختلاف ہیں۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کی مشہور کتاب اظہاد الحق کا اردو ترجمہ آپ نے ہی فرمایا تھا۔ مگر وہ طبع نہ ہو سکا۔

مولوی غلام نبی

مولانا پنجاب کے مشہور مناظر اور ردِ نصاریٰ کی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی تصنیف عصمت الانبیاء عیسائیوں کے رسالہ ''نبی معصوم'' کا جواب ہے۔ اس میں قابلیت کے ساتھ انبیاء کا معصوم ہونا ثابت کیا ہے۔ آپ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں:

☆ تصدیق الاسلام ☆ تحقیق الاسلام ☆ حقیقت جہاد ☆ معجزات محمدیہ

مولوی عبیداللہ

آپ نے مدرسہ صولیتہ کی بدرسی میں تمام زندگی بتائی۔ آپ عربی، فارسی، انگریزی، عبرانی وغیرہ متعدد زبانیں جانتے تھے۔ نصاریٰ کی کتب کا آپ نے مذکورہ زبانوں میں ترجمہ مطالعہ کیا ہے۔ آپ کی معرکتہ الآراء تصنیفات یہ ہیں:

☆ شق القمر المعجزۃ سید البشر ☆ السیف الہندی ☆ ارشاد النبی، اسم النبی

مولوی محمد علی مرادآبادی

آپ کی تصنیفات بھی مشنریوں کے لیے مہلک اور مضر ثابت ہوئیں۔ مشہور عیسائی محبوب مسیح نے دو رسالے مراۃ القرآن، تحفہ الاعم شائع کیے تھے۔ اس کے جواب میں آپ نے تائید الفرقان اور کشف الاوہام کتابیں شائع کیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ محبوب مسیح عیسائی نہیں

Marfat.com

رہے۔ اور ان کو عیسائی مذہب چھوڑنا پڑا۔ پادری مذکورہ جوابی کتابوں کی اشاعت کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے اس کے دوبارہ چھپنے پر اعتراضات کیے اور کافی اودھم مچایا۔

اسی طرح مولانا نے پادری رجب علی کے رسالے ''شریف نسبتیں'' کا جواب ''شہادۃ العین برسالہ سید المرسلین'' شائع کیا۔ جس کے جواب دینے کی کسی سوسائٹی نے ہمت نہیں کی۔

مولوی محمد فیروز الدین ڈسکوی

آپ شاعر بھی ہیں۔ اور فیروز تخلص رکھتے ہیں۔ آپ سیالکوٹ کے ڈسٹرکٹ اسکول کے صدر مدرس بھی رہے ہیں۔ آپ نے پادری عماد الدین کے ان ناپاک خیالات اور فاسد الزامات کا جس کا نام انہوں تواریخ محمدی رکھا ہے جواب دیا ہے۔ یہ جواب عام طور پر غیر قوموں کے مصنفین کی کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام ''فضائل الاسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بتاریخ محمدی ہے۔ (پیغام محمدی 306)

مولوی محمد شاہ لکھنوی

آپ نے عیسائیت کے خلاف تین کتابیں لکھی ہیں۔

(1) غایۃ الشعور بحج الحج المبرور: یہ اول مرتبہ 1383ھ میں چھپی۔

(2) اجوبۂ عجیبہ: یہ تحقیقی تصنیف جواب ہے کثرت ازدواج وطلاق پر غلط الزامات کا۔

(3) فیض عام: اس میں بہشت کی نعمتوں کا ذکر ہے اور معترضین کے اعتراضوں کا جواب ہے۔

ہر ہندوستانی عیسائیت کے عروج اور ترقی کو اپنے مذاہب کی بربادی سمجھتا تھا۔ اس لیے ردِ نصاریٰ میں جو کتب چھپتی تھیں ان کو ہندو مسلمان سب پڑھتے تھے۔ پڑھتے ہی نہیں تھے بلکہ اپنے پریسوں میں چھپوا کر اس کی اشاعت کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کی مقبول عام کتاب غایۃ الشعور بحج الحج المبرور منشی نولکشور نے 1290ھ میں چھپوائی۔

Marfat.com

کنگھی والے مناظر

مولانا احمد سعید صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ دہلی میں کنگھی والے مناظر بھی تھے جو بارہ دری، شیر افگن خاں، بلیماراں میں رہتے تھے۔ یہ مناظر صبح سے شام تک شہر کے مختلف مقامات حوض قاضی، فوارہ، گھنٹہ گھر، بارہ ٹوٹی، سبزی منڈی جامع مسجد کی سیڑھیوں سے ردِّ نصاریٰ کرتے تھے۔ ان کو مولانا شرف الحق اور مولانا رحمت اللہ اور مولانا ابوالمنصور کے مناظرے اور کتابیں ازبر تھیں۔ یہ ان کے دلائل کو بڑی شدومد کے ساتھ بیان کرتے تھے ان کا خود بھی مطالعہ کافی تھا۔

مولوی غلام محمد دستگیر قصوری

آپ کی ایک ردنصاریٰ میں تصنیف ہے "مخرج عقائد نوری" یہ کتاب پادری عمادالدین کے نغمہ طنبوری کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ 1878ء میں 80 صفحوں پر مطبع سوسائٹی بریلی میں چھپی۔

حافظ احمد الدین لاہوری

آپ نے بھی اثبات نبوت سرور عالم ﷺ پر ایک کتاب احسن الکلام فی ردالاسلام لکھی ہے جو 26 صفحات پر مطبع مفید عام لاہور میں چھپی ہے۔

مولوی احمد علی

آپ دہلی کے رہنے والے ہیں۔ لاہور میں مقیم تھے مشہور واعظ اور مناظر تھے۔ آپ نے رسالہ دعوۃ الحق جس کے کئی حصے ہیں۔ کفارہ مسیح کا بطلان کیا ہے۔ اس کا نمبر 5 مطبع گلشن رسدی، 6 نمبر گلزار محمدی لاہور میں چھپا ہے۔

Marfat.com

حاجی مولوی محمد یوسف راندھیری

دعوۃ الاسلام آپ کی تصنیف ہے اس کتاب میں عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات ہیں۔نصرۃ المطابع دہلی میں چھپی۔ یہ کتاب عالی ہمت مصنف نے مفت تقسیم کی پھر اس کا ترجمہ انگریزی میں چھپوا کر یورپ روانہ کیا۔

مولوی اشرف علی سلطانپوری

نیر اعظم میں آپ نے مذہب اسلام کی حقیقت اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کے دلائل بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب کپورتھلہ میں 1303ھ میں چھپی ہے۔

مولوی رحم الٰہی بنگلوری

مولانا نے بشارت محمدی میں عہد عتیق اور جدید کی بشارت سے آنحضرت ﷺ کے بہت سی خصوصیات کو ثابت کیا ہے۔ یہ مطبع لٹریری سوسائٹی بریلی میں 282 صفحوں میں دوسری مرتبہ چھپی۔

مولوی حاجی سید احمد حسین عظیم آبادی

آپ کی بھی ردِّ نصاریٰ میں ایک کتاب اظہار عیسوی ہے۔(مطبوعہ فاروق پریس دہلی)

(ختم شد)

Marfat.com





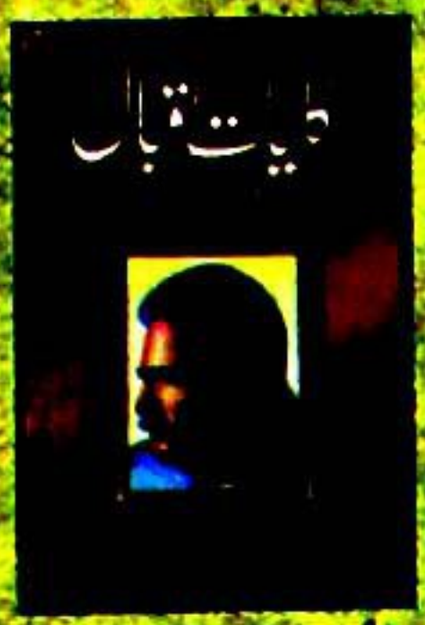

















































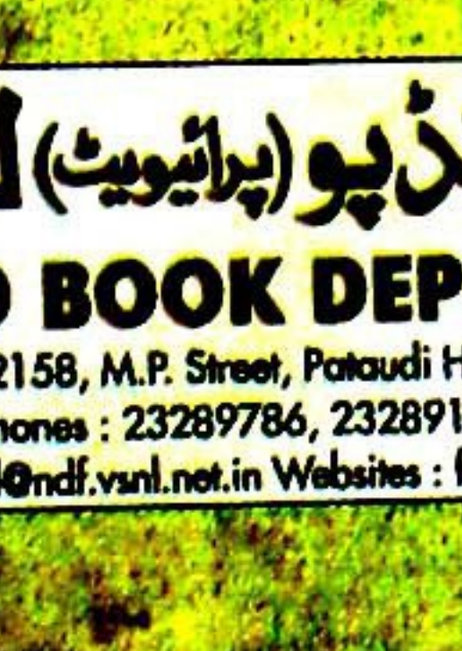

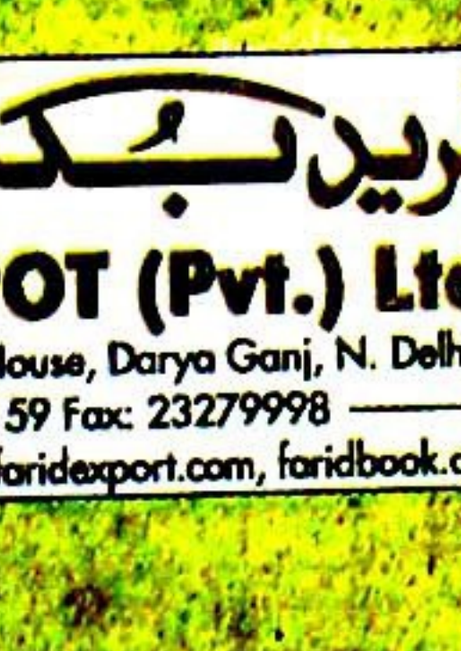



فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi-2
Phones : 23289786, 23289159 Fax: 23279998
E-mail : farid@ndf.vsnl.net.in Websites : faridexport.com, faridbook.com
FBD
Rs. 150/-

Marfat.com